زیر ہدایت حضرت مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
مفتی صالح محمد صاحب رفیق دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ
کمپیوٹر ایڈیشن
فتاویٰ رحیمیہ
افادات
حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت
دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

زیر ہدایت حضرت مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد ہشتم

کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق
کتاب العدۃ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 464 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ملنے کے پتے........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel . 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین فتاویٰ رحیمیہ جلد ہشتم

کتاب الحج

مضمون	صفحہ
احرام سے متعلق احکامات	

| **کیفیۃ اداء الحج** | |

مضمون	صفحہ

| **حج بدل کے متعلق احکامات** | |

صفحہ	مضمون
	## مضمون

مضمون	صفحہ

باب ما یتعلق فی طلاق الصریح

مضمون	صفحہ
طلاق بالکتابت	
طلاق مکروہ بالکتابۃ صحیح ہے یا نہیں؟:	۳۰۹
عورت کو طلاق کی اطلاع یا عورت کی منظوری:	۳۰۹
براہ ڈاک طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟:	۳۰۹
وقوع طلاق کے لئے طلاق نامہ میں دستخط شرط ہے:	۳۱۰
الفاظ کنایہ خط میں لکھے تو وقوع طلاق کا کیا حکم ہے؟	۳۱۰
طلق ،طلق ،طلق لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟:	۳۱۰
طلاق حسن کہے مگر طلاق طلاق طلاق لکھ دے تو کیا حکم ہے؟:	۳۱۱
تو جہاں چاہے پھر سکتی ہے اس جملہ سے کون سی طلاق ہوگی؟:	۳۱۲
طلاق ثلاثۃ	
بغیر نیت طلاق ،طلاق ،طلاق ،طلاق کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے	۳۱۳
ایک ساتھ تین طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟:	۳۱۴
تین طلاق سے حکم حرمت ثابت ہوتا ہے؟:	۳۱۵
تبصرہ وتنقید:	۳۱۵
الفاظ طلاق کے سننے میں شاہدین کا اختلاف ہو تو کیا حکم ہے؟:	۳۱۸
''تجھے تین طلاق'' اور تجھے طلاق ہے اس طرح کہنے سے کتنی طلاق ہوگی؟:	۳۱۸
طلاق میں مرد وعورت اختلاف کریں تو کس کی بات قبول کی جائے؟:	۳۱۸
طلاق ثلثہ مغلظہ اور شرعی حلالہ:	۳۱۹
غصہ کی تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں؟:	۳۱۹
تجھ کو ''ایک طلاق دو طلاق'' اس جملہ کو بار بار دہرایا تو کتنی واقع ہوں گی	۳۲۰
آپ کا دوسرا فتویٰ:	۳۲۰
''ایک دو تین طلاق'' اس جملہ کا حکم:	۳۲۱
ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں بالاجماع واقع ہو جاتی ہیں اور اسی طرح غصہ کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔	۳۲۱
(پہلی حالت):	۳۲۳
(دوسری حالت):	۳۲۳

مضمون	صفحہ

باب الایلاء والظہار

تنسیخ نکاح

مضمون	صفحہ
عدت میں داماد اپنی خوش دامن سے بات کرسکتا ہے یا نہیں ؟:	۴۲۴
شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شوہر کی لاش کے ساتھ دوسری جگہ منتقل ہوگئی تو عدت کہاں پوری کرے؟:	۴۲۴
چار سال تک شوہر اور بیوی علیحدہ رہے اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو عدت لازم ہوگی یا نہیں ؟:	۴۲۵
عدت میں مطلقہ زنا سے حاملہ ہوگئی تو اس کی عدت کب پوری ہوگی ؟ اور زانی بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں ؟	۴۲۶
دوسرا فتوی:	۴۲۶
عدت میں طلاق دی جائے تو اس کی عدت کب پوری ہوگی ؟:	۴۲۷
مطلقہ مغلظہ پر سوگ ضروری ہے یا نہیں:	۴۲۷
ماں عدت کے زمانے میں اپنے بیٹے کے نکاح میں کس طرح شرکت کرے ؟:	۴۲۷
طلاق حسن کے مطابق طلاق دی اس میں عدت کب پوری ہوگی ؟:	۴۲۸
تین طلاق والی عورت عدت کہاں گذارے گی ؟:	۴۲۸
عورت عدت کس مکان میں گذارے گی ؟:	۴۲۹
مدت وفات کے دوران غیر ملک کی شہریت باقی رکھنے کے لئے وہاں کا سفر کرنا:	۴۳۰
مطلقہ عورت کو عدت ختم ہونے کا دعوی قسم کے ساتھ تسلیم کیا جاسکتا ہے اگر مدت میں امکان ہو:	۴۳۱
عورت کا بیان	۴۳۱
'' تجھے لڑکی پیدا ہوئی تو تجھے تین طلاق '' کہا اور لڑکی پیدا ہوئی تو عدت وضع حمل ہے یا حیض ؟:	۴۳۱
باب النفقه	
زمانۂ عدت کے نفقہ ولباس کے متعلق شرعی حکم:	۴۳۲
ناشزہ کا نفقہ واجب ہے، یا نہیں ؟:	۴۳۳
عورت اپنے میکہ میں عدت گذارے تو عدت کے خرچہ کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں ؟:	۴۳۴
شرعی قانون کے خلاف نفقہ کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟:	۴۳۵
عورت سفر میں جانے سے انکار کرے تو وہ نفقہ کی حق دار ہے یا نہیں ؟:	۴۳۵
چچا اور ماں ہے تو چھوٹے بچہ کا نفقہ کس پر ہے؟:	۴۳۵
مطلقہ عورت کے لئے تادم حیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ لازم کرنا کیسا ہے؟:	۴۳۶
عدت کے بعد مطلقہ کا نفقہ شرعاً ثابت نہیں ہے:	۴۳۹

کتاب الحج

حج میں تاخیر:

(سوال ۱) حج میں تاخیر کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) حج فرض ہونے کے بعد وقت ملنے پر بھی بلاعذر شرعی پہلے ہی سال حج کے لئے نہ گیا تو سخت گنہگار اور سزا کا مستحق ہوگا۔ پھر اگر زندگی میں ادا کرے گا تو تاخیر کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا گنہگار نہ رہے گا۔
علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد فیفسق وترد شہادته بتاخیرہ ای سنینا...... ولذا اجمعوا...... الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حج یوم جمعہ کو حج اکبری کہنا صحیح ہے:

(سوال ۲) امسال یوم جمعہ کو حج ہوا ہے۔ اس لئے لوگ حج اکبری کہتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے۔؟

(الجواب) بے شک! جمعہ کے دن کے حج کی بڑی فضیلت وارد ہے، معتبر کتابوں میں ہے کہ جمعہ کا حج ستر درجہ افضل ہے، درمختار میں ہے۔ لو قفة الجمعة مزیة سبعین حجة ویغفر فیها لکل فرد (ج ۲ ص ۲۴۸ کتاب اسرار الحج) وقال بعض السلف اذا وافق یوم عرفة یوم جمعة غفر لکل اہل عرفة وهو افضل یوم فی الدنیا الخ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۴۷ ایضاً) لیکن یاد رہے کہ جمعہ کے حج کو حج اکبری کہنا معتبر و صحیح نہیں ہے۔

حجاج کرام کا استقبال:

(سوال ۳) لوگ حجاج کرام کے استقبال کے لئے آبادی سے باہر تک یا اسٹیشن پر پہنچتے ہیں اس کی کوئی اصل ہے یا محض رواج؟

(الجواب) حجاج کرام کا استقبال کرنا کار ثواب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی حاجی سے ملو تو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اور اپنے لئے دعائے مغفرت کراؤ اس سے پہلے کہ گھر پہنچ جائے بے شک وہ بخشے ہوئے ہیں۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حاجی حج کے لئے روانہ ہوں تو ان کو وداع (چھوڑنے) کے لئے جاؤ۔ اور دعائے خیر کے لئے ان سے تلقین (درخواست) کرو اور جب حج سے آئیں تو ان سے ملو اور مصافحہ کرو قبل اس کے کہ دنیاوی کاروبار میں لگ کر وہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں بے شک ان کے ہاتھ میں برکت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی اللهم اغفر للحاج ولمن استغفر له الحاج (اے اللہ حاجی کی مغفرت فرما اور اس کی بھی جس کے حق میں حاجی دعائے مغفرت کرے) (احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۴۸) (۱)

(۱) البتہ اس جواز کو لازمی سمجھنا ناجائز ہے موقع ملے تو چلے جائے نہ جانے والوں پر نکیر نہ کیا جائے۔)

لیکن عورتوں کا گاؤں اور آبادی سے باہر نکلنا یا اسٹیشن پر جانا مذموم اور معیوب ہے۔ مجالس الابرار میں ہے:۔

(ومن منکراتهم ایضاً خروج النساء عندذها بهم وعند مجیئهم فان الواجب علی المرأة قعودها فی بیتها وعدم خروجها من منزلها وعلی الزوج منعها عن الخروج ولو اذن لها کانا عاصیین الخ.)

یعنی حجاج کرام کے جاتے اور لوٹتے وقت ان کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کے لئے عورتوں کا نکلنا معیوب ہے ان کو تو گھر میں ہی ٹھہرے رہنا چاہئے۔ اگر مرد منع نہ کریں تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ (ص ۱۴۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حج ادا نہ کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کیوں کہا گیا؟:

(سوال ۴) حدیث شریف میں حج نہ ادا کرنے والے کو یہود و نصاریٰ سے کیوں تشبیہ دی گئی؟

(الجواب) حج اسلامی عبادت کا چوتھا رکن ہے، نیز فرض عین ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور عمل نہ کرنے والا سخت گنہگار ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

من ملک زاداً وراحلةً تبلغه الیٰ بیت اللہ ولم یحج فلا علیه ان یموت یهود یا او نصرانیا.

یعنی جس کے پاس زاد و راحلہ (خوراکی اور سواری کا خرچ) مہیا ہو گیا (جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا سکے) پھر بھی اس نے حج نہ کیا تو عجب نہیں کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے (ترمذی شریف ص ۱۰۰)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مذکور نقل کر کے حج ادا نہ کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ تحریر فرماتے ہیں۔

وانما شبه تارک الحج بالیهود والنصرانی وتارک الصلوة بالمشرک لان الیهود والنصاریٰ یصلون ولا یحجون ومشرکوا العرب یحجون ولا یصلون .

یعنی تارک حج کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ اور تارک نماز کو مشرک کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی کہ یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے تھے لیکن حج نہیں کرتے تھے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے نماز نہیں پڑھتے تھے (حجة اللہ البالغه ج ۲ ص ۱۸۵ ابواب الحج، زجر تارک الحج مع الا ستطاعة)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے متعلق فرماتے تھے ماهم بمسلمین تفسیر ابن کثیر تحت قوله للہ علی الناس حج البیت الخ ص ۳۸۶ . (ایسے لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے) اور فرماتے کہ لا یجوز الصلوٰة علی المیت المستطیع الذی لم یحج ایسی میت کی جس نے باوجود استطاعت کے حج نہ کیا ہو نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

حضرت سعید ابن زبیر، ابراہیم نخعی، حضرت مجاہد اور حضرت طاؤس وغیرہ بہت سے محدثین اور بزرگوں کا یہی فتویٰ ہے کہ ایسے گنہگار شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ (وقال سعید بن جبیر لو مات جار لی وله میسرة

ولم یحج لم أصل علیه تفسیر قرطبی .تحت و اللّٰہ علی الناس حج البیت ج. ۴ ص ۹۹) .

لہٰذا جس پر حج فرض ہوجائے ادائیگی میں کوتاہی اور سستی نہ کرے کیا خبر ہے موت آجائے یا مفلس بن جائے اور فریضۂ حج سر پر رہ جائے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ "من ارادالحج فلیتعجل" جو حج کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی جب حج فرض ہوجائے) تو جلدی کرنا چاہئے (ابو داؤد ج ۱ ص ۲۴۹ بحوالہ زجاجة المصابیح کتاب المناسک ج. ۲ ص ۹۲) فقط و اللّٰہ اعلم بالصواب.

حج کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵) جس سال حج فرض ہوا اسی سال حج میں جانا ضروری ہے؟ اگر ایک سال مؤخر کر کے جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) جس پر حج فرض ہوجائے اس پر ضروری ہے کہ جس قدر ممکن ہو جلد ادا کرے اگر پہلے برس حج نہ ادا کیا گیا اور رہ گیا تو گنہگار ہوگا اور حج فرض ہوتے ہی پہلے برس ادا نہ کیا دوسرے یا تیسرے سال ادا کیا اس کے بعد مر گیا یعنی حج کر کے مرا تو گنہگار نہ ہوگا۔ (حوالہ پہلے سوال کے جواب میں دیکھ لیا جائے۔ مرتب)

تندرست ہونے کے بعد حج ادا کرے تو کون سا حج ہوا:

(سوال ۶) ایک بیمار آدمی نے کہا۔ کہ میں اچھا ہوجاؤں تو میں خدا کے لئے حج کو جاؤں گا۔ اب خدا پاک نے شفاء دی ہے تو اب وہ حج کو گیا ہے تو اس کا یہ حج فرض ادا ہوا یا نفل یا نذر وغیرہ؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر اس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہوا اور نفلی حج کی نیت بھی نہیں ہے۔ تو حج فرض ادا ہوا (فتاویٰ اسعدیہ) میں ہے۔ ولوقال ان برئت من مرضی هذا فللّٰه علی ان احج فبرئ فحج اجزاه من حجة الا سلام لان الغالب من امور الناس انهم یریدون بهذا الکلام حجة الا سلام (ج ۱ ص ۲۲)

قرض لے کر حج کے لئے جانا:

(سوال ۷) زید کے پاس پچاس ہزار روپے ہیں لیکن اس نے یہ رقم بکر کو قرض دے رکھی ہے، زید حج کے لئے جانا چاہتا ہے تو زید عمر سے قرض لے کر حج کے لئے جا سکتا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب زید کو یقین ہے کہ عمر کی رقم ادا کردوں گا تو بقدر ضرورت قرض لے کر جائے اور اپنا فرض حج ادا کرے، عمر کو اطمینان دلایا جائے زندگی کا بھروسہ نہیں اس لئے عمر کو اس کی رقم مل جائے ایسا انتظام کر جائے۔[1]

فقط و اللّٰہ اعلم بالصواب .

غیر شادی شدہ حج کرسکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۸) ہم اس سال اپنے بڑے بھائی کو حج بیت اللّٰہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں ان کی عمر اڑتالیس سال ہے ان کی شادی نہیں ہوئی ہے تو ان کو حج کے لئے جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) وقالو لو تم الحج حتی اتلف ماله وسعه ان یستقرض ویحج درمختار مع الشامی کتاب الحج ج. ۲ ص ۱۹۲ .

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب حج فرض ہو چکا ہے تو حج کرنا ضروری ہے تاخیر موجب گناہ ہے، شادی کا موقع ہو تب شادی بھی کرلی جائے، [1] **فقط و اللہ اعلم بالصواب.**

سفر حج میں تجارت:

(سوال ۹) حاجی راستہ میں تجارت کرتا ہے اور مکہ پہنچ کر بھی تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) حدیث **انما الا عمال بالنیات** مشہور ہے۔ یعنی اعمال کا دارمدار نیت پر ہے۔ اب یہ تو نہ ہونا چاہئے کہ اصل مقصد تجارت ہو اور حج ضمناً اور برائے نام ہو۔ اس صورت میں اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ یعنی نہ کرنے کا گناہ اس پر نہیں رہے گا مگر ثواب کی توقع بھی بے محل ہے اور اگر حج اور تجارت دونوں مقصود ہیں تو اس میں اخلاص کی کمی ہے لہذا ثواب کم ملے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اصل مقصد پورے جذبہ کے ساتھ حج ہے وہ حج کے لئے ہی جارہا ہے اور ضمنی طور پر کچھ سامان بھی ساتھ لے لیتا ہے کہ کہیں بک جاہے گا تو کچھ دام مل جائیں گے۔ یا راستہ میں یا حج کے موقع پر کوئی تجارتی کام کرلیتا ہے جس سے نفع مل جائے تو اس صورت میں ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم** (سورۂ بقرہ ع ۲۶) [2] کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا۔

بچے قابل نکاح ہوں تو والدین حج کرسکتے ہیں یا نہیں:

(سوال ۱۰) لڑکا اور لڑکی قابل نکاح ہو گئے ہیں لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک ان کی شادی نہ ہو جائے والدین پر حج فرض نہیں یہ اعتقاد صحیح ہے؟

(الجواب) جب حج فرض ہو گیا تو حج کے لئے جانا ضروری ہے۔ عام ازیں کہ اولاد کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، نہ جانے پر گنہگار ہوگا۔ اولاد کی شادی کرائے بغیر حج فرض نہیں ہوتا اور حج کے لئے نہیں جاسکتا، یہ اعتقاد درست نہیں۔ [3]

فقط و اللہ اعلم.

فریضۂ حج کو ادا نہ کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۱) حج فرض ہونے کے بعد حج نہ کرے تو کیا وعیدیں آئی ہیں؟

(الجواب) ایسے شخص کے لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ **من لم یمنعه من الحج حاجة ظاهرة اوسلطان جائر او مرض جابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یهود یا وان شاء نصرانیا . رواه الدارمی عن**

---

(۱) حج کے شرائط میں سے شادی ہونا شرط نہیں بلکہ غیر شادی شدہ بھی حج کرسکتا ہے عن ابن عباس قال ان النبی صلی اللہ علیه وسلم لقی رکبانا بالروحآء فقال من القوم قالوا المسلمون فقالوا من انتم قال رسول اللہ فرفعت الیه امرأ صبیا فقالت الهذاحج قال نعم ولک اجر. رواه مسلم مشکوة کتاب المناسک ص ۲۲۱.

(۲) وتجرید السفر من التجارة احسن ولواتجر لاینقص ثوابه کالغازی اذا اتجر. (بحرالرائق کتاب الحج. ج ۲ ص: ۳۰۹)

(۳) اگر اوقات حج سے پہلے پیسے آگئے تو نکاح کرلے حج فرض نہیں اگر اوقات حج میں پیسے آگئے ہیں تو حج فرض ہو گیا ہے حج کی ادائیگی اب لازم ہے وفی الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان کان قبل الخروج اهل بلده فله التنزوج ولو وقته لزمه الحج. درمختار مع الشامی کتاب الحج. ج. ۲ ص ۱۹۸.

ابی امامة (ز جاجة المصابیح ج ۲ ص ۹۴.۹۵ کتاب المناسک) یعنی حج فرض ہونے کے بعد کوئی ایسی رکاوٹ جو مجبور کردے یا ظالم بادشاہ کی طرف سے قید و بند یا شدید مرض جس کی بنا پر سفر ناممکن ہو جائے ایسی رکاوٹ کے بغیر اگر حج نہ کرے تو برابر ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے یعنی خاتمہ بالخیر نہ ہونے کا اندیشہ ہے (معاذ اللہ) لہذا حج فرض ہوتے ہی بلا تاخیر اسی سال حج ادا کرنے کی کوشش کرے۔ ممکن ہے کہ موت آجائے یا کسی عذر کی بناء پر حج سے محروم ہونا پڑے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تاکید فرمادی من اراد الحج فلیتعجل رواہ ابو داؤد عن ابن عباس یعنی جو حج کا ارادہ رکھے تو اس کو جلدی کرنی چاہئے۔ (زجاجة المصابیح ج ۲ ص ۹۲ کتاب المناسک)

حج کن حالتوں میں فرض ہے اور کب نہیں:

(سوال ۱۲) حج کس پر فرض ہے، یعنی کس حالت میں حج کرنا ضروری ہے، ایسے کون مواقع ہیں کہ جن کے عارض ہونے سے حج ملتوی کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حج ہر ایسے مسلمان پر فرض ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور تندرست ہو اور اس کے پاس حوائج اصلیہ (یعنی رہنے کا گھر، لباس، نوکر، سواری، دھندا داری اور گھریلو اور زراعت کا سامان اور قرض وغیرہ کو چھوڑ کر) اتنا مال ہو کہ عادت اور حیثیت کے مطابق توشہ خانہ کعبہ جانے آنے کے خرچ کے لئے کافی ہو اس کے علاوہ جن متعلقین کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہے وہ ان کو دیا جاسکے، راستہ کا مامون ہونا اور عورت کے لئے محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔[۱] جن اعذار کے درپیش ہونے سے حج ملتوی کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں (۱) مفلس ہو جانا (۲) ظالم حاکم کا خوف (۳) قید خانہ میں جانا (۴) راستہ کا غیر مامون ہونا (۵) مرض جس کی وجہ سے سفر نہ کرسکے (۶) عورت کے ساتھ شوہر یا محرم نہ ہو (۷) عورت عدت میں ہو۔[۲] ان اعذار سے حج ملتوی کر سکتے ہیں۔ لیکن اعذار کے دور ہو جانے پر خود کو حج کے لئے جانا ضروری ہے۔ ورنہ حج بدل کی وصیت لازم ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے کتب حج کا مطالعہ فرمائیں۔

اجمیر کے سات چکر کاٹ لینے سے حج نہیں ہوتا:

(سوال ۱۳) اس طرف جہلاء میں یہ بات مشہور ہو رہی ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار کی سات برس تک زیارت کرنے والے کے ذمہ سے فریضۂ حج ساقط ہو جاتا ہے۔ خانۂ کعبہ جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اعتقاد خطرناک گمراہی اور جہالت پھیلانے والا ہے۔ بعض حضرات کا ایسا اعتقاد نہیں اس پر روشنی ڈال کر شرعاً خلاصہ فرمایئے۔ بینوا توجروا۔

---

(۱) وشروط فریضته ثمانیة علی الاصح الاسلام والعقل والبلوغ والحریة والقدرة علی الزاد ولو بمکة بنفقة وسط والقدرة..... القدرة فاضلة عن نفقته و نفقة عیاله الی حین عودة عما لا بد منه کالمنزل واثاثه و الات المحترفین وقضاء الدین ...... وشرط الوجوب الاداء خمسة علی الاصح صحب البدن وزوال المانع الحسی عن الذهاب للحج وامن الطریق وعدم قیام العدة وخروج محرم، نور الایضاح اول کتاب الحج ص ۱۶۳

(۲) وشرعاً منع عن رکن اذا حصّر بعد و اومرض او موت محرم اوهلاک نفقة قال فی الشامیة تحت قوله اوهلاک نفقة تتمة، فزاد فی اللباب مما یکون به محصرا امورا آخر منها العدة...... ومنها لو ضل عن الطریق...... ومنها منع الزوج زوجته اذا احرمت بنفل بلا اذنه درمختار مع الشامی باب الاحصار ج ۲ ص ۳۱۹.

(الجواب) اصطلاح شریعت میں نبی برحق ﷺ کی ہدایت وفرمان کے مطابق حق جل شانہ کی تابعداری اور فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ اور ارکان اسلام پانچ ہیں (۱) کلمۂ شہادت (۲) نماز (۳) زکوۃ (۴) روزہ (۵) حج بیت اللہ۔ ہر ایک رکن اپنی جگہ قائم اور اٹل ہے۔ ایک دوسرے کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ مثلاً بجائے نماز کے زکوۃ وصدقات اور زکوۃ کے بجائے روزہ اور بجائے صوم کے حج ناکافی ہے۔ مزید اینکہ ہر ایک رکن اصول وقوانین کے مطابق عمل میں لانا ضروری ہے اپنی عقل وخواہش کے مطابق عمل میں لانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً قربانی کے لئے دس روپے کا جانور ذبح کرنے کے بجائے ہزار روپے خیرات کردینا قربانی کے مثل نہیں ہے نیز جو جانور قربانی کے لئے شریعت نے تجویز فرمائے ان کو چھوڑ کر (خلاف شرع) ہزار ہا جانور ذبح کرنا قربانی کے لئے کافی نہیں ہے۔

حج اسلام کا بابرکت رکن ہے، اسلامی شعار ہے، فرض عین ہے، اس کا منکر کافر ہے پوری دنیا میں صرف ایک ہی جگہ مکہ مکرمہ میں سال میں ایک ہی مقررہ وقت پر ماہ ذی الحجہ میں ادا کیا جاتا ہے۔ کسی دوسری جگہ اصل حج تو درکنار اس کی نقل کرنا بھی حرام ہے۔

کتاب ''نصاب الاحتساب'' میں ہے روی فی الاخبار ان قوماً خرجوا علی هیئة الحجاج الیٰ زیارة بیت المقدس فردهم عمرو ضربهم بالدرة قال لهم تریدون ان تجعلوا بیت المقدس کالمسجد الحرام وانما فعل ذلک عمر لانهم فعلوا فعلاً محدثا ولا یجوز لا حد فی دار الاسلام ان یشتغل بالمحدثات (من تواریخ الکفایه الشعبیه)(باب ۲۴ ص ۶۰ قلمی) یعنی چند لوگ حجاج کی شکل میں بیت المقدس کی زیارت کے لئے نکلے تو حضرت عمرؓ نے ان کو روک دیا اور کوڑے لگائے۔ اور فرمایا کہ تم بیت المقدس کو بیت اللہ کے مثل بنانا چاہتے ہو۔ الخ

ذرا سوچئے بیت المقدس جیسی جگہ جو ایک عرصہ تک قبلہ ہونے کا فخر رکھتا ہے اور جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نماز کے مثل ہے۔ جہاں بے شمار انبیاء ورسل مدفون ہوئے ہیں۔ جہاں پر آنحضرت ﷺ نے لیلۃ المعراج میں تمام پیغمبروں کی امامت فرمائی ہے۔ ایسے عظیم الشان مقام کے ساتھ کعبۃ اللہ کے مثل برتاؤ کرنا جائز نہیں ہے تو حضرت خواجہ معین الدینؒ کے مزار کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزار کی زیارت کو حج کے قائم مقام سمجھنا بالکل لادینی اور مشرکانہ ذہنیت وخیالات کی پیداوار ہے (اعاذنا اللہ منها۔)

حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔ لیس الشرک عبادة الاصنام فحسب بل هو متا بعتک لهواک. یعنی! شرک صرف بت پرستی ہی نہیں ہے بلکہ شرک یہ ہے کہ تم اپنی خواہشوں کی پیروی کرو (فتوح الغیب مقالہ ۷ ص ۲۱ مطبع گلشن ابراہیم لکھنؤ)

خلاصہ یہ کہ اس اعتقاد سے یا حاجت طلبی کے لئے یا جس طرح مسجد حرام ومسجد اقصیٰ ومسجد نبوی ﷺ وروضۂ اطہر کی زیارت کے لئے دور دراز کا سفر کر کے جاتے ہیں اس طرح اجمیر وغیرہ کی حاضری کے لئے خاص سفر کرنا ناجائز اور منع ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں! اقول کان اهل الجاهلیة یقصدون مواضع معظمة بزعمهم یزورونها ویتبرکون بها وفیه من التحریف والفساد مالا یخفی فسد النبی صلی اللہ علیه سلم باب

الفساد لئلا یلتحق غیر الشعائر بالشعائر ولئلایصیر ذریعة لعبادة غیر اللہ.

میں کہتا ہوں اہل جاہلیت کچھ مقامات کو اپنے زعم میں معظم سمجھتے تھے ان کی زیارت کرنے کے لئے اور برکت حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے تھے حالانکہ اس میں دین کی وہ تحریف اور فساد ہے جو پوشیدہ نہیں ہے پس نبی ﷺ نے اس فساد کا دروازہ بند کر دیا تا کہ جو چیزیں شعائر الٰہی نہیں ہیں وہ شعائر نہ بن جائیں اور تا کہ یہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائے۔(حجة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۴۸۰ من ابواب الصلوٰة المساجد التی تشدالیھا الرحال)مطبع اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب کراچی)

سودی روپے لے کر حج کرنا کیسا ہے:

(سوال ۱۴)سودی رقم سے حج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کرے تو ادا ہو گا یا نہیں؟

(الجواب)حرام مال سے حج کرنا جائز نہیں (درمختار) سودی رقم سے حج کرے گا تو اگر چہ حج ادا ہو جائے گا لیکن حج کا ثواب نہیں ملے گا کہ یہ حج مقبول نہیں۔ بحرالرائق میں ہے ویجتھد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها (ج ۲ ص ۳۰۹ کتاب الحج تحت قوله هو زیارة مخصوص الخ)وکذا فی الشامی جلد ثانی ص ۱۹۱ وعالمگیری جلد اول ص ۲۲۰)

حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص حرام مال سے حج کرتا ہے اور لبیک پکارتا ہے تو خدائے پاک فرماتے ہیں۔ لا لبیک ولا سعدیک وحجک هذا مردود علیک او کما قال علیه السلام. یعنی تیری لبیک کی پکار ہمیں قبول نہیں۔ تیرا یہ حج مسترد ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کیا فریضۂ حج کی ادائیگی میں والدہ کی اجازت شرط ہے:

(سوال ۱۵) کیا حج کی فرضیت کے بعد والدہ کی اجازت ضروری ہے؟ اگر کوئی باوجود ناراضگی کے حج کو جائے تو گنہگار ہو گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)اگر والدہ خدمت کی محتاج نہیں ہے تو اجازت لینی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر والدہ اجازت نہ دے تب بھی حج فرض کے لئے جانا ضروری ہے البتہ نفلی حج کے لئے والدہ کی اجازت کے بغیر نہ جانا چاہئے۔[1]

حاجی کے لئے نفل حج افضل ہے یا حج بدل:

(سوال ۱۶)جس نے حج فرض ادا کیا ہے اس کے لئے نفلی حج ادا کرنا افضل ہے یا دوسرے کا حج بدل؟

(الجواب)نفلی حج کے بجائے دوسرے کا حج بدل ادا کرنا افضل ہے۔ حدیث میں ہے وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً من حج عن میت کتب للمیت حجة وللحاج سبع حجات وعن جابر بن عبد اللہ

(۱) فی الملتقط حج الفرض اولیٰ من طاعة الولدین وطاعتها اولیٰ من حج النفل ،فتاوی عالمگیری قبیل الباب الثانی فی المواقیت.

مرفوعاً من حج عن ابیه او عن امه فقد قضیٰ عنه حجة و کان له فضل عشر حجج. ترجمہ: جس نے میت کی طرف سے حج ادا کیا تو میت کے لئے ایک حج اور حج کرنے والے کے لئے سات حج لکھے جائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جس نے اپنے باپ یا ماں کے لئے حج کیا تو اس نے (ماں یا باپ) کی طرف سے اس کا حج ادا کر دیا۔ اور خود اس کو دس حجوں کا ثواب ملے گا۔ (غنیۃ المناسک ص ۱۸۱) واللہ اعلم بالصواب۔

سود اور جوئے کے پیسوں سے حج صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۱۷) سود اور جوئے کے پیسوں سے حج کرے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) حج اور سفر زیارت ایک نہایت مبارک اور پاکیزہ سفر ہے۔ حج اسلام کا ایک رکن اعظم اور بڑی عبادت ہے۔ حدیث میں ہے جو حاجی سواری کے ذریعہ حج کرے تو اس کو سواری کے ہر قدم پر ستر ۷۰ نیکی ملتی ہے۔ اور جو پیادہ حج کرے اس کو سفر کے ہر قدم پر سات ۷۰۰ سو نیکی "حرم شریف" کی ملتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حرم کی کس قدر نیکی ہوتی ہے؟ فرمایا کہ ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ (مجمع الفوائد) بناء علیہ حج و زیارت جیسی پاکیزہ عبادت کو تقاؤل اور حسن نیت کے ساتھ خالص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حلال اور غیر مشتبہ مال سے ادا کیا جائے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کوئی نیک کام میں حرام مال خرچ کرے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی اپنے کپڑے پیشاب سے پاک کرے۔ ابو سلیمان درانی بحالت احرام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے ساتھی کو کہنے لگے کہ مجھے حدیث یاد آئی کہ مال حرام سے حج کرنے والے کے "لبیک" کے جواب میں خدا پاک فرماتے ہیں۔ **لا لبیک و لا سعدیک و حجک هذا مردود علیک** ۔ترجمہ۔ تیرا لبیک و سعدیک ہمیں منظور نہیں اور تیرا حج تیرے ہی منہ پر مارا جائے گا۔ اس بناء پر اندیشہ ہے کہ شاید ایسا جواب نہ ملے۔

خلاصہ یہ کہ حلال اور پاکیزہ مال سے ہی حج کرے۔ مال حرام سے حج مقبول نہیں۔ اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ (اسی باب میں، بعنوان، سودی روپے لے کر حج کرنا کیسے۔ ہے کے تحت حوالہ گذر چکا ہے ص۳۴ از مرتب) اپنا مال مشتبہ ہو تو اس سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر حج کرے اور اپنے مال سے قرض ادا کرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حج میں تاخیر کرنا:

(سوال ۱۸) حج جس سال فرض ہوا ہو اس سال نہ کیا جاوے۔ ایک سال کے بعد کیا جاوے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ جس سال حج فرض ہو اسی سال ادا کرنا ضروری ہے۔ بدون عذر شرعی تاخیر کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے۔ (اسی باب کے پہلے سوال کے جواب میں حوالہ گذر چکا ہے ص۲۰ از مرتب)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

غربت کی حالت میں حج کرلیا پھر مالدار ہو گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۹) ایک شخص قرض حسنہ لے کر حج بیت اللہ کے لئے گیا اس کے بعد یہ شخص صاحب مال ہو گیا تو اس پر

دوبارہ حج کرنا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر غریب آدمی کسی طرح مکہ مکرمہ پہنچ گیا اور حج کرلیا اس کے بعد وہ شخص مالدار ہوگیا تو اس کے ذمہ سے حج ادا ہوگیا ہے، دوبارہ جانا ضروری نہیں۔ ولو حج الفقیر ثم استغنی لم یحج ثانیاً لان شرط الوجوب التمکن من الوصول الی موضع الاداء الا تریٰ ان المال لا یشترط فی حق المکی (مجمع الانہر ج ۱ ص ۲۶۰ کتاب الحج شامی ج ۲ ص ۳۳۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب . ۲۳ رجب ۱۳۹۹ھ.

ایام حج میں نفل عمرہ:

(سوال ۲۰) عازم تمتع عمرہ سے فارغ ہوکر مکہ کے قیام میں حج سے پہلے نفل عمرہ کرسکتا ہے؟

(الجواب) راجح قول یہی ہے کہ اشہر حج میں متمتع افاقی یوم عرفہ و یوم نحر اور ایام تشریق کے علاوہ باقی دنوں میں نفلی عمرہ بدون حرج کرسکتا ہے (غنیۃ المناسک ص ۱۰۶) مصنف ارشاد الساری شیخ عبدالعزیز الغنی تحریر فرماتے ہیں کہ ناواقف متمتع حجاج کو جاہل معلم نفلی عمرہ سے روکتے ہیں، یہ غلط ہے۔ غریب ناواقف حجاج ایسی عبادت سے محروم رہتے ہیں جس کو وہ لوگ اپنے وطن میں نہیں کرسکتے، ایک بڑی عبادت سے محروم رہتے ہیں (ص ۱۹۴) لہٰذا عمرہ کرنے میں حرج نہیں جائز ہے احقر کا عمل یہی ہے (عبدالرحیم)

نذر مانی ہوئی حج کی حیثیت:

(سوال ۲۱) ایک شخص نے بیماری میں نذر مانی کہ میں اس سے شفا پاؤں تو خدا کے لئے حج کروں گا۔ خدائے تعالیٰ نے شفا بخشی اور حج کو گیا تو یہ حج فرض ہوگا یا نفل؟

(الجواب) اس صورت میں اس سے پہلے فرض حج نہ کیا ہو اور اس حج میں نفل کی نیت نہ کی ہو تو فرض حج ادا ہو جائے گا۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ہے ولو قال ان برئت من مرضی ھذ اللہ علی ان احج فبرئ فحج اجزاہ عن حجۃ الاسلام لان الغالب من امور الناس انہم یریدون بھذا لکلام حجۃ الاسلام (ج ۱ ص ۲۲)

حج مبرور کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی کیا علامت ہے:

(سوال ۲۲) حج مبرور کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی کیا علامت ہے؟

(الجواب) حج مبرور یعنی مقبول حج۔ اور حج مقبول وہ ہے کہ گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔ اور کامل ارکان فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کے ساتھ ادا کرے۔ بحالت احرام ممنوعات سے اجتناب کرتا رہے۔ ریاء و نمود اور مال حرام سے بچے اور جملہ اخراجات (کھانا، پینا، پہننا وغیرہ) حلال مال سے ہو۔ پھر جن کے بعد دینی حالت بہتر ہو تو سمجھے کہ حج مقبول اور مبرور ہوا۔[1] و اللہ اعلم بالصواب.

---

(۱) للحجۃ المبرورۃ قیل المراد بہا المقبول وقیل الذی لا یخالطہ شئی من الاثم ورجحہ النووی وقال القرطبی الاقوال فی تفسیرہ متقاربتہ المعنی حاصلہا أ نہ الحج الذی وفیت احکامہ علی الوجۃ الاکمل کذا قالہ الیسوطی فی التوشیح حاشیہ ترمذی. باب ماجآء فی ثواب الحج والعمرۃ ج ۱ ص ۱۶۷ .

صاحب استطاعت ہونے پر پہلے حج کرے یا مکان بنائے یا شادی کرے؟:

(سوال ۲۳) ایک آدمی کے پاس اس قدر رقم ہے کہ جس سے وہ حج کرسکتا ہے یا مکان بنا سکتا ہے (مکان ذاتی نہیں ہے) تو اس صورت میں وہ شخص حج کرے یا مکان بنائے؟ اسی طرح اتنی رقم ہے کہ حج کرسکتا ہے مگر شادی نہیں ہوئی تو شادی مقدم ہے یا حج؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر حج کا وقت ہو لوگ حج کو جارہے ہوں تو لازم ہے کہ پہلے حج کرے، مکان بعد میں بن سکتا ہے، اسی طرح حج کا زمانہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پہلے حج کرے اگر اپنے اوپر قابو نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو شادی کرے، (حوالہ اس باب میں بعنوان بچے قابل نکاح ہوں تو الخ کے تحت گذر چکا ہے ص۳۴ از مرتب)، فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حج سے متعلق بعض جزئیات:

(سوال ۲۴) کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل ہیں۔

(۱) مکہ معظمہ بغیر احرام کے کوئی شخص جا سکتا ہے؟

(۲) مزدلفہ میں مغرب کی سنتیں پڑھنی ہیں یا نہیں؟

(۳) جو شخص اشہر حج میں حرم میں داخل ہوا اس پر حج کرنا اس سال فرض ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ پہلے حج کر چکا ہے تو کیا حکم ہے؟

(۴) حضور اکرم ﷺ نے قران ہدی کے ساتھ کیا تھا اس لئے بغیر ہدی کے قران ہوہی نہیں سکتا، یہ قول عربوں کا کہاں تک صحیح ہے؟

(۵) دم شکر کے علاوہ بقرعید کی قربانی علیحدہ واجب ہے؟

(۶) سلی ہوئی چادر احرام میں جائز ہے؟ سلے ہوئے کپڑے پر محرم سو سکتا ہے؟

(۷) سونے کی حالت میں کپڑا چہرے پر آجائے تو کیا دم لازم ہوگا؟

امید ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں گے (حیدرآباد)

(الجواب) وباللہ التوفیق۔

(۱) جو لوگ میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں وہ اپنی کسی ضرورت سے مکہ مکرمہ جانا چاہیں تو بغیر احرام کے مکہ معظمہ جا سکتے ہیں اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ ہے تو پھر احرام باندھے بغیر مکہ مکرمہ نہیں جا سکتے چاہے حج وعمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت وتفریح وغیرہ کا۔ (زبدۃ المناسک ج ا ص ۴۰ و معلم الحجاج ص ۱۰۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) مزدلفہ میں عشاء کے وقت داخل ہونے کے بعد، مغرب وعشاء دونوں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں اور درمیان میں سنت نفل کچھ نہ پڑھیں بلکہ مغرب اور عشاء کی سنت اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھیں۔ اگر اتفاق سے جماعت سے نماز نہ پڑھ سکا اور تنہا نماز ادا کی تب بھی سنتوں کا یہی حکم ہے، اسی طرح تکبیر تشریق بھی

عشاء کی نماز کے بعد کہے مغرب کے بعد نہ کہے۔[1] فقط و اللہ اعلم.

(۳) جو شخص اشہر حج میں مکہ معظمہ یا حرم میں داخل ہو گیا تو اس پر (اسی سال) حج فرض ہو جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ایام حج کے خرچہ پر قادر ہو، منی، عرفات اور مزدلفہ تک پیادہ پا جانے کی قدرت رکھتا ہو یا سواری وغیرہ پر قادر ہو (زبدۃ المناسک ص ۱۴)

عمر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے جب ایک مرتبہ حج کر چکا تو دوسری مرتبہ حاضری سے حج فرض نہ ہو گا ہاں دوسری مرتبہ حج کرنا مستحب ہے۔[2] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

(۴) قران میں ہدی کا ساتھ لے جانا شرط نہیں۔ فقط[3]

(۵) عید کی قربانی مقیم پر واجب ہے مسافر پر واجب نہیں ہاں جو لوگ مکہ معظمہ میں ایام حج سے پہلے پہنچ کر پندرہ روز قیام کی نیت کر کے رہے ہوں تو ان پر عید کی قربانی واجب ہے (معلم الحجاج) مگر عموماً حجاج مسافر ہوتے ہیں بہت کم ایسے ہوں گے جو ایام حج سے پہلے متوالیا پندرہ روز شہر مکہ مکرمہ میں رہنے کی نیت سے رہے ہوں۔ (فقط والسلام۔

(۶) معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: عورت کیلئے صرف چہرہ اور مرد کے لئے احرام میں سر اور منہ دونوں ڈھانکنا منع ہے۔ تو اگر مرد نے احرام کی حالت میں سارا سر یا چہرہ یا چوتھائی سر یا چوتھائی چہرہ کسی ایسی چیز سے ڈھانکا جس سے عادۃً ڈھانکتے ہیں جیسی عمامہ یا ٹوپی اور کوئی کپڑا سلا ہوا ہو یا بغیر سلا۔ سوتے جاگتے ہیں، قصداً یا بھول کر اپنی مرضی سے یا زبردستی سے خود ڈھانکا ہو یا کسی دوسرے نے ڈھانک دیا ہو، عذر سے ہو یا بلا عذر، بہر صورت جزاء واجب ہوگی اگر ایک دن مکمل یا پوری رات ڈھانکا رہا تو ایک دم واجب ہوگا اور اگر ایک دن سے کم ڈھانکا یا چوتھائی سے کم (مکمل دن یا رات) ڈھانکا تو صدقہ واجب ہوگا، مقدار صدقہ نصف صاع گندم (تقریباً پونے دو سیر گیہوں) ہے (معلم الحجاج ص ۲۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ۔

مالدار مفلس ہو جائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۵) ایک شخص پر صاحب مال ہونے کی وجہ سے حج فرض ہو چکا تھا اس نے حج کے لئے فارم بھرا اور اپنی استطاعت کے مطابق ہر طریقہ سے کوشش کی مگر اس کا نمبر نہیں لگا، دوسرے سال سوء اتفاق سے اس کے پاس مال نہیں رہا اب ایسے شخص کے ذمہ حج کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ شخص حج نہ کر سکا تو گنہگار ہو گا یا نہیں؟ اور اس کو قرض لے کر حج کے لئے جانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (از احمد آباد)

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ یہ شخص قرض ادا کرنے کی نیت سے قرض لے کر حج کے لئے چلا جائے، چونکہ اس نے فرض

---

(۱) ولا یتطوع بینھما ولو تطوع بینھما او اشتغل بشئی اعاد الا قامۃ فتاویٰ عالمگیری الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج ج ۱ ص ۲۳۰

(۲) وان لا یجب فی العمرۃ الا مرۃ کذا فی محیط السرخسی، فتاویٰ عالمگیری اول کتاب الحج ص ۲۱۶

(۳) وحکم القارن کحکم المتمتع فی وجوب الھدی فاذا ارادالمتمتع ان یسوق الھدی أحرم وساق ھدیہ کذا فی القدوری وھو افضل من الاول الذی لم یسق کذا فی الجوھرۃ السنیرۃ فتاویٰ عالمگیری الباب السابع فی القرآن وللتمتع ج ۱ ص ۲۳۹.

حج کی ادائیگی کے لئے فارم بھرا (درخواست دی) اور سعی بھی کی مگر نمبر نہ آیا اس لئے انشاء اللہ گنہگار نہ ہوگا۔ وقالوا لو لم یحج حتی اتلف ماله وسعه ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائه ویر جیٰ ان لا یؤ اخذه اللّٰہ بذلک ای ناویا وفاءً اذاً قدر کما قیده فی الظهیریة (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۱۹۲ کتاب الحج) فقط و اللّٰہ اعلم.

مالدار مفلس ہوجائے تو اس پر حج فرض رہے گا یا نہیں:

(سوال ۲۶) فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۲۲۰ پر ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان یہ ہے "مالدار مفلس ہوجائے" اس کا جواب آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ یہ شخص قرض ادا کرنے کی نیت سے قرض لے کر حج کے لئے چلا جائے، چونکہ اس نے فرض حج کی ادائیگی کے لئے فارم بھرا اور سعی بھی کی مگر نمبر نہ آیا اس لئے انشاء اللہ گنہگار نہ ہوگا" الخ یہ جواب وضاحت طلب ہے کہ مفلس ہونے کے بعد آیا اس پر حج کرنا ضروری ہے یا فرضیت ختم ہوگئی؟ اور یہ کہ قرض لے کر حج نہ کرے تو گنہگار رہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جدید ترتیب کے مطابق گذشتہ سوال مصحح

(الجواب) فتاویٰ کی صورت پہلے سال کی ہے، دوسرے اور تیسری سال کی ہو تو فرض ساقط نہ ہوگا حج کرنا ضروری رہے گا، قرض ملنے اور اس کے ادائے گی کی توقع ہو ورثاء وغیرہ ادا کرنے کی امید دلاتے ہوں تو قرض لے کر حج کرنا ضروری ہے ورنہ پھر بہتر یہ ہے وہ قرض نہ لے۔

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ اسی طرح جب کسی شخص میں اس کے اہل شہر کی حج پر روانگی کے وقت وجوب کی تمام شرائط پائے جانے کی وجہ سے فرض ہوگیا اور وہ اسی وقت حج کیلئے روانہ ہوا یہاں تک کہ اس کا مال تلف ہوگیا اور وہ فقیر ہوگیا تو اب فقیر کی وجہ سے اس سے حج ساقط نہ ہوگا بلکہ حج کا وجوب بالاتفاق اس کے ذمہ بطور قرض مقروض ہوجائے گا خواہ وہ مال اس کے فعل کے بغیر ہلاک ہوجائے یا وہ شخص خود اس کو تلف کردے اگر وہ کسی سے قرض لے کر حج کرنے کی وسعت رکھتا ہو اگرچہ اس کی ادائے گی پر قادر نہ ہو، تو اس فقیر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ حج کے لئے قرض لے، اور بعض نے کہا کہ اس پر واجب ہے کہ قرض لے، یہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے اور اس کا ضعیف ہونا ظاہر ہے، پس اگر کسی سے قرض لے کر حج ادا کیا اور وہ اس کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوا یہاں تک کہ مرگیا تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں اس کا قرض ادا فرمادے گا اس سے اس کا مواخذہ نہیں فرمائے گا، اور وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا جب کہ اس کی نیت یہ رہی ہو کہ قادر ہونے پر اس دین کو ادا کردے گا، اس قرض کی ادائے گی پر قادر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ فی الحال اس کی ادائے گی پر قادر نہیں ہے تاہم اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اگر وہ کوشش کرے تو آئندہ اس کی ادائیگی پر قادر ہوجائے گا لیکن اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اگر وہ قرض لے گا تو اس کی ادائے گی پر ہرگز قادر نہیں ہوسکے گا تو افضل یہ ہے کہ وہ قرض نہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اپنے ذمہ رہ جانا بندوں کے حقوق سے بہت ہلکا ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۶۷۔۶۸ کتاب الحج جلد چہارم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مشتبہ مال سے حج کرنا:

(سوال ۲۷) ایک شخص کی آمدنی کا ذریعہ یہ ہے کہ اس کا ایک ہیرے کا کارخانہ ہے، اس میں کچھ آمدنی جائز اور

حلال طریقہ سے ہوتی ہے اور کچھ دھوکہ دے کر اس کی صورت یہ ہے کہ کارخانہ میں ہیروں کو گھسنے کے لئے کچھ ہیرے ہیروں کے مالکوں کے پاس سے لاتے ہیں اس میں کبھی قیمتی ہیرے کو چرا کر کم قیمت والا ہیرا رکھ دیتے ہیں، مالک کو یہ تو پتہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہیرے بدلتے ہیں لیکن وہ مجبور ہیں، اس لئے کہ ہیرے گھسوائے بغیر ان کو چارۂ کار نہیں، یہ ہے شخص مذکور کی آمدنی، تو ان پیسوں سے وہ شخص حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرے گا تو فریضۂ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ حج مقبول ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اگر کچھ مال حلال طریقہ سے کمایا ہوا ہے اور کچھ ناجائز طریقہ سے تو ایسا مال مشتبہ ہے، لہذا کسی غیر مسلم سے حج کے لئے بلا سود قرض لے کر اس رقم سے حج کیا جائے اور مال مشتبہ سے قرض ادا کر دیا جائے تو امید ہے کہ حج ادا ہو جائے گا، انشاء اللہ۔

معلم الحجاج میں ہے: حج کے مصارف:۔ جہاں تک ممکن ہو روپیہ حلال ہونا چاہئے۔ حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا گو فرض ساقط ہو جاتا ہے، اگر کسی کا مال مشتبہ ہو تو کسی غیر مسلم سے بقدر ضرورت بلا سود قرض لے لو اور پھر اس مشتبہ مال سے اس کا قرضہ ادا کر دو۔ (معلم الحجاج ص ۳۴۳)

کسب معاش میں مکمل احتیاط برتنا چاہئے جو مال حلال طریقہ سے حاصل کیا جائے وہ برکتی ہے اگر چہ تھوڑا ہی ہو اور ناجائز طریقہ سے کمایا ہوا مال منحوس ہوتا ہے، برکتی مال چھوڑ کر منحوس مال کے پیچھے پڑنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب استطاعت کے لئے حج مقدم ہے یا بچے کی شادی:

(سوال ۲۸) میں سرکاری ملازم تھا، ریٹائر ہونے پر ستر ہزار روپے مجھے ملے ہیں، میرا ارادہ حج کا تھا مگر اتفاق سے اس درمیان میرے لڑکے کی شادی کی امید ہو رہی ہے، ابھی شادی کا ابتدائی مرحلہ ہے، تو میں پہلے حج کروں یا بچے کی شادی کے لئے یہ رقم جمع رکھوں؟ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں آپ کے پاس جو رقم ہے وہ آپ کے حوائج اصلیہ کے علاوہ مکہ مکرمہ تک آمد و رفت کے کرایہ اور دیگر اخراجات کے لئے کافی ہو اور جن کا نفقہ آپ کے ذمہ لازم ہو سفر حج سے واپسی تک کے لئے ان کو خرچہ دے سکتے ہوں تو آپ پر حج فرض ہے پہلے اپنے فریضۂ حج کو ادا کر لیا جائے، ممکن ہے کہ بعد میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے اور آپ حج کی سعادت سے محروم رہ جائیں اور یہ عظیم فریضہ آپ کے ذمہ باقی رہ جائے اولاد کا نکاح بھی بہت ضروری ہے، (۱) احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے، فریضہ حج سے فراغت کے بعد ان کی شادی کی بھی فکر

---

(۱) حدیث میں ہے: عن ابی سعید و ابن عباس قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه ۔رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اسے چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے، اور جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے، بچہ بالغ ہو گیا اور باپ نے بچہ کا نکاح نہیں کیا اور اس نے کسی گناہ کا ارتکاب کر لیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر (بھی) ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱ باب الولی فی النکاح) نیز حدیث میں ہے من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک علیه ،رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس کی بچی بارہ برس کی ہو جائے اور اس نے اس کا نکاح نہیں کیا پس اس نے کوئی گناہ کر لیا تو اس کا گناہ (اس کے باپ پر) ہے مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۔

اور انتظام کیا جائے ،مگر ان کی شادی کی وجہ سے حج مؤخر نہ کیا جائے ،فقہاء کرام نے مکہ مکرمہ تک آمد ورفت کا کرایہ اور جن کا نفقہ ضروری ہے ان کے نفقہ کا انتظام کرنے پر قادر ہونا بیان کیا ہے، بچوں کی شادی کا خرچ بیان نہیں کیا حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کے مبارک سفر کا خرچ بھی حج کی فرضیت کے لئے ضروری قرار نہیں دیا۔

درالمنتقیٰ میں ہے۔(وقدرة زاد) وسط (وراحلة) ......(ونفقة وذهابه وايابه)(فضيلت عن حوائجه الا صليه ...... (ونفقته عيا له ممن تلزمه نفقته' لتقدم حق العبد...... (الى حين عوده) وقيل بعده بيوم و قيل بشهر الخ (درالمنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الانهر ج ١ ص ٢٦١ ص ٢٦٢ كتاب الحج).

زبدۃ المناسک میں ہے: حج فرض ہوتا ہے اس مسلمان پر جو عاقل بالغ ہو اور سوائے حوائج ضروریہ کے اتنا مال رکھے کہ سوار ہو کر چلا جائے اور چلا آئے ،اور جن لوگوں کا خرچہ اس کے ذمہ ہے آنے تک اس کو دے جائے (زبدہ) پس اتنا مال اس کے پاس نہیں ہے تو اس پر حج فرض نہیں (ناقل) (زبدۃ المناسک ص ۱۲ ج ۱)

نیز تحریر فرمایا: یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حج کے واجب ہونے کے لئے اتنا خرچہ ہونا چاہئے کہ مکہ مکرمہ سے حج کر کے واپس گھر کو آسکے ،مدینہ طیبہ کی زیارت تک کے لئے جانے کا خرچہ اگر نہ ہو تو بھی حج فرض ہو چکا (زبدۃ المناسک ج ۱ ص ۱۳)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: حج ہر ایسے مسلمان پر فرض ہے جو آزاد، عاقل ،بالغ اور تندرست ہو اور اس کے پاس حوائج اصلیہ (یعنی رہنے کا گھر ،لباس ،نوکر ،سواری ، دھندا داری اور گھریلو اور زراعت کا سامان اور قرض وغیرہ چھوڑ کر) اتنا مال ہو کہ عادت اور حیثیت کے مطابق توشۂ خانہ کعبہ آنے جانے کے خرچ کے لئے کافی ہو اس کے علاوہ جن متعلقین کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہے وہ ان کو دیا جاسکے (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵ ج ۸)

فتاویٰ دارالعلوم قدیم میں ہے:۔

(سوال) اگر کسی شخص کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ وہ حج کر سکتا ہے اور عیالدار بھی ہے تو اس کو اولاد کا نکاح کرنا واجب ہے یا پہلے حج کرنا؟

(الجواب) اس کو پہلے حج کر لینا چاہئے ،صرف نفقہ اہل وعیال واپسی تک اس وقت اس کے ذمے ہے باقی نکاحوں وغیرہ کا سامان اس وقت کرنا اس کے ذمہ نہیں ہے اول حج کرے بعد میں آکر نکاح اولاد کا بندوبست کرے ۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم قدیم ص ۷۷ ج ۳ ،۴، عزیز الفتاویٰ)

دوسرا فتویٰ:

(سوال) ایک شخص کے پاس اس قدر مال تھا کہ وہ حج کر سکتا تھا، لیکن اس نے حج تو نہ کیا بلکہ وہ روپیہ اپنی اولاد کے بیاہ میں خرچ کر دیا، اب مفلس ہو گیا اگر وہ تمام عمر مفلس رہے اور مال جمع نہ کیا تو کیا تارک حج مرا اور گنہگار مرا؟

(الجواب) اس پر حج فرض ہو چکا تھا اگر بلا حج مر گیا تارک حج فرض ہوا اور گنہگار رہا، (فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۷۷ ج ۳ . ۴ عزیز الفتاویٰ) فقط و الله اعلم بالصواب .

حج مقدم ہے یا نکاح:

(سوال ۲۹) ایک شخص کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ حج کرسکتا ہے مگر اس کی شادی نہیں ہوئی ہے تو وہ پہلے نکاح کرے یا حج؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر حج کا فارم بھرنے کا زمانہ ہو اور لوگ حج کی تیاری کر رہے ہوں اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پہلے حج کرے اور اگر اپنے اوپر قابو نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو پہلے نکاح کرے۔ درمختار میں ہے۔ وفی الاشباہ معه او خاف العزوبة ان کان قبل خروج اهل بلدة فله التزوج ولو وقته لزمه الحج. شامی میں ہے (وفی الا شباه) المسئلة منقولة عن ابی حنیفة فی تقدیم الحج علی التزوج. الی قوله. ولذا اعترضه ابن کمال باشا فی شرحه علی الهدایه بانه حال التوقان مقدم علی الحج اتفاقاً لان فی ترکه امرین ترک الفرض والوقوع فی الزنا وجواب ابی حنیفةفی غیر حال التوقان اه ای غیر حال تحقیق الزنا لانه لو تحققه فرض التزوج اما لو خافه فالتزوج واجب لا فرض فیقدم الفرض فافهم (درمختار وشامی ج ۲ ص ۱۹۷، کتاب الحج)

معلم الحجاج میں ہے:۔ مسئلہ: اگر کسی شخص کے پاس حج کے لائق روپیہ موجود ہے اور نکاح بھی کرنا چاہتا ہے تو اگر حاجیوں کے حج کو جانے کا وقت ہے تو اس کو حج کرنا واجب ہے اور اگر ابھی حاجیوں کے جانے کا وقت نہیں آیا تو نکاح کرسکتا ہے لیکن اگر یہ یقین ہے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو پہلے نکاح کرے، حج نہ کرے (معلم الحجاج ص ۹۱ شرائط حج) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قرض دار حج کے لئے چلا جائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۰) ہمارے یہاں ایک شخص نے بتلایا کہ اگر کسی شخص پر قرضہ ہو تو وہ حج کے لئے نہیں جاسکتا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس شخص نے ابھی تک حج نہیں کیا ہے اور فی الحال اس کے پاس اتنی رقم ہے کہ وہ حج کے لئے جاسکتا ہے تو اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

ایک شخص اپنا فرض حج کر چکا ہے، اب نفلی حج کے لئے جانا چاہتا ہے مگر اس پر قرض ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر فی الحال قرض خواہوں کا مطالبہ نہ ہو اور وہ بخوشی حج کے لئے جانے کی اجازت دیں یا قرض دار اپنے قرض کا کسی کو ذمہ دار بنادے اور اس پر قرض خواہوں کو اطمینان ہو جائے اور وہ اجازت دے دے تو وہ شخص حج کے لئے جاسکتا ہے، اس شخص پر جتنا قرض ہو احتیاطاً اس کے متعلق ایک وصیت نامہ بھی لکھ دے اور وارثوں کو تاکید کردے کہ اگر میرے ذمہ قرض باقی رہ جائے تو میرے ترکہ میں سے پہلے میرا قرض ادا کیا جائے، اگر ترکہ میں گنجائش نہ ہو تو تم اپنے پاس سے قرض ادا کردینا یا اس سے معاف کرالینا، اگر قرض خواہوں کی اجازت کے بغیر جائے گا تو مکروہ ہوگا گو فریضہ ادا ہو جائے گا، اور اگر اس وقت قرض ادا کرنے کی گنجائش ہو تو اسی وقت قرضہ ادا کردینا چاہئے، یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے اور اس کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے انتظام ہوتے ہوئے قرضہ ادا نہ کرنا سنگین گناہ ہے، حدیث میں ہے مطل الغنی

ظلم مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

درمختار میں ہے۔ **وبالکراهة کالحج بلا اذن ممن یجب استئذ انه (درمختار)** شامی میں ہے **(قوله ممن یجب استئذانه) ...... و کذا الغریم لمدیون لا مال له یقضی (درمختار مع رد المحتار ۱۹۱/۲، کتاب الحج)**

شامی میں ہے: **و کذا یکره بلا اذن دائنه و کفیله والظاهر انها تحریمیة لا طلاقهم الکراهة ویدل علیه فیما مرفی تمثیله للحج المکروه کالحج بلا اذن ممن یجب استئذ انه فلا ینبغی عده ذلک من السنن والآداب الخ (شامی ۲۰۵/۲ . کتاب الحج)**

معلم الحجاج میں ہے:۔ اگر امانت یا کسی کی مانگی ہوئی چیز پاس ہے تو اس کو واپس کرے اور سب ضروریات کے متعلق ایک وصیت نامہ لکھ دے، اگر کسی کا قرضہ چاہتا ہے یا اپنا قرضہ کسی پر ہے سب کو مفصل طریق سے لکھ دے اور کسی دیندار عادل شخص کو وصی (قائم مقام) بنادے (معلم الحجاج ص ۳۲، سفر حج کے آداب)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(الجواب) درمختار میں ہے۔ **وغیرها سنن و آداب کأن یتوسع فی النفقة ...... الخ** ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج میں جانے کے وقت اجازت لینا یا مستحب ہے یا واجب ، ادائے قرض کا ضروری ہونا ثابت نہیں۔ (**فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ص ۵۴۴، ص ۵۴۵ ج۶**) **فقط و اللہ اعلم۔**

(۲) نفلی حج سے بہتر یہ ہے کہ قرض ادا کرے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی تحریر فرماتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل ناداری کی حالت میں بالخصوص جب کہ دوسروں کے حقوق اپنے ذمہ ہوں ان حقوق کی ادائیگی حج نفل سے کہیں زیادہ ہے، (فضائل حج ص ۳۲ تیسری فصل سے کچھ پہلے) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

پہلے خود حج کرے یا والدین کو کرائے؟:

(سوال ۳۱) ایک شخص اپنے والدین سے الگ رہتا ہے اس کا کاروبار بھی بالکل الگ ہے، اور وہ صاحب استطاعت ہے۔ اس کے والدین مستطیع نہیں ہیں، تو وہ شخص پہلے اپنا حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ پہلے والدین کو حج کرانا چاہئے، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر لڑکے کے پاس اتنی استطاعت ہو کہ والدین کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے تو والدین کو اپنے ہمراہ لے جائے، اور اگر اس وقت والدین کو ساتھ لے جانے کی حیثیت نہ ہو، خود حج کے لئے جانے کی استطاعت ہو تو اس وقت اپنا فریضہ ادا کرنا چاہئے، پہلے والدین کو حج کرانا اس کے بعد پھر خود حج کرنا یہ شرعی حکم نہیں ہے، استطاعت ہو جانے پر والدین کو بھی حج کرانے کی نیت رکھے اور کوشش کرتا رہے، البتہ والدین کی اجازت اور دعائیں لے کر جائے۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

(سوال) ایک آدمی کے ذمہ حج فرض ہے لیکن اس کے والدین کے پاس اس قدر مال نہیں ہے جو حج کر سکیں اب اس

آدمی کو خود حج کرنا چاہئے یا اپنے باپ کو بھیج کر حج کرائے، اگر باپ کو حج کرادے گا تو اس کے ذمہ سے حج ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(الجواب) اس کو خود حج کرنا چاہئے، اگر باپ کو حج کرادے گا تو پھر بھی اس کو خود اپنا حج کرنا لازم ہے (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ص ۵۴۱، ص ۵۴۲ ج ۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تاخیر سے حج کیا تو تاخیر کرنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۳۲) فتاویٰ رحیمیہ اردو ج ۲ ص ۵۳ پر (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں بعنوان، حج کی ادائیگی میں تاخیر کرے الخ کے تحت دیکھیں ۲۳ ۸ از مرتب) آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

(سوال) جس سال حج فرض ہوا اسی سال حج میں جانا ضروری ہے؟ اگر ایک سال مؤخر کرکے جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) جس پر حج فرض ہو جائے اس پر ضروری ہے کہ جس قدر ممکن ہو جلد ادا کردے اگر پہلے برس حج ادا نہ کیا گیا دوسرے یا تیسرے سال ادا کیا اس کے بعد مر گیا یعنی حج کر کے مرا تو گنہگار نہ ہوگا۔ فقط۔

اور بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر دو چار برس تاخیر کر کے حج کرلیا تو ادا ہو گیا، لیکن گنہگار ہوگا (بہشتی زیور ص ۵۱ ج ۳، حج کا بیان) بظاہر دونوں میں تعارض ہے تو کیا جواب ہوگا، امید ہے کہ وضاحت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ رحیمیہ میں جو لکھا گیا ہے اس کی تائید شامی کی عبارت سے ہوتی ہے، عبارت یہ ہے، درمختار میں ہے ولذا اجمعوا انه لو تراخی کان اداء شامی میں ہے (قوله کان اداءً) ای ویسقط عنه الا ثم اتفاقاً کما فی البحر قیل المراد اثم تفویت الحج لا اثم التاخیر قلت یخفی مافیه بل الظاهر ان الصواب اثم التاخیر اذبعد الا داء لا تفریق، وفی فتح القدیر ویأ ثم بالتاخیر عن اول سنی الامکان فلو حج بعده ارتفع الا ثم اه وفی القهستانی فیأ ثم عند الشیخین بالتاخیر الیٰ غیره بلاعذر الا اذا ادی ولو فی آخر عمره فانه رافع للا ثم بلا خلاف (شامی ص ۱۹۲ ج ۲، کتاب الحج)

گناہ ساقط ہو جاتا ہے مگر اس کے بھروسہ پر تاخیر کرنا عقل مندی اور دانشمندی نہیں ہے اور اس کا یہ عمل قابل مذمت ہے موت کا کوئی وقت معین نہیں، آئندہ سال تک زندہ رہے گا کیا اس کا یقین ہے؟ یا ممکن ہے کہ ایسی کوئی بیماری آجائے جس کی وجہ سے حج پر قدرت نہ رہے، یا مال ہلاک ہو جائے، یہ سب چیزیں انسان کے بس میں نہیں ہیں، اس لئے بلا عذر شرعی تاخیر کرنا قابل مذمت ہے اور اگر حج فوت ہو گیا تو بالاتفاق گنہگار ہوگا، غایۃ الاوطار میں ہے، حج ایک بار فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک ابن یوسفؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے اور امام اعظمؒ کی اصح روایت میں، اس واسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادائے حج ہو، کیونکہ سال بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہیں تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہے، ابو یوسفؒ کی وہ حدیث دلیل ہے جو امام احمدؒ اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا لازم ہے، اس واسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہے اور راحلہ گم ہو جاتا ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے کذافی العینی، شرح الکنز (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ج ۱ ص ۵۴۸ کتاب الحج) فقط و اللہ اعلم بالصواب

حاملہ بیوی کی وجہ سے شوہر کا حج مؤخر کرنا:

(سوال ۳۳) احقر کا ایک دوست اس سال حج کے لئے جانا چاہتا ہے میاں بیوی دونوں پر حج فرض ہے، لیکن بیوی حاملہ ہے اور ایام حج میں ولادت کا امکان ہے تو کیا شوہر بیوی کے اس عذر کے وجہ سے اپنا حج مؤخر کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحیح قول یہ ہے کہ جب حج فرض ہو جائے تو اسی سال حج کے لئے جانا چاہئے بلا عذر شرعی تاخیر نہ کرنا چاہئے، حدیث میں ہے **من اراد الحج فلیتعجل رواہ ابو داؤد عن ابن عباس**: یعنی جو حج کا ارادہ رکھے اس کو جلدی کرنا چاہئے (زجاجۃ المصابیح ج۲/۹۲ کتاب المناسک) لہذا شوہر تو اس سال حج کے لئے چلا جائے وہ اپنا حج مؤخر نہ کرے، اور عورت آئندہ اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ حج ادا کرے، درمختار میں ہے **(فرض مرة علی الفور فی العام الا ول عند الثانی و اصح الروایتین عن الا مام (درمختار مع رد المختار) ۲/ ۱۹۱ کتاب الحج)** ہدایہ اولین میں ہے: **ثم ھو واجب علی الفور عند ابی یوسف رحمہ اللہ وعن ابی حنیفتہ رحمہ اللہ ما یدل علیہ (ھدایہ اولین ص ۲۱۲ کتاب الحج) فقط و اللہ اعلم بالصواب.**

کرایہ ادا کرنے کی غرض سے رقم دی گئی ہو اس سے حج ادا کرنا؟:

(سوال ۳۴) میں دوبئی میں کام کرتا ہوں ہمارے آفس کی طرف سے ہمارے لئے کرایہ کے مکان کے انتظام کیا جاتا ہے، ہمیں ایک سال کا یکمشت کرایہ دیا گیا ہے اور ہم وہ کرایہ مالک مکان کو تین چار قسطوں میں ادا کرتے ہیں، اگر ہم کرایہ کی رقم سے حج ادا کریں اور واپسی کے بعد اپنی تنخواہ میں سے کرایہ ادا کرتے رہیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کرایہ کے نام سے جو رقم آپ کو ملتی ہے وہ آپ کے پاس امانت ہے آپ اس رقم کے مالک نہیں اگر آپ رقم کے مالک سے اجازت حاصل کرلیں تو اس رقم سے آپ حج کر سکتے ہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تلاش ملازمت میں نیت حج:

(سوال ۳۵) ایک شخص کی مالی حالت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں، وہ ملازمت کی غرض سے جدہ جانا چاہتا ہے مگر ملازمت کے لئے ویزا نہیں مل سکتا اس لئے وہ حج کے ویزا پر جدہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا مندرجہ ذیل امور کا جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) یہ شخص حج اور ملازمت دونوں کی نیت کرے یا نہیں؟

(۲) اس کا اصل مقصود ملازمت ہے، کیا وہ بوقت حج حج کر سکتا ہے؟

(۳) اس طرح جانا شرع کے خلاف تو نہیں؟

(الجواب) (۱) جب اس پر حج فرض نہیں تو ملازمت کی غرض سے سفر جدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ حج کی نیت ہو تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

(۲) اسباب حج میسر ہو جاوے تو ضرور حج کرے ورنہ لازم نہیں۔
(۳) شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

روی مرفوعاً عن ابی امامة التیمی قال قلت لا بن عمر انا نکری فهل لنا من حج؟قال أليس تطوفون وتأتون بالمعروف ،وترمون الجمار وتحلقون رؤسكم؟ قال قلنا بلىٰ فقال ابن عمر جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فسأله عن الذى سألتنى فلم يعبه حتى نزل عليه جبرئيل بهذه الآية،ليس عليكم جناح ان تبتغو افضلامن ربكم" فدعاه النبى صلى الله عليه وسلم فقال انتم حجاج (احکام القرآن للبشیخ ظفر احمد التھانوی ۱ / ۱ ص ۳۵۱ فقط و اللہ اعلم.

عمرہ کا ویزا لیکر جانا اور وہاں ٹھیر کر حج ادا کرنا:

(سوال ۳۶) بعض لوگ عمرہ کا ویزا لے کر عمرہ کے لئے جاتے ہیں اور وہیں رک کر حج کر کے واپس آتے ہیں وہاں رک جانا حکومت کے قانون کے خلاف ہے، تو اس طرح حج کرنے سے ان کا فریضۂ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی ہے، ایسا کرنا نامناسب ہے لیکن اگر کوئی شخص رک جائے اور حج کرلے تو فریضۂ حج ادا ہو جائے گا، اگر حکومت خلاف قانون کام کرنے پر کوئی کارروائی کرے تو اس کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسی کا مالی حق ادا نہ کرنے والے کا حج کے لئے جانا کیسا ہے؟:

(سوال ۳۷) ایک شخص ایک بیٹی ایک بیوی اور دو بھائی کے بیٹوں کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، فتویٰ کے موافق لڑکی کا آٹھ آنہ حصہ الگ کرلیا اور بیوی کا دو آنہ بھی الگ کرلیا اور باقی چھ آنہ حصہ دو بھائی کے لڑکوں کو دے دیا اب بیوی کا جو دو آنہ حصہ ہے اس کے متعلق، والی کہتا ہے کہ تمہارا دو آنہ حصہ ہے مگر دیتا نہیں، مانگنے پر بھی نہیں دیتا، اب تک اپنی بیوی اور بیٹی کو یوں نہیں بتلایا کہ تمہاری اتنی رقم میرے پاس جمع ہے اور اتنا خرچ ہوا مطلب یہ کہ حساب نہیں بتلایا، اور اب والی صاحب یعنی مرحوم کا بھانجا فریضۂ حج کی غرض سے مکہ معظمہ جارہے ہیں اور اپنے ساتھ ان دونوں کے حقوق کو بھی لئے جارہے ہیں۔ حضرت والا سے عرض ہے کہ قرآن اور احادیث کی روشنی سے برائے کرم یہ بتائیں کہ خدا اور رسول ﷺ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ کیا اس شخص کا حج قبول ہوگا؟ اس کو حج کے لئے جانا چاہئے یا حق ادا کرنا چاہئے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! اگر یہ شخص جائز کمائی اور اپنے پیسوں سے حج ادا کرے گا تو حج ادا ہو جائے گا اور کس کا حق دبا لینے کا گناہ بھی ہوگا، [۱] اور اگر غصب کی ہوئی رقم سے حج کرے گا تو ذمہ سے حج ساقط ہو جائے گا مگر حج مقبول نہ ہوگا۔ [۲] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) لیکن حج مکروہ ہوگا۔ وبالکراهة كالحج بلا اذن ممن يجب استئذانه قال فى الشامية تحت قوله ممن يجب استئذانه...... وكذا الغريم مديون لا مال له يقضىٰ به والكفيل لو بالاذن فيكره خروجه' بلا اذنهم كما فى الفتح وظاهره ان الكراهة تحريمية درمختار مع الشامى كتاب الحج ج.۲ ص ۱۹۱

(۲) چونکہ مال حرام ہے مال حرام سے ذمہ ساقط ہو جائے گا لیکن مقبول نہ ہوگا حوالہ اس باب میں بعنوان، سودی روپے لے کر حج کرنا کیسا ہے؟ کے جواب میں گذر چکا ہے از مرتب)

غریب حج ادا کرنے کے بعد مالدار ہو جائے:

(سوال ۳۸) غربت کی بنا پر حج فرض نہ ہوا اور اس کو کوئی آدمی برائے مہربانی نفل حج کے لئے پیسے دے دے اور وہ حج کو جائے اس کے بعد وہ مال دار ہو گیا تو اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا یا نہیں۔؟

(الجواب) حج کو جانے والے نے اگر صرف نفلی حج کی نیت کی تھی تو یہ حج نفلی ہوگا اور مالدار ہونے کے بعد دوسرا حج کرنا ہوگا۔ ولیفید انه یتعین علیه ان لا ینوی نفلا علی زعم انه لا یجب علیه لفقره (الی قوله) فلو نواه نفلاً لزمه الحج ثانیا (شامی ج ۲ ص ۱۹۵ کتاب الحج) اور اگر فرض کی نیت کی تھی، یا صرف حج کی نیت کی تھی تو حج فرض سمجھا جائے گا۔ مالدار ہونے کے بعد دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مطلق حج کی نیت سے بھی فرض حج ادا ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نفل حج کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے:

(سوال ۳۹) ہمارے ہاں سے چند حضرات حج بیت اللہ کو جا رہے ہیں۔ ان میں سے بعض نے گاؤں کے ایک مدرس صاحب کو حج کو لے جانے کے لئے چندہ کیا ہے۔ حج میں جانے والوں ہی سے چندہ وصول کیا ہے۔ یہ مدرس صاحب مال نہیں ہے۔ ان پر حج فرض بھی نہیں ہے پھر بھی وہ حضرات اس چندہ کی رقم سے ان کو لے جانے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ چندہ دینے والوں میں سے بعض نے شرم کے مارے بادل ناخواستہ چندہ دیا ہے اور بعض نے بخشش کی نیت اور حج کی شرط سے پیسے دیئے ہیں تو اس طور پر چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چندہ دینے والوں کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

(الجواب) نفل حج کے لئے چندہ کرنا۔ کرانا جائز نہیں ہے۔ البتہ چند افراد یا کوئی ایک فرد خرچ کی ذمہ داری لے یا رقم عنایت کر دے تو جائز ہے۔ نیت کے مطابق جزا و ثواب ملے گا بخشش قبول کرنا ضروری نہیں ہے، قبول کر لینے کے بعد حج کے لئے جانا ضروری ہو جاتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر مدرس صاحب نے چندہ کرایا ہو یا لوگوں پر دباؤ ڈال کر چندہ وصول کیا گیا ہو تو رقم واپس کر دینی چاہئے۔ البتہ اگر مدرس صاحب نے چندہ نہیں کرایا بلکہ سب نے خوش دلی سے تحفۃً وعطیۃً دیا ہو تو قبول کر لینا جائز ہے۔ مگر چندہ کا رواج ٹھیک نہیں ہے ایسے غیر ضروری چندے بند ہونے چاہئیں۔ [1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

بیماری کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی تو اب حج مکمل ہونے کی کیا صورت ہے اور وہ شوہر کے لئے کب حلال ہوگی؟:

(سوال ۴۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل صورت میں۔ میاں بیوی نے حج کے لئے سفر کیا وہاں پہنچ کر تمام ارکان (وقوف عرفہ و مزدلفہ اور منی کی رمی وغیرہ) بالترتیب ادا کرتے رہے لیکن آخری رکن

فلو بذل الابن لأبیه الطاعة واباح له الزاد والراحلة لایجب علیه الحج وکذا لووهب له مال یحج به لا یجب علیه القبول بحر الرائق کتاب الحج تحت قوله بشرط حریة الخ ج ۲ ص ۳۱۱.

''طواف زیارت'' بیوی نہ کرسکی سبب یہ ہوا کہ منیٰ میں اس پر فالج کا سخت حملہ ہوا دماغ پر بھی اس کا اثر ہوا ڈاکٹر نے حالت دیکھ کر چلنے پھرنے سے بالکل منع کر دیا تھا، چند دن وہاں علاج کرایا اس کے بعد جب اپنے وطن کراچی لے جانے کا ارادہ کیا تو وہ حیض کی حالت میں تھی اس وجہ سے اس وقت بھی طواف زیارت نہ کرسکی اور اس وقت بھی اس کی حالت نازک تھی جہاز میں بھی لیٹے لیٹے تین سٹ والی جگہ پر سفر کیا اس وقت بھی کراچی میں وہ زیر علاج ہے اور اس کا شوہر مسقط میں ہے اب چند سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کا حل مطلوب ہے۔(۱) ایسی حالت میں اس کو احرام کی پابندی رہی یا نہیں؟ (۲) اس کے حج کے مکمل ہونے کی کیا صورت ہے؟ اگر اس کے بجائے کسی اور کو بھیج دیں تو نیابت کافی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۳) اگر اس کا شوہر کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہو تو وہ شوہر کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ (۴) اگر خدا نخواستہ عورت مدت دراز تک سفر پر قادر نہ ہو تو اس وقت تک زن وشوئی کے تعلقات چھوڑنا ضروری ہیں؟ (۵) اگر وہ تندرست ہو جائے اور مکہ مکرمہ جانے کا اتفاق ہو جائے تو مکہ مکرمہ احرام باندھ کر جائے یا بغیر احرام کے؟ نیت کیا کرے؟ اگر حج کے زمانہ میں جانے کا اتفاق ہو تو اس وقت کیسا احرام باندھے؟ بینوا توجروا۔ کراچی ۲۸۰ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ۔

(الجواب) وباللہ التوفیق: جب کہ عورت وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ اور رمی وقربانی وقصر سے فارغ ہو چکی ہے تو ایسی حالت میں احرام کی پابندی نہیں رہی البتہ مرض کی وجہ سے طواف زیارت بارہ ذی الحجہ تک ادا نہ ہوسکا تو اس کے ذمہ دم واجب ہے اور بوقت سفر بھی حیض کی وجہ سے طواف سے محروم رہی تو جب تک طواف زیارت ادا نہ کرے گی شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، ہمبستر ہوگی تو دم لازم ہوگا، اب اسے چاہئے کہ طواف زیارت ادا کرنے کے لئے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے نیابت کافی نہیں، طواف زیارت کرے اور طواف عمرہ وسعی سے فارغ ہو کر بال کٹوا کر (قصر کروا کر) احرام کھول دے اور گر ایام حج میں جانے کا اتفاق ہو تو طواف زیارت وعمرہ سے فارغ ہو کر نفل حج بھی کیا جاسکتا ہے اور اگر مکہ مکرمہ جانے کا موقع ہی نہ ملا تو اگر جس سال حج واجب ہوا اسی سال حج نہ کیا ہو بلکہ تاخیر سے کیا ہو تو طواف زیارت کی وصیت کرنا لازم ہے ورنہ نہیں درمختار میں ہے (ولا احصار بعد ما وقف بعرفة) للا من من الفوات. وفی الشامی (قوله ولا احصار) فلو وقف بعرفة ثم عرض له مانع لا یتحلل بالهدی بل یبقی محرماً فی حق کل شئی ان لم یحلق ای بعد دخول وقته وان حلق فهو محرم فی حق النساء لا غیرا لی ان یطوف للزیارة (درمختار والشامی ج ۲ ص ۳۲۲ باب الاحصار)

معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ یہ طواف (طواف زیارت) کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا، اور فوت بھی نہیں ہوتا یعنی تمام عمر میں ہوسکتا ہے، البتہ ایام نحر میں کرنا واجب ہے اس کے بعد دم واجب ہوتا ہے اور یہ طواف لازمی ہے اس کا بدل کچھ نہیں ہوسکتا الخ (ص ۱۹۵)

مسئلہ: طواف زیارت کے بعد عورت سے صحبت وغیرہ بھی حلال ہو جاتی ہے اگر کسی نے یہ طواف نہ کیا تو اس کے لئے عورت سے صحبت وغیرہ حلال نہ ہوگی اگر چہ سالہا سال گذر جائیں طواف زیارت کرنے کے بعد حلال ہوگی (معلم الحجاج ص ۱۹۶)

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ: اور یہ (طواف زیارت) خود کرنا فرض ہے اگر چہ کسی کی گود میں ہو اس میں

نیابت جائز نہیں ہے مگر بے ہوش کے واسطے نیابت درست ہے۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۸۰ حصہ اول) شامی میں ہے۔ وکونہ (ای طواف الزیارۃ) بنفسہ ولو محمولاً فلا یجوز النیابۃ الا لمغمی علیہ (شامی ص ۲۵۰ جلد ثانی) مطلب طواف الزیارۃ) فقط و اللہ اعلم۔

چچازاد نواسہ محرم ہے یا نہیں:

(سوال ۴۱) نانی صاحبہ اس سال حج کے لئے جارہی ہیں ان کے ہمراہ چچازاد نواسہ ہے تو یہ حج درست ہے یا نہیں۔ نانی اماں کی عمر تقریباً پچاس ساٹھ برس کی ہے ان پر حج فرض ہے تو بحوالۂ کتب جواب عنایت فرمائیے۔

(الجواب) عورت کے ہمراہ خاوند و محرم نہ ہو تو حج اگر چہ فرض ہو جاتا ہے مگر ادا کرنا فرض نہیں ہوتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آخر تک محرم نہ ملے تو حج ادا نہ کرنے کے باعث گنہگار نہ ہوگی البتہ فرض ہو جانے کے باعث حج بدل کی وصیت کرنا واجب اور ضروری ہوگا۔ چچازاد نواسہ محرم نہیں ہے لہذا اس کے ساتھ جانے کی شرعاً اجازت نہیں۔ اگر جائے گی تو بکراہت تحریمی حج ادا ہوگا اور قانون شکنی کا گناہ بھی ہوگا (شامی ج ۲ ص ۱۹۹) (۱)

اپنی والدہ کی حقیقی ممانی محرم ہے یا نہیں:

(سوال ۴۲) میری والدہ کی حقیقی ممانی میرے ساتھ حج کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) تمہارے ساتھ تمہاری والدہ کی حقیقی ممانی حج کے لئے نہیں جا سکتی کیونکہ وہ تمہاری محرمہ نہیں (منہ بولی نانی ہے نہ کہ حقیقی (۲)

ضعیفہ کے ہمراہ محرم ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۴۳) سن رسیدہ ضعیفہ عورت بغیر محرم کے اہل محلہ کے ہمراہ حج کے لئے جائے تو کوئی حرج ہے؟ محرم کون ہے اور کون نہیں؟

(الجواب) عورت جوان ہو یا بڑھیا جب اس کے وطن اور مکہ معظمہ کے درمیان سفر کی مسافت ہو یعنی اڑتالیس ۴۸ میل کا فاصلہ ہو تو محرم کے بغیر شرعاً حج کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ (۳) محرم وہ ہے جس کے ساتھ نکاح نسبی یا رضاعی یا صہری (دامادی) کے رشتہ کی بنا پر جائز نہ ہو۔

---

(۱) علی ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب ام شرط وجوب اداء والذی اختارہ فی الفتح أنہ مع الصحۃ وامن الطریق شروط وجوب الاداء فیجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق أو لم یوجد زوج ولا محرم الخ کتاب الحج)

(۲) والمحرم من لا یجوز مناکحتہا علی التأبید بقرابتہ او رضاع أو صہریۃ کما فی التحفۃ شامی کتاب الحج ص ۱۹۹)

(۳) ومع زوج المکلف او المحرم ..... للمرأۃ ولو عجوزا ..... ان کان بینہما وبین مکۃ مسیرۃ سفر ..... وکأنہ اشار الی ان مثل ہذا فی قلۃ الزمن لا یحل لہا السفر مع غیر محرم فکیف بما زاد انتہی، شرح نقایہ لعلی القاری کتاب الحج ج ۱ ص ۴۳۹.

محرم نہ ہو اور حج کو نہ جائے تو کیا گنہگار ہو گی :

(سوال ۴۴) خاوند یا باپ یا محرم نہ ہونے کی وجہ سے حج کو نہ جائے تو گنہگار ہو گی۔

(الجواب) گنہگار نہ ہو گی۔ البتہ اس کو یہ وصیت کر دینا لازمی اور ضروری ہے کہ اگر زندگی میں حج نہ کر سکی تو اس کے ترکہ میں سے پہلے حج کرایا جائے (قوله قولان) هما مبنيان على ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب ام شرط اداء والذى اختاره فى الفتح انه مع الصحة وامن الطريق شرط وجوب الا داء فيجب الا يصاء ان منع المرض او خوف الطريق اولم يوجد زوج ولا محرم (شامی ج۲ ص ۲۰۰ کتاب الحج)فقط و الله اعلم بالصواب .

کیا حج کے لئے نکاح لازم ہے :

(سوال ۴۵) خاوند باپ وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے حج کرنے کی خاطر نکاح کرنا لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت پر نکاح لازم نہیں ہے قلت لكن جزم فى اللباب بانه لا يجب عليها التزوج مع انه مشى على جعل المحرم او الزوج شرط اداء ورجح هذا فى الجوهرة (شامی ج۲ ص ۲۰۰)فقط و الله اعلم بالصواب .

منہ بولے بھائی کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟ :

(سوال ۴۶) ایک بیوہ عورت حج کرنا چاہتی ہے لیکن کوئی محرم نہیں، کسی نے کہا حج کو جانے والا ادی زبان ..ن بہ ر لے جائے تو گنجائش ہے۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) منہ بولا بھائی شرعاً بھائی نہیں ہے، اس کے ساتھ حج کو جانا جائز نہیں، حرام ہے۔ جائے گی تو گنہگار ہو گی، خاوند یا محرم نہیں ہے اس لئے ادائیگی حج واجب نہیں۔ البتہ آخری زندگی میں حج بدل کی وصیت کرنی ضروری ہے کذا قال الشامی وغیرہ (اسی باب کے سوال اول و دوم میں حوالے دیکھ لئے جائے از مرتب)۔

یہاں سے بغیر محرم کے جائے اور مکہ مکرمہ میں محرم مل جائے تو حج کر سکتی ہے یا نہیں؟ :

(سوال ۴۷) ایک عورت معمرہ ہندوستان سے غیر محرم کے ساتھ حج کو جارہی ہے۔ اس عورت کا داماد اور لڑکی افریقہ سے مکہ پہنچ رہے ہیں۔ مکہ معظمہ پہنچ کر یہ ان کے ساتھ ہو جائے گی۔ لیکن ہندوستان سے غیر محرم کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

(الجواب) یہ معمرہ غیر محرم کے ساتھ حج کو نہیں جا سکتی۔ سفر میں محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ دوسری عورتیں ساتھ ہوں تب بھی محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔ مکہ معظمہ میں داماد یا لڑکی کے مل جانے سے اس کی تلافی نہیں ہو گی البتہ اگر چلی جائے گی تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر خدا کی نافرمانی اور شریعت کی قانون شکنی ذمہ پر رہے گی جس کی وجہ سے گنہگار ہو گی۔ (حوالہ گذر چکا ہے۔ از مرتب)۔

پچاس ہزار کا شیئر ہو تو حج فرض ہے یا نہیں :

(سوال ۴۸) اس زمانہ میں ہندوستان اور بیرونی ممالک میں شیئرز سودی کمپنی ہے۔ ایک آدمی کے پاس پچاس ہزار روپے کے شیئرز ہیں۔ آیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ وجہ دریافت یہ ہے کہ شیئرز پروپرٹی میں شمار ہے۔ کیا شریعت نے اس کو نقد روپیہ شمار کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس پر حج فرض ہے۔ کیونکہ اگر شیئرز کو نقد رقم نہ مانا جائے، جائداد اور پراپرٹی مانا جائے تب بھی حج فرض ہونے کی شرط پائی جاتی ہے کیونکہ جب اتنی بڑی رقم کے شیئرز اس کے پاس ہیں تو اس میں یہ گنجائش اور استطاعت پائی گئی کہ وہ اپنے حوائج اصلیہ (ضروریات زندگی) اور اپنے متعلقین کے مصارف کے لئے (جو سفر حج کے زمانہ میں ہوں گے) رقم نکال سکتا ہے اور پھر اتنا باقی رہ جاتا ہے کہ سفر حج کے مصارف برداشت کر سکے۔ لہذا حج فرض ہو گیا۔ شیئرز میں سود کا شبہ ہے تو وہ قرض لے کر حج کرے۔ پھر شیئرز کی قیمت میں سے قرض ادا کرے۔ رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۲ وعالمگیریہ ج۲ ص ۲۶۰ (۱)

ضعیفہ (بوڑھی) غیر محرم کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں

(سوال ۴۹) امسال حج کا ارادہ ہے۔ میرے ہمراہ ابا جی کی حقیقی چچی ہیں وہ میرے ساتھ آ سکتی ہیں یا نہیں۔ میرے والدین مجھے تین برس کا چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے اس وقت سے انہوں نے اپنا بچہ سمجھ کر میری تربیت فرمائی لہذا میں بھی ان کو ماں ہی سمجھتا ہوں۔ فی الحال ان کی عمر ساٹھ یا پینسٹھ برس کی ہے ایسی حالت میں ان کو ہمراہ اپنے خرچ سے لے جانا چاہتا ہوں تو وہ میرے ساتھ جا سکتی ہیں؟ ذرا بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں!

(الجواب) آپ کے والد کی حقیقی چچی آپ کی محرم نہیں ہے۔ آپ کا نکاح شرعاً ان سے جائز ہے حرام نہیں۔ لہذا وہ آپ کے ساتھ حج کے لئے نہیں جا سکتیں۔ ان پر حج فرض ہو جب بھی نہیں جا سکتیں، تو پھر فرض نہ ہونے کی صورت میں کس طرح جا سکتی ہیں؟ اگر لے گئے تو دونوں خدا اور رسول ﷺ کے نافرمان اور شرعی قانون کی خلاف ورزی کرنے والے ہوں گے حدیث شریف میں ہے۔ اجنبی مرد و عورت خلوت میں نہ بیٹھیں اور عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے (بخاری و مسلم) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا تحج امرء ۃ الا ومعھا محرم الخ یعنی کوئی عورت محرم کے بغیر حج نہیں کر سکتی (زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۱۰۱ کتاب المناسک) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید الخدریؓ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ تؤ من باللّٰہ والیوم الا خران تسا فر سفراً یکون ثلاثۃ ایام فصاعداً الا ومعھا ابوھا او ابنھا او زوجھا او اخوھا او ذومحرم منھا رواہ مسلم (زجاجۃ المصابیح ص ۱۰۰۔ ۱۰۱ ومشکوۃ)

---

(۱) فضلا عما لابد منہ کما مرفی الزکاۃ ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کبیرا یمکنہ الاستغناء ببعضہ والحج بالفاضل قال فی الشامیۃ تحت قولہ کما مر فی الزکاۃ ای من البیان مالا بد منہ من الحوائج الاصلیۃ کفرسہ وسلاحہ وثیابہ وعبد خدمتہ وآلات حرفتہ واثاثہ وقضاء دیو نہ الخ۔

یعنی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والی عورت کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ بغیر باپ، بھائی، لڑکے یا شوہر وغیرہ محرم کے تین یا اس سے زائد دنوں کا (تنہا یا کسی غیر محرم کے ساتھ) سفر کرے (چاہے وہ جوان ہو یا بوڑھی! ہر ایک کے لئے یہی حکم ہے)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ **واجمعوا علیٰ ان العجوز لا تسافر بغیر محرم ولا تخلو برجل شاباً کان او شیخاً** (ج ۱ ص ۸۷ شرائط حج) فقہا کا اجماع اس بات پر ہے کہ بوڑھی عورت بھی بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور نہ کسی اجنبی کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے عام ازیں کہ وہ جوان ہو یا بوڑھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ دونوں باپ بیٹی ایک مکان میں بیٹھے ہوئے تھے (اور یہ دونوں ذات مبارک وہ ہیں جن کی پاکیزگی اور بزرگی میں قرآن پاک میں کئی جگہ آیات نازل ہوئی ہیں) تو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کو تنہا بیٹھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوبکر شیطان دور نہیں تنہا بیٹی کے پاس بھی بیٹھا نہ کرو بلکہ تیسرے آدمی کو بھی ساتھ لے لیا کرو (معیار السلوک ودافع الاوہام والشکوک ص ۱۶۴۔ مولفہ مولانا شاہ محمد ہدایت علی نقش بندی مجددی جے پوری)

لہذا اجنبیہ عورت کے ساتھ چاہے کیسا ہی تعلق ہو بہن، پھوپھی، ماں وغیرہ کہتے ہوتا ہم وہ اجنبی ہے۔ ماں، بہن، پھوپھی کہنے سے محرم نہیں بن جاتی! فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت بہنوئی کے ساتھ حج کو جائے یا نہیں:

(سوال ۵۰) عورت اپنے بہنوئی کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بہنوئی محرم نہیں لہذا نا جائز ہے۔ جائے گی تو سخت گنہگار ہوگی۔ درمختار میں ہے۔ **ومع زوج او محرم** (درمختار) **والمحرم من لا یجوز له منا کحتها علی التا بید بقرابة او رضا ع او صهرية كما في التحفة** (شامی ج ۲ ص ۱۹۹ کتاب الحج)

حج فرض ہو مگر مدینہ جانے کے اخراجات نہیں:

(سوال ۵۱) ایک شخص کے پاس اتنی رقم ہے کہ اس سے مکہ مکرمہ تک جا سکتا ہے، مدینہ منورہ تک جانے کی استطاعت نہیں تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اس شخص پر حج فرض ہے۔ لہذا حج کے لئے جانا لازم ہے نہ گیا تو گنہگار ہوگا۔ (۱)

پندرہ برس کا بچہ محرم ہے یا نہیں:

(سوال ۵۲) ایک عورت بذریعہ طیارہ (ہوائی جہاز) حج کے لئے جارہی ہے۔ جدہ سے شوہر ہمراہ ہے اور وطن سے اس کا لڑکا ہمراہ ہے جس کی عمر پندرہ برس کی ہے، حافظ قرآن، ہوشیار ہے وہ محرم ہے یا نہیں۔ ہمراہیوں میں دیور اور اس

---

(۱) وزیارة قبره مندوبة قیل واجبة لمن سعة له ویبداء بالحج لو فرضا قال فی الشامیة تحت قوله مندوبة ای باجماع المسلمین کما فی اللباب درمختار مع الشامی مطلب فی تفضیل قبره المکرم صلی اللّٰه علیه وسلم ج ۲ ص ۳۵۲

کی بیوی بھی ہے!

(الجواب) یہ بچہ محرم ہے بلا تکلف اس کے ساتھ جا سکتی ہے، مراہق یعنی قریب البلوغ ہو اور ہوشیار بھی ہو تو وہ محرم کے حکم میں ہے "جوہرہ" میں ہے۔ والمراهق بالغ (ج ۱ ص ۵۴ ۱ کتاب الحج تحت قوله ويعتبر فى المرأة الخ) پندرہ برس کا بچہ بالغ سمجھا جائے گا اس کے ہمراہ والدہ کا سفر جائز ہے منع نہیں۔

بڑھیا بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے یا نہیں؟:

(سوال ۵۳) ایک عورت کی عمر پچاس ساٹھ برس کی ہے۔ دو تین برس سے اس پر حج فرض ہوا ہے۔ شوہر اور شرعی محرم نہ ہونے کی وجہ سے فی الفور حج ادا نہ کر سکی۔ نیک، دیندار، معتمد پڑوسی حج کے لئے جاتا ہے۔ اس کے ہمراہ جائے تو حج ادا ہوگا یا نہیں؟ محلّہ اور رشتہ دار اور گاؤں کی چند عورتیں حج کو جا رہی ہیں ان کے ساتھ جائے تو کیا حرج ہے؟ اس کے علاوہ وہ حج کرنے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ لہذا فرض حج ذمہ پر رہ جائے گا، ! کوئی گنجائش ہو تو بہتر ہے۔

(الجواب) عورت کی اتنی حیثیت ہے کہ خود ہی حج کر سکتی ہے، محرم کو ساتھ لے جانے کی استطاعت نہیں تو ایسی عورت پر حج فرض نہیں ہے۔ درمختار میں ہے، محرم کے لے جانے کی سکت ہو تو حج فرض ہو جائے گا۔ لیکن جب تک خاوند یا محرم ہمراہ نہ ہوگا وجوب ادا نہ ہوگا اور خود کو حج کے لئے تنہا جانا ضروری نہیں (شامی)[۱] کیونکہ نفس وجوب کے بعد جوب ادا کے لئے خاوند یا محرم میسر ہونا شرط ہے۔ لہذا حج کے لئے نہ جائے گی تو گنہگار نہ ہوگی بلکہ بدوں شوہر و محرم حج کے لئے جائے گی تو فرمان نبوی ﷺ اور قانون شرع کی خلاف ورزی کے باعث گنہگار ہوگی۔ گو فریضۂ حج بکراہت ادا ہو جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ لا يحل لا مرأة تؤمن بالله واليوم الا خرتسافرمسيرة يوم وليلة الا مع ذى محرم عليها. رواه ابو هريره .مسلم شريف ج ۱ ص ۴۳۴ باب سفر المرأة مع محرم الىٰ حج وغيره)

محرم وہ ہے جس سے نکاح کسی حالت میں درست نہ ہو، محرم کیسا ہو اس کے لئے بھی شرطیں ہیں۔ ایک حدیث میں ہے لا تحجن امرأة الا ومعها محرم ہرگز ہرگز کوئی عورت حج کے لئے نہ نکلے مگر اس حالت میں کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے (ومنها المحرم للمرأة)شابةً كانت او عجوزة اذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة ايام هكذا فى المحيط(ج ۱ ص ۲۱۸ کتاب المناسک اما شرائط وجوبه)

یعنی وجوب ادا کے شرائط میں ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورت اور مکہ معظّمہ کے درمیان تین دن (تین منزل) کا فاصلہ ہو تو محرم کا ہمراہ ہونا ضروری ہے۔ عورت معمرہ (بڑھیا) ہو یا جوان (ج ۱ ص ۲۱۸) اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ واجمعوا على ان العجوز لا تسافر بغير محرم ولا تخلو برجل شاباً كان او شيخاً ولا تصافح الشيوخ. فقہا کا اجماع ہے کہ بڑھیا عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور مرد جوان ہو یا بوڑھا تنہائی میں نہ بیٹھے اور نہ بوڑھوں سے مصافحہ کرے۔ مگر جبکہ جانبین میں شہوت کا اندیشہ نہ ہو، تو مصافحہ کی اجازت ہے)(ج ۱ ص ۸۷)

---

(۱) مع زوج او محرم بالغ عاقل والمراهق كالبالغ جوهرة غير مجوسى ولا فاسق لعدم حفظهما مع وجوب النفقه لمحرمها عليها لانه' محبوس عليها قال فى الشامية تحت قوله مع وجوب النفقة الخ اى فيشرط ان تكون قادرة على نفقها ونفقته ، درمختار مع الشامى ج ۲ ص ۱۹۹)

ہدایہ (نیز دیگر کتب فقہ میں ہے) ولنا قوله عليه السلام لا تحجن امرأة الا ومعها محرم ولا نها بدون المحرم يخاف عليها الفتنة وتزداد بانضمام غيرها اليها الخ (ج ۱ ص ۲۱۳ کتاب الحج تحت قوله ويعتبر في المرأة الخ) یعنی بدون خاوند یا محرم کے سفر کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ فتنہ اس صورت میں زیادہ بڑھ جاتا ہے جب کہ اس کے ساتھ صرف عورتیں ہوں۔

ہماری دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ عورت حج نہ کرے مگر اس صورت میں کہ محرم ساتھ ہو اور اس کی علت یہ بھی ہے کہ محرم کے بغیر فتنہ کا خوف ہے اور دوسری عورت کے ساتھ ہونے سے اس فتنہ میں اضافہ ہی ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ عورت مذکورہ غیر محرم، پڑوسی اور محلّہ کے آدمیوں کے ساتھ نہیں جاسکتی، چاہے وہ کتنا دیندار، نیک اور معتمد ہی کیوں نہ ہو، ایسے ہی عورتوں کے ساتھ جانا بھی ناجائز ہے۔

حضرت شیخ نصیر آبادی سے کہا گیا کہ لوگ نامحرم عورتوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نظر پاک ہے۔ آپ نے فرمایا مادامت الا شباح باقية فان الا مرو النهى باق والتحليل والتحريم مخاطب به . جب تک پرچھائیاں (انسانی جسم) باقی ہیں۔ امر و نہی (احکام شرعیہ) بھی باقی ہیں اور یہ ان احکام کے مخاطب بھی ہیں، خطاب بھی باقی ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب اجنبی مرد اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں ہو تو ان دونوں میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اور شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی جیسے مرد اور رابعہ بصریہ جیسی عورت تنہائی میں بیٹھے تو میں ان کے منہ بھی سیاہ کردیتا ہوں (نعوذ باللہ)

خلاصہ یہ کہ بدون خاوند و محرم حج کے لئے جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ جانا ہی ہے تو نکاح کرے پھر شوہر کے ہمراہ جاسکتی ہے اس کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ حج کے لئے نہ جاسکے تو حج بدل کی وصیت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سعودی حکومت میں حج صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۵۴) ہمارے یہاں (افریقہ) میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ سعودی حکومت میں حج فرض نہیں کہ ابن سعود وہابی ہے اور اس کی دلیل میں مولانا مصطفےٰ خاں بریلوی کی کتاب ''تنویر الحجہ'' پیش کرتے ہیں۔ جس میں ہے کہ حجاز مقدس میں ابن سعود کی حکومت ہے اور بے امنی ہے۔ لہٰذا حج فرض نہیں۔ سعودی حکومت میں حج نہ کرنے سے اس کا گناہ نہ ہوگا (ص ۱۶-۱۲-۹) تو کیا یہ خیال اور دلیل صحیح ہے؟

(الجواب) سعودی حکومت میں عام طور پر امن ہے۔ جان و مال اور آبرو کا کوئی اندیشہ نہیں اور حج کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ لہٰذا مذکورہ بالا خیال اور عقیدہ درست نہیں ہے، غلط اور گمراہ کن ہے۔ فریضۂ حج اور اسلام کے رکن اعظم کی ادائیگی سے مسلمانوں کو باز رکھنا اور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی زیارت سے محروم رکھنا جہالت اور شیطانی حرکت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ عوام جہلاء کو اپنا مذہبی پیشوا بنائیں گے اور ان سے

دینی مسائل دریافت کریں گے وہ باوجود لاعلمی کے فتویٰ دیں گے جس سے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔" وعن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ لا یقبض العلم انتزاعھا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳ کتاب العلم) مختصر یہ کہ حج کی استطاعت والے ایسے بےعلم اور گمراہ لوگوں کے غلط فتوؤں پر عمل کر کے حج نہ کریں گے۔ اور سرور کائنات رحمۃ اللعالمین ﷺ کی زیارت بابرکت سے محروم رہیں گے تو خدا کے عاصی اور سعادت عظمیٰ سے محروم ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

غور کیجئے آنحضرت ﷺ نے کس قدر سخت وعید فرمائی ہے۔ فمن مات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا وان شاء نصرانیا. ترجمہ:۔ استطاعت کے باوجود حج کئے بغیر مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر مرے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲ کتاب المناسک الفصل الثانی عن علی الخ)

ایام حج سے پہلے رقم ہو وقت آنے پر خرچ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۵۵) ایک آدمی کے پاس مارچ۔ اپریل میں حج فرض ہو سکے اس قدر رقم ہے۔ مگر وہ ایام حج کے نہ تھے۔ جب حج کا وقت آیا تو وہ رقم خانگی امور میں خرچ ہو گئی اب ایام حج میں اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو اب اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

(الجواب) حج کی درخواست دینے سے پہلے ہی رقم خرچ ہو گئی ہو تو حج فرض نہیں۔ ہاں! اگر حج میں جانا نہ پڑے اس خیال سے خرچ کر دے تو مکروہ اور بڑی سعادت سے محرومی ہے۔ (۱)
واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کا غیر محرم کے ساتھ حج کرنا:

(سوال ۵۶) ایک آدمی فرض حج کر چکا ہے۔ اب وہ اپنے مرحوم چچا کے حج بدل کے لئے جانا چاہتا ہے۔ اپنے ساتھ اپنی چچی کو بھی لے جانا کا ارادہ ہے تو یہ چچی اپنے شوہر کے بھتیجے کے ساتھ حج بدل کو جا سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت اپنے شوہر کے بھتیجے (شوہر کے بھائی کے لڑکے) کے ساتھ حج کو نہیں جا سکتی۔ دیور کا لڑکا محرم نہیں اور بلا محرم شرعی کے سفر کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ اگر جاوے تو شرعی قانون کی مخالفت اور خلاف ورزی کا جرم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وقد قدمنا ان من الشرائط الوقت اعنی ان یکون ما لکا لما ذکر فی اشھر الحج حتی لو ملک ما بہ الا ستطاعۃ قبلھا کان فی سعۃ من صرفھا الی غیرہ وافاد ھذا قیدا فی صیرورتہ دینا اذا افترھو ان یکون ما لکا فی اشھر الحج فلم یحج والا ولی ان یقال اذا کان قادرا وقت خروج اھل لبلدۃ ان کانوا یخرجون قبل اشھر الحج لبعد المسافۃ او کان قادرا فی اشھر الحج ان کانوا یخرجون فیھا ولم یحج حتی افتقر تقرر دینا وان ملک فی غیرھا وصرفھا الی غیرہ لا شئی علیہ کذا فی فتح القدیر بحر الرائق کتاب الحج تحت قبیل قولہ وامن طریق ج ۲ ص ۳۱۴۔

بھانجے کی لڑکی کے ساتھ حج کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۷) میرے ساتھ میرے بھانجے کی حقیقی لڑکی حج کر سکتی ہے؟ اور کیا اس کے ساتھ میرا نکاح ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست نہیں۔ حرام ہے، پس آپ اس کے محرم ہیں آپ کے ساتھ اس کا سفر درست ہے مگر محرم کے ساتھ سفر کرنے میں بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، محرم دیندار پابند شرع ہو فاسق نہ ہو، لا ابالی اور بے پرواہ محرم کے ساتھ سفر کرنے کی شرعاً اجازت نہیں (قوله ولا فاسق) يعم الزوج والمحرم وقيده في شرح اللباب بكونه ما جنا لايبا لى (قوله لعدم حفظهما) والفاسق الذى لا مروة له كذلك ولو زوجاً (شامى ج۲ ص ۱۹۹ كتاب الحج) فقط و الله اعلم بالصواب.

کوئی شخص غریب کو حج کے لئے رقم دے تو اس پر حج فرض ہوگا یا نہیں:

(سوال ۵۸) غریب آدمی جس پر حج فرض نہیں، دوست احباب، خویش واقارب حج کے لئے رقم بخشش دیں تو اس پر حج فرض ہوگا یا نہیں؟ اور وہ ہدایا قبول کرے یا نہ کرے؟ اگر قبول نہ کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہبہ قبول کرنا نہ کرنا اس کی مرضی پر موقوف ہے اگر قبول نہ کرے تو گنہگار نہیں۔ اور قبول کرلے تو حج فرض ہو جائے گا بشرطیکہ دوسرا کوئی عذر نہ ہو، شامی میں ہے

(قوله ولو وهب الا ب لابنه مالا يحج به لم يجب قبوله) وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله' مع انه لا يمن احدهما على الا خريعلم حكم الا جنبى بالا ولى ومراده افادة ان القدرة على الزاد والراحلة لا بد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه (شامى ج ۲ ص ۲۰ ۹ كتاب الحج) فقط و الله اعلم بالصواب.

ہوائی جہاز کے چند گھنٹوں کے سفر میں بھی عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے:

(سوال ۵۹) سفر حج میں عورت کے ساتھ شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے (اگرچہ خلاف بھی ہو رہا ہے) مگر دوبئی، افریقہ، انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ دور دراز کا سفر اکثری حالت میں بلا محرم کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ چند گھنٹوں یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ دو روز کا سفر ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سفر شرعی یعنی اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ دور جانے کے ارادہ سے نکلا جائے تو سفر کے احکام جاری ہو جاتے ہیں مثلاً نماز میں قصر اور عورت کے لئے شوہر یا محرم کا رفیق سفر ہونا۔ خواہ سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہو اور سفر خواہ حج کا ہو یا تجارت یا سیر و تفریح کے لئے ہو ان سب کا یہی حکم ہے عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل لا مرأة تؤ من بالله واليوم الآخر ان تسا فر سفراً يكون ثلثة ايام فصاعداً الا ومعها ابو ها او ابنها او زوجها او اخوها او ذومحرم منها رواه مسلم زجاجة المصابيح ج ۲ ص ۱۰۱ كتاب المناسك. فقط والله اعلم

والدہ کی سہیلی کے ہمراہ حج کرنا:

(سوال ۶۰) ہماری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میرا ارادہ حج کے لئے جانے کا ہے، میری والدہ کے بدلہ ان کی ایک سہیلی جن کو میں خالہ کہتا ہوں اپنے ساتھ حج کے لئے لیجا سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) والدہ مرحومہ کی سہیلی جن کو آپ خالہ کہتے ہیں حج بدل میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے وہ محرم نہیں ہے اس کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (اسی باب میں حوالہ گذر چکا ہے از مرتب)۔

عورت کا بغیر محرم کے جدہ تک جانا اور شوہر کا اس پر سکوت کرنا

(سوال ۶۱) ایک شخص حج کے لئے جا رہے تھے گاؤں والوں کو خیال ہوا کہ ان کی اہلیہ کا بھی حج کا انتظام کر دیں اس غرض سے چندہ کیا، چندہ کنندگان کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ دونوں کا سفر ایک ساتھ نہیں ہوگا جدہ میں دونوں ساتھ ہو جائیں گے اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) محرم ساتھ نہ ہونے کے باوجود ان کی اہلیہ حج کے لئے گئیں تو شرعاً ان کا سفر کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ان کی اہلیہ کا سفر بلا محرم ہوگا گاؤں کے ذمہ دار اس سے واقف تھے اس کے باوجود انہوں نے چندہ کیا، کیا شریعت ان کے اس کام کو امر خیر بتاتی ہے؟

(۳) خاوند نے اس پر سکوت اختیار کیا اور لوگوں کو چندہ کرنے سے منع نہیں کیا کیا ان کا سکوت صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) جبکہ عورت پر حج فرض نہیں تھا اور محرم بھی ساتھ نہیں تھا تو اس کو جانا نہیں چاہئے تھا۔ حج تو ادا ہو گیا لیکن شرعی قانون شکنی کا گناہ عائد ہوگا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم۔ فقط (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کو ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب)

(۲) یہ چندہ بلا ضرورت تھا اور بلا محرم سفر کے لئے تھا اس لئے امر خیر کیسے ہوگا؟ فقط۔

(۳) خاوند نے حدیث نبوی من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ و ان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان کی خلاف ورزی کی ہے، اس لئے خطاوار ہے توبہ استغفار لازم ہے فقط ۔۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ۔

عورت کے ساتھ پورے سفر میں محرم کا ہونا ضروری ہے:

(سوال ۶۲) میں اس سال اپنی نانی کے ساتھ حج کے لئے جا رہا ہوں، جاتے وقت میں ان کے ساتھ رہوں گا حج سے فراغت کے بعد میں لندن جانے والا ہوں، جدہ ایرپورٹ سے میرے ماموں میری نانی کی ہوائی جہاز میں سوار کر دیں گے اور دوسرے ماموں بمبئی ایرپورٹ پر ان کے استقبال کے لئے پہنچ جائیں گے تو کیا میری نانی جدہ سے تنہا بمبئی تک ہوائی جہاز کا سفر کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حج کے شرائط وجوب ادا میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عورت کے ساتھ چاہے وہ ضعیفہ ہو یا جوان پورے سفر

میں محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے اگر محرم نہ ملے تو بلامحرم حج کے لئے جانا گناہ ہے۔محرم نہ مل سکے تو حج بدل کی وصیت کرے اور رقم نکال کر الگ کردے،فتاوی قاضی خان میں ہے واجمعوا علی ان العجوز لا تسافر بغیر محرم و لا تخلو برجل شاباً کان او شیخاً ۔ یعنی فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ضعیفہ عورت بھی بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور نہ کسی اجنبی کے ساتھ تنہائی اختیار کرے،وہ اجنبی جوان ہو یا بوڑھا فتاوی قاضی خاں ج ا ص ۸۷۔

آپ کی نانی کا جدہ سے بمبئی تک کا سفر "سفر شرع" ہے چاہے یہ سفر چار پانچ گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہو، اس درمیان چار رکعت والی نماز کا وقت آجائے تو نماز میں قصر کرنا واجب ہوگا، حج اتمام جائز نہیں، جب یہ سفر شرعی ہے تو بغیر محرم کے یہ سفر کرنا گناہ اور فرمان نبوی ﷺ "لایحل لا مرأة تو من باللہ و الیوم الاخر ان تسافر سفراً یکون ثلثة ایام الا ومعھا ابو ھا او ابنھا او زوجھا او اخوھا او ذو محرم منھا رواہ مسلم (زجاجة المصابیح ج۲ ص ۱۰۱ کتاب المناسک) کے خلاف ہوگا۔فقط واللہ اعلم ۲۵ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر شوہر کا انتقال ہوگیا تو بیوی کیا کرے؟:

(سوال ۶۳) یہاں سے ایک صاحب مع اپنی اہلیہ کے اداے فریضۂ حج کے لئے تشریف لے گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر ایک دو دن ہی میں شوہر کا انتقال ہوگیا اب ان کی اہلیہ کے لئے جو اس وقت بیوہ بن چکی ہے ایک الجھن پیدا ہوگئی ہے امید ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل میں رہبری فرمائیں گے۔

(۱) ایام حج یعنی ارا کین حج کے ادا کرنے کے ایام میں ابھی بہت دن باقی ہیں اور وہاں کوئی محرم بیوی کے ساتھ نہیں ہے تو غیر محرم کے ساتھ رہ کر افعال حج ادا کرسکتی ہے؟

(۲) یہاں سے اگر ان کے لڑکے کو بھیجا جائے تو؟

(۳) غیر محرم یا محرم کے ساتھ بحالت عدت مدینہ طیبہ جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) عدت وفات کو فی الفور عمل میں لانا ضروری ہے یا بعد ادائے حج عدت پوری کرے یا حج کے ارکان ادا کئے بغیر واپس آنا ضروری ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب تحریر فرمائیں گے۔

نوٹ:

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ صاحب مال ہونے کی وجہ سے عورت پر بھی حج فرض تھا۔(از لوناواڈہ۔ضلع پنچ محل)

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً (۱) غیر محرم کے ساتھ تھوڑی دیر بھی تنہائی میں رہنا حرام ہے تو غیر محرم کی معیت میں حج کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟[۱]

(۲) بیوہ کی حفاظت اور انس ودلداری کے لئے لڑکے کا جانا بہت ضروری ہے۔فقط

(۱) وعن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل امرأة الا کان ثالثھما الشیطان رواہ الترمذی مشکوٰة باب النظر الی المخطوبہ ج ص ۲۶۹ فقط.

(۳) بحالت عدت فرض حج کے لئے سفر کرنا درست نہیں ہے تو مدینہ طیبہ جانے کی اجازت کیسے ہوگی؟ فقط۔

(۴) وفات کی عدت وفات کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے اسے مؤخر نہیں کیا جاسکتا ابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق و الوفاة فان لم تعلم بالطلاق او الوفاة حتی مضت مدة العدة فقد نقضت عدتها (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۰ الباب الثالث عشر فی العدة شامی ایضاً ج ۲ ص ۸۳۹)
مکہ معظمہ میں محرم کے ساتھ عدت پوری کی جاسکے تو فبہا ورنہ بحفاظت وطن میں آجانا چاہئے۔
بحالت موجودہ محرم کے ساتھ بھی حج کے لئے عرفات جانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے منها العدة فلو اهلت بالحج فطلقها زوجها و لزمتها العدة صارت محصرة و لو مقیمة او مسافرة معها محرم (شامی ج ۲ ص ۳۲۰ باب الاحصار) ممکن ہو تو ایک سال ٹھہر کر حج کر کے آئے یا آئندہ سال حج کے لئے واپس جائے عذر شرعی کی وجہ سے نہ جاسکے تو حج بدل کی وصیت کر جائے۔ یہ اصل مسئلہ ہے مگر چونکہ حکومت کے جانب سے قانون سخت ہو گئے ہیں اور نا قابل برداشت۔ دشواریوں کا سامنا ہے اس لئے کتاب ''زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک'' میں لکھا ہے کہ ''اگرچہ مکہ معظمہ ہی میں ہو تو عرفات پر نہ جائے بلکہ عمرہ کے افعال بجالا کر حلال ہو اور چاہے تو فوت ہونے وقت وقوف عرفہ کے حلال ہو جائے، اس مسئلہ میں بہت ہی مشکل پیش آوے گی۔ الیٰ قولہ۔ تو یہ بھی اسی طرح معذور سمجھی جاوے جیسے بوادی وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ مکرمہ کو چلی جانے کا جواز ہے تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کو جائے تو عذر ہو سکتا ہے، ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی اگر افعال عمرہ بجالا کر حلال ہوگی تو پھر حج کی قضا کرنی لازم ہوگی پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا۔ واللہ اعلم۔ کسی کتاب معتبر میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی غالباً کبیر میں کہیں عبارت تھی۔ ناقل (زبدۃ المناسک ص۲۴۔ ۲۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عدت کی حالت میں حج کے لئے جانا درست ہے یا نہیں؟:

(سوال ۶۴) میاں بیوی دونوں اس سال حج کے لئے جانے والے تھے کہ شوہر کا انتقال ۲۹ رمضان المبارک کو ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. اب بیوی حج بیت اللہ کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں عورت کے ساتھ اس سال اس کے والد حج کے لئے جانے کے لئے تیار ہیں وہ اپنے مرحوم داماد کی طرف سے حج بدل کے لئے جائیں گے اور وہ اپنا فرض حج کر چکے ہیں۔ ایک بات واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں اگر کسی وجہ سے اس سال عورت حج کے لئے نہیں جاسکتی تو آئندہ سال دو دشواریاں سامنے ہیں ایک یہ کہ آئندہ سال منظوری ملے یا نہ ملے، دوسری یہ کہ محرم ملے یا نہ ملے، اس لئے کہ عورت کے والد کافی عمر رسیدہ ہیں، ان امور کو پیش نظر رکھ کر جواب مرحمت فرمائیں۔ (بمبئی)
(الجواب) عدت کی حالت میں عورت کو حج کے لئے سفر کرنے کی شرعاً اجازت نہیں، اگر جائے گی تو گنہگار ہوگی آئندہ سال یا جب منظوری مل جائے محرم کے ہمراہ حج کے لئے جائے اگر خدانخواستہ آخر تک اجازت نہ ملی یا محرم نہ مل سکا تو حج بدل کی وصیت کر جائے، درمختار میں ہے (ومع عدم عدة علیها مطلقاً) ایة عدة کانت (قوله ومع

عدم عدۃ الخ) ای فلا یجب علیها الحج اذا وجد (قوله ایة عدة کانت) ای سواء کانت عدة وفاة او طلاقةبائن او رجعی ح (درمختار والشامی ج ٢ ص ٢٠٠ کتاب الحج) معلم الحجاج میں ہے۔

مسئلہ:

عورت کے لئے حج کو جانا اس وقت واجب ہے جب عدت میں نہ ہو اگر عدت میں ہے تو جانا واجب نہیں اور عدت چاہے موت کی ہو یا فسخ نکاح کی اور طلاق وغیرہ کی اور طلاق خواہ رجعی ہو یا بائن سب کا ایک حکم ہے (معلم الحجاج ص ٩٨) بہشتی زیور میں ہے۔

مسئلہ:

نمبر ١١٦ اگر یہ عورت عدت میں ہو تو عدت چھوڑ کر حج کو جانا درست نہیں (ص ٥٣ تیسرا حصہ) فقط واللہ اعلم

٢٥ شوال المکرم ١٤٠٣ھ۔

ساس اپنے داماد کے ہمراہ حج کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟:

(سوال ٦٥) ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟ داماد اپنی ساس کے لئے محرم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) داماد اپنی ساس کے لئے محرم ہے، ان میں ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے القسم الثانی المحرمات بالصهرية وهی اربع فرق الا ولی امهات الزوجات وجداتهن من قبل الا ب والام وان علون (عالمگیری ج ٢ ص ٥ کتاب النکاح القسم الثانی المحرمات بالصهرية) مگر آج کل فتنہ کا زمانہ ہے، سسرالی رشتہ سے احتیاط کی ضرورت ہے خصوصاً جب کہ جوان ہوں معلم الحاج میں ہے "مگر اس زمانہ میں سسرالی رشتہ اور دودھ کے رشتہ سے احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے ان لوگوں کے ساتھ حج نہ کیا جاوے (معلم الحجاج ص ٩٥ شرائط وجوب اداء)

شامی میں ہے: لما قالوا من کراهة الخلوة بالا خت رضاعاً والصهرة شابة (شامی ص ٥٢٩ ج) اس سفر میں اکثر خلوت کا موقع آتا ہے گا ہے مس کی ضرورت بھی پیش آتی ہے اس لئے ساس کے ساتھ سفر کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنی بھانجی کے بیٹے کے ساتھ حج کے لئے جانا:

(سوال ٦٦) عورت اپنی بھانجی کے بیٹے (یعنی اپنی بہن کے نواسے) کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

(الجواب) عورت کے لئے اس کی بھانجی کا بیٹا (بہن کا نواسہ) محرم ہے اور ان کے درمیان نکاح حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے واما الا خوات فالاخت لاب وام والا خت لاب والاخت لام کذا بنات الا خ و

والاخت وان سفلن (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵، کتاب النکاح باب ۳، القسم الاول المحرمات بالنسب)

القول الجازم فی بیان المحارم میں ہے (۳) فروع والدین یعنی وہ مرد یا عورت جن کی پیدائش کے باپ یا ماں (بلاواسطہ یا بالواسطہ) ذریعہ ہوں جیسے بھائی بہن بھانجا، بھانجی بھتیجا بھتیجی اوران کی اولاد جہاں تک نیچے کے درجہ کی ہو سب کے سب حرام ہیں (القول الجازم ص ۴ تفصیل محرمات مصنفہ بحر العلوم حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنویؒ)

لہٰذا جب عورت اوراس کی بھانجی کے بیٹے کے درمیان نکاح حرام ہے تو وہ اس کے لئے محرم ہوا، اس لئے صورت مسئولہ میں عورت اپنی بھانجی کے بیٹے کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے اتنا احتیاط کیا جائے کہ وہ فاسق وفاجر نہ ہو، فاسق فاجر پراطمینان نہیں ہوتا، فقہاء اس کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرماتے ہیں۔

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ محرم کوبھی اسی وقت سفر میں ساتھ جانا جائز ہے جب کہ فتنہ اورشہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر ظن غالب یہ ہے کہ سفر کرنے کی صورت میں خلوت میں یا ضرورت کے وقت چھونے سے شہوت ہو جائے گی تو اس کو ساتھ جانا جائز نہیں۔ (معلم الحجاج ص ۹۷ شرائط وجوب اداء)

شامی میں ہے: لما قالوا من کراھة الخلوة بالا خت رضاعاً والصھرة شابةً (شامی ج ۱ ص ۵۲۹) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

شوہر کے پیسوں سے بیوی حج کرے تو ان پیسوں پر قبضہ ضروری ہے یا نہیں؟ :

(سوال ۶۷) ایک شخص اپنی بیوی کو حج کے لئے لے جانا چاہتا ہے اوراس نے اپنی بیوی کے پیسے خود ہی حج کمیٹی میں بھر دیئے ہیں تو وہ شخص اس صورت میں حج کے لئے لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہم نے یہ سنا ہے کہ پہلے بیوی کو رقم دے کر مالک بنا دینا چاہئے تا کہ وہ جب حج ادا کرے تو فرض حج ادا ہو، تو مذکورہ صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اگر عورت جائے گی تو اس کا حج فرض ادا ہوگا یا نفل، خلاصہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ نے جو بات لکھی ہے یہ شرط کے طور پر نہیں ہے، یہ صرف احتیاطی صورت ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو یا شوہر اپنی بیوی کو پیسے دے کر اپنے ساتھ حج کے لئے لے جا رہا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ اس کو رقم سے مالک بنا دے، خدانخواستہ سفر میں نا اتفاقی ہو جائے اور وہ شخص خرچ کرنے سے انکار کردے تو دوسرے شخص کو پریشانی ہوگی، اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ خرچ دینے والے کا حج کسی شرعی عذر کی وجہ سے فوت ہو جائے تو ممکن ہے کہ دوسرے شخص کا بھی حج فوت ہو جائے، اگر پہلے سے رقم دے کر مالک بنا دیا جائے تو اس قسم کی پریشانی کی صورت پیدا نہ ہوگی، نیز اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ دو شخصوں کے پاس رقم رہے گی تو رقم کی حفاظت رہے گی، اگر پوری رقم ایک شخص کے پاس ہو اوراس کے پاس رقم گم ہو جائے یا چوری ہو جائے تو سب پیسے ختم ہو جائیں گے اور دونوں کو پریشانی ہوگی۔ نیز اگر ہر ایک کے پاس پیسے رہیں گے تو بوقت ضرورت ہر ایک اپنی ضرورت کی چیز خرید سکے گا ان مصالح کے پیش نظر یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو رقم دے دے، ورنہ فی نفسہ مسئلہ یہ ہے کہ غیر مستطیع شخص کی طرح مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور

وفرض حج یا صرف حج کی نیت سے حج ادا کرے تو فرض حج ادا ہو جاتا ہے البتہ اگر نفل حج کی نیت سے احرام باندھی تو نفل حج ادا ہوگا (فتاویٰ رحیمیہ ۶۲/۲ ۶۳ (جدید ترتیب کے مطابق کتاب الحج میں بعنوان غریب حج اداء کرنے کے بعد مالدار ہو جائے، سے دیکھیں ص ۴ از مرتب۔)

لہذا صورت مسئولہ میں عورت بلا تکلیف حج کے لئے جا سکتی ہے، البتہ وہ عورت فرض حج کی نیت سے احرام باندھے نفل حج کی نیت سے احرام نہ باندھے ورنہ فرض حج ادا نہ ہوگا نفل ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت محرم کے بغیر حج کے لئے نہ جاوے:

(سوال ۶۸) لڑکی اپنی والدہ کو بنکاک سے وایا بمبئی ہوکر جدہ تک چھوڑنے جانا چاہتی ہے، والدہ کا کوئی محرم بمبئی سے ہوائی جہاز میں ساتھ ہو جاوے گا، لیکن خود لڑکی کے ساتھ کوئی محرم نہیں، نیز فی الحال حج کی نیت بھی نہیں، مطلب یہ کہ بعد میں جانا چاہے تو کس نیت سے مکہ شریف جا سکتی ہے، لڑکی نے دو تین حج کئے ہیں ایسے ہی اس کے شوہر نے بھی تین چار حج کئے ہیں اس کے باوجود امسال بھی والدہ کی معیت میں جانے کا ارادہ ہے بعض موانع دور ہونے کے بعد لڑکی کا شوہر بھی اپنی عورت (جو مکہ شریف پہنچ چکی ہے) کے ساتھ حج کرنا چاہے تو کیا شکل ہے اور کس طرح نیت کرے؟

(الجواب) والدہ اپنا فرض حج ادا کرنے کی غرض سے جا رہی ہے تو بنکاک سے محرم کا ہونا ضروری ہے اس کا محرم نہیں، نیز وہ لڑکی بھی محرم یا شوہر کے بغیر سفر نہیں کر سکتی، حرام ہے (قوله مع زوج او محرم) هذا وقوله ومع عدم عدة عليها شرطان مختصتان بالمرأة (شامی ۲/ ۱۹۹ کتاب الحج) زجاجة المصابیح ۲/ ۱۰۱) لہذا بمبئی سے بھتیجہ بنکاک آکر اپنی پھوپھی کو لے جاوے یا داماد وغیرہ کوئی محرم شخص بمبئی تک پہنچاوے۔ لڑکی اگر والدہ کی معیت میں حج کو جانا چاہتی ہے تو شوہر یا کسی محرم کو ساتھ کر لے، ماموں کا لڑکا محرم نہیں، جو اپنا فرض حج کر چکا ہو وہ نفلی حج یا حج بدل کی نیت سے حج کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو، شامی ۲/ ۳۳۱ مطلب فی حج الضرورة)

ضعیفہ بغیر محرم کے حج نہ کرے:

(سوال ۶۹) ایک عورت کے دو لڑکے دوسرے ملک میں رہتے ہیں جن میں سے ایک لڑکا امسال حج کے لئے جانے والا ہے وہ سیدھا مکہ مکرمہ چلا جاوے گا، وہ چاہتا ہے کہ اپنے مرحوم بھائی کی طرف سے والدہ کو حج بدل کراوے جس کی صورت یہ ہوگی کہ والدہ بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے جدہ تک آجاوے وہاں ایرپورٹ پر لینے کے لئے وہ لڑکا ہوگا، مطلب یہ ہے کہ مذکورہ عورت حج بدل کے لئے جاوے تو اسے بمبئی سے جدہ تک محرم کے بغیر سفر کرنا پڑے گا، بقیہ سفر میں ہندوستان آنے تک لڑکا ساتھ رہے گا، عورت کی عمر ۷۵ سے ۸۰ سال کے درمیان ہے۔ پس مذکورہ صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت کے گھر سے جدہ تک بھی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے، بغیر محرم کے حج کے لئے جانا منع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ کبھی بھی کوئی عورت محرم کے بغیر سفر حج نہ کرے۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تحج امرأة الا ومعها محرم رواه الدار قطنی ایضا عن ابن جریج

ولفظه لا تحجن امرأة او معها ذو محرم (زجاجة المصابیح ۲/ ۱۰۱ کتاب المناسک)

فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے اور فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ضعیف و کمزور عورت بھی بلا محرم سفر نہ کرے۔ **ولا یثبت الا ستطاعة للمرأة اذا کان بینها و بین مکة مسیرة سفر شابة کانت او عجوزة الا بمحرم** (فتاویٰ قاضی خان ۱/ ۱۳۵ کتاب الحج)

جب عورت کے حق میں اپنے فرض حج کی ادائیگی میں شوہر یا کسی محرم کے ساتھ ہونا ضروری ہے محرم نہ ہوتو حج بدل کی وصیت کرے مگر محرم کے بغیر حج نہیں کرسکتی تو دوسرے کی طرف سے حج بدل میں بلا محرم جانا کیسے جائز ہوگا یجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق اولم یوجد زوج ولا محرم .(شامی ۲/ ۲۰۰ کتاب الحج) مذکورہ عورت جانا ہی چاہتی ہے تو ہندوستان سے اپنے ساتھ کسی محرم کو کرلے یا پھر خود لڑکا آکر والدہ کو ساتھ لے جاوے اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر کا بھتیجا محرم نہیں:

(سوال ۷۰) عورت اپنے حقیقی بھتیجہ کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے؟ (درانحالیکہ کوئی اور محرم نہیں)

(الجواب) عورت اپنے حقیقی بھتیجہ کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے (اسی باب میں حوالہ گذر چکا ہے۔ از مرتب) لیکن شوہر کے بھتیجہ کے ساتھ جانا جائز نہیں، کوئی محرم نہ ہو تو حج بدل کی وصیت کردے، غیر محرم کے ساتھ یا بلا محرم کے حج کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دیور و جیٹھ محرم نہیں:

(سوال ۷۱) عورت اور لڑکا اور دوسرے لڑکے کی بیوی حج کرسکتے ہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت حج کے لئے جاسکتی ہے، کیونکہ عورت کا لڑکا (جو کہ محرم ہے) ساتھ ہے لیکن دوسرے لڑکے کی بیوی نہیں جاسکتی اس لئے کہ ساس و دیور یا جیٹھ سے محرم کا مقصود حاصل نہیں ہوتا، ایضاً فقط واللہ اعلم۔

سوتیلا داماد محرم نہیں:

(سوال ۷۲) سوتیلی ساس اپنے سوتیلے داماد کے ساتھ حج کرسکتی ہے یا نہیں؟ جواب نفی میں ہو تو حج کرنے کی صورت میں حج ادا ہوگا؟

(الجواب) سوتیلا داماد محرم نہیں، لہذا سوتیلی ساس اس کے ساتھ سفر حج نہیں کرسکتی پھر بھی اگر جاوے گی تو فریضہ حج تو ادا ہو جائے گا، لیکن شرعی حکم کی خلاف ورزی کا شدید جرم دونوں پر عائد ہوگا اور سخت گنہگار رہوں گے ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة (طحطاوی ص ۳۹۷ کتاب الحج)

حج کے لئے تنہا عورتوں کا قافلہ:

(سوال ۷۳) یہاں افریقہ سے تین چار عورتیں (جن کی مالی حالت اچھی ہے اور کوئی محرم وغیرہ نہیں) جماعت کی شکل

میں حج کے لئے جانا چاہتی ہیں، اس طرح قافلہ بنا کر جانا کیسا ہے؟ کوئی ذی حیثیت عورت حج کرنا چاہتی ہے مگر کوئی محرم نہ ہوتو کیا وہ حج سے محروم رہے؟

(الجواب) فطری اور قدرتی طور پر مرد کا میلان عورت کی طرف اور عورت کا میلان مرد کی طرف ہوتا ہی ہے اور شیطان ملعون بھی معاصی میں مبتلا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرررساں کوئی فتنہ نہیں، عن اسامة بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تركت بعدى فتنة اضر على الرجال من النساء ، متفق عليه (مشكوٰة ص ۲۶۷ كتاب النكاح) اور آپ ﷺ نے مردوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ عورتوں (کے فتنہ) سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کی تباہی کا باعث سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی صورت میں تھا۔

في حديث ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم واتقوا النساء فان اول فتنة بنى اسرائيل كانت فى النساء ، رواه مسلم (ایضاً) اور حدیث میں ہے اس شخص پر کہ جس نے (بلا عذر و بغیر اضطرار) دیکھا اور اس پر کہ جس کو دیکھا گیا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ عن الحسن مرسلا قال بلغنى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعن الله الناظر والمنظور اليه رواه البيهقى فى شعب الا يمان ، (ايضاً ص ۲۷۰ كتاب النكاح)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا عورت کے لئے کیا بات بہتر ہے؟ فرمایا نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اس کو دیکھے۔ روى انه عليه السلام قال لا بنته فاطمة اى شئى خير للمرأة قالت ان لا ترى رجلا ولا يراها رجلا (مجالس الا برار مجلس ۹۸/ص ۵۹۸ ،ص ۵۹۷)

حدیث شریف میں ہے کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے۔ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المرأة تقبل فى صورة شيطان وتدبر فى صورة شيطان (الحديث .مشكوٰة ص ۲۶۸ باب النظر الى المخطوبة)

اور فرمان نبوی ہے:"المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان " یعنی عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے چنانچہ جب کوئی عورت (اپنے پردہ سے باہر) نکلتی ہے تو شیطان اس کو مردوں کی نظر میں اچھا کر کے دکھاتا ہے (ایضاً ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبہ۔

گھر سے باہر نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تاکید فرمائی ہے ’وقرن فى بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى‘‘، اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں (سورۂ احزاب) البتہ بوقت ضرورت شرعی وطبعیہ بلا آرائش وزیبائش کے سادہ اور غیر جاذب لباس میں شرعی پابندی اور احتیاطی تدابیر اختیار کر کے نکلے تو اس کی اجازت ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ”قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن“ اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں (یعنی غیر محرم کو نہ دیکھیں) اور تھامتے رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں اپنا سنگھار (سورۂ نور)

اور حدیث میں ہے جب عورت عطر (سینٹ، پاؤڈر، خوشبو وغیرہ) لگا کر (مردوں کی) مجلس سے گذری تو وہ

ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے عن ابن موسی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل عین زانیة وان المرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا و کذا یعنی زانیة (مشکوٰۃ ص ۹۶ باب الجماعة وفضلھا)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا (غیر محرم کو) دیکھنا ہے، اورکان زنا کرتے ہیں اوران کا زنا (غیر محرم کی آواز کا) سننا ہے اور زبان زنا کرتی ہے، اوراس کا زنا (غیر محرم سے) بات چیت کرنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا (غیر محرم کو) پکڑنا ہے۔

عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال کتب علی ابن آدم نصیبه من الزنا مدرک ذلک لا محالة فالعیناه زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناه الکلام والیدزناھا البطش (الحدیث) (مسلم ۲/۳۳۶، مشکوٰۃ ص ۲۰ باب الایمان بالقدر)

اور آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو اپنی عورتوں کو بناؤ سنگھار والا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے (ٹہلنے) سے روکو، کیونکہ بنی اسرائیل سے اس وقت تک لعنت روک دی گئی جب تک ان کی عورتوں نے بناؤ سنگھار کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنا (ٹہلنا) اختیار نہ کیا۔

عن عائشة قالت بینما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جالس فی المسجد اذ دخلت امرأة من مزینة ترفل فی زینة لھا فی المسجد فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یایھا الناس انھوا نساءکم عن لبس الزینة والتبختر فی المسجد فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نسائھم الزینة وتبخترن فی المساجد (ابن ماجه ص ۲۹۷ ابواب الفتن باب فتنة النسآء)

منجملہ ضروریات شرعیہ کے ایک ضرورت حج کی ادائیگی بھی ہے جس کے لئے ضابطۂ شرعیہ اور فتنہ وفساد سے حفاظت کی ایک زائد احتیاطی تدبیر یہ ہے کہ عورت کے سفر حج میں دیندار محرم یا شوہر ساتھ ہو جو اس کی پورے طور سے حفاظت کر سکے، ورنہ سفر حج کی بھی اجازت نہیں، جاوے گی تو شرعی حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے گنہگار ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے:" لاتحجن امرأة الا ومعھا ذو محرم " یعنی عورت محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے (زجاجۃ المصابیح ۲/۱۰۱ کتاب المناسک)

ایک اور حدیث میں ہے، ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللّٰہ میں فلاں جہاد میں جانے والا ہوں اور میری اہلیہ حج کرنا چاہتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا لوٹ جا عورت کے ساتھ رہ کر حج کرآ، وفی روایة للبزاز عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا تحج امرأة الا ومعھا محرم فقال رجل یا نبی اللّٰہ انی اکتتبت فی غزوة کذا وامرأتی حاجة قال ارجع فحج معھا (ایضاً ۲/۱۰۱ الکتاب المناسک)

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے خدا اور روز قیامت پر ایمان لانے والی کے لئے حلال نہیں کہ تین دن (باعتبار میل اڑتالیس میل) یا اس سے زائد مسافت کا سفر کرے الا یہ کہ اس کے ساتھ باپ شوہر بھائی وغیرہ میں سے کوئی محرم ساتھ ہو۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یحل لا مرأة تؤمن

باللہ والیوم الا خران تسافر سفرا یکون ثلاثة ایام فصاعداً الا ومعها ابوها اوابنها او زوجها او اخوها او ذو محرم منها (مسلم ۱/۴۳۴ باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ)

دیگر روایات میں حالات اور فتنہ کے اندیشہ کے پیش نظر دو دن، ایک رات و دن صرف ایک رات، اور صرف ایک دن کے سفر میں بھی محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے ملاحظہ ہو۔

وفی روایة نهی ان تسافر المرأة مسیرة یومین وفی روایة لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الا خر تسافر مسیرة یوم الا مع ذی محرم وفی روایة لا یحل لا مرأة مسلمة تسافر مسیرة لیلة الا ومعها ذو حرمة منها وفی روایة مسیرة یوم ولیلة (مسلم مع شرحه للنووی ۱/۴۳۲، ص ۴۳۳ ایضا)

حالت سفر میں عورتوں کی عصمت و ناموس کی جس قدر حفاظت شوہر اور محرم کر سکتا ہے وہ عورتیں نہیں کر سکتیں بلکہ خود عورتیں عصمت و پاکدامنی کی حفاظت کے لئے دوسرے کی محتاج ہیں، اور از روئے حدیث **وما رأیت من ناقصات عقل ودین اذهب للب الرجل الحازم من احداکن الحدیث .(بخاری ۱/۴۴ باب ترک الحائض الصوم)** عورت ناقص العقل والدین ہے، تو وہ دوسری عورتوں کی عصمت اور دین کی کیا خاک حفاظت کرے گی؟ بلکہ اندیشۂ فتنہ میں اضافہ ہوگا۔ ہدایہ میں ہے کہ حج کے لئے محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا شرط اس لئے ہے کہ محرم کے بغیر عورت کے حق میں فتنہ کا خطرہ ہے اور صرف عورتیں ہی عورتیں ہونے کی صورت میں خوف فتنہ بڑھ جائے گا۔ **ویعتبر فی المرأة ان یکون لها محرم تحج به اوزوج (الی قوله) ولا نها بدون المحرم یخاف علیها الفتنة وتزداد بانضمام غیرها الیها (هدایه ۱/۲۱۳ کتاب الحج)** سڑک پر ایک چھوٹے بچہ کے لئے گاڑی، گھوڑے وغیرہ کا جو خطرہ رہتا ہے اس کے ساتھ دو چار بچے اور ہو جانے سے اندیشہ ختم ہوگا یا بڑھے گا؟

عورت کے حق میں محرم کی شرط اور ضرورت حج سے محرومی کا باعث نہیں بلکہ اس کی عصمت و ناموس کی حفاظت اور بدگمانی بدنامی اور تہمت سے بچانے کے لئے ہے جس کے بغیر عورت کی کوئی قیمت نہیں، لہذا عورتوں کو چاہئے کہ احکام شرعیہ کی قدر کریں اور شریعت کو محسن سمجھیں، رہا حج کا معاملہ تو کوئی محرم نہ ملے تو شریعت نے حج بدل کی بھی اجازت دی ہے جس میں وہ پورے ثواب کی مستحق ہوگی اور مزید برآں شرعی حکم کی تابعداری کرنے والی اور مستحق اجر عظیم ہوگی، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متبنیٰ بیٹے کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۷۴) ایک عورت نے بچپن سے ایک لڑکے کی پرورش کی ہے اور اسے اپنا متبنیٰ بیٹا بنایا ہے، بعد میں اس لڑکے کی شادی بھی کرادی ہے لڑکا اس عورت کو ''امی'' اور وہ عورت اسے ''بیٹا'' کہہ کر پکارتی ہے، وہ عورت اس متبنیٰ بیٹے کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) متبنیٰ بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے **وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذلکم قولکم بافواهکم و اللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل ○ادعوهم لاباء هم هو اقسط عند اللہ.** (ترجمہ) اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ) کا بیٹا نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے (جو غلط ہے واقع

کے مطابق نہیں) اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے (اور جب منہ بولے بیٹے واقع میں تمہارے بیٹے نہیں تو) تم ان کو (متبنی بنانے والوں کا بیٹا مت کہو، بلکہ) ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کیا کرو، یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے (قرآن مجید، سورۂ احزاب، آیت نمبر ۴ پارہ نمبر ۲۱)

لہٰذا وہ لڑکا عورت کے حق میں محرم نہیں ہے اس کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ (اسی باب میں حوالہ گذر چکا ہے از مرتب)۔

بوڑھی عورت کا اپنے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ حج میں جانا:

(سوال ۷۵) ایک بڑی عمر کی خاتون ہے، وہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ جوان کا بہنوئی بھی ہے حج ادا کرنے جاسکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) عورت جوان ہو یا ضعیفہ اس کے لئے محرم کے بغیر حج کے لئے جانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے **لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تسافر مسیرة یوم ولیلة الا مع ذی محرم علیھا** (رواہ ابو ہریرة، مسلم شریف ص ۴۳۴ جلد نمبر ۱ باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ).

(ترجمہ):

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والی عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن رات کا بھی سفر کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **ومنھا المحرم للمرأة شابة کانت او عجوزة اذا کانت بینھا وبین مکة مسیرة ثلاثة ایام ھکذا فی المحیط ۲۱۸/۱ کتاب المناسک (واما شرائط وجوبہ)**

یعنی وجوب اداء کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورت اور مکہ معظمہ کے درمیان تین دن (تین منزل) فاصلہ ہو تو محرم کا ہمراہ ہونا ضروری ہے، عورت معمرہ (ضعیفہ) ہو یا جوان۔

اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: **اجمعوا علی ان المعجوز لا تسافر بغیر محرم** ...... فقہاء کا اجماع ہے کہ بڑھیا عورت (بھی) محرم کے بغیر سفر نہ کرے (فتاویٰ قاضی خاں ۱/۲۸۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۲/۵۵، ۵۶ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں بعنوان، بڑھیا بغیر محرم حج کر سکتی ہے یا نہیں، سے دیکھیں ص۵۶ از مرتب)

عورت کے ساتھ اگر کوئی محرم جانے والا نہ ہو اور خود اپنی رقم سے کسی کو ساتھ لے جانے پر قادر نہ ہو تو ایسی عورت پر حج کی ادائیگی کے لئے جانا فرض نہیں ہوتا۔

اگر اخیر زندگی تک محرم میسر نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں عورت حج بدل کی وصیت کرے، [1] صورت مسئولہ میں آپ کا پھوپھی زاد بھائی (جو آپ کا بہنوئی بھی) آپ کے لئے محرم نہیں ہے، لہٰذا آپ ان کے ساتھ (جب تک آپ کی بہن ساتھ ہو) حج کے لئے نہیں جاسکتی۔

---

(۱) فیجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق اولم یوجد زوج ولا محرم شامی کتاب الحج ج ۲ ص ۰۰

آپ شریعت کے حکم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے ہمراہ حج میں نہیں جائیں گی تو آپ محروم نہیں رہیں گی، حکم شرع پر عمل کرنے کا انشاء اللہ اجر وثواب ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داماد کے ساتھ سفر حج کرنا:

(سوال ۷۶) فاطمہ ایک بیوہ عورت ہے وہ اپنے داماد کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتی ہے فاطمہ کا شوہر مرحوم مقروض تھا، موصوفہ کے پاس کچھ زیورات ہیں تو کیا ان کو بیچ کر حج کے لئے جا سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) داماد یعنی فاطمہ کی سگی بیٹی کا شوہر فاطمہ کا محرم ہے، لہذا اس کے ساتھ فاطمہ حج کے لئے جا سکتی ہے، بشرط یہ کہ داماد کی عمر اور دینی حالت دیکھتے ہوئے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

معلم الحجاج میں ہے: محروم وہ مرد ہے جس سے نکاح کسی وقت بھی جائز نہ ہو خواہ نسب کے اعتبار سے یعنی رشتہ دار ہو یا رضاعت یعنی دودھ کی شرکت کے اعتبار سے، جیسے بھائی بھتیجے، تایا چچا وغیرہ یا مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کی وجہ سے جیسے داماد اور خسر مگر اس زمانہ میں سسرالی اور دودھ کے رشتہ سے احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے ان لوگوں کے ساتھ حج نہ کیا جائے (معلم الحجاج ص ۸۴، شرائط حج، شرائط وجوب ادا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احرام سے متعلق احکامات

مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھے یا نہیں :

(سوال ۷۷) حج کے بعد مدینہ شریف گئے وہاں سے وطن جانے کے لئے جدہ آئے۔ لیکن جہاز کی روانگی میں دیر ہے تو دس پندرہ روز جدہ ٹھہرنے کے بجائے مکہ معظمہ جاکر قیام کرے اور طواف کرے تو کیا احرام باندھنا پڑے گا؟ یا بغیر احرام باندھے جاسکتے ہیں؟

(الجواب) احرام باندھنا پڑے گا، عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہوسکتا ہے[1]. (قرۃ العینین)

جدہ میں رہنے والا حج یا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھے :

(سوال ۷۸) جدہ میں رہنے والوں کو حج یا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا چاہئے؟ بینوا توجروا.

(الجواب) جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ عمرہ یا حج کا احرام حرم کے باہر جہاں سے چاہیں باندھ سکتے ہیں۔ حل کی کل زمین ان کے حق میں میقات ہے۔[2] فقط و اللہ اعلم بالصواب. ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

اہل جدہ بلا احرام مکہ مکرمہ جاسکتے ہیں یا نہیں :

(سوال ۷۹) جو لوگ بغرض ملازمت جدہ میں مقیم ہیں، وہ اگر نماز جمعہ یا اپنے کسی کام کے لئے مکہ معظمہ جائیں تو احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ یہاں کے مقیم باشندے کہتے ہیں کہ جدہ حل میں داخل ہے۔ فقط والسلام۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو لوگ حل میں رہتے ہیں ان کے لئے دخول مکہ بلا احرام (جبکہ حج وعمرہ کی نیت نہ ہو) جائز ہے، جدہ جب حل میں ہے تو اہل جدہ نماز جمعہ یا تجارت وغیرہ اپنے کسی کام سے مکہ معظمہ جائیں تو احرام کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر حج وعمرہ کا ارادہ ہو تو احرام باندھنا ضروری ہے[3] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

دوبارہ حرم میں داخلہ کے وقت احرام کا حکم:

(سوال ۸۰) اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے عمرہ کی ادائیگی کے بعد حدود حرم سے باہر نکل گیا، پھر کسی کام سے وہ مکہ مکرمہ جانا چاہے تو اسے دوبارہ احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمرہ سے حلال ہوکر حدود میقات سے باہر ہوجائے تو واپسی کے وقت احرام ضروری ہے، میقات کی حد

---

(۱) ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ...... وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول. درمختار مع الشامی باب الجنایات ج. ۱ ص ۳۱۳

(۲) فھذا میقاتہ الحل الذی بین المواقیت والحرم قال فی الشامیۃ تحت قولہٗ فھذا الا شارۃ الیٰ ھل داخلھا بالمعنی الذی ذکرناہ' فالحرم حد فی حقہ کالمیقات للآفاقی فلا ید خل الحرم ان قصد النسک الا محرما. شامی قبیل فصل فی الاحرام ج. ۲ ص ۱۳

(۳) وحل لا ھل داخلھا یعنی من وحد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج(جواھر الفقہ ج ۱ ص ۴۸۷)

سے باہر نہیں گیا تو احرام کی ضرورت نہیں۔ (۱) فقط و اللہ اعلم.

بحری وہوائی راستہ سے سفر کرنے والوں کو احرام کب باندھنا چاہئے؟:

(سوال ۸۱) (۱) جو حضرات بحری جہاز سے حج بیت اللہ کے لئے جاتے ہیں ان کو کب احرام باندھنا چاہئے؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جدہ پہنچ کر احرام باندھ سکتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر ان کا قول صحیح نہیں ہے اور کسی نے کسی وجہ سے جدہ تک احرام مؤخر کردیا تو دم لازم ہوگا یا نہیں؟

(۲) اور جو حجاج کرام ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو کب احرام باندھنا چاہئے؟ کیا یہ لوگ جدہ پہنچ کر احرام باندھیں تو صحیح ہے یا نہیں؟ یا دم لازم ہوگا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) ہندوستان (یا پاکستان) والوں کا میقات یلملم ہے لہذا جو حجاج کرام مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ان کو یلملم یا اس کے محاذ سے پہلے پہلے احرام باندھ لینا چاہئے۔ (۲)

ہمارے زمانہ میں جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے بحری راستہ سے سفر کرتے ہیں وہ جدہ تک احرام مؤخر کر سکتے ہیں یا نہیں اس بارے میں ہمارے زمانہ کے اکابرین علماء کی تحقیق میں اختلاف ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ بحری جہاز سے سفر کرنے والے حجاج کرام کے لئے جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز ہے، آپ فرماتے ہیں کہ بحری جہاز یلملم سے آگے جو جدہ کی طرف تجاوز کرتا ہے وہ تجاوز آفاق میں ہوتا ہے جہت حرم میں نہیں ہوتا ہے، لہذا اگر جدہ تک احرام مؤخر کریں تو جائز ہے موجب دم نہیں، صاحب زبدۃ المناسک حضرت مولانا الحاج شیر محمد صاحب سندھیؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم العالی کی بھی یہی تحقیق ہے۔

اس کے بالمقابل حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (پاکستانی) اور مولانا مفتی ولی ٹونکی (پاکستانی) کی تحقیق یہ ہے کہ یلملم کی محاذات جدہ سے پہلے آجاتی ہے اور بحری جہاز جدہ پہنچنے سے پہلے ہی محاذات میقات سے تجاوز کر کے حدود حل میں داخل ہوجاتا ہے اس لئے ہندوستان و پاکستان کے حجاج کرام کو سمندر میں یلملم کی محاذات سے ہی احرام باندھ لینا لازمی ہے اگر اس سے تاخیر کریں گے تو محاذات میقات سے بلا احرام گذرنے کی وجہ سے دم بھی لازم ہوگا اور گناہ بھی ہوگا۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ جدہ آنے سے پہلے پہلے یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے، اسی میں احتیاط ہے، چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ایسے حالات میں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف رائے ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں یلملم ہی سے احرام باندھ لیں، یا ساحل جدہ پر اترنے سے پہلی احرام باندھ لیں کیونکہ حسب تصریح فقہاء محل اختلاف میں

---

(۱) والمتمتع اذا فرغ من عمرية ثم خرج من الحرم ...... وان رجع الى الحرم واهل منه' قبيل الا حرام فلا شئی عليه بالا تفاق كذافی غاية السروجی شرح الهداية .فتاویٰ عالمگیری الباب العاشرة فی فجاوز الميقات بغير احرام ج. ا ص ۲۵۴.

(۲) ميقات اهل اليمن والهند يلملم جبل جنوبی كلة علی مر حلتين منها الفقه الاسلامی وادلته المطلب الثانی ميقات الحج والعمرة المكانی ج. ۳۰ ص ۱۷ ومن حج فی البحر فوفتة اذا حاذی موضعا من البر لا يتجاوز الا محرما كذافی السراج الوهاج الباب الثانی فی المواقيت ج. ا ص ۲۲۱.

احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے تا کہ اپنی عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے، اس کے علاوہ احرام کو میقات سے پہلے باندھنا سب ہی کے نزدیک افضل ہے بلکہ بعض روایات حدیث میں اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر چلنے کی فضیلت آئی ہے، شرط یہ ہے کہ محظورات احرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ محظورات احرام سے بچنا اس تمام عرصہ میں اس کے لئے مشکل ہوگا، اس کے لئے آخری حد تک مؤخر کرنا بہتر ہے ایسے شخص کو آخری حد میں اتنی احتیاط کر لینا چاہئے کہ اس کا احرام علماء کے اختلاف سے نکل جائے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۸۹)

تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو جواہر الفقہ ص ۴۶۱ تا ج ۱ ص ۴۹۰ مواقیت احرام کا مسئلہ۔ (زبدۃ المناسک ج ۱ ص ۴۴۔۴۵، عمدۃ الفقہ ج ۴ ص ۹۰۔۔۹۲)

اس اختلاف رائے کی بنا پر بہتر صورت وہی ہے جو اوپر درج ہوئی کہ جدہ سے پہلے ہی یلملم کی محاذات پر احرام باندھ لیا جائے، لیکن اگر کسی نے غلطی سے یا کسی مجبوری سے جدہ تک احرام مؤخر کر دیا تو اس پر دم کا لزوم نہ ہوگا مگر احتیاطاً دم دے دے تو بہتر ہے۔ فقط۔

(۲) جو حجاج کرام ہندوستان (یا پاکستان) سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہئے، **جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں** اگر مؤخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دم بھی لازم ہوگا اس لئے کہ ہوائی جہاز حدود میقات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ جہاز کس وقت حدود میقات کے اندر داخل ہوگا اور اگر حدود میقات کا علم ہو بھی جائے تو اس سے پہلے پہلے احرام باندھ کر فارغ ہونا مشکل ہے اس لئے کہ ہوائی جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس وقت احرام باندھنے میں احرام کے سنن ومستحبات کی رعایت بھی مشکل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: آج کل ان ممالک مشرقیہ سے آنے والے حجاج کے لئے راستے دو ہیں ایک ... دوسرا بحری ہوائی جہازوں کا راستہ ... کے اوپر سے ہو کر قرن المنازل ہوتا ہے، ہوائی جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے گذرتے ہوئے اول حل میں داخل ہوجاتے ہیں اور پھر جدہ پہنچتے ہیں اس لئے ہوائی سفر میں تو قرن المنازل کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا لازم وواجب ہے، اور چونکہ ہوائی جہازوں میں اس کا پتہ چلنا تقریباً ناممکن ہے کہ کس وقت اور کب یہ جہاز قرن المنازل کے اوپر سے گذرے گا اس لئے اہل پاکستان وہندوستان کے لئے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ لیں اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمہ دم یعنی قربانی ایک بکرے کی واجب ہوجائے گی اور گناہ اس کے علاوہ ہوگا جس کی وجہ سے حج ناقص رہ جاتا ہے، مقبول نہیں ہوتا، بہت سے حجاج اس میں غفلت کرتے ہیں (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۷۴۔۴۷۵) (عمدۃ الفقہ ج ۴ ص ۹۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

احرام کی چادر لنگی کی طرح سینا:

(سوال ۸۲) احرام کی چادر لنگی کی طرح سلی ہوئی ہو تو اس کے استعمال کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کو کھلی چادر

بطور لنگی استعمال کرنے کی عادت نہیں ہوتی تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے خاص کر سونے کی حالت میں تو کیا یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو احرام کی چادر سی لینے کی گنجائش ہے، بلاضرورت سینا مکروہ ہے **غنیۃ المناسک** میں ہے **وعقد الا زار والرداء بان یربط طرف احدهما بطرفه الا خر شرح وان یخلله بخلال او یشده بحبل ونحوه(غنیة الناسک ص ۷۴، فصل فی مکروهات الا حرام و محظوراته التی لاجزاء فیها سوی الکراهة)**

معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا مکروہ ہے اگر کسی نے ستر عورت کی خاطر حفاظت کی وجہ سے سی لیا تو دم واجب نہ ہوگا(**معلم الحجاج ص ۱۲۸ مکروهات احرام) فقط و اللہ اعلم بالصواب**.

آفاقی بطریقۂ مرور جدہ پہنچ کر مکہ مکرمہ جانا چاہے تو احرام ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۸۳) محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب ادام اللہ ظلہم وفیوضہم ۔ بعد سلام مسنون! آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۳ جلد دوم میں ہے۔

(سوال) حج کے بعد مدینہ شریف گئے وہاں سے وطن جانے کے لئے جدہ آئے لیکن (پانی کے) جہاز کی روانگی میں دیر ہے تو دس پندرہ روز جدہ ٹھہرنے کے بجائے مکہ معظمہ جا کر قیام کرے اور طواف کرے تو کیا احرام باندھنا پڑے گا؟ یا بغیر احرام باندھے جاسکتے ہیں؟

(الجواب) احرام باندھنا پڑے گا، عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہوسکتا ہے (قرۃ العینین)(فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۳ ج ۲ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کا پہلا سوال ہے ۱۲ از مرتب)

مگر معلم الحجاج میں لکھا ہے۔ مسئلہ: آفاقی (یعنی میقات سے باہر رہنے والا) میقات سے آگے کسی ایسی جگہ جو حرم سے خارج ہے اور حل میں ہے کسی ضرورت سے جانا چاہتا ہے، مکہ جانے اور حج یا عمرہ کرنے کی نیت نہیں ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں اور اس کے بعد وہ اس جگہ سے مکہ بھی بلا احرام جاسکتا ہے اور اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے، اس مقام پر پہنچ کر یہ شخص بھی اس جگہ کے لوگوں کے حکم میں ہوگیا وہاں سے اگر حج یا عمرہ کا ارادہ کرے تو ان کی میقات یعنی حل سے احرام باندھنا ہوگا (معلم الحجاج ص ۱۰۸ میقات سے بلا احرام باندھے گذرنا) فتاویٰ رحیمیہ کے جواب اور معلم الحجاج کی عبارت میں بظاہر تناقض معلوم ہوتا ہے۔ کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۳ ج ۲ کا جواب قرۃ العینین (یعنی زبدۃ المناسک المعروف بہ قرۃ العینین فی زیارۃ الحرمین مؤلفہ مولانا الحاج شیر محمد شاہ صاحبؒ) کے حوالہ سے لکھا گیا ہے، مسائل حج میں یہ کتاب معتبر مانی جاتی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زبدۃ المناسک کی پوری عبارت نقل کردی جائے۔

”اب کثیرۃ الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ حج کے بعد جو حاجی لوگ مدینہ طیبہ سے وطن کو جانے کے ارادہ سے جدہ

میں آتے ہیں اس نیت سے کہ براستہ بحری جہاز یا ہوائی جہاز وغیرہ کے وطن کو جائیں گے، پس بوجہ فی الحال جہاز وغیرہ نہ ملنے کے جدہ میں بہت زیادہ قیام کرنے کے یہ خیال کرتے ہیں کہ جدہ تو ہمارا میقات نہیں ہے احرام کہاں سے باندھیں پس چونکہ یہ مدینہ طیبہ سے حج وغیرہ کی نیت کے بغیر محض اپنے وطن کو جانے کی غرض سے جدہ میں آئے ہوئے ہیں یعنی جدہ میں نہ تو مکہ مکرمہ کے حاضر ہونے کی نیت سے آئے ہیں اور نہ خود جدہ کسی خاص کام کے ارادہ سے آئے ہیں اس لئے یہ لوگ میقات یا حل والوں کے حکم میں نہیں ہیں کہ ان کا میقات حل ہو مگر چونکہ یہ لوگ آفاق سے آئے ہوئے ہیں اور جدہ میں بطریق مرور پہنچے ہیں کیونکہ وطن کو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اب یہاں سے مکہ مکرمہ یا حد حرم میں جائیں گے تو بغیر احرام نہیں جاسکتے کہ آفاقی ہیں اور ذوالحلیفہ جحفہ رابغ سے بغیر احرام گذرنے کی وجہ سے ان پر دم وغیرہ بھی کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ مکرمہ اور حرمین جانے کی نیت نہ تھی۔ الخ (زبدۃ المناسک ص ۵۴ ج ۱)

معلم الحجاج میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے اس کا محمل یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفاقی داخل میقات جس جگہ جانا چاہتا ہے وہ مقام اس وقت اس کا مقصود ہے لہذا وہ شخص جب وہاں پہنچے گا تو اہل حل کے حکم میں ہو جائے گا، اور زبدۃ المناسک میں جو مسئلہ بیان کر رہے ہیں اس کا محمل یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفاقی مکہ مکرمہ پہنچا حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوا، اب مدینہ منورہ سے اپنے وطن جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا، ہوائی جہاز سے سفر کرنا ہو یا بحری جہاز سے عام طور پر جدہ آنا پڑتا ہے، مگر اس سفر میں جدہ اس کا مقصود نہیں ہے اسے تو آگے روانہ ہونا ہے، اس لئے جدہ پہنچنے کے باوجود اسے اہل حل کے حکم میں داخل نہیں کیا اور کسی وجہ سے اسے جدہ میں ٹھیرنا ہوا، اور جدہ میں ایام گذارنے کے بجائے مکہ مکرمہ حاضری کا

ارادہ کرلیا تو چونکہ وہ حلی نہیں ہے اس لئے مکہ مکرمہ میں داخلہ کے لئے احرام ضروری قرار دیا۔ معلم الحجاج اور زبدۃ المناسک میں تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے، فتاوی رحیمیہ ص ۷۲ ج ۸ میں سوال کی نوعیت وہی ہے جو زبدۃ المناسک میں ہے لہذا فتاوی رحیمیہ اور معلم الحجاج میں بھی تعارض نہ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا کیسا ہے :

(سوال ۸۴) آج کل معلم حضرات ساتویں ذی الحجہ ہی کو بہت سے حجاج کو منی لے جاتے ہیں تو ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر جانا کیسا ہے اس میں کوئی خرابی تو نہ آوے گی اس لئے کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منی جانا ہے۔ امید ہے کہ جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(جواب) صورت مسئولہ میں ساتویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منی جاسکتے ہیں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ افضل ہے، شرح الوقایہ میں ہے ثم احرم للحج کما مرای یوم الترویة وقبله افضل ، عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية میں ہے ص ۶ قوله افضل لکونه اشق والنسب بالمسارعة الی الخیر (شرح وقایہ ص ۳۴۴ ج ۱ کتاب الحج طواف القدوم والخروج لمنی وعرفات) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

ملازمت یا تجارت کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جانے والے کے لئے احرام ضروری ہے یا نہیں :

(سوال ۸۵) اگر کوئی شخص ہندوستان سے ملازمت یا تجارت کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جارہا ہو تو اس پر احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر احرام باندھنا ضروری ہو تو کس چیز کا احرام باندھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آفاقی یعنی جو شخص میقات سے باہر رہتا ہو وہ احرام باندھے بغیر مکہ مکرمہ نہیں جاسکتا چاہے حج وعمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت وملازمت کا، ہدایہ اولین میں ہے۔ ثم الآفاقی اذا انتهیٰ الیها علی قصد دخول مکة علیه ان یحرم قصد الحج او العمرة اولم یقصد (بان قصد التجارة ۱۲) عندنا لقوله علیه الصلوٰة والسلام لا یجاوز احد المیقات الا محرما لان وجوب الاحرام لتعظیم هذه البقعة الشریفة فیستوی فیه الحاج والمعتمر وغیرهما (هدایه اولین ص ۲۱۴ فصل فی المواقیت)۔ حج کا زمانہ ہو اور حج کرنے کا موقعہ ہو تو حج کا احرام باندھے ورنہ عمرہ کا احرام باندھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کس صورت میں اضطباع مسنون ہے :

(سوال ۸۶) احرام باندھنے کے بعد عام حالات میں اضطباع کرنا چاہئے، یا صرف طواف میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عام حالات میں اضطباع (دائیں بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) نہ کیا جائے، خاص کر نماز میں اضطباع نہ کرے، جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس طواف میں اضطباع مسنون ہے، درمختار میں ہے (واخذ) الطائف (عن یمینه مما یلی الباب)...... (جاعلاً) قبل شروعه (رداءه تحت ابطه الیمنی ملقیاطرفه علی کتفه الایسر) استناناً۔

شامی میں ہے (قوله استنانا) ای فی کل طواف بعده سعی کطواف القدوم والعمرة وکطواف الزیارة ان کان اخر السعی ولم یکن لا بساً (درمختار ورد المحتار ج ۲ ص ۲۲۸، ص ۲۲۹ قبیل مطلب فی طواف القدوم)

معلم الحجاج میں ہے: بعضے آدمی احرام کے زمانہ میں نماز میں بھی اضطباع کرتے ہیں نماز میں اضطباع مکروہ ہے، اضطباع صرف طواف میں مسنون ہے، وہ بھی ہر طواف میں نہیں بلکہ جس طواف کے بعد سعی ہو، البتہ طواف زیارت کے بعد اگر سعی کرنی ہو اور احرام کے کپڑے اتار دیئے ہو تو اس میں اضطباع نہ ہوگا (معلم الحجاج ص ۳۷۳، ص ۳۷۴ احرام کی غلطیاں)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متمتع اور مکی حج کا احرام کہاں سے باندھے :

(سوال ۸۷) ایک شخص حج تمتع کے ارادہ سے روانہ ہوا، عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا وہاں عمرہ کرکے حلال ہو کر مکہ مکرمہ میں ٹھیرا رہا، حج کے دنوں میں حج کا احرام کہاں سے باندھے؟ اپنے کمرہ میں احرام باندھے تو کیسا ہے؟ بینوا، توجروا۔

(الجواب) متمتع عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور عمرہ کر کے حلال ہو کر مکہ مکرمہ میں ٹھیرا ہوا ہے تو وہ شخص حج کا احرام حدود حرم کے اندر جہاں سے چاہے باندھ سکتا ہے، اپنے کمرہ میں بھی باندھ سکتا ہے، البتہ مسجد حرام میں جا کر احرام باندھنا افضل ہے۔

ہدایہ اولین میں ہے: فاذا كان يوم التروية احرم بالحج من المسجد والشرط ان يحرم من الحرم اما المسجد فليس بلازم (بل هو افضل ۱۲ ف) وهذا لانه فى معنى المكى وميقات المكى فى الحج الحرم على ما بينا (هدايه اولين ص ۲۴۱ باب التمتع).

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: تمتع آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے اور اس سے پہلے باندھنا افضل ہے اور حرم میں جس جگہ سے چاہے احرام باندھ سکتا ہے، لیکن مسجد حرام اور مسجد حرام سے بھی حطیم میں باندھنا افضل ہے ۔ (معلم الحجاج ص ۲۳۸ مسائل تمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بوقت احرام بیوی ساتھ ہو تو صحبت کرنا اور پھر غسل کرنا مسنون ہے:

(سوال ۸۸) گذشتہ سال میں حج کو گیا تھا اس وقت جہاز میں مولانا نے مجھے بتایا کہ یلملم پہاڑ آنے کے وقت ایک سیٹی بجائی جائے گی کہ احرام باندھ لو، تب اگر اپنے ساتھ اپنی بیوی ہو اور سونے بیٹھنے کا علیحدہ انتظام ہو تو پہلے اپنی بیوی سے صحبت کرے، اس کے بعد غسل کرے، پھر احرام باندھے سوال یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! ہاں اگر احرام کے وقت بیوی ساتھ ہو اور کوئی عذر اور کوئی مانع نہ ہو تو صحبت کرنا مسنون اور مستحب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ: ومن المستحب عند ارادة الاحرام جماع زوجته او جاريته ان كانت معه ولا مانع عن الجماع فانه من السنة، هكذا فى البحر الرائق (ج ۱ ص ۲۲۰ كتاب الحج باب الاحرام تحت قوله واذا اردت ان تحرم الخ) فقط والله اعلم بالصواب .

کیفیۃ اداء الحج

عرفات سے مزدلفہ روانگی:

(سوال ۸۹) عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے مزدلفہ جانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) عرفات سے غروب آفتاب کے بعد روانہ ہوں اس سے قبل نکل جائے تو واپس لوٹے اور مغرب ہو جانے کے بعد عرفات سے نکلے، ورنہ گنہگار ہوگا اور دم لازم آئے گا۔

فتاویٰ اسعدیہ میں ہے کہ۔

(سوال) فیمن خرج من عرفة قبل غروب الشمس ولم یعد ماذا یجب علیه افتونا!

(الجواب) یجب علیه دم والحالة هذه. و اللّٰه تعالیٰ اعلم (فتاویٰ اسعدیه ج ۱ ص ۲۱)

حائضہ عورت طواف زیارت کرے یا نہیں:

(سوال ۹۰) حائضہ عورت بدوں طواف زیارت کئے ہوئے چلی جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بدوں طواف زیارت کئے ہوئے حج ادا نہیں ہوتا۔ زندگی میں کبھی بھی یہ طواف کرنا ہوگا۔ جب طواف کرے گی اس وقت حج ادا ہو جائے گا۔ جب تک طواف زیارت نہ کرے گی حج ادا نہ ہوگا اور مرد پر عورت حرام رہے گی (یعنی صحبت نہیں کر سکے گا) وہ پاک ہونے تک صبر کرے، پاک ہونے کے بعد طواف کر کے آئے۔ لاعلمی اور مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر (بحالت حیض) طواف زیارت کرے گی تو حج ادا ہو جائے گا لیکن توبہ واستغفار لازم ہوگا اور اونٹ۔ یا گائے ذبح کرنی پڑے گی۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ہے۔

(سوال) فی المرأة اذا حاضت وهی محرمة ما حکمها افتونا.

(الجواب) تعمل جمیع ما یعمل الحاج من الوقوف بعرفة والغسل والوقوف بمزدلفة ولارمی والتقصیر غیر انها لا تطوف طواف القدوم ولا طواف الا فاضة حتی تطهر و یسقط عنها طواف الوداع ان لم تطهر قبل ذالک واما طواف الا فاضة فلم یسقط بحال وان لم تطهر یقال لها تربصی حتی تطهری وتطوفی ولا تطوفی وعلیک بدنة. و اللّٰه تعالیٰ اعلم (ج ۱ ص ۲۱)

رمی جمار کب افضل ہے:

(سوال ۹۱) رمی جمار کس وقت افضل ہے۔ بارھویں ذی الحجہ کو منی سے مکہ جانا ہو تو بغرض آسانی عورتیں زوال سے پہلے رمی کر سکتی ہیں یا نہیں؟

(الجواب) رمی کا وقت دسویں کی صبح صادق سے شروع ہو کر گیارھویں کی صبح تک ہے [۱] مگر مسنون وقت طلوع

(۱) فی اوقات الرمی وله اوقات ثلاثة یوم النحر وثلاثة من ایام التشریق اولها یوم النحرو وقت الرمی فیه ثلاثة انواع مکروه مسنون مباح فما بعد طلوع الفجر الی وقت الطلوع مکروه وما بعد طلوع الشمس الی زوالها وقت مسنون وما بعد زوال الشمس الی غروب الشمس وقت مباح واللیل وقت مکروه فتاویٰ عالمگیری الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج.

آفتاب سے زوال تک ہے۔ (عورتوں کے لئے رمی قبل از طلوع وزوال بلا کراہت جائز ہے) زوال سے غروب تک کا وقت مباح ہے اور غروب سے صبح صادق تک وقت مکروہ ہےگیارھویں، بارھویں کی رمی کا وقت زوال کے بعد سے ہے۔ لہذا قبل از زوال رمی معتبر نہیں زوال کے بعد دوبارہ کرنی ہوگی نہ کرنے پر دم لازم ہوگا عورت بھی زوال کے بعد کرے از دہام کی بنا پر زوال کے بعد رمی جمار نہ کر سکے تو مغرب کے بعد رمی کرے۔ عورتوں کے لئے رات کا وقت افضل ہے۔ ایک دن زیادہ قیام کر کے تیرھویں کی زوال کے بعد رمی سے فارغ ہو کر مکہ جائے تیرھویں کی صبح کو بھی رمی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ گیارھویں بارھویں تیرھویں کی رمی کا وقت زوال کے بعد سے ہے لہذا زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے (ان وقت الرمی فی هذا الیوم بعد الزوال عرف یفعل رسول اللهصلی اللهعلیه وسلم فلا یجوز قبله. (مبسوط ج ۴ ص ۶۸ باب رجمی الجمار زبدة المناسک مع عمدة المناسک ج ۱ ص ۱۹۰)

(سوال) چھ آدمی حج کو گئے۔ عمرہ سے فارغ ہوئے۔ گرانی کی وجہ سے قربانی نہ کر سکے اپنے وطن خطوط لکھے کہ ہماری طرف سے چھ حصے اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کرو کیا یہ صحیح ہے؟ کیا سب علیحدہ علیحدہ قربانی کریں یا ایک سب کے لئے کافی ہے یا مکہ میں قربانی ضروری ہے۔

(الجواب) ہر ایک حاجی پر قربانی واجب نہیں قارن و متمتع پر دم شکر واجب ہے مفرد پر واجب نہیں مستحب ہے اور قربانی حرم کی حد میں ہوسکتی ہے حرم کے باہر جائز نہیں جس حاجی کے پاس قربانی کی رقم نہ ہو یا سامان نہ ہو جس کو بیچ کر قربانی کا جانور خریدے ایسے عاجز آدمی قرآن یا تمتع کرے تو اس پر بجائے قربانی کے دس روزے رکھنے واجب ہیں۔ تین روزے حج کے مہینوں میں یکم شوال سے دسویں ذی الحجہ تک رکھنا ضروری ہے۔ بہتر ہے کہ ساتویں۔ آٹھویں۔ نویں کو روزہ رکھے اور بقیہ سات روزے تیرھویں ذی الحجہ کے بعد گھر آ کر رکھے اس کی بھی گنجائش ہے، دسویں ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہ رکھے تو قربانی کرنی پڑے گی۔ قارن و متمتع پر دم شکر واجب ہے اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ یا ایک بکری کافی ہے۔[1]

حج کا آسان طریقہ:

(سوال ۹۲) بفضلہ تعالیٰ میں اس سال حج کو جارہا ہوں۔ حج کا آسان طریقہ لکھ کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا اجراً عظیماً۔

(الجواب) ھوالموفق الصواب۔ حج کے تین طریقے ہیں (۱) افراد (۲) تمتع (۳) قران (۱) افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھ کر حج کرنا (۲) قران یعنی میقات سے عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھے اور ایک ہی سفر میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اور اسی احرام سے حج کرے (۳) تمتع یعنی میقات سے اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے پھر احرام کھول دے پھر موسم حج میں حج کا احرام باندھ کر حج کرے اکثر لوگ اس تیسری قسم کا حج

(۱) وذبح للقران وهو دم شکر فیأ کل منه بعد رمی یوم النحر لو جوب الترتیب وان عجز صام ثلاثة ایام ولو متفرقة اخر ها یوم عرفة...... وسبعة بعد تمام ایام حجة فرضا او واجبا وهو بمضی ایام التشریق این شاء درمختار مع الشامی باب القرآن ج ۲ ص ۲۶۴.

کرتے ہیں اور اس میں آسانی بھی ہے۔ لہذا اسی کا آسان طریقہ تحریر کیا جاتا ہے۔

تمتع کا طریقہ:

میقات قریب آئے تو غسل کرے۔ غسل کا انتظام نہ ہو تو وضو کرے اور تہبند باندھ کر ایک چادر سر پر اوڑھے خوشبو لگائے مگر کپڑے پر داغ نہ لگے اور دو رکعت نفل پڑھے، سلام کے بعد سر سے چادر ہٹا کر دل میں احرام کی نیت کرے اور زبان سے بھی کہے:۔ اللھم انی ارید العمرۃ فیسر ھا لی وتقبلھا منی (اے اللہ میں عمرہ کا احرام باندھتا ہوں پس تو اسے میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے اس کو قبول فرما۔ (پھر فوراً زور سے تین بار تلبیہ پڑھے:۔ لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک (میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بے شک سب تعریفیں تیرے لئے ہیں اور سب نعمتیں تیری دی ہوئی ہیں اور بادشاہت تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے)

اب تم محرم بن گئے تلبیہ کے بعد بالخصوص یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک رضاک والجنۃ واعوذبک من غضبک والنار.

اب طواف شروع کرنے تک تلبیہ کی کثرت رکھے ہر نماز کے بعد اور اٹھتے بیٹھتے وقت کسی سے ملاقات کے وقت تلبیہ پڑھے بلندی پر چڑھے تب لبیک پکارے اور نیچے اترے تب تلبیہ پڑھے۔ محظورات احرام سے بچے۔ سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سر اور منہ نہ ڈھانپے، موزہ نہ پہنے اور ایسے جوتے نہ پہنے جس سے انگوٹھا اور ٹخنہ کے درمیان کی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے خوشبو نہ سونگھے نہ لگائے۔ جسم کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ مرد وعورت کے مصافحہ سے بچے۔

نوٹ:

عورت کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اور پاؤں ڈھانپنے کی اجازت ہے۔ چہرہ نہ ڈھانپے اس طرح کپڑا منہ پر ڈالے کہ چہرہ کو نہ لگے پردہ کی ضرورت ہو تو پنکھا ہاتھ میں رکھے۔ جب غیر محرم کا سامنا ہو جائے تو پنکھے کو اپنے چہرے کے سامنے کردے۔

مکہ معظّمہ میں داخلہ:

مکہ معظّمہ کی حد اور آبادی میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:۔ اے پروردگار میں تیرا گنہگار بندہ ہوں میں تیرے فرض کی ادائیگی اور تیری رحمت کا طالب بن کر آیا ہوں تو میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے اور میرا حج اپنی رضاء کے مطابق کرادے۔ آمین وصلی اللہ وسلم۔

کعبہ شریف:

جب اس پر نظر پڑے تو یہ دعا تین بار پڑھے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر

وللہ الحمد. پھر تلبیہ پڑھے پھر درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے: اللھم زد بیتک ھذا تشریفاً وتعظیماً وتکریماً وبراً ومھابۃ اللھم انی اسئلک الجنۃ بلاحساب.

باب سلام سے حرم شریف میں داخلہ کے وقت یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ رب اغفرلی ذنوبی. وافتح لی ابواب رحمتک پہلے داہنا پاؤں پھر بایاں پاؤں داخل کرے۔

جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو دل وزبان سے کہے۔ اللھم زد بیتک ھذا تشریفاً وتعظیماً وتکریماً ومھابۃ وزد من شرفہ وکرمہ وممن حجہ واعتمرہ تشریفاً وتکریماً وبراً اللھم انت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام.

اگر فرض نماز کا وقت ہو اور جماعت کی تیاری ہو تو پہلے نماز پڑھے پھر طواف کرے ورنہ جاتے ہی طواف کی تیاری کرے۔ اولاً اضطباع کرے یعنی اوڑھی ہوئی چادر کے سیدھے کنارہ کو داہنے ہاتھ کی بغل کے نیچے لے کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالے کہ داہنا کندھا کھلا رہے پھر طواف شروع کرے۔ حجر اسود کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ حجر اسود اپنی سیدھی جہت پر رہے اور دل میں طواف کعبہ کی نیت کرے اور زبان سے بھی کہے اللھم انی ارید طواف بیتک فیسرہ لی وتقبلہ منی.

حجر اسود کے سامنے جا کر کہے بسم اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے جس طرح افتتاح صلوٰۃ کے وقت اٹھاتے ہیں۔ پھر ہاتھ چھوڑ کر حجر اسود کے قریب آ کر اس کو اس طرح ادب سے بوسہ دے کہ منہ سے آواز نہ نکلے اگر ازدحام ہو تو دونوں ہاتھ یا داہنا ہاتھ رکھ کر اس کو چومے یا ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو چومے پھر نیچی نظر سے اپنی داہنی طرف چل کر سات شوط (چکر) لگائے۔ ہو سکے تو ہر شوط (چکر) پر حجر اسود کو بوسہ دے۔ مرد پہلے تین شوط میں رمل کرے۔ یعنی کندھے ہلائے۔ سینہ تان کر چھوٹے چھوٹے قدم سے جلدی جلدی چلے جس طرح ایک بہادر مجاہد فوج کے مقابلہ کے لئے نکلتا ہے۔ حالت طواف میں دعا یاد ہو تو پڑھے ورنہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ پڑھتا رہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کے راستہ میں یہ دعا پڑھے۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار. حجر اسود کے پاس پہنچ کر ہو سکے تو بوسہ دے یہ ایک شوط ہوا۔ اسی طرح دوسرے چھ شوط (چکر) لگائے تو ایک طواف پورا ہوگا۔ پھر حجر اسود کے پاس جا کر بوسہ دے ورنہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ سے اشارہ کر کے اس کو چومے احرام کی چادر سے کندھے کو چھپائے۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے قریب میں جہاں جگہ ملے مکروہ وقت نہ ہو تو طواف کے بعد کی دو رکعت پڑھے اور وقت مکروہ ہو تو دعا پر اکتفا کر کے (اور نماز وقت مکروہ گزرنے کے بعد ادا کرے) پھر زمزم کے کنوئیں پر جا کر سیرابی سے پانی تین سانس میں پیئے، ہر سانس پر یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اسئلک علماً نافعاً ورزقاً واسعاً شفاء من کل داء.

پھر حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے بیچ کے حصہ "ملتزم کو چمٹ جائے اپنا پیٹ سینہ اور داہنے رخسار کو چمٹا کر خدا کے حضور میں رو رو کر خوب متوجہ ہو کر دعا مانگے پھر حجر اسود کو چوم کر باب الصفا کی جانب سے نکل کر سعی کرے صفا پہاڑ سے شروع کرے اور مروہ کی طرف جائے بیچ میں دوڑنے کی جگہ پر دوڑے (عورت نہ دوڑے) پھر مروہ سے صفا،

کی طرف جائے اور دوڑنے کی جگہ دوڑے یہ دو چکر ہوئے، ایسے سات چکر ختم کرکے دعا مانگے اور بال کٹائے احرام کھول ڈالے سعی کے وقت کہاں کہاں کونسی دعا مانگنی ہے وہ کتاب میں دیکھ کر یاد کرنی چاہئے۔

حج کرنے کا طریقہ:

جس طرح عمرہ کا احرام باندھا تھا اسی طرح آٹھویں ذی الحجہ کو صبح میں اشراق کے بعد حج کا احرام باندھے۔ (بجائے عمرہ کے حج کی نیت کرے) پھر منیٰ پہنچنے کی کوشش کرے۔ آٹھویں کی ظہر سے نویں کی فجر تک پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھے۔ نماز کے وقت کے علاوہ میں ذکر تلاوت میں مشغول رہے نویں کی طلوع آفتاب کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہوجائے اور لبیک جاری رکھے۔ عرفات پہنچنے پر ارادہ ہوتو تھوڑا آرام کرکے زوال ہوتے ہی غسل کرے غسل کا وقت نہ ہوتو وضو بھی کافی ہے پھر مسجد عرفات (مسجد نمرہ) میں امام کے پیچھے ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کرے پہلے اذان ہوگی پھر خطبہ پڑھا جائے گا پھر اقامت کہہ کر ظہر باجماعت ادا کی جائے گی پھر سنت ونوافل پڑھے بغیر اسی وقت دوسری اقامت کہہ کر نماز عصر باجماعت پڑھی جائے گی۔

تنبیہات:

(۱) یہ حکم ان حجاج کے لئے ہے جو امام کے ساتھ ظہر وعصر ادا کریں اور جن کو امام کے ساتھ پڑھنے کا موقع نہ ملے وہ تنہا پڑھے یا جماعت کر کے تو ظہر کو اس کے وقت میں اور عصر کو اس کے وقت میں ادا کرے عصر کو ظہر کے وقت میں نہ پڑھے اس کا خیال رہے۔

(۲) امام مسافر ہوگا تو قصر کرے گا۔ پس جو مقتدی مقیم ہوں گے وہ امام کے سلام کے بعد دوسری دو رکعت پڑھیں۔

(۳) امام مسافر نہ ہو بلکہ مقیم ہو اور نماز قصر کرے جیسے حنبلی امام کرتا ہے تو حنفی مسافر ہو یا مقیم اس امام کی اقتدا نہیں کرسکتا اس لئے نماز سے قبل واقف معلم یا تجربہ کار عالم سے اس کی تحقیق کی جائے ایسے حالات میں بہتر یہی ہے کہ اپنی جگہ پر رفیقوں کے ساتھ ظہر کو اپنے وقت پر اور عصر کو اس کے وقت پر باجماعت پڑھے۔ نماز کے وقت کے علاوہ میں دعا، استغفار، آہ وبکا، گریہ وزاری میں مشغول رہے ہو سکے تو لبیک پکارتے ہوئے جبل رحمت کے قریب وقوف کے لئے جائے اور قبلہ رخ کھڑے ہوکر دعا کرے اور سو بار **لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی قدیر**. سو ۱۰۰ بار "**قل ھو اللہ احد**" سو ۱۰۰ مرتبہ درود ابراہیم پڑھے اس کے بعد اپنے لئے اپنے والدین کے لئے، اولاد، بہن بھائی، خویش واقارب، دوست واحباب اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتا رہے یہ دن نہایت ہی مبارک اور مقدس ہے ایک منٹ بھی لایعنی باتوں میں صرف نہ ہونا چاہئے۔ غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب پڑھے بغیر مزدلفہ کے لئے روانہ ہوجائے۔ عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے نکلے گا تو گنہگار ہوگا اور دم دینا ہوگا۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب وعشاء کو عشاء کے وقت میں ایک اذان واقامت کے ساتھ جمعاً پڑھے، اذان و اقامت کہہ کر مغرب پڑھے پھر سنت پڑھے بغیر اور بلا اذان واقامت کے عشاء پڑھے۔ عشاء کے بعد مغرب وعشاء کی

سنتیں اور وتر پڑھے ۔ یہ رات حجاج کے لئے شب قدر سے افضل ہے ۔ ذکر اللہ، تلاوت، درود دعا و استغفار میں مشغول رہے اگر آرام کرنا ہو تو آرام کرنے کے بعد تہجد پڑھ کر دعا و استغفار اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے اگر آرام کرنا ہو تو آرام کرنے کے بعد تہجد پڑھ کر دعا و استغفار اور تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو جائے ۔ فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھے ۔ اس کے بعد جبل قزح یا اس کے قریب آ کر وقوف کرے اور تلبیہ، تکبیر، تہلیل، دعاء و استغفار اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے وہاں نہ پہنچ سکے تو اپنی جگہ پر پڑھے ۔ جب طلوع آفتاب کا وقت ہو منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے "رمی" کے لئے کنکریاں مزدلفہ سے لے لے ۔ منیٰ پہنچ کر "جمرۂ عقبہ" پر سات کنکری مارے ۔ پہلی کنکری مارتے وقت تلبیہ بند کر دے ۔ ہر کنکری مارتے وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ اکبر رغما للشیطان و رضاً للرحمن اللھم اجعلھا حجاً مبرو داً و ذنبا مغفوراً و سعیاً مشکوراً.

دسویں ذی الحجہ کو رمی کا وقت صبح صادق سے گیارھویں کی صبح صادق تک ہے لیکن وقت مسنون طلوع کے بعد سے زوال تک ہے (عورت بوڑھی کمزور کے لئے طلوع سے قبل رمی مکروہ نہیں ہے) زوال سے غروب تک مباح اور غروب سے صبح صادق تک مکروہ ہے لیکن عورت بوڑھیا ضعیفہ کے لئے مکروہ نہیں اگر گیارھویں کی صبح تک رمی نہ کی تو قضا کے ساتھ دم بھی لازم ہے ۔ رمی کے بعد ذبح کرے ۔ پھر حلق کرائے ۔ (یعنی سر کے بال منڈوائے) یا کٹائے ۔ اب احرام ختم ہو گیا (مگر طواف زیارت سے پہلے عورت حلال نہیں) اس کے بعد مکہ معظمہ (زاد اللہ شرفاً و کرامۃ) پہونچ کر طواف زیارت کرے یہ بہتر ہے ۔ اگرچہ اس کا وقت بارھویں کے غروب تک ہے اس کے بعد مکروہ تحریمی ہے ۔ طواف سے فارغ ہو کر شب منیٰ میں گزارے ۔ گیارھویں بارھویں کے زوال کے بعد تینوں جمرہ کی رمی واجب ہے ۔ پہلے جمرۂ اولیٰ کی پھر جمرۂ وسطیٰ کی اس کے بعد جمرۂ عقبہ کی ۔

تنبیہ:

گیارھویں اور دسویں کو رمی کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے ۔ زوال سے پہلے ناجائز ہے کرے تو معتبر نہیں ۔ عورت، بوڑھے، مریض وغیرہ کے لئے مغرب کے بعد کا وقت مکروہ نہیں ۔ بارھویں کو مکہ معظمہ میں جانا ہو تو زوال کے بعد رمی سے فارغ ہو کر مغرب سے پہلے منیٰ سے روانہ ہو جائے ۔

اچھا یہ ہے کہ تیرھویں کو بعد الزوال رمی سے فارغ ہو کر جائے ۔ مکہ معظمہ میں تیرھویں کے بعد اپنے اور اپنے والدین وغیرہ کے لئے عمرہ کرتا رہے ۔ عمرہ کا بڑا ثواب ہے ۔ روانگی کے وقت طواف وداع کرے دوگانہ گزارے ۔ آب زمزم خوب سیرابی سے پئے ملتزم کو لپٹ کر خدا کو تضرعاً آہ و بکا، گریہ وزاری کے ساتھ پکارے اور خوب دعائیں مانگے، فراق کا غم وافسوس کرتے ہوئے وداع ہو ۔ دروازہ کے پاس پہنچ کر آخری دعا کر کے دربار رسالت مآب ﷺ کی حاضری کے لئے روانہ ہو جائے قیام مدینہ و حاضری کے وقت ادب ملحوظ رہے صلوٰۃ و سلام میں مشغول رہے ۔ خدائے پاک تمام مسلمانوں کو یہ سعادت نصیب فرمائے آمین یارب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وبارک وسلم تسلیما کثیراً.

رہے　میرا　مسکن　ہو　احوالِ　کعبہ
بنے　میرا　مدفن　دیار　مدینہ

رمی سیدھے ہاتھ سے کرنا مسنون ہے:

(سوال ۹۳) ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے سیدھے ہاتھ سے کام نہیں ہوتا وہ حج کے لئے جارہا ہے منیٰ میں شیطان کو کنکری مارنا ہے تو بائیں ہاتھ سے رمی کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سیدھے ہاتھ سے کنکری مارنا مسنون ہے، ثواب زیادہ ملتا ہے، لہٰذا حتی الامکان سیدھے ہی ہاتھ سے رمی کرے مراقی الفلاح میں ہے والمسنون الرمی بالید الیمنی ویضع الحصاۃ علی ظہر ابہامۃ ویستعین بالمسبحۃ الخ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ طحطاوی ص ۴۲۷ فصل فی کیفیۃ ترتیب افعال الحج) اگر سیدھے ہاتھ سے رمی کر ہی نہ سکے تو بائیں ہاتھ سے رمی کرنے (کنکری مارنے) میں کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ازدحام کی وجہ سے عورت کی طرف سے دوسرے شخص کا رمی جمار کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۹۴) بعد سلام مسنون! حج کے واجبات میں سے ایک واجب رمیٔ جمار یعنی شیطان کو کنکری مارنا بھی ہے اس سلسلہ میں ایک ضروری بات دریافت کرنا۔

حج کے ایام میں مزدلفہ سے منیٰ آکر قربانی سے پہلے بڑے شیطان کو اور بقیہ دودنوں میں زوال کے بعد تینوں جمروں (یعنی تینوں شیطانوں) کو کنکریاں مارنا ہر مرد وعورت پر واجب ہے اب سوال یہ ہے کہ ازدحام کی وجہ سے اگر عورت کی طرف سے اس کا شوہر یا اور کوئی محرم کنکری مارسکتا ہے یا نہیں؟

اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ رمی جمار کے وقت اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ اگر عورت کا ہاتھ بھی تھامے رکھیں تاہم ہجوم اور دھکوں کی وجہ سے الگ ہوجاتے ہیں اور پھر عورت کو بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایک عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ شوہر کے ساتھ تھی دھکوں کی وجہ سے اس کے سینے پر چوٹ لگی وہ بہت گھبرا گئی شوہر نے نکالنے کی کوشش کی مگر ہجوم کی وجہ سے وہ نہ نکال سکا دوسرے دو آدمیوں نے مدد کی جب وہ نکل سکی ان حالات میں عورت کی طرف سے کوئی دوسرا رمی جمار کرلے تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ کا بیان صحیح ہے۔ لیکن رمی جمار بوجہ مرض وضعف شدید کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور پیدل یا سواری پر بھی وہاں تک پہنچنا دشوار ہو تو دوسرا آدمی اس کی طرف سے رمی کرسکتا ہے (معلم الحجاج ص ۲۰۱) لیکن ازدحام کی وجہ سے دوسرا شخص رمی نہیں کرسکتا خود کنکری مارے نہ مارسکے تو دم واجب ہوتا ہے رات کے وقت ازدحام نہیں ہوتا رات کو موقع پاکر رمی کرے مگر یہ وقت مکروہ ہے لیکن معذورین اور عورتوں کے لئے ازدحام کی وجہ سے رات کو بلا کراہت درست ہے[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب . ۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ.

---

(۱) وقتہ من الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر قال الشامیۃ تحت قولہ ویکرہ للفجر ای من الغروب الی الفجر و کذا یکرہ قبل طلوع الشمس بحرو ہذا عند عدم العذر فلا اساءۃ برمی الضعفۃ قبل الشمس ولا یرمی الرعاۃ لیلا کما فی الفتح . درمختار مع الشامی مطلب فی رمی جمرۃ العقبہ ج ۲ ص ۲۴۸.

سر پر سے دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوائے تو حلال ہوگا یا نہیں :

(سوال ۹۵) ایک شخص عمرہ کر کے سر پر سے دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوا کر حلال ہو کر اپنے گھر آ گیا تو حنفیہ کے نزدیک وہ حلال ہوا یا نہیں ؟ اگر وہ اپنے گھر آ کر پورے سر کے بال منڈ وادے یا کتر وادے تو کیا حکم ہے؟ دم لازم ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سر پر بال ہونے کی صورت میں عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے احناف کے نزدیک حلق یا قصر ضروری ہے اور حلق وقصر کرانے میں کم از کم مقدار چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانا ہے اس سے کم منڈوانے یا کتروانے سے احرام سے باہر نہیں ہوتا اور چوتھائی سر کے بال کٹوانا ہو تو کم از کم ایک سر انگشت (یعنی پور) کے برابر کٹانا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ج ۴ ص ۲۴۸) (معلم الحجاج ص ۱۹۰) اور اگر اتنے بال نہ ہوں تو صرف استرہ یا اس کے قائم مقام مشین پھیرنا کافی ہوگا جتنے بھی بال کٹ جائیں۔

صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے دو چار جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال کٹوائے اور وہ چوتھائی سر کی مقدار کو نہیں پہنچتے ہیں تو وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا جب تک کم از کم چوتھائی سر کے برابر مقدار وانملہ (پور) بال نہ کٹائے گا حلال نہ ہوگا اور اس درمیان جتنے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرے گا اس کے اعتبار سے دم، صدقہ یا جزاء لازم ہوگی، تفصیل کے لئے معلم الحجاج میں ''جنایات یعنی ممنوعات احرام وحرم اور ان کی جزاء ملاحظہ ہو۔

عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حدود حرم سے باہر حلق یا قصر کرایا ہو تو احرام سے حلال تو ہو جائے گا مگر ایک دم لازم ہوگا اور وہ دم حدود حرم میں ذبح کرانا ضروری ہے اپنے مقام پر ذبح کرنا کافی نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سر پر بال نہ ہوں تو کیا کرے :

(سوال ۹۶) ایک شخص حج کے لئے گیا اس کے بعد اس نے کئی عمرے کئے احرام سے حلال ہونے کے لئے حلق یا قصر ضروری ہے چونکہ ہر روز یا دوسرے روز عمرہ کرتا تھا اس لئے بہت معمولی بال کٹتے تھے، قریب ایک سوت یا اس سے بھی کم بال کٹتے نظر آتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ یہ حلق صحیح ہوا یا نہیں ؟ اگر صحیح ہو گیا تو خیر ورنہ اب وہ اس کی تلافی کیسے کرے؟ یہ شبہ اس لئے پیدا ہوا کہ حج کی کتاب زبدۃ المناسک میں دیکھا کہ قصر میں ایک انملہ (یعنی پور) سے کم جائز نہیں تو اب کیا کیا جائے؟ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں، بینوا توجروا (از پالنپور)

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب پہلے حلق کرانے کی وجہ سے سر پر بال نہیں تو صرف استرہ یا اس کے قائم مقام مشین پھیر دینا کافی ہے، اور یہ پھیرنا واجب ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے واذا جاء وقت الحلق ولم یکن علی رأسہ شعر بان حلق قبل ذلک او بسبب آخر ذکر فی الاصل انہ یجری الموسیٰ علی رأسہ لانہ لو کان علی رأسہ شعر کان الماخوذ علیہ اجراء الموسی وازالۃ الشعر فما عجز عنہ سقط ومالم یعجز عنہ یلزمہ ثم اختلف المشائخ فی اجراء الموسیٰ انہ واجب اومستحب والاصح انہ واجب

ھکذا فی المحیط. یعنی۔ حلق کا وقت آیا اور اس کے سر پر بال نہیں ہیں اس سبب سے کہ اس سے قبل اس شخص نے حلق کرایا ہے یا کسی اور سبب سے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے سر پر استرہ پھیر لے اس لئے کہ اگر اس کے سر پر بال ہوتے تو حکم یہ ہوتا کہ وہ سر پر استرہ پھیرے اور بال زائل کرے، اس وقت جس چیز سے عاجز ہے وہ ساقط ہو جائے گی (یعنی بال زائل کرنا) اور جس چیز سے عاجز نہیں ہے وہ اس کو لازم ہے (اور وہ استرہ پھیرنا ہے) پھر اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ استرہ پھیرنا واجب ہے یا مستحب؟ اصح قول یہ ہے کہ واجب ہے، ہکذا فی المحیط۔ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۹ کتاب المناسک الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج) زبدۃ المناسک میں جو مقدار انملہ لکھا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ سر پر بال ہوں۔ فقط و اللہ اعلم بالصواب.

طواف زیارت کے موقع پر عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے؟:

(سوال ۷۹) آج کل حج کے سفر میں آمد و رفت کی تاریخ پہلے ہی سے متعین ہوتی ہے تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے اور کافی پریشانی ہوتی ہے کبھی دو تین ماہ وہاں قیام کرنا پڑتا ہے اس کے بعد جہاز میں جگہ ملتی ہے، ایسی مجبوری کی حالت میں عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب) حیض کی حالت میں حج کا رکن اعظم طواف زیارت کرنا بہت سنگین گناہ ہے، حدث اکبر کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہونا پڑے گا اور کافی وقت وہاں گذارنا ہوگا، جب کہ اس حالت میں مسجد حرام میں داخل ہونا ہی حرام ہے، تو اس حالت میں مسجد حرام میں داخل ہونا اور طواف زیارت جیسے اہم رکن کو ادا کرنا کیسے گوارہ کیا جا سکتا ہے؟ لہذا پاک ہونے کے بعد ہی طواف زیارت کرنے کی کوشش کرے، آج کل جہازوں کی کثرت ہے کوشش کرنے پر کامیابی ہو سکتی ہے، معلم اور ذمہ دار لوگوں سے مل کر بھی اس کا حل نکل سکتا ہے، ناممکن نہیں ہے، سعی کرنے پر اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت نکال دے گا ہمت کی ضرورت ہے، وہاں ٹھہرنے میں اخراجات میں تنگی کا اندیشہ ہے تو کسی سے قرض لے کر یا چندہ کر کے حتی کہ رقم ختم ہو جانے کی صورت میں زکوٰۃ کی رقم لے کر بھی انتظام کرنا جائز ہوگا، یہ سب امور حیض کی حالت میں طواف زیارت کرنے سے اہون ہیں سہولت پسندی اور سستی سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔

اگر عورت کے لئے مانع حیض دوا کا استعمال مضر نہ ہو عورت اسے برداشت کر سکتی ہو اور اس کا تجربہ بھی ہو تو دوا مانع حیض استعمال کرنے کی صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ زبدۃ المناسک میں ہے: تنبیہ متعلق کثرت الوقوع۔

مسئلہ (۱) اکثر اس میں اہل نساء کو ہی یہ ابتلاء پیش ہوتا ہے، اور پریشانی ہوتی ہے، وہ یہ کہ جس عورت کو طواف زیارت سے پہلے حیض شروع ہو گیا ہو اور اس کے رفیقوں نے وطن لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور وہ عورت پاک نہیں ہوئی تو آیا مسجد حرام میں جا کر بیت اللہ کا طواف کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر ایسی حالت میں طواف کر لیا تو اس کا حج پورا ہو جائے گا اور احرام سے حق صحبت میں بھی حلال ہو جائے گی یا نہیں؟

پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ ایسی ناپاکی کی حالت میں ایک تو مسجد میں جانا سخت منع ہے دوسرا یہ کہ عظیم رکن حج طواف زیارت کو ایسی صورت میں کرنا بہت بڑا جرم ہے کہ اونٹ یا گائے ذبح کرنے کی جزا لازم ہوتی ہے، از اں سوا فقط

اپنے اوپر سے فرض اتارنے اور احرام سے بالکل حلال ہونے کی غرض سے وہ بھی ارادہ سے جان بوجھ کر ایسا حرام وناجائز فعل کرنا نہایت حماقت ہے، اس کے پاک ہونے تک ٹھہر کر طواف فرض شرعی حکم کے موافق کرا کے حج کو پورا کرایا جائے۔

تنبیہ:

ازاں سوائے آج کل تو جہازوں وغیر کی کثرت اور سہولت ہے ایک ہفتہ رہ کر ہی حج کو پورا کرلیا جائے، بعض اہل ہمت تو پہلے جہازوں کو چھوڑ کر بھی فقط حرمین میں زیادہ مدت قیام کے لئے اقامت کرتے ہیں، اس لئے ایسی حالت میں سستی نہ کرنا چاہئے، اگر مسئلہ نہ جاننے کے وجہ سے مثلاً ایسی صورت میں طواف کرلیا گیا تو حکماً حج پورا ہوجائے گا اور احرام سے بھی پوری طرح حلال ہوجاتی ہے اور اونٹ یا گائے ذبح کرنا لازم ہوگا باقی شرعاً جان بوجھ کر ایسی حالت میں طواف کرنے کا حکم یا فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ اور ارادۃً ایسی صورت میں یہ کام کرنا کہ بعد میں جزا اس کی دے کر سبکدوش ہوجائیں گی، ہرگز جائز نہیں، نہ یہ گناہ فدیہ سے معاف ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ الاقطاب گنگوہی، قدس اللہ سرہ نے شروع جنایات کے باب میں لکھا ہے (و اللہ اعلم) (زبدۃ المناسک ص ۱۸۵، ص ۱۸۶ جلد اول) فقط و اللہ اعلم.

نوٹ:

فتویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۹۷ پر بھی اس نوعیت کا ایک فتویٰ ہے وہ بھی ملاحظہ کرلیا جائے۔

طواف کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا:

(سوال ۹۸) طواف کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کرسکتے ہیں مگر ذکر افضل ہے، تلاوت کرنا ہو تو بلند آواز سے نہ کرے، غنیۃ الناسک میں ہے الذکر افضل من القراءۃ فی الطواف کذا فی التجنیس وغیرہ وھو باطلاقہ شامل للماثور وغیرہ فظھر ان القراءۃ فیہ خلاف الاولیٰ وان الذکر افضل منھا ماثوراً اولا الااذا قرأ مافیہ ذکر علیٰ قصد الذکر لما صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال بین الرکنین ربنا آتنا فی الدنیا الآیۃ وکان ذلک اکثر دعائہ صلی اللہ علیہ وسلم .الیٰ قولہ. قلنا ھدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو الا فضل ولم یثبت عنہ فی الطواف قرأۃ بل الذکر وھو المتوارث عن السلف والمجمع علیہ فکان اولیٰ فتح (قنبیہ) وفی الکافی للحاکم یکرہ ان یرفع صوتہ بالقرأۃ فیہ ولا بأس بقراءتہ فی نفسہ......الخ (غنیۃ الناسک ص ۶۵)

عمدۃ الفقہ میں مباحات طواف میں تحریر فرمایا ہے (۳) اپنے دل میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا (لباب و شرحہ وغنیۃ) یعنی طواف کی حالت میں قرآن مجید اپنے دل میں پڑھنے کا مضائقہ نہیں یہی اظہر ہے، لیکن ذکر کرنا تلاوت سے بہتر ہے (شرح اللباب بتصرف) (عمدۃ الفقہ ج ۴ ص ۸۷) مکروہات طواف میں تحریر فرمایا ہے

(۴) ذکر یا دعاء یا قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرنا یا کسی اور وجہ سے آواز کا بلند کرنا جس سے طواف کرنے والوں کی اور نمازیوں کو تشویش خاطر و خلل ہو (عمدۃ الفقہ ج۴ ص ۱۸۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) معذور شخص طواف کیسے کرے؟ (۲) مسجد نمرہ (عرفات) میں امام مسجد کی اقتداء میں حنفیوں کا ظہر عصر ادا کرنا:

(سوال ۹۹) کیا فرماتے ہیں کہ مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔

(۱) ایک شخص کے جبڑوں سے ہر وقت خون نکلتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وضو نہیں رہتا اور یہ حالت مسلسل جاری ہے، علاج کے باوجود افاقہ نہیں ہے، اسی طرح اس کو ریاحی مرض ہے پیٹ میں ریاح بہت ہو جاتے ہیں اور یہ مرض بھی ایسا ہے جو مسلسل رہتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طواف کے دوران یہ عارضہ پیش آئے گا تو ایسی حالت میں میرے لئے طواف کرنا کیسا ہے؟ اس حالت میں طواف کرنے سے گناہ تو نہ ہوگا؟

(۲) میدان عرفات ظہر کے وقت میں مسجد نمرہ میں جمع بین الظہر والعصر کا موقع ملے تو ایک ہی وضو سے یہ دونوں نمازیں پڑھنا کیسا ہے؟ سنا ہے کہ مسجد نمرہ میں امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ہم مسافر حنفی مقتدیوں کی اقتداء صحیح ہوگی؟ مندرجہ بالا سوالوں کے جواب مرحمت فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر معذور ہونے کے تمام شرائط موجود ہوں تو جس عذر کی وجہ سے وہ معذور ہوا ہو اس عذر کے پیش آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اسی عذر کی حالت میں وہ نماز پڑھ سکتا ہے، لہذا جس طرح وہ نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح وہ معذور طواف بھی کر سکتا ہے، اور جس طرح عین نماز میں اس عذر کے پیش آنے سے گنہگار نہیں ہوتا اسی طرح طواف کے درمیان اس عذر کے پیش آنے سے وہ معذور شخص گنہگار نہ ہوگا، البتہ معذور کا وضو نماز کا وقت نکل جانے سے ٹوٹ جاتا ہے اگر طواف کے درمیان کسی نماز کا وقت نکل جائے تو وہ معذور شخص کیا کرے، معلم الحجاج میں ہے۔ ”مسئلہ: معذور شخص کو جس کا وضو نہیں ٹھہرتا یا کوئی زخم جاری ہے اس کا وضو چونکہ صرف نماز کے وقت تک رہتا ہے نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دوبارہ وضو کرنا ہوتا ہے اس لئے اگر چار چکروں کے بعد وقت نکل جائے تو دوبارہ وضو کر کے طواف پورا کر لے اور اگر چار چکروں سے کم کئے ہیں تب بھی دوبارہ وضو کر کے پورا کر سکتا ہے، لیکن چار چکر سے کم کی صورت میں شروع سے کرنا افضل ہے (معلم الحجاج ص ۱۵۱، ص ۱۵۲، طواف کے مسائل متفرقہ) (عمدۃ الفقہ ۱۹۶/۴)

غنیۃ الناسک میں ہے۔ وصاحب العذر الدائم اذا طاف اربعة اشواط ثم خرج الوقت توضأ وبنى ولا شئى عليه وكذا اذا طاف اقل منها الا ان الا عادة حينئذ افضل كماقد منا و اللهسبحانه وتعالىٰ اعلم (غنية الناسک ص ٦٨)

(۲) جمع تقدیم کے شرائط اگر موجود ہوں تو معذور شرعی میدان عرفات میں ظہر کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ معذور شرعی کا وضو نماز کا وقت خارج ہونے سے ٹوٹتا ہے اور جمع تقدیم میں عصر کی نماز ظہر کے وقت میں

پڑھی جاتی ہے ظہر کا وقت خارج نہیں ہوتا لہذا معذور شرعی کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

والمستحاضة ومن به سلس البول والرعاف الدائم ...... يتوضؤن لوقت كل صلوة فيصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاء وامن الفرائض والنوافل ...... واذا خرج الوقت بطل وضوء هم واستانفوا الوضؤ لصلوٰة اخرىٰ (هدايه اولين ص ۵۱، ۵۲ فصل فى المستحاضه)

اگر بالتحقیق معلوم ہوجائے کہ مسجد نمرہ میں امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتے ہیں تو ان کی اقتداء میں مسافر حنفی مقتدیوں کی نماز صحیح نہ ہوگی ،شامی میں ہے (قوله الامام الاعظم ...... واطلق الامام تشمل المقيم والمسافر لكان لوكان مقيماً كامام مكة صلى بهم صلوٰة المقيمين ولا يجوز له القصر ولا للحجاج الاقتداء به قال الامام الحلوانى كان الامام النسفى يقول العجب من اهل الموقف يتابعون امام مكة فى القصر فانى يستجاب لهم اويرجى لهم الخير وصلوتهم غير جائزة قال شمس الائمة كنت مع اهل الموقف فاعتزلت وصليت كل صلوة فى وقتها واوصيت بذلك اصحابى وقد سمعنا انه يتكلف ويخرج مسيرة سفر ثم يأتى عرفات فلو كان هكذا فالقصر جائز والالا فيجب الاحتياط ا ه (شامى ۲/۲۳۸ مطلب فى شروط الجمع بين الصلوتين بعرفة) فقط و الله اعلم بالصواب.

رمی جمار کے وقت پاکٹ گر گیا تو کیا اس کو اٹھا سکتے ہیں؟:

(سوال ۱۰۰) جمرات کی رمی کرتے وقت میرے گلے میں جو پاکٹ لٹکا ہوا تھا گر گیا، میں نے اسے اٹھالیا، یہ تو میں نے سنا تھا کہ کنکری گر جائے تو نہیں اٹھانی چاہئے کہ وہ مردود ہوتی ہے، لیکن ایک عورت مجھ سے کہتی ہے کہ جو بھی چیز وہاں گرے مردود ہوتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: جس کنکری سے رمی کی گئی ہو اور وہ کنکری جمرے کے قریب گری ہوئی ہو وہ کنکری وہاں سے اٹھا کر اس سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ وہ مردود ہے۔ معلم الحجاج میں ہے۔ ''مسئلہ: مزدلفہ سے سات کنکریاں مثل کھجور کی گٹھلی یا چنے اور لوبے کے دانے کے برابر اٹھانا رمی کرنے کے لئے مستحب ہے، اور کسی جگہ سے یا راستہ سے بھی اٹھانا جائز ہے، مگر جمرے (جس جگہ پر کنکری ماری جاتی ہے) کے پاس سے نہ اٹھائے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکری اٹھالی جاتی ہیں، اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں لہذا جو کنکریاں وہاں پڑی ہوتی ہیں وہ مردود ہیں ان کو نہ اٹھائے، اگر کوئی ان کو اٹھا کر مارے گا تو جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے (معلم الحجاج ص ۱۸۴) مزدلفہ سے منی کو روانگی اور کنکریاں اٹھانا)

ہر گری ہوئی چیز کو مردود کہنا صحیح نہیں ہے، لہذا صورت مسئولہ میں آپ نے اپنا گرا ہوا جو پاکٹ اٹھایا ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔

میدان عرفات میں حائضہ عورت کا آیت کریمہ یا سورۂ اخلاص کو بطور ذکر یا قرآنی ادعیہ کو بطور دعا پڑھنا:

(سوال ۱۰۱) ایک عورت کہتی ہے کہ عرفات میں حالت حیض میں لا الہ الا انت الخ آیت کریمہ نہیں پڑھ سکتے تو کیا بغیر دیکھے زبانی طور پر آیت کریمہ اور سورۂ اخلاص اور مناجات مقبول میں سنیچر کی منزل حالت حیض میں نہیں پڑھ سکتے؟

(الجواب) عورت حیض یا نفاس کی حالت میں قرآن مجید کی کوئی بھی آیت تلاوت کی نیت سے نہیں پڑھ سکتی، البتہ قرآن مجید کی وہ آیت یا سورت جس میں دعاء یا اللہ کی حمد و ثنا ہو دعاء اور ذکر کی نیت سے پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے: ویحرم قرائة آیة من القرآن الا بقصد الذکر اذا اشتملت علیه لا علی حکم او خبر ...... الخ.

طحطاوی میں ہے۔ (قوله الا بقصد الذکر) ای او الثناء او الدعاء ان اشتملت علیه فلا باس به فی اصح الروایات قال فی العیون ولو انه قرأ الفاتحة علی سبیل الدعاء او شیئا من الآیات التی فیها معنی الدعاء ولم یرد به القرآن فلا بأس به اه واختاره الحلوانی وذکر فی غایة البیان انه المختار کما فی البحر والنهر ...... الخ (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۷ باب الحیض والنفاس والاستحاضة)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اس کو مسجد میں جانا اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں ...... الخ۔

نیز بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: اگر الحمد کی پوری سورت دعاء کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں، ان کو دعاء کی نیت سے پڑھے تلاوت کرکے ارادے سے نہ پڑھے تو درست ہے، اس میں کچھ گناہ نہیں ہے، جیسے یہ دعا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار. اور یہ دعاء ربنا لا تؤ اخذنا ان نسینا او اخطاء نا آخر تک جو سورۂ بقرہ کے آخر میں ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آئی ہو، دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۷۷، ص ۷۸ حصہ دوم، نفاس اور حیض وغیرہ کے احکام کا بیان)

لہٰذا مذکورہ صورت میں عورت حالت حیض میں میدان عرفات میں ذکر اور دعاء کی نیت سے سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ پڑھ سکتی ہے) تلاوت کی نیت سے نہ پڑھے اور عرفات میں اس وظیفہ کی بہت فضیلت بھی آئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمان عرفہ کو زوال کے بعد موقف میں وقوف کرے اور قبلہ رخ ہو کر سو مرتبہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر، پھر سو مرتبہ قل ہو اللہ پھر سو مرتبہ نماز کا درود (درود ابراہیمی) پڑھے تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! کیا جزا ہے میرے اس بندے کی کہ اس نے میری تسبیح و تحلیل کی اور بڑائی و عظمت بیان کی اور ثنا کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، میں نے اس کو بخش دیا اور اس کی شفاعت کو اس کے نفس کے بارے میں قبول کیا، اور اگر میرا بندہ اہل موقف کی بھی شفاعت کرے

گا تو قبول کروں گا اور جو دعا چاہے مانگے۔ (معلم الحجاج ص ۱۷۵،۱۷۶ کیفیت وقوف عرفہ) اسی طرح مناجات مقبول کی سنیچر کی منزل بھی دعاء کی نیت سے پڑھ سکتی ہے۔

البتہ حیض کی حالت میں قرآنی دعاؤں کو نہ چھوئے زبانی پڑھے یا اس طرح پڑھے کہ ان دعاؤں پر ہاتھ نہ لگے۔

مراقی الفلاح میں ہے:۔ **ویحرم (مسها) ای الا یة لقوله تعالیٰ لا یمسه الا المطهرون** سواء کتب علی قرطاس او درهم او حائط (الا بغلاف) متجاف عن القرآن والحائل کالخریطة فی الصحیح.

طحطاوی میں ہے: وفیما عد االمصحف **انما یحرم مس الکتابة لا الحواشی ویحرم الکل** فی المصحف لان الکل تبع له کما فی الحدادی وغیره الخ(**طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۷** باب الحیض والنفاس والا ستحاضة) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

حج قران وتمتع

حاجی کے پاس دم قران وتمتع کے پیسے نہ ہوں تو وہ کیا کرے:

(سوال ۱۰۲) ہمارے والدمحترم حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں اوران کے ہمراہ گاؤں کے پانچ آدمی بھی ہیں وہ سب عمرہ کر کے حلال ہوگئے ہیں انہوں نے یہاں ہندوستان ہم پر خط لکھا ہے کہ ہم سب پر قربانی واجب ہے لیکن پیسوں کی تنگی اور یہاں کی سخت گرانی کی وجہ سے ہم یہاں قربانی نہیں کر سکتے ہیں اس لئے ہم سب کی طرف سے ایک بڑا جانور ذبح کر دیا جائے اس میں ہمارے چھ حصے ہوں گے اور ایک حصہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہوگا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں ہم ان کی قربانی کر سکتے ہیں؟ اور کیا ایک بڑا جانور کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہر حاجی پر قربانی واجب نہیں ہے، قارن اور متمتع پر دم شکر واجب ہے مفرد پر واجب نہیں صرف مستحب ہے اور یہ قربانی وہیں حرم کے حدود میں ہوسکتی ہے حدود حرم سے باہر جائز نہیں جس حاجی کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں کہ قربانی کا جانور خرید کر گھر تک پہنچنے کے لئے پیسے بچ رہیں اور اتنا سامان ہو کہ جس کو بیچ کر قربانی کا جانور خریدے ایسا حاجی حج قران یا تمتع کرے تو قربانی کے بدلے دس روزے رکھنا واجب ہیں، تین روزے اشہر حج (کیم شوال سے نویں ذی الحجہ تک) میں رکھنا ضروری ہیں۔ ان کو متفرق طور سے رکھنا جائز ہے اور پے در پے رکھنا افضل ہے، اگر ضعف ونقاہت کا اندیشہ نہ ہوتو بہتر یہ ہے کہ ۷۔۸۔۹ ذی الحجہ کے روزی پے در پے رکھے اور بقیہ سات روزے ایام تشریق گذرنے (یعنی تیرہویں ذی الحجہ) کے بعد جہاں چاہے رکھے خواہ مکہ میں یا اور کسی جگہ لیکن گھر آ کر رکھنا افضل ہے ان کو بھی متفرقاً رکھ سکتا ہے اور پے در پے رکھنا افضل ہے، لیکن ایام تشریق میں رکھنا جائز نہیں۔ اگر حج سے پہلے (اشہر حج میں) تین روزے نہیں رکھے تو اب قربانی ہی کرنی ہوگی (روزے کافی نہ ہوں گے) اگر دم دینے یعنی قربانی کرنے کے وقت بالکل قدرت نہیں ہے تو حجامت کرا کے حلال ہوجائے اور اس کے ذمہ دو دم واجب رہیں گے ایک قران یا تمتع کا اور دوسرا ذبح سے پہلے حلال ہونے کا...... قارن اور متمتع پر دم شکر واجب ہے اس میں اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ یا ایک بکرا کافی ہے بڑا جانور پورا واجب نہیں۔ درمختار میں ہے (وذبح للقران) وهو دم شکر فيا كل منه (بعدرمی يوم النحر) لوجوب الترتيب (وان عجز صام ثلاثة ايام) ولو متفرقةً (آخرها يوم عرفة) ندباً (وسبعة بعد) تمام ايام (حجه اين شاء) فان فاتت الثلاثة تعين الدم الخ (درمختار) وفی الشامی (قوله وان عجز) ای بان لم يكن فی ملكه فضل عن كفاف قدر ما يشتری الدم الخ (قوله لو جوب الترتيب) ای ترتيب الثلاثة الرمی ثم الذبح ثم الحلق ...... والمفرد لادم عليه، فيجب عليه الترتيب بين الرمی والحلق (قوله آخرها يوم عرفة) ان يصوم السابع والثامن والتاسع قال فی شرح اللباب لكن ان كان يضعفه ذلك عن الخروج الى عرفات والوقوف والدعوات فالمستحب تقديمه على هذه الايام الخ (درمختار والشامی ج ۲ ص ۲۶۴، ۲۶۵) (درمختار ج ۲ ص ۲۶۹ باب القران)

هدایه اولین میں هے واذا رمی الجمرة یوم النحر ذبح شاةً او بقرةً او سبع بدنة فاذا لم یکن له ما یذبح صام ثلثة ایام فی الحج آخرها یوم عرفة وسبعة ایام اذآ رجع الی اهله وان صامها بمکة بعد فراغه من الحج جاز وان فاته' الصوم حتی اتی یوم النحر لم یجزه الا الدم (هدایه اولین ص ۲۳۹ باب القران) (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۲۸) فقط واللہ اعلم بالصواب .

(۱) میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے تمتع کا حکم (۲) دم کہاں ذبح کیا جائے (۳) مسجد نبوی میں چالیس نمازیں نہ پڑھ سکا:

(سوال ۱۰۳) چند سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں۔(۱) ہم چند آدمی بغرض ملازمت جدہ میں مقیم ہیں اللہ نے ہم کو حج کرنے کا موقع عنایت فرمایا ہم مسائل حج سے ناواقف تھے، کون سا حج کرنا چاہئے وہ بھی معلوم نہ تھا اتفاق سے آپ کا فتاوی رحیمیہ ہمارے پاس تھا اس میں ہم نے دیکھا کہ تمتع کرنا افضل ہے اس لئے ہم نے حج تمتع کرلیا، اس سال ہمیں معلوم ہوا کہ ہم حلّی ہیں اس بناء پر ہم تمتع نہیں کر سکتے ہم کو تو حج افراد ہی کرنا چاہئے ، یہ معلوم ہوا تو بہت افسوس ہو رہا ہے اور رہ رہ کر دل میں یہ بات آتی ہے کہ ہمارا سال گذشتہ والا حج قبول ہوا یا نہیں؟ آپ ہمیں صحیح مسئلہ بتائیں کہ جس سے ہمارا اخلجان دور ہو۔

(۲) اس سال بھی حج کرنے کا ارادہ ہے والد صاحب کے ایصال ثواب کے لئے تو کون سے حج کی نیت کرنی چاہئے؟

(۳) اور قربانی اپنے وطن کروانے کا ارادہ ہے تو وطن میں قربانی کرا سکتا ہوں یا یہاں کرانا ضروری ہے؟

(۴) ایک بات یہ بھی ہے کہ ملازم ہونے کی وجہ سے ہم کو مدینہ منورہ کی مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام) میں چالیس نمازیں ادا کرنے کا وقت نہیں ملتا تو اس سے حج میں کوئی نقص تو نہیں آتا؟ فقط والسلام، بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) ہمارا ملک (ہندوستان، انڈیا) میقات کی حد سے خارج ہے اور ہم آفاقی کہلاتے ہیں لہذا ہمارے لئے تمتع اور قران افضل ہے اسی اعتبار سے فتاوی رحیمیہ میں تحریر کیا گیا ہے۔مکی اور جو مکہ والوں کے حکم میں ہیں یعنی داخل میقات رہنے والے یا عین میقات پر رہنے والے۔ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ان کے لئے افراد (صرف حج کرنا) ہے تمتع اور قران ممنوع ہے۔ہدایہ میں ہے ولیس لاهل مکة تمتع ولا قران وانما لهم الا فراد خاصةً ومن کان داخل المواقیت فهو بمنزلة المکی حتی لا یکون له متعة ولا قران (هدایه اولین ص ۲۴۳ باب التمتع) اگر تمتع کرلیا تو حج میں خرابی نہ آئے گی (یعنی فاسد نہ ہوگا) البتہ دم دینا پڑے گا لہذا اگر آپ لوگ میقات کی حد میں رہتے ہوں تو ایک بکرا حرم میں ذبح کر دیا جائے حرم کے باہر درست نہیں۔ درمختار میں ہے (والمکی ومن فی حکمة یفرد فقط) ولو قرن او تمتع جاز و اساء وعلیه دم جبر (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۲۷۰ باب التمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب .

(۲) امسال والد صاحب کے لئے حج کرنا چاہتے ہو تو اگر والد صاحب نے حج نہ کیا ہو تو حج بدل کی نیت

کیجئے اور حج افراد کیجئے، حق تعالیٰ قبول فرمائے، آمین فقط واللہ اعلم۔

(۳) اگر صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے قربانی کرنی ہے تو وطن میں قربانی کرانا جائز ہے البتہ حج کے سلسلہ کی قربانی کا حرم میں ہونا ضروری ہے۔ والھدی لا یذبح الا بمکۃ (ھدایہ ص۲۶۰ باب الھدی)

(۴) مسجد نبوی (علی صاحبھا الف الف تحیۃ و سلام) میں چالیس نمازیں با جماعت ادا کرنا افضل ہے ملازمت کی وجہ سے نہ ہو سکے تو کوئی قباحت نہیں، حج میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

۳۰ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

متمتع حج سے پہلے مدینہ منورہ جا سکتا ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۴) ایک شخص حج تمتع کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ پہنچا، اور عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو گیا اس کے بعد وہ متمتع مدینہ منورہ جائے تو شرعی اعتبار سے گنجائش ہے یا نہیں؟ اور اگر مدینہ منورہ چلا گیا تو وہاں سے واپسی کے وقت کون سا احرام باندھ کر آئے؟ اور ایسے متمتع کے لئے پہلے مکہ معظمہ جانا افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ اس بارے میں تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر حج فرض ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے مکہ معظمہ جائے اور حج کے بعد زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرے اور اگر پہلے مکہ معظمہ چلا گیا اور عمرہ کے احرام سے فارغ ہو گیا تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے تاکہ اس کا تمتع بالاتفاق صحیح ہو جائے اور اگر مدینہ منور چلا گیا تو بھی اس سفر کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا تمتع باطل نہ ہوگا (کہ وہ وطن اصلی نہیں گیا) اور جب مدینہ منورہ سے واپس لوٹے تو بہتر یہ ہے کہ حج افراد کا احرام باندھ کر آئے اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور ایام حج آنے پر حج کا احرام باندھ کر حج کرے تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا عمرہ مفرد ہو گیا اور ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا، البتہ قران کا احرام باندھ کر آنا ممنوع ہے اس لئے کہ یہ حکماً مکی ہے۔ اگر قران کا احرام باندھ کر آئے گا تو دم لازم ہوگا۔

معلم الحجاج میں ہے:۔ مسئلہ:۔ جس پر حج فرض ہو اس کو حج سے پہلے زیارت کرنا جائز ہے بشرطیکہ حج فوت ہونے کا خوف نہ ہو مگر بہتر اس کے لئے پہلے حج کرنا ہے اور حج نفل کرنے والوں کو اختیار ہے کہ چاہے پہلے حج کرے یا زیارت کرے، اور جس شخص کے راستہ میں حج کے لئے آتے ہوئے مدینہ پڑتا ہو جیسے شام کی طرف سے آنے والے ان کو پہلے ہی زیارت کرنی چاہئے (معلم الحجاج ص۳۴۲) اس کے حاشیہ میں ہے۔

البتہ وہ متمتع جو عمرہ کے احرام سے فارغ ہو چکا ہے اس کو بہتر ہے کہ حج کرنے سے پہلے مکہ سے باہر آفاق میں نہ جائے تاکہ اس کا تمتع بالاتفاق صحیح ہو جائے گا (لا یخرج المتمتع) ای الفارغ من احرام العمرۃ کما یفھم من سوق کلام فی الکبیر (الی الآفاق) لئلا یبطل تمتعہ علی قول بعض (معلم الحجاج ص ۳۴۲ حاشیہ)

زبدۃ المناسک میں ہے:۔ کثیر الوقوع ضروری مسئلہ:۔ اکثر حاجی اشہر حج میں آکر عمرہ کرتے ہیں پھر اشہر حج

میں حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ، روضہ مقدسہ اور حجرۂ معطرہ مطہرہ ﷺ کی زیارت کے لئے چلے جاتے ہیں، پس ان کو چاہئے کہ وہاں سے جب واپس ہوں تو فقط حج مفرد ہی کا احرام باندھ کر آئیں تو امام صاحب کے نزدیک ان کا تمتع صحیح ہے اس سفر کرنے سے تمتع باطل نہ ہوگا، کیونکہ وہ اشہر حج میں عمرہ کر چکے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد وہ حکماً مکیوں کے حکم میں داخل ہیں اگر چہ اشہر حج میں میقات سے بھی باہر نکل گئے ہوں کیونکہ وہ اپنی اصلی وطن نہیں گئے ہیں تو ان کا سفر باعتبار حکم کے واحد ہے، اس کو المام فاسد کہتے ہیں جو کہ مبطل تمتع نہیں، اب ان کو مدینہ طیبہ سے قران کا احرام باندھنا ممنوع ہے کہ وہ مکیوں کے حکم میں ہیں اگر قران کا احرام باندھیں گے تو دم جنایت لازم ہوگا، شرح اللباب وغنیۃ (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۱۴۔۱۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متمتع عمرہ کر کے مدینہ منورہ چلا گیا واپسی پر حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۰۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص آفاقی اشہر حج میں مکہ مکرمہ گیا اور عمرہ ادا کیا، عمرہ کی ادائے گی کے بعد مدینہ منورہ چلا گیا، مدینہ منورہ سے واپسی پر دوسرا عمرہ ادا کیا اور پھر حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھا تو۔

(۱) کیا اس کا تمتع صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) اس پر دم تمتع ہے یا نہیں؟

(۳) کیا اس پر دم جبر ہے یا نہیں؟

(۴) تمتع پہلے عمرہ سے یا دوسرے عمرہ سے منعقد ہوا؟

(۵) آفاقی، کے لئے ایک عمرہ سے زائد کرنا اشہر حج میں جائز ہے یا نہیں؟

مدینہ منورہ سے واپسی پر اگر فقط حج کا احرام کا باندھا تو کیا۔

(۶) اس کا تمتع ادا ہوگا یا نہیں؟

(۷) کیا اس پر کوئی دم جبر ہے یا نہیں؟

(۸) آفاقی حاجی کا اشہر حج میں میقات سے باہر نکلنا کیسا ہے؟

ان دونوں صورتوں میں سے بہتر کون سی صورت ہے؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں، مفتی بہ اقوال بیان فرمائیں، بینوا توجروا (از افریقہ)

(الجواب) (۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کیا اور مدینہ منورہ چلا گیا اور وہاں سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ کیا اور حج کے ایام آنے پر حج احرام باندھا تو اس کا تمتع صحیح ہے اور تمتع کا انعقاد پہلے عمرہ سے ہوگا، اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک پہلا عمرہ مفردہ ہو گیا اور ثانی عمرہ سے تمتع منعقد ہوگا۔ بہر حال صورت مسئولہ میں امام صاحبؒ کے نزدیک بھی اس کا تمتع صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی۔ (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۱۴۔۱۵)

(۲) جب تمتع صحیح ہے تو دم شکر بھی لازم ہوگا۔ فقط۔

(۳) دم جبر لازم نہیں ہے (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۱۵) فقط۔

(۴) امام صاحبؒ کے نزدیک پہلے عمرہ سے اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسرے عمرہ سے۔ فقط۔

(۵) جائز ہے۔ معلم الحجاج میں ہے:۔ مسئلہ:۔ متمتع ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ حج سے پہلے کرسکتا ہے (معلم الحجاج ص ۲۳۸)(۱) فقط۔

(۶) ادا ہو جائے گا (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۱۴) (معلم الحجاج ص ۲۳۵ حاشیہ) فقط۔

(۷) کوئی دم جبر نہیں ہے۔ فقط۔

(۸) امام ابوحنیفہ کے نزدیک میقات سے باہر نکلنے سے تمتع باطل نہیں ہوتا مگر ان کے نزدیک نکلنا بہتر نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک تمتع باطل ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ میقات سے باہر نہ نکلے (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۱۵) اور اگر نکلے تو حج افراد کا احرام باندھ کر آنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) مسئلہ اختلافی ہے، دونوں طرف دلائل ہیں، مگر معلم الحجاج میں جس قول کو اختیار کیا ہے وہ راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس پر عمل کرے تو قابل مواخذہ نہ ہونا چاہئے، خصوصاً اس زمانہ میں۔

معلم الحجاج میں جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے نیچے اس پر مفتی سعید احمد صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ قال فی الباب ولا یعتمر قبل الحج وقال القاری فی الشرح وھذا بناءً علی ان المکی ممنوع من العمرۃ المفردۃ ایضا قد سبق انہ غیر صحیح بل انہ ممنوع من التمتع والقران وھذا التمتع آفاقی غیر ممنوع من العمرۃ فجاز لہ تکرارھا لا نھا عبادۃ مستقلۃ کالطواف اہ ص ۱۵۶۔

فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم ص ۲۷ پر ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان ہے ایام حج میں نفل عمرہ وہ فتویٰ بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

اس فتویٰ میں غنیۃ الناسک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ راجح یہ ہے کہ اشہر حج میں متمتع آفاقی ...... الخ۔

وہاں غنیۃ الناسک کا حوالہ ہے عبارت نہیں ہے۔ عبارت یہ ہے ویستحب ان یؤخرھا حتی یمضی ھذہ الایام ثم یفعلھا وافادوابالاقتصار علی الخمسۃ انھا لا تکرہ فی اشھر الحج وھو الصحیح ولا فرق فی ذلک بین المکی والآفاقی بحرو شرنبلالیۃ وانما کرہ فعلھا فیھا لاھل مکۃ ومن بمعناھم لان الغالب علیھم ان یحجوا فی سنتھم فیکونون متمتعین وھم عن التمتع ممنوعون والا فلامنع للمکی عن المفردۃ فی اشھر الحج اذا لم یحج فی تلک السنۃ ومن خالف فعلیہ البیان شرح وھورد علی ما اختارہ ابن الھمام من کراھتھا للمکی فی اشھر الحج وان لم یحج من عامہ قال العلامۃ قاسم انہ لیس بمذھب لعلمائنا ولا للائمۃ الاربعۃ ...... الخ (ص ۱۰۶) غنیۃ الناسک میں دوسری جگہ ہے (فصل فی کیفیۃ اداء التمتع المسنون ویعتمر قبل الحج ماشاء وما فی اللباب والا یعتمر قبل الحج فغیر صحیحۃ لانہ بناء علی ان المکی ممنوع من العمرۃ المفردۃ وھو خلاف مذھب اصحابنا جمیعا لان العمرۃ جائزۃ فی جمیع السنۃ بلا کراھۃ الا فی خمسۃ ایام لا فرق فی ذلک بین المکی والآفاقی صرح بہ فی النھایۃ والمبسوط والبحرو اخی زادہ والعلامۃ قاسم وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المنحۃ بل المکی ممنوع من التمتع والقران وھذہ عمرۃ مفردۃ لا اثر لھا فی تکرار تمتعہ شرح الخ (غنیۃ الناسک ص ۱۱۵ لمولانا الحاج حسن شاہ پشاوری مہاجر مکیؒ)

عمدۃ الفقہ مؤلفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نقش بندی مجددی پاکستانی جلد چہارم کتاب الحج میں ہے تمتع کا مسنون طریقہ ...... اور حلال ہو کر مکہ معظمہ میں قیام کرے اور اس عرصہ میں نفلی طواف عمرے اور دیگر عبادات کرتا رہے (عمدۃ الفقہ کتاب الحج ص ۴۶۰ مطبوعہ ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸) عمدۃ الفقہ میں دوسری جگہ ہے۔

(تنبیہ) اگر آفاقی متمتع حج کے مہینوں میں مکہ مکرمہ آکر عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام سے حلال ہو کر حج سے پہلے مدینہ منورہ چلا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کو مدینہ منورہ سے مکہ واپس آتے وقت حج افراد کا احرام باندھ کر آنا چاہئے اور اس کا حج تمتع ہو جائے گا اس کو قران یا عمرہ کا احرام نہیں باندھنا چاہئے کیونکہ وہ سفر ہونے کی وجہ سے مکی کے حکم میں ہے اگر وہ قران کا احرام باندھ کر آئے گا تو اس پر دم جنایت لازم ہو جائے گا، اور دوسرے عمرہ کا احرام اس لئے نہیں باندھ سکتا کہ اس کے کئے ہوئے پہلے عمرہ سے تمتع منعقد ہو چکا ہے، تاہم دوسرے عمرہ کی گنجائش ہے۔ کیونکہ آفاق سے آرہا ہے اس لئے اگر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو امام صاحب کے نزدیک چنداں حرج نہ ہوگا۔ (۵) زبدہ وحج وعمرہ تصرفاً (اور جب کہ اکثر فقہاء کے نزدیک عمرہ کرکے حلال ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی آفاقی کو اور مزید عمرے کرنا جائز ہے، تو اس صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کے لئے عمرہ جائز ہونا چاہئے، کیونکہ مکی کے حکم میں ہونے کے باوجود آفاق سے آرہا ہے واللہ اعلم بالصواب، مؤلف لیکن صاحبین کے نزدیک وہ مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، کیونکہ میقات سے باہر جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل ہو گیا اور پہلا کیا ہوا عمرہ دو سفروں کی وجہ سے مفرد عمرہ ہو جائے گا اور اب اس دوسرے عمرہ سے تمتع از سر نو منعقد ہو جائے گا (۶) (۶) حج وعمرہ وغیرہ) (عمدۃ الفقہ ج ۴ ص ۴۸۶ کتاب الحج)

جنایات اور دم

حاجی بجائے بدنہ کے سات بکرے ذبح کرسکتا ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۶) جس حاجی پر بدنہ لازم ہو وہ اس کی جگہ سات بکرے ذبح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بجائے بدنہ کے سات بکرے ذبح کرنے کی گنجائش نہیں، اونٹ یا گائے جیسے بڑے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ہے۔

(سوال) عمن وجب علیه بدنة هل یجزی عنه سبعة ودماً من الغنم ام لاافتونا.

(الجواب) لا بد من البدنة لا طلاق العلماء رحمهم اللّٰہ تعالیٰ فی معین البدنة ولم یقل احد منهم غیر هذا کما یقولون فیمن وجب علیه هدی یجب علیه دم او سبع بدنة واللّٰہ اعلم بالصواب. (فتاویٰ اسعدیه ج ۱ ص ۱۹)

عمرہ کے ارکان میں تقدیم وتاخیر ہوجائے:

(سوال ۱۰۷) عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہوکر پہلے بغل کے بال کٹوا کر یا مونچھیں کٹوا کر سر منڈایا تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) ہاں، دم واجب ہوگا، پہلے سر منڈا کر پھر مونچھ یا دیگر مواضع کے بال کٹوانا چاہئے، غلط (الٹا) کرنے سے دم لازم آئے گا۔ فتاویٰ اسعدیہ میں ہے۔

(سوال) فی رجل اهل بعمرة وطاف وسعی وحلق احد ابطیه ثم حلق رأسه وحلق ابطیه الآخر ما ذا یجب علیه ! افتونا!.

(الجواب) یجب علیه دم والصورة ماشرح. واللّٰہ اعلم (ج ۱ ص ۲۱)

حج فاسد ہوجانے سے قضا کرے یا نہیں:

(سوال ۱۰۸) حج فاسد ہوجائے تو دوسرے سال اس کی قضا لازم ہے؟

(الجواب) حج فاسد ہوجائے تو چاہے وہ حج فرض ہو یا نفل اس کی قضا لازم ہوجاتی ہے۔[1]

فقط واللّٰہ اعلم بالصواب

حالت احرام میں انجکشن:

(سوال ۱۰۹) حاجی حالت احرام میں انجکشن لگوا سکتا ہے یا دوسرے کے لگا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں! حاجی حالت احرام میں انجکشن خود بھی لگا سکتا ہے اور دوسرے کے بھی لگا سکتا ہے۔

---

(۱) ووطؤه فی أحد السبیلین ولو ناسیا قبل وقوف فرض یفسد حجه' ویمضی ویذبح ویقضی ولو نفلا قال فی الشامیة تحت قوله ویقضی ای علی الفور. درمختار مع الشامی باب الجنایات ج ۲ ص ۲۸۹.

محرم اپنا سر حلق کرانے سے پہلے دوسرے کا سر حلق کر سکتا ہے:

(سوال ۱۱۰) حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا سر حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال مونڈ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا حلق کرا سکتا ہے (سر مونڈ وا سکتا ہے۔) اسی طرح اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال کاٹ سکتا ہے۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

قارن ذبح سے پہلے حلق کرادے اور ایام نحر میں دم نہ دیوے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۱۱) میرے ایک عزیز نے پوچھا ہے کہ امسال منیٰ میں گیارہ آدمیوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی کی ان گیارہ آدمیوں میں ایک میاں بیوی حصہ دار تھے بیوی نے حج قران اور شوہر نے حج افراد کیا تھا وہ قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو اب دم دینا ہوگا؟ ایک شخص ایک دم دے یا دو؟ اور دم ہندوستان میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا حرم ہی میں دینا ہوگا؟ دم دینے تک بیوی شوہر کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ جس نے حج افراد کیا اس پر بھی دم لازم ہے یا نہیں؟

نوٹ:

یہ لوگ حلق بھی کرا چکے ہیں اور طواف زیارت بھی کر چکے ہیں۔ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب) گیارہ آدمیوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی کی یہ قربانی کسی کی طرف سے بھی صحیح نہیں ہوئی اس لئے جن لوگوں نے حج قرآن یا تمتع کیا تھا ان پر ایک دم (قران یا تمتع کا) واجب ہے۔ اور چونکہ قربانی کسی کی بھی صحیح نہیں ہوئی اس لئے ذبح سے پہلے حلق کرنا پایا گیا لہذا ایک اور دم ذبح کرنے سے پہلے حلال ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا، اور دم قران یا تمتع ایام نحر میں نہیں دیا تو ایک اور دم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا کل تین دم لازم ہوئے اور یہ تینوں دم حرم ہی میں دینے ہوں گے ہندوستان میں نہیں دے سکتے دم دینے سے پہلے بیوی شوہر کے لئے حلال ہے دم ادا کرنے پر موقوف نہیں۔ جس نے حج افراد کیا اس پر کچھ لازم نہیں، غنیۃ الناسک میں ہے (تتمہ) وفی الکبیرا اذا حلق القارن قبل الذبح واخر اراقۃ الدم عن ایام النحر ایضا ینبغی ان یجب علیہ ثلاثۃ دم دور لحلقہ قبل الذبح ودم لتاخیر الذبح عن ایام ودم للقران او للتمتع (غنیۃ الناسک ص ۵۰)

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ: غنیۃ الناسک میں المنسک الکبیر سے مسئلہ نقل کیا ہے کہ اگر قارن نے قبل ذبح کے حلق کیا اور ذبح کو ایام نحر کے بعد کیا تو اس پر تین دم واجب ہوں گے ایک دم ذبح سے پہلے حلق کرنے کا دوسرا ایام نحر سے ذبح مؤخر کرنے کا تیسرا دم قران یا تمتع کا (زبدۃ المناسک مولانا شیر محمد صاحب ص ۷ حصہ دوم) فقط واللہ اعلم.

---

(۱) قال فی اللباب واذا حلق رأسہ او رأس غیرہ عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام باداء افعال النسک لم یلزمہ شئی، اللباب ص ۱۵۴ ولو حلق رأسہ او رأس غیرہ من حلال او محرم جاز لہ الحلق لم یلزمھما شئی غنیۃ الناسک ص ۹۳.

دو دن رمی جمار نہ کر سکا تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۱۲) ایک شخص حج کے لئے گیا ہجوم اور ازدحام کی وجہ سے اخیر میں دو دن رمی جمار نہ کر سکا اس واجب کے چھوٹنے پر دم لازم ہوگا؟ اور وہ دم یہاں اپنے وطن میں دے سکتے ہیں یا حرم میں دینا ضروری ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) دو دن کی رمی چھوٹ گئی ہے تو دو دم واجب ہوں گے اور دم کے لئے حرم ہونا شرط ہے یہاں درست نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

احرام سے حلال ہونے کے لئے حدود حرم سے باہر حلق کیا تو کیا حکم ہے اور کیا دم جنایت حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے:

(سوال ۱۱۳) ایک آدمی نے عمرہ کیا اس کے بعد جدہ آ گیا اور جدہ میں آ کر سر منڈایا جو کہ حدود حرم سے باہر ہے کیا یہ صحیح ہے؟ یا حدود حرم میں سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر حدود حرم میں حلق ضروری ہو تو مذکورہ صورت میں وہ شخص تلافی کے لئے کیا کرے؟ اگر دم لازم ہو تو وہ یہاں ہندوستان میں دے سکتا ہے یا وہاں بھیجنا پڑے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمرہ یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حدود حرم میں حلق یا قصر کرانا ضروری ہے اگر حدود حرم سے باہر سر منڈایا تو دم لازم ہوگا، ہدایہ میں ہے فان حلق فی ایام النحر فی غیر الحرم فعلیه دم ومن اعتمر فخرج من الحرم وقصر فعلیه دم (هدایه اولین ص ۲۵۶ باب الجنایات)

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ اور حلق عمرہ کا مکہ معظمہ میں سنت ہے اور حد حرم میں واجب ہے۔(ج ا ص ۱۷۸) دوسری جگہ ہے۔

مسئلہ: اگر حج یا عمرہ میں حرم سے باہر حلق کیا تو دم دے اور ایسا ہی جو حج میں ایام نحر سے بعد حلق کرے تو دم دے الخ (زبدۃ المناسک ج ۲ ص ۸۶)

معلم الحجاج میں ہے:۔ مسئلہ: اگر عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر سر منڈایا یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر ایام نحر میں سر منڈایا تو دم واجب ہوگا اور اگر حج میں خارج حرم ایام نحر کے بعد سر منڈایا تو دو دم واجب ہوں گے ایک حرم سے خارج سر منڈانے کا دوسرا تاخیر کا۔(معلم الحجاج ص ۲۶۵)

لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ جدہ پہنچ کر سر منڈایا ہے تو ایک دم لازم ہوگا اور یہ دم (قربانی) حرم میں ہی ذبح کرنا ضروری ہے، فتاویٰ عثمانی میں ہے" حرم کے سوا کسی اور جگہ ہدی کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ دلیل خدا تعالیٰ نے جزائے صید کے متعلق فرمایا ہے هدیا بالغ الکعبة (چاہئے کہ ہدی کعبہ بھیجے) تو گویا کل ہدایا کے واسطے یہی ایک ہدایت ہے، تو جو ہدی کہ جنایت کی جزا میں دی جائے اس کو بھی حرم تک لے جانا چاہئے اور ہدی کہتے بھی اس کو ہیں جو ایک خاص جگہ لے جائی جائے اور وہ خاص جگہ کون سی ہے؟ حرم ہے کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے منی کلها منحر وفجاج مکة کلها منحر (منی تمام ذبح گاہ ہے اور اسی طرح مکہ کے گلی کوچے)(فتاویٰ عثمانی ج ۶ ص ۱۵۰)

(۱) ولو ترک الجمار کلها او رمی واحدة او جمرة یوم النحر فعلیه شاة فتاویٰ عالمگیری باب الجنایات الفصل الخامس فی الطواف الخ

فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۱۸ صفر ۱۴۰۱ھ ۔

وقوف عرفہ کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے انتقال ہو گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۱۴) ایک شخص پر حج فرض تھا اس بنا پر وہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے گیا وقوف عرفہ کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا، طواف زیارت نہ کر سکا اور اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمیٔ جمار نہ کر سکا تو اب کیا حکم ہے؟ کیا ان کے لئے علیحدہ دم لازم ہوگا؟ مفصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں ۔ بینوا توجروا

(الجواب) جس سال حج فرض ہوا اگر اسی سال حج کے لئے گیا ہو تو دم وغیرہ کی وصیت لازم نہیں ہے، اور اگر اسی سال نہ گیا ہو بلکہ ایک دو سال تاخیر کر کے گیا ہو اور وقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو اس پر بدنہ (یعنی بڑا جانور اونٹ یا گائے) ذبح کرنے کی وصیت لازم ہے اور یہ بدنہ وقوف مزدلفہ رمیٔ جمار طواف زیارت سب کے لئے کافی ہو جائے گا، وقوف مزدلفہ اور رمی وغیرہ کے ترک سے علیحدہ دم لازم نہ ہوگا، اور اگر وصیت نہیں کی اور ورثا اپنی طرف سے یہ کام انجام دیں تو انشاء اللہ مقبول ہو جائے گا اور یہ بدنہ حرم ہی میں ذبح کیا جائے ۔

زبدۃ المناسک میں ہے ۔مسئلہ: اور اس طواف (زیارت) کی مفسد کوئی شئی نہیں (سوائے مرتد ہونے کے) مگر بعد وقوف عرفہ کے مر جائے اور وصیت کر جائے کہ میرا حج تمام کر دینا تو گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج تمام ہو جائے گا (زبدہ) اور وہ بدنہ بقیہ اعمال حج جیسے وقوف مزدلفہ اور رمی جمار اور طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے کافی ہو جائے گا (لباب وغنیۃ) ۔

مسئلہ :۔ اور جو شخص حج فرض ہونے کے سال بلا تاخیر حج کے لئے آیا، اور وقوف عرفات کے قبل یا بعد مر گیا تو اتمام حج اس پر لازم نہ ہوگا بہ سبب نہ پائے جانے وقت کے اور بعد وقوف کے مر گیا تو گائے اور اونٹ کا بدنہ دینا اتمام کے لئے بھی لازم نہیں ہوتا لقوله علیه السلام من وقف بعرفة فقد تم حجه، یعنی جس نے وقوف عرفہ کر لیا تو اس کا حج تمام ہو گیا، بخلاف اس شخص کے کہ جس پر حج فرض ہوا ہو پھر وہ پہلے ہی سال حج کو نہ آیا ہو بلکہ دو تین سال تاخیر کر کے آیا اور بعد میں مرا تو وصیت بدنہ کی اتمام حج کے لئے لازم ہوگی (شامی) (زبدۃ المناسک ج ص ۱۸۰، ج ا ص ۱۸۱)

معلم الحجاج میں ہے :۔ مسئلہ: یہ طواف (زیارت) کسی چیز سے فاسد نہیں ہوتا اور فوت بھی نہیں ہوتا یعنی تمام عمر میں ہو سکتا ہے البتہ ایام نحر میں کرنا واجب ہے، اس کے بعد دم واجب ہوتا ہے اور یہ طواف لازمی ہے اس کا بدل کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کے بعد طواف سے پہلے مر جائے اور حج کے پورا کرنے کی وصیت کر جائے کہ میرا حج پورا کر دینا تو ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور حج پورا ہو جائے گا اور وقوف مزدلفہ و رمی و سعی کے ترک سے کوئی دم اس پر واجب نہ ہوگا۔

حاشیہ میں ہے ...... یہ اتمام اس وقت واجب ہے جب کہ حج کے واجب ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے سال حج کو آیا ہو، اگر پہلے ہی سال حج واجب ہوتے ہی حج کو آیا تو اتمام واجب نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے وقت کے اگر چہ وقوف کے بعد مرا ہو، لقوله علیه السلام من وقف بعرفة فقد تم حجه بخلاف اس شخص کے جو

حج فرض ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے سال تاخیر کر کے حج کو آیا ہو اس کو قبیل یا بعد وقوف کے مرنے کے وقت وصیت اتمام واجب ہوگی ۱۲ (معلم الحجاج ص ۱۹۵ طواف زیارت)

عمدۃ الفقہ میں ہے :۔ مگر ایک صورت میں یعنی جب کہ وقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت سے پہلے مرجائے، اور حج پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو اس کے طواف زیارت کے لئے بدنہ ذبح کرنا واجب ہے اور اس کا حج جائز ہے، یعنی اس کا حج صحیح و مکمل ہو جائے گا، پس جب کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کرنے کے بعد مر گیا تو اس کے بعد جملہ افعال یعنی وقوف مزدلفہ ورمیٔ جمار وطواف زیارت وطواف صدر کی تلافی کے لئے ایک بدنہ ذبح کرنا واجب ہوگا (عمدۃ الفقہ کتاب الحج ص ۲۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ یکم محرم الحرام ۱۴۰۵ھ۔

عورتیں ہجوم کی وجہ سے وقوف مزدلفہ نہ کر سکیں تو :

(سوال ۱۱۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ ہم لوگ حج کے لئے گئے تھے کچھ مستورات بھی ہمارے ساتھ تھیں وقوف عرفات کے بعد ہم لوگ وقوف مزدلفہ کی نیت سے مزدلفہ روانہ ہوئے جب مزدلفہ پہنچے تو وہاں بہت ہی زیادہ ازدحام تھا باوجود کوشش کے ہمیں کوئی جگہ وقوف کے لئے نہیں ملی، جہاں ٹھیرنے کا ارادہ کرتے لوگ کہتے کہ یہ ہماری جگہ ہے، اور دوسری طرف پولیس بھی مزاحمت کرتی اور ہم لوگ جہاں ٹھیرنا چاہتے پولیس انکار کر دیتی اس وجہ سے ہم لوگ بہت پریشان ہوئے اور مجبور ہو کر ہم لوگ منی چلے گئے وہاں مستورات کو چھوڑ کر ہم لوگ مزدلفہ واپس آئے اور الحمد للہ جو وقوف مزدلفہ کا وقت ہے اس وقت ہم نے وقوف کیا۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ ہجوم اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے عورتیں وقوف مزدلفہ نہ کر سکیں تو اب ان کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ان پر دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورتیں ہجوم اور جگہ نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً منی چلی گئیں اور وقوف کا جو وقت ہے (صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک) اس وقت وقوف مزدلفہ نہ کر سکیں تو اس کی وجہ سے ان پر دم لازم نہ ہوگا، مرد اگر منی سے آ کر وقوف مزدلفہ نہ کرتے تو ان پر دم لازم آتا۔ معلم الحجاج میں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھیرے تو اس پر دم واجب نہ ہوگا اور مرد اگر ہجوم کی وجہ سے نہ ٹھیرے گا تو دم واجب ہوگا۔ (معلم الحجاج ص ۱۸۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گیارہویں کو خلاف ترتیب رمی کی :

(سوال ۱۱۶) گیارہویں ذی الحجہ کو تین جمرات کی رمی کی جاتی ہے ایک شخص نے غلطی سے اس طرح رمی کی کہ پہلے جمرۂ اخری کی رمی کی پھر وسطیٰ کی، پھر جمرۂ اولیٰ کی دوسرے دن اس کو معلوم ہوا کہ میں نے گذشتہ کل جس طرح رمی کی تھی وہ ترتیب کے خلاف تھی، جمرۂ اولیٰ سے شروع کرنا چاہئے تھا چنانچہ دوسرے دن صحیح ترتیب سے رمی کی تو اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس پر دم لازم ہوگا؟

(الجواب) اگر اس شخص کو اپنی غلطی اسی روز معلوم ہو جائے تو اسی کو اسی روز ترتیب سے رمی کر لینی چاہئے یعنی جمرۂ وسطی اور جمرۂ عقبہ (جمرۂ اخری) کی رمی کا اعادہ کر لینا چاہئے۔ اگر اس روز اعادہ نہیں کیا تو اب اعادہ کا وقت نہیں رہا اور اس

غلطی کی وجہ سے دم لازم نہیں کچھ صدقہ دے دے تو بہتر ہے، عمدۃ الفقہ میں ہے۔" اور باقی تین دن تینوں جمروں کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے پھر جمرۂ وسطیٰ کی پھر جمرۂ عقبہ کی، اگر کسی نے جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کی پھر جمرۂ وسطیٰ پر رمی کی پھر جمرۂ اولیٰ پر رمی کی جو کہ مسجد خیف کی جانب ہے پھر اسی روز اس کو یاد آ گیا تو اس کے لئے جمرۂ وسطیٰ وعقبہ کی رمی کا اعادہ ہمارے اکثر فقہاء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اگر اعادہ نہ کیا تب بھی اس کے لئے کافی ہے، بعض کے نزدیک ان دونوں کی رمی کا اعادہ کرنا واجب ہے (عمدۃ الفقہ ج۴ص۲۴۲ کتاب الحج)

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ:- گیارہویں۔ بارہویں تیرہویں کو تینوں جمرات کی رمی ترتیب وار کرنا مسنون ہے، اگر جمرۂ وسطیٰ یا جمرۂ اخری کی رمی پہلے کی اور اجمرۂ اولیٰ کی بعد میں تو وسطیٰ اور اخریٰ (جمرۂ عقبہ) کی رمی پھر کرے تاکہ ترتیب مسنون کے مطابق ہو جائے (معلم الحجاج ص۱۹۹ص۲۰۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رمی، ذبح اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۱۷) اگر کوئی شخص ازدحام کی وجہ سے دسویں ذی الحجہ کو رمی ذبح اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو کیا حکم ہے؟ کیا اس پر دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) طواف زیارت کو رمی، ذبح اور حلق کے بعد کرنا سنت ہے، واجب نہیں ہے لہذا اگر کوئی شخص رمی، ذبح اور حلق سے پہلے طواف زیارت کرلے تو اس پر دم لازم نہ ہوگا مگر خلاف سنت اور مکروہ ہوگا، شامی میں ہے واما الترتیب بینہ (ای بین طواف الزیارۃ) وبین الرمی والحلق فسنۃ (شامی ص ۲۵۰ ج ۲ مطلب طواف الزیارۃ)

عمدۃ الفقہ میں ہے (فائدہ) طواف زیارت اور رمی وحلق میں ترتیب یعنی طواف زیارۃ کا ان دونوں کے بعد واقع ہونا، اور اسی طرح طواف زیارۃ وحلق میں ترتیب یعنی حلق کے بعد ہونا سنت ہے واجب نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے رمی اور حلق سے پہلے طواف زیارۃ کرلیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے، البتہ اس نے سنت کی مخالفت کی اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے (عمدۃ الفقہ ص۲۵۳ ج۴، طواف زیارت)

معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: طواف زیارت کو رمی اور حجامت کے بعد کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے (معلم الحجاج ص۱۹۵، طواف زیارت)

اس موقعہ پر ازدحام عذر نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ طواف زیارت دسویں ذی الحجہ کے بعد گیارہویں اور بارہویں کو بھی ہوسکتا ہے، معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: طواف زیارت کا اول وقت دسویں کی صبح صادق سے ہے اس سے پہلے جائز نہیں اور آخر وقت باعتبار وجوب کے ایام نحر (یعنی ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ) ہیں اس کے بعد اگر کیا جائے گا تو صحیح ہو جائے گا، لیکن دم واجب ہوگا (معلم الحجاج ص۱۰۷)

طواف زیارت حج کا رکن اعظم ہے، بارہویں ذی الحجہ تک اس کی ادائیگی کا وقت ہے اس لئے ازدحام کا بہانہ بنا کر مؤخر کی چیز کو مقدم کر کے کراہت کا ارتکاب کرنا حاجی کے شایان شان نہیں ہے، حتی المقدور تمام ارکان سنت طریقہ کے مطابق ہی ادا کرنا چاہئے، فقط واللہ اعلم۔

بحالت احرام وکس بام استعمال کرنا:

(سوال ۱۱۸) وکس بام جو درد سر یا سردی کی وجہ سے لگایا جاتا ہے، اور اسی طرح دوسرے بام یا دوائیں جن میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے، مرض یا درد کی وجہ سے احرام کی حالت میں لگانا کیسا ہے؟ اگر لگا ؤلیا تو جزاء واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وکس بام خوشبودار چیز ہے اور اس کی خوشبو تیز ہے اگر پوری پیشانی پر لگایا تو دم لازم ہوگا، فقہاء رحمہم اللہ نے ہتھیلی کو بڑا عضو شمار کیا ہے ہاتھ کے تابع نہیں کیا، (معلم الحجاج ص ۲۴۴) اس لئے پیشانی بھی بڑا عضو ہونا چاہئے، غنیۃ الناسک میں ہے ولو تداویٰ بالطیب او بدواء فیه طیب غالب ولم یکن مطبوخاً و فالزقه بجراحته یلزمه صدقة اذا کان موضع الجراحة لم یستوعب عضواً او اکثر الا ان یفعل ذلک مراراً فیلزمه دم (غنیة الناسک ص ۱۳۳، باب الجنایات مطلب فی التداوی بالطیب)

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: اگر خوشبو کو دوا کے طور پر لگایا یا ایسی دوا لگائی جس میں خوشبو غالب ہو اور پکی ہوئی نہیں ہے تو اگر زخم ایک بڑے عضو کے برابر یا

اس سے زیادہ نہیں تو صدقہ واجب ہے، اور اگر ایک بڑے عضو کے برابر ہے (یا اس سے زیادہ ہے) تو دم واجب ہے (معلم الحجاج ص ۲۴۸)۔

عذر کی وجہ سے (جیسے درد سر) بام لگایا ہو تب بھی یہی حکم رہے گا، معلم الحجاج میں ہے، مسئلہ: جنایت قصداً کرے یا بھول کر یا خطاءً مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اپنی خوشی سے کرے یا کسی کی زبردستی سے سوتے کرے یا جاگتے، نشہ میں ہو یا بے ہوش مالدار ہو یا تنگدست، خود کرے یا کسی کے کہنے سے معذور ہو یا غیر معذور سب صورتوں میں جزاء واجب ہوگی (معلم الحجاج ص ۲۴۲ شرائط وجوب جزا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بحالت احرام منجن یا ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا:

(سوال ۱۱۹) ایسا منجن یا ٹوتھ پیسٹ جس میں لوگ، کافور، الائچی وغیرہ، یا خوشبودار دوا ڈالی جاتی ہے، ایسے منجن یا ٹوتھ پیسٹ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں لونگ، کافور، الائچی یا خوشبودار چیزیں ڈالی گئی ہوں اور وہ پکی ہوئی نہ ہوں اور مقدار کے اعتبار سے خوشبودار چیز مغلوب ہو، (یعنی کم ہو) تو ایسا منجن احرام کی حالت میں استعمال کرنا مکروہ ہوگا مگر صدقہ واجب نہ ہوگا، اور اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں خوشبودار چیز غالب ہو تو چونکہ منجن یا ٹوتھ پیسٹ پورے منہ یا اکثر حصہ میں لگ جائے گا لہذا دم واجب ہوگا، بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں مسواک ہی استعمال کرے منجن یا ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کرے اس سے سنت بھی ادا نہ ہوگی، اس لئے مسواک کو اختیار کرنا چاہئے۔

غنیۃ الناسک میں ہے فلو اکل طیباً کثیراً وهو ان یلتصق باکثر منه یجب الدم وان کان قلیلا بان لم یلتصق باکثر فمه فعلیه الصدقة هذا اذا اکله' کما هو من غیر خلط او طبخ فلو جعله فی الطعام وطبخه فلا باس باکله لانه خرج من حکم الطیب وصار طعاماً وکذلک کل ما غیر ته النار

من الطیب فلا بائس باکله ولو کان ریح الطیب یو جد منه . الیٰ قولهٗ. وفی الفتح فان جعله فی طعام قد طبخ کالزعفران والا فاویه من الزنجبیل والدارصینی یجعل فی الطعام فلا شئی علیه فعن ابن عمر رضی اللّٰہ عنه انه کان یاکل السکباج الا صفر وهو محرم وان لم یطبخ بل خلطه بما یوکل بلا طبخ کالملح وغیره فان کانت رائحته موجودة کره ولا شئی علی اذا کان مغلوبا فانه کالمستهلک اما اذاکان غالباً فهو کالزعفران الخالص فیجب الجزاء وان لم تظهر رائحته الخ (غنیة الناسک ص ۱۳۲ باب الجنایات ، مطب فی أکل الطیب و شربه)

معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: اگر بہت سی خوشبو کھائی یعنی اتنی کہ منہ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دم واجب ہے، اور اگر تھوڑی کھائی یعنی منہ کے اکثر حصہ میں نہیں لگی تو صدقہ واجب ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ خالص خوشبو کھائے اور اگر اس کو کسی کھانے میں ڈال کر پکایا تو کچھ واجب نہیں، اگر چہ خوشبو کی چیز غالب ہو، اور اگر پکا ہوا کھانا نہ ہوتو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خوشبو کی چیز غالب ہے تو دم واجب ہے اگر چہ خوشبو بھی نہ آتی ہو اور اگر مغلوب ہے تو دم یا صدقہ نہیں اگر چہ خوشبو خوب آتی ہو، لیکن مکروہ ہے۔ (معلم الحجاج ج ا ص ۲۴۶ ص ۲۴۷، خوشبو اور تیل استعمال کرنا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت حیض کی وجہ سے طواف وداع نہ کر سکے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۲۰) ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج کے لئے گئی، واپسی کے وقت وہ حائضہ ہوگئی، پاک ہونے تک ٹھیرنے اور طواف وداع کرنے کا موقع نہیں ہے، اگر ٹھیرتی ہے تو ہوائی جہاز میں بہت دنوں کے بعد جگہ ملے گی، ایسی صورت میں اگر وہ طواف وداع نہ کر سکے تو کیا حکم ہے؟ کیا دم لازم ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر عورت وہاں نہ ٹھہر سکتی ہو، اور اپنے شوہر کے ساتھ واپس آجائے اور طواف وداع نہ کر سکے تو اس پر دم لازم نہ ہوگا، حائضہ عورت پر طواف وداع واجب نہیں، اگر موقع ہو تو پاک ہونے کے بعد طواف وداع کر کے واپس ہونا افضل ہے یہ طواف وداع کا حکم ہے، طواف زیارۃ کا حکم اور ہے۔

معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: طواف وداع باہر کے رہنے والے حاجی پر واجب ہے، خواہ حج افراد کیا ہو یا قران یا تمتع، بشرطیکہ عاقل بالغ ہو، معذور نہ ہو، اہل حرم اہل حل، اہل میقات، اور حائض، نفساء مجنون اور نابالغ پر واجب نہیں الخ (معلم ص ۲۰۷) .

نیز معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: اگر واپسی کے وقت حیض آ گیا اور طواف وداع نہ کر سکی تب بھی دم واجب نہ ہوگا لیکن پاک ہونے کے بعد طواف وداع کر کے واپس ہونا بہتر ہے..... (معلم الحجاج ص ۱۲۵، عورت کا احرام)

نیز معلم الحجاج میں ہے: حیض اور نفاس والی عورت طواف (وداع) نہ کرے، بلکہ باب الوداع پر کھڑی ہو کر (یعنی حدود مسجد حرام سے باہر باہر، دعا مانگ لے (معلم الحجاج ص ۲۰۷ طواف وداع) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حلال ہونے کے لئے محرم کا اپنے بال یا دوسرے محرم کے بال کاٹنا:

(سوال ۱۲۱) محترم المقام حضرت مولانا مفتی صاحب، دامت برکاتہم، بعد سلام مسنون مزاج اقدس بخیر ہوگا۔

احقر فتاویٰ رحیمیہ سے خوب استفادہ کرتا ہے، جزا کم اللہ عنی وعن سائر الا مۃ آمین۔

حضرت والا! فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم میں ایک جواب ہے۔

(سوال ۹۰۸) حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا سر حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال مونڈ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں حاجی متمتع قربانی ذبح کرنے کے بعد اپنا حلق کرا سکتا ہے (سر مونڈ وا سکتا ہے) اسی طرح اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال کاٹ سکتا ہے، فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۴، ص ۱۱۵ (جدید ترتیب کے مطابق اس باب میں بعنوان، محرم اپنا سر حلق کرانے سے پہلے الخ سے دیکھ لیا جائے ص ۹۹ از مرتب۔) آپ نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی، اگر کوئی دلیل ہو تو تحریر فرمائیں، بندہ کا ناقص خیال یہ ہے کہ اپنا سر حلق کرانے اور حلال ہونے سے پہلے دوسرے کا سر حلق کرنا صحیح نہ ہو یہ تو بظاہر محظورات احرام کا ارتکاب کرنا ہے، امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) محترمی و مکرمی! بارک اللہ فی علمکم، بعد سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب ہے، آپ توجہ اور شوق سے فتاویٰ رحیمیہ کا مطالعہ کرتے ہیں، اس قدر دانی کا صمیم قلب سے شکریہ، آپ نے فتاویٰ رحیمیہ کے جس جواب پر اشکال پیش فرمایا ہے وہ اشکال صحیح نہیں ہے، الحمد للہ فتاویٰ رحیمیہ کا جواب صحیح ہے، حاجی متمتع ہو یا قارن یا مفرد جب وہ حلق سے پہلے کے تمام ارکان ادا کر چکا ہو اور سر منڈا کر حلال ہونے کا وقت آ گیا ہو اسی طرح دوسرا محرم بھی تمام ارکان ادا کر چکا ہو تو اب خود اپنے بال کاٹنا یا دوسرے کے بال کاٹنا اس کے حق میں محظورات احرام میں سے نہیں ہے، لہذا محرم خود اپنا بھی حلق کر سکتا ہے اور اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کے بال بھی کاٹ سکتا ہے، دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری شریف میں ہے فلما رأوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق بعضاً حتی کاد بعضهم یقتل بعضاً غماً ...... الخ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۸۰، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وکتابة الشروط مع الناس بالقول)

حدیث کے اس ٹکڑے کا تعلق صلح حدیبیہ کے واقعہ سے ہے جب صلح مکمل ہو گئی اور آپ ﷺ نے قربانی کی اور حلق کیا تو آپ کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی قربانی کی اور ایک دوسرے کا حلق کیا باوجود یہ کہ وہ محرم تھے، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کرنے کے بعد محرم ایک دوسرے کا حلق کر سکتے ہیں۔

مسائل حج سے متعلق مشہور کتاب ''غنیۃ الناسک'' میں ہے ولو حلق رأسه او رأس غیره من حلال او محرم جازله الحلق ولم یلزمهما شئی ...... (غنیة الناسک ص ۹۳ فصل فی الحلق)

فتاویٰ اسعدیہ میں ہے۔

(سوال) فی المحرم فی اوان التحلل هل له ان یحلل غیره قبل ان یحلق رأس نفسه ام لا افتونا۔

(الجواب) نعم له ذلک علی الصحیح کما ذکره شیخنا فی شرحه علی منسک ملتقی الابحر واللہ اعلم (فتاوی اسعدیه ج ۱ ص ۲۱ کتاب الحج)

معلم الحجاج میں ہے۔ مسئلہ: حلال ہونے کے وقت محرم کو اپنا یا کسی دوسرے شخص کا خواہ محرم ہو سر مونڈنا

کترنا جائز ہے، اس سے جزاء واجب نہ ہوگی۔

(معلم الحجاج ص ۱۹۲، حلق وقصر یعنی بال منڈانا یا کتروانا)۔

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ: کسی محرم کے ہاتھ سے حلق نہ کرائے پس اگر محرم سے حلق کرایا تو دیکھنا چاہئے کہ وہ محرم اگر ایسا ہے، کہ جو کام حلق سے پہلے کرنے تھے وہ کر چکا ہے، باقی فقط حلق ہی رہتا ہے، اور یہ حلق کرانے والا بھی ایسا ہی ہے یعنی دونوں ایسے ہیں کہ اب ان کو کوئی ایسا کام نہیں جو حلق سے پہلے کرنا ہو، اب فقط حلق ہی کرنا ہے، یا اصل میں حلال ہے یا مفرد بحج ہے اور رمی کر چکا ہو تو اب یہ اپنے حلال ہونے سے پہلے دوسرے کا حلق کرے تو جائز ہے اور دونوں پر کچھ چیز لازم نہ ہوگی، کیونکہ اب یہ حلق کرنا ان کو مباح ہے (غنیۃ، حیات) لیکن حلق سے پہلے لبیں و ناخن نہ لے ورنہ جزا لازم ہوگی مسئلہ: اور اگر دونوں محرم ایسے ہیں کہ ان کو حلق سے پہلے جو کام کرنے تھے وہ باقی ہیں تو اگر ایک دوسرے کا حلق کریں گے تو مونڈنے والے پر صدقہ اور مونڈانے والے پر دم لازم ہوگا (حیات القلوب از منیۃ الناسک علامہ ابن الضیاء حنفی اور شرح اللباب اور غنیۃ الناسک میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور بخاری شریف میں باب الجہاد میں صلح حدیبیہ کے احصار میں یہ حدیث صریح اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے جن کو حلق سے پہلے جو کام کرنے تھے کر چکے تھے تو دوسرے کا حلق کر سکتے ہیں، وجعل بعضهم يحلق بعضاً حتى كا دبعضهم يقتل بعضاً غماً (ناقل) (زبدۃ للناسک ص ۱۷۶، ۱۷۷، جلد اول۔ حلق کرنے کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دم جنایت کسی کے ذریعہ دلوا سکتا ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۲۲) ایک شخص سال گذشتہ حج کر کے آئے اور ان سے ایسی جنایت ہوگئی جس سے دم لازم ہوجاتا ہے تو کیا ایسا شخص حج کو جائے بغیر کسی کے ہاتھوں میں منی میں دم دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا خود وہاں جا کر دم دینا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر ایسی جنایت ہوئی ہو جس سے دم لازم آتا ہو تو خود جا کر دم دینا ضروری نہیں ہے، کسی کے ذریعہ بھی دم دلوا سکتا ہے، اور اس دم جنایت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جس وقت چاہے دم دے سکتا ہے ہاں حدود حرم میں دم ذبح کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

احرام کی حالت میں خوشبودار شربت پینا:

(سوال ۱۲۳) سوڈا لیمن اور دیگر مشروبات (شربت) پھلوں کا رس جن میں کچھ نہ کچھ خوشبو ڈالی جاتی ہے احرام کی حالت میں ان مشروبات کا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی بوتل، شربت اور پھلوں کا رس جن میں خوشبو ڈالی گئی ہو احرام کی حالت میں نہ پی جائیں، اگر کوئی محرم تھوڑی مقدار میں ایک مرتبہ پئے گا تو صدقہ (پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت) واجب ہوگا، اور اگر زیادہ مقدار میں پیا یا تھوڑا تھوڑا دو تین بار پیا تو دم واجب ہوگا، اور جس بوتل میں بالکل خوشبو نہ ڈالی گئی ہو وہ پینا جائز ہے۔

شامی میں ہے: وان خلط بمشروب فالحكم فيه للطيب سواء غلب غيره ام لا غير انه في غلبة اطيب يجب الدم وفي غلبة الغير تجب الصدقة الا ان يشرب مراراً (شامی ج ۲ ص ۲۷۷

باب الجنایات)

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ: اگر خوشبو پینے کی چیز میں ملائی اگر (خوشبو) غالب ہے تو دم دے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ دے مگر جو مغلوب کو مکرر استعمال کرے تو دم واجب ہے (زبدہ)..... پس اگر بہت پیا تو دم اور تھوڑا پیا تو صدقہ ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا دوبارہ پیا تو دم لازم ہے الخ (زبدۃ المناسک ص ۶۱ ج ۲)

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: پینے کی چیز میں مثلاً چائے، قہوہ وغیرہ میں خوشبو ملائی تو اگر خوشبو غالب ہے تو دم واجب ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہے تو صدقہ ہے لیکن اگر کئی مرتبہ پیا تو دم واجب ہوگا اور پینے کی چیز میں خوشبو ملا کر پکانے کی وجہ سے کچھ فرق نہیں آتا پینے کی چیز میں خوشبو ڈال کر خواہ پکایا جائے یا نہ پکایا جائے، بہر صورت جزا ہے۔

مسئلہ: لیمن سوڈا یا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو نہ ملائی گئی ہو، احرام کی حالت میں پینی جائز ہے اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو اگرچہ برائے نام ہو، وہ اگر پی جائے گی تو صدقہ واجب ہوگا (معلم الحجاج ص ۲۴۷، جنایات یا، خوشبو اور تیل استعمال کرنا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

احرام کی حالت میں خوشبودار غذا کا استعمال:

(سوال ۱۲۴) احرام کی حالت میں پلاؤ، بریانی، زردہ، وغیرہ جس میں زعفران، ایسنس وغیرہ خوشبودار چیزیں ڈال کر پکایا ہو، احرام کی حالت میں ایسی چیز کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پلاؤ بریانی زردہ وغیرہ پکی ہوئی چیز میں زعفران، الائچی، دارچینی وغیرہ خوشبودار چیز ڈالی ہو تو ایسی پکی ہوئی چیز کھانا جائز ہے چاہے جتنی مقدار میں خوشبودار چیز ڈالی گئی ہو، اس کے کھانے سے کچھ واجب نہ ہوگا، شامی میں ہے اعلم ان خلط الطیب بغیرہ علی وجوہ، لانہ اما ان یخلط بطعام مطبوخ او لا ففی الا ول لا حکم للطیب سواء کان غالبا او مغلوبا وفی الثانی الحکم للغلبة ان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظهر رائحته کما فی الفتح والا فلا شئ علیه غیر انه اذا وجدت معه الرائحة کرہ (شامی ج ۲ ص ۲۷۷ باب الجنایات)

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ: اور جو (خوشبوئیں خود حقیقی کہلاتی ہیں جیسے مشک عنبر، زعفران، اگر) پکے کھانے میں ملا ہوا کھایا (جیسے زردہ پلاؤ وغیرہ میں ملا کر پکاتے ہیں) تو کچھ واجب نہیں، اگرچہ غالب ہو، اور جو پکا ہوا نہ ہو، یعنی جو طعام پکایا ہی نہیں جاتا تو اگر خوشبو کی چیز غالب ہے اگرچہ خوشبو نہ دے تو دم واجب ہے اور جو مغلوب ہو اگرچہ خوشبو خوب دے تو کچھ نہیں نہ دم نہ صدقہ مگر مکروہ ہے (زبدۃ المناسک ج ۳ ص ۵۹) (معلم الحجاج ص ۲۴۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دسویں ذی الحجہ کو مرض کی وجہ سے عشاء بعد رمی کی تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۲۵) دسویں ذی الحجہ کو رمی کا افضل وقت طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک ہے لیکن ایک شخص مرض کی وجہ سے اس وقت رمی نہ کر سکا اور رات کو عشاء کے بعد رمی کی تو اس شخص پر دم یا صدقہ لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مرض کی وجہ سے رات کو عشاء کے بعد رمی کی تو رمی ہوگئی اور عذر کی وجہ سے ایسا ہوا ہے

لہذا کراہت بھی نہیں ،البتہ بلاعذر اگر رات کو رمی کرے تو وقت مسنون ترک کرنے کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور ثواب میں کمی آئے گی، آئندہ اس طرح نہ کرنا چاہئے مگر اس صورت میں بھی دم اور صدقہ واجب نہ ہوگا، ہدایہ اولین میں ہے:
فامايوم النحر فاول وقت الرمی فيه من وقت طلوع الفجر ...... وان اخره الی الليل رماه (ای فی الليل) ولا شئی عليه لحديث الرعاء (هدايه اولين ص ۲۳۲ باب الا حرام)

عمدۃ الفقہ میں ہے: اور اس پہلے دن میں (یعنی دسویں ذی الحجہ میں) رمی کا مسنون وقت آفتاب طلوع ہونے سے شروع ہوکر زوال تک ہے اور مباح وقت یعنی بلاکراہت جواز کا وقت زوال آفتاب سے مغرب تک ہے، اور کراہت کے ساتھ جواز کا وقت مغرب سے شروع ہوکر اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس وقت میں رمی کرے تو مکروہ نہیں الخ (عمدۃ الفقہ ص ۲۳۳ ج ۴)

نیز عمدۃ الفقہ میں ہے: مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں کسی مستحب کو ترک کرے گا اس کے ثواب میں کمی آئے گی، اور سنت مؤکدہ کے ترک پر سختی اور ڈانٹ بھی ہوگی اور واجب کے ترک کرنے پر عذاب ہوگا (جب کہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے) اور جزامیں دم (قربانی) یا صدقہ دینا بھی لازم ہوگا اور واجبات کے علاوہ اور چیزوں یعنی سنن و مستحبات کے ترک پر قربانی یا صدقہ کوئی جزا لازم نہیں ہوگی (عمدۃ الفقہ ص ۷۸ جلد چہارم (فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

طواف زیارت ،طواف قدوم طواف وداع یا نفلی طواف بلا وضو کرلیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۲۶) گاہے گاہے مجھے مذی نکل آتی ہے جس کی وجہ سے میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے میں نے طواف زیارۃ کیا، طواف سے فارغ ہوا تو کپڑے پر مذی کا اثر معلوم ہوا، تو کیا حکم ہے؟ کیا دم واجب ہے؟ اگر وضو کر کے طواف کا اعادہ کرلوں تو؟ اسی طرح اگر طواف قدوم، یا طواف وداع یا نفلی طواف بلاوضو کرلیا تو کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر پورا یا اکثر طواف زیارت (چار یا پانچ یا چھ چکر) بے وضو کیا تو دم واجب ہے اور اگر نصف سے کم (تین یا اس سے کم چکر) طواف زیارت بلاوضو کیا ہو تو ہر شوط (چکر) کے لئے آدھا صاع گندم صدقہ کرے اور اگر تمام شوط کا صدقہ دم کے برابر ہو جائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے، اور اگر ان صورتوں میں وضو کر کے طواف زیارت کا اعادہ کرلیا (خواہ ایام نحر میں یا ایام نحر گذرنے کے بعد) تو دم اور کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

طواف قدوم یا طواف وداع یا نفلی طواف بلا وضو کیا تو ہر شوط کے لئے آدھا صاع گندم صدقہ کرے اس صورت میں بھی اگر تمام شوط کا صدقہ دم کے برابر ہو جائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اگر وضو کر کے اعادہ کرلیا تو جزاء ساقط ہو جائے گی۔

غنیۃ الناسک میں ہے: ولو طاف للزيارة كله او اكثره فعليه شاة ويعيد طاهراً استحباباً وقيل حتماً فانه اعاده سقط عنه الدم سواء اعاده فی ايام النحر او بعدها ولا شئی عليه للتاخير وقيل عليه دم وقيل صدقة لكل شوط ولو طاف اقله محدثاً ولم يعد فعليه لكل شوط نصف صاع الا اذا بلغت قيمته دما فينقص منه ماشاء بحر (غنية الناسک ص ۱۴۵ ، باب الجنايات الفصل السابع)

ولو طاف للصدر جنباً فعليه شاه وان طافه محدثًا فعليه لكل شوط صدقة . الی. ولو.

طاف للقدوم كله او اكثره جنباً فعليه دم لو محدثا فصدقة لكل شوط نصف صاع من برا لاان يبلغ دماً فينقص منه ماشاء ويعيده' ظاهراً وجوباً فى الجنابة وندباً فى الحدث فان اعاد سقط عنه الجزاء (غنية الناسک ص ۱۴۷)

معلم الحجاج میں ہے :۔ مسئلہ: اگر پورا یا اکثر طواف زیارت بے وضو کیا تو دم دے اور اگر طواف قدوم یا طواف وداع یا طواف نفل یا نصف سے کم طواف زیارت بلا وضو کیا تو ہر پھیرے کے لئے آدھا صاع صدقہ کرے، اور اگر تمام پھیروں کا صدقہ دم کے برابر ہو جائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے، اور اگر ان تمام صورتوں میں وضو کر کے طواف کا اعادہ کر لیا تو کفارہ اور دم ساقط ہو جائے گا (معلم الحجاج ص ۲۶۱ واجبات حج میں سے کسی واجب کو ترک کرنا) (شامی ۲۸۱/۲) (عمدۃالفقہ ۵۲۱/۴ . ۵۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب.

حاجی اپنے مال کی قربانی کہاں کرے :

(سوال ۱۲۷) حاجی اپنے مال کی قربانی کہاں کرے اپنے وطن میں یا حرم میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فی زماننا اہل مکہ کے سوا حجاج عموماً مسافر ہوتے ہیں اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہوتی لہذا حاجی پر اپنے مال کی قربانی لازم نہیں، نہ وطن میں کرانا ضروری ہے نہ حرم پاک میں، اپنی مرضی سے قربانی کرنا چاہے تو جہاں چاہے کر سکتا ہے، البتہ حج تمتع یا حج قرآن کیا ہو تو دم شکر لازم ہوگا اور دم شکر حدود حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

غنیۃ الناسک میں ہے (تنبیہ) ذكر فى الاصل انه لا تجب الا ضحية على الحاج قال فى البدائع ومبسوط السرخسى واراد بالحاج المسافر واما اهل مكة فتجب عليه الا ضحية وان حجوا اه (غنية الناسک ص ۱۱۶ ، فصل فى كيفية ! اء التمتع المسنون)

درمختار میں ہے (على حر مسلم مقيم) بمصر اوقرية او بادية بمنى فلا تجب على حاج مسافر فاما اهل مكة فتلزمهم وان حجوا قيل لاتلزم المحرم (درمختار مع رد المحتار ۲۷۵/۲)

شامی میں ہے :۔ (قوله ولم تنب الا ضحية عنه) اى عن دم التمتع لانه اتى بغير الواجب عليه اذلا اضحية على المسافر الخ (شامى ۲۹۹/۲ ،باب التمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب.

وضو کرتے ہوئے دو تین بال گر جائیں تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۲۸) میں حج کے لئے جانے والا ہوں، وضو کرتے وقت میری داڑھی کے دو تین بال گر جاتے ہیں، احرام کی حالت میں اگر بوقت وضو دو تین بال گریں تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر وضو کرتے وقت خود بخود دو تین بال گر جائیں تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ کر دے، غنیۃ الناسک میں ہے۔ اما اذا سقط بفعل المامور به كالوضو ففى ثلاث شعرات كف واحدة من طعام افاده ابو السعود. (غنية الناسک ص ۱۳۷ باب الجنايات، الفصل الرابع فى الحلق وازالة الشعر)

معلم الحجاج میں ہے :۔ مسئلہ: اگر وضو کرتے ہوئے یا اور کسی طرح سر یا داڑھی کے تین بال گر گئے تو ایک مٹھی گیہوں دے دے اور اگر خود اکھاڑے تو ہر بال کے بدلے میں ایک مٹھی گیہوں دے دے اور اگر تین بال سے زائد

اکھاڑے تو آدھا صاع صدقہ کرے (معلم الحجاج ص ۲۵۵)

احکام حج میں ہے:۔ مسئلہ: اگر بال از خود بغیر محرم کے کسی فعل کے گر جائیں تو کچھ لازم نہیں اور اگر محرم کے ایسے فعل سے گریں جس کا وہ مامور ہے جیسے وضو تو تین بال میں ایک مٹھی گندم کا صدقہ کافی ہے (زبدہ) (احکام حج ص ۹۶، ص ۹۷ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حائضہ عورت بغیر طواف زیارت کئے وطن آ گئی وہ کیا کرے:

(سوال ۱۲۹) حیض کی وجہ سے کوئی عورت طواف زیارت نہیں کر سکی اور واپس آ گئی تو اس کا حج ہوا یا نہیں؟ بعد میں جا کر صرف طواف زیارت کر لے؟ یا پھر سے حج کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت حیض کی حالت میں ہو تو وہ طواف زیارت کے سوا حج کا ہر عمل ادا کر سکتی ہے، حیض سے پاک ہو کر طواف زیارت کر لینا چاہئے، اور اگر اس عذر کی وجہ سے طواف زیارت ۱۲ ویں ذی الحجہ کے بعد کرے تو اس پر دم بھی لازم نہ ہوگا (معلم الحجاج ص ۱۹۶) جب تک طواف زیارت نہیں کرے گی حج مکمل نہ ہوگا اور اپنے شوہر کے لئے حلال بھی نہ ہوگی اس صورت میں دوبارہ پورا حج کرنا ضروری نہیں ہے، اسے چاہئے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور عمرہ سے فارغ ہو کر طواف زیارت کر لے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ اردو ۵/ ۲۲۷، ۲۲۸) (جدید ترتیب کے مطابق کتاب الحج میں بیماری کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی تو اب حج مکمل کرنے کی کیا صورت، کے عنوان سے دیکھیں۔ از مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

منیٰ میں حجاج کا اسلامی بنک کے توسط سے جانور ذبح کرانا:

(سوال ۱۳۰) ماہنامہ ''الفرقان'' جون و جولائی ۱۹۸۶ء مطابق شوال و ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ شمارہ ص ۶، ۷، جلد نمبر ۵۴ میں حضرت مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی دامت برکاتہم کا ایک مضمون بہ عنوان ''حضرت علمائے کرام کی خدمت میں حج کی قربانی سے متعلق ایک اہم سوال چھپا تھا، احقر کے پاس ان کا مکتوب گرامی آیا کہ اس کے متعلق اپنی رائے تحریر کروں۔

مولانا کے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔

''حج کے دنوں میں ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ کے اندر لاکھوں جانور قربان کئے جاتے ہیں، اور چند سال پہلے تک وہاں ذبح ہوئے والے جانوروں کا گوشت عموماً ضائع ہو جاتا تھا بلکہ اس کی بدبو سے بیماریاں پھیلنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔

اس صورت حال سے تمام حساس لوگ فکر مند اور اس کے آرزو مند تھے کہ ایسی کوئی صورت نکلے جس سے ہر سال اتنی بڑی مقدار میں ضائع ہونے والی خداوند تعالیٰ کی نعمت صحیح مصرف میں خرچ ہو اور اس سے ان لاکھوں بھوکوں کے پیٹ بھرنے کا انتظام ہو جو ساری دنیا اور خاص عالم اسلام میں بھی ایک ایک بوٹی اور ایک ایک نوالہ کے لئے ترس رہے ہیں۔

انہی حساس اور دردمند دلوں کی توجہ دہانی سے بالآخر سعودی حکومت اور اس کے باشعور افراد اس کا حل تلاش

کرنے پر آمادہ ہوئے اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔

اس غرض سے تین سال ہوئے سعودی حکومت نے ایک بہت بڑا مذبح ''مجزرۃ المعیضم'' منیٰ میں بنوایا جس کے اندر لاکھوں جانور نہ صرف ذبح کئے جاسکتے ہیں بلکہ انہیں تیار کر کے ان کا گوشت محفوظ کیا جاسکتا ہے، اور پیک کر کے مختلف ملکوں کے ضرورتمندوں کو بھیجا بھی جاسکتا ہے۔

چنانچہ ادھر تین سال سے (۱۴۰۳ھ کے حج سے) سعودی حکومت ''البنک الاسلامی للتنمیہ جدہ'' کے تعاون سے اجتماعی قربانی کا اور گوشت محفوظ کر کے مختلف ملکوں کے ضرورت مندوں میں تقسیم کرنے کا نظم کر رہی ہے۔

البنک الاسلامی (اسلامک ڈیولپمنٹ بنک I.D.B) کا طریق کار یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک مقامی کمپنی (شراکۃ الراجحی) کے توسط سے قربانی کے خواہش مند حجاج کے ہاتھوں ''کوپن'' فروخت کرتا ہے، کوپن پر مختلف قسم کی قربانیوں مثلاً ہدی، اضحیہ، صدقہ کے لئے الگ الگ علامتیں قائم کی گئی ہیں، حاجی جس قسم کی قربانی البنک الاسلامی کے ذریعہ کرانا چاہتا ہے، مطلوبہ قربانی کی علامت پر نشان لگا کر تعین کر دیتا ہے، پھر اس کی جانب سے قربانی کر دی جاتی ہے، لیکن حاجی کو بالعموم یہ نہیں معلوم ہو پاتا کہ اس کی طرف سے جانور کب ذبح کیا گیا؟ اس طریق کار سے حنفی حجاج جو حج قران یا تمتع کرتے ہیں، کے لئے ایک اہم مسئلہ پیدا ہو گیا ہے، کیونکہ فقہ حنفی میں ''مفتی بہ'' قول کے مطابق قران یا تمتع کرنے والے ہر حاجی کے لئے یہ ضروری (واجب) ہے کہ وہ ۱۰ ذی الحجہ کو مزدلفہ سے واپسی پر، پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی کرے پھر قربانی کرے (دم قران یا تمتع دے) اور اس کے بعد سر کے بال اتروائے، اس ترتیب کی خلاف ورزی پر مزید ایک جانور کی قربانی بطور کفارہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اس وجہ سے حنفی حجاج نے البنک الاسلامی سے بجا طور پر یہ مطالبہ کیا کہ انہیں یہ بتایا جائے کہ ان کی طرف سے جانور کس وقت ذبح کیا گیا؟ تاکہ وہ بقیہ کاموں میں بھی واجب ترتیب کا لحاظ رکھ سکیں۔

لیکن اجتماعی نظم میں ہر حاجی کو یہ بتانا عملاً ممکن نہیں کہ اس کی طرف سے جانور کب ذبح کیا گیا؟ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے البنک الاسلامی جدہ کے بالغ نظر رئیس نے علماء کا اجتماع جدہ میں منعقد کیا۔

اجتماع میں ایک حل یہ پیش کیا گیا کہ صاحبینؒ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں، ایسی صورت میں جب کہ ہر سال لاکھوں مذبوحہ جانور ضائع ہونے سے بچ جاتے ہیں اس مصلحت کی وجہ سے صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا درست ہوگا؟ اور جو انتظام کیا گیا ہے اس کو اختیار کرنا مناسب رہے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامدا و مصلیا و مسلما۔

حکومت لاکھوں جانوروں کی قربانی کی ذمہ داری لینے کے بعد گوشت کی حفاظت کے سلسلہ میں بے حساب رقم خرچ کرنے کے لئے آمادہ ہے اس سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب دستور قربانی کا طریقہ قائم رہے، حجاج خصوصاً متمتع اور قارن اپنی قربانی اپنے مسلک کے مطابق کریں اور گوشت کی فراہمی اور حفاظت کے لئے زیادہ سے زیادہ مزدور اور ملازم مقرر کئے جائیں اور ایک وسیع و عریض مذبح کا انتظام کر کے وہیں قربانی کو ضروری قرار دیا جائے تو سارے مسائل حل ہوتے نظر آتے ہیں، انشاء اللہ، رقم وصول کر لینا اور حجاج کو وقت کا پابند بنانا تکلیف مالا یطاق ہے، جو محتاط حجاج ہیں وہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہیں گے اور قربانی ہونے کا یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے بڑی پریشانی میں

مبتلا رہیں گے، چنانچہ امسال ہمارے یہاں کے ایک حاجی صاحب (جن کے ہمراہ تقریباً آٹھ حجاج تھے ان سب) نے اس طریقہ پر عمل کیا، رمی کے بعد اس بات کی تحقیق کرنا چاہی کہ ہماری قربانی ہوگئی یا باقی ہے، تحقیق کے لئے گئے تو متعین جگہ پر کوئی ذمہ دار نہیں ملا، چار پانچ مرتبہ گئے مگر کچھ تحقیق نہ ہوسکی، ذہنی طور پر سب بہت پریشان ہوئے کہ حلق کر کے احرام اتار دیں یا نہ اتاریں، بڑی کشمکش کے بعد کسی صاحب نے بتایا کہ آپ اطمینان رکھیں آپ کی قربانی ہوگئی ہوگی تب جا کر حلق کر کے احرام اتارا مگر دل میں شک تو باقی ہی رہا اس لئے جدید طریقہ اختیار کرنے کے بجائے قدیم طریقہ کو ہی قائم رکھنا بہتر معلوم ہوتا ہے، یہی قدیم طریقہ ہے اسی پر عمل چلا آرہا ہے، نیز جدید طریقہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں وقت تک آپ رمی سے فارغ ہوجائیں فلاں وقت آپ کی قربانی ہوگی، اس پر عمل دشوار ہے، ممکن ہے کہ کوئی عذر پیش آجائے، مثلاً بیمار ہوگیا یا کوشش کے باوجود رمی کے لئے نہیں پہنچ سکا، ایسے وقت قربانی سے پہلے رمی سے فارغ ہوجانا اور قربانی کے بعد حلق ہونا مشکل ہے، ترتیب قائم رکھنا مشتبہ ہی رہے گا اور جو عبادت عمر بھر میں ایک مرتبہ ادا ہوتی ہے اور بڑی تمناؤں اور کاوشوں کے بعد یہ سعادت نصیب ہوتی ہے، بلا شک وشبہ ادا ہوجائے اسی میں اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مفتی بہ قول پر عمل کرتے ہوئے اور قدیم طریقہ کو باقی رکھتے ہوئے حکومت گوشت فراہم کرنے اور حفاظت کرنے کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کرے تو انشاء اللہ حجاج کو پریشانی اور الجھن نہ ہوگی اور حکومت کا مقصد بھی پورا ہوگا، ہذا ما ظہر لی الآن۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۱ ج ۸ پر مطبوعہ فتویٰ ''منی میں حجاج کا اسلامی بینک کے توسط سے جانور ذبح کرانا'' کے متعلق مزید وضاحت:

(سوال ۱۳۱) فتاویٰ رحیمیہ ج ۹ ص ۱۲۰ میں منی میں حجاج کرام کا اسلامی بینک کے توسط سے قربانی کرانے کے متعلق آپ کا جو فتویٰ شائع ہوا ہے وہ بغور پڑھا، آپ سے اس فتویٰ پر مزید غور وفکر کی درخواست ہے۔

آج کل حجاج کی کثرت اور بے پناہ ہجوم کی بنا پر حنفی فقہا میں سے صاحبینؒ (مع ائمہ ثلاثہؒ) کے قول پر سقوط ترتیب (بین الرمی و النحر و الحلق) کا فتوی دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

حال ہی میں شیخ الہند ہال دیوبند میں "المباحث الفقهیه" کے تحت ہونے والے اجتماع میں بھی اس مسئلہ پر غور ہوا، اس میں بضرورۃ مبتلی بہ کو صاحبین کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش کی تجویز منظور ہوئی ہے، اس کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

''تجویز نمبر ۳ رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب۔

متمتع اور قارن کے لئے ذبح اور حلق کے درمیان امام اعظمؒ کے قول پر جو مفتی بہ ہے۔ ترتیب لازم ہے اس کے ترک سے دم واجب ہوجاتا ہے، جب کہ صاحبین کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے، اس کے ترک پر دم واجب نہیں ہے۔

آج کل حجاج ازدحام یا پریشان کن اعذار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل

کی گنجائش ہے۔

(تجاویز چھٹا فقہی اجتماع، ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند ۱۶/ ۱۷/ ۱۸ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ ۲۶۔۲۷۔۲۸ مارچ ۱۹۹۷ء بمقام شیخ الہند ہال دیوبند)

امید ہے کہ حضرت والا اس مسئلہ پر مکرر غور فرما کر کوئی واضح فتویٰ صادر فرمائیں گے، سمع خراشی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ والسلام (مولانا) برہان الدین (صاحب) لکھنؤ ۲ صفر ۱۴۱۸ھ۔

(الجواب) آنجناب نے اپنے ۲ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ کے مکتوب گرامی میں "ترتیب بین الرمی والنحر والحلق" پر مزید غور وفکر کرنے کے لئے تحریر فرمایا ہے چنانچہ غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔

آج کل بے پناہ ہجوم اور دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر سقوط ترتیب کے متعلق آپ کا اور دیوبند کے فقہی اجتماع کا فیصلہ غلط تو نہیں ہے مگر یہ عام فتویٰ نہیں ہوسکتا، معذورین کے لئے مخصوص ہونا چاہئے، استطاعت ہوتے ہوئے دم دینے میں احتیاط ہے۔

رسائل الارکان میں ہے۔ ثم الترتيب بين الرمي والذبح والحلق واجب عند الا مام ابي حنيفه رحمه الله لان الرمي من المناسك وكذا الذبح فيكونان قبل الخروج من الا حرام فيجب عند فوات الترتيب المذكور الدم عنده وقال الا مام ابو يوسف والا مام محمد الترتيب سنة ولا يجب بفواته شئى وهذا اشبه بالصواب لماروى الشيخان عن ابن عباس رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم قيل له فى الذبح والحلق والرمى والتقديم والتاخير فقال لا حرج وقدروى الشيخان عن عبدالله بن عمرو بن العاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وقف فى حجة الوداع بمنى للناس يسئلونه فجاء رجل فقال لم اشعر فنحرت قبل ان ارمى فقال ارم ولا حرج فما سئل النبى صلى الله عليه وسلم يومئذ عن شئى قدم ولا اخر الا قال افعل ولا حرج والله اعلم بالصواب .(رسائل الاركان ص ۲۵۵ الرسالة الرابعة فى الحج بيان الذبح والحلق)

ہدایہ اولین میں ہے۔ وكذا الخلاف فى تاخير الرمى فى تقديم نسك عن نسك لحلق قبل الرمى ونحر القارن قبل الرمى والحلق قبل الذبح لهما ان مافات مستدرك بالقضاء ولا يجب مع القضاء شئى اخر وله حديث ابن مسعود رضى الله عنه انه قال من قدم نسكا على نسك فعليه دم لان التاخير عن المكان يوجب الدم فى ما هو موقت بالمكان كالا حرام فكذا التاخير عن الزمان فيما هو موقت بالزمان .(هدايه باب الجنايات ج ۱ ص ۲۷۲)

فتح القدیر میں ہے۔(قوله لهما ان مافات مستدرك بالقضاء الخ)ولهما ايضا من المنقول ما فى الصحيحين انه عليه الصلوة والسلام وقف فى حجة الوداع فقال رجل يا رسول الله لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح، قال اذبح ولا حرج وقال اخر يا رسول الله لم اشعر ونحرت قبل ان ارمى، قال ارم ولا حرج، فما سئل يومئذ عن شئى قدم ولا اخر الاقال افعل ولا حرج .والجواب ان نفى الحرج يتحقق بنفى الاثم والفساد فيحمل عليه دون نفى الجزاء فان فى قول القائل لم اشعر

ففعلت مایفید انه ظهرله بعد فعله انه ممنوع من ذلک فلذاقدم اعتذاره علی سؤاله والا لم یسأل اولم یعتذر لکن قد یقال یحتمل ان الذی ظهر له مخالفة ترتیبه لترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فظن ان ذلک الترتیب متعین فقدم ذلک الا عتذار وسأل عما یلزمه به فبین علیه الصلوة والسلام فی الجواب عدم تعیینه علیه بنفی الحرج وان ذلک الترتیب مسنون لا واجب والحق انه یحتمل ان یکون کذلک وان یکون الذی ظهرله کان هو الواقع الا انه علیه الصلوة والسلام عذرهم للجهل ، وامر هم ان یتعلموا منا سکهم وانما عذرهم بالجهل لان الحال کان اذذاک فی ابتدائه واذا احتمل کلا منهما فالا حتیاط اعتبار التعیین والا خذبه واجب فی مقام الا ضطراب فیتم الوجه لا بی حنیفة ویؤیده ما نقل عن ابن مسعود رضی اللہ عنه من قدم نسکا علی نسک فعلیه دم بل هو دلیل مستقل عند ناوفی بعض النسخ ابن عباس وهو الا عرف رواه ابن ابی شیبة عنه لفظه من قدم شیئاً من حجه اواخره فلیهوق دما وفی سنده ابراهیم بن مها جر مضعف واخرجه الطحاوی بطریق اخر لیس ذلک المضعف حدثنا ابن مرزوق حدثنا الخصیب حدثنا وهیب عن ایوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس مثله قال: فهذاابن عباس احد من روی عنه علیه الصلاة والسلام افعل ولا حرج لم یکن ذلک عنده علی الا باحة بل علیٰ ان الذی فعلوه کان علی الجهل بالحکم فعذر هم وامرهم ان یتعلموا مناسکهم الخ. (فتح القدیر مع الکفایة ۳/ ۶۲، ۶۳ باب الجنایات)

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک نہایت قوی ہے، رمی اور نحر حج کے عظیم مناسک میں سے ہے، لہٰذا ان کو ان کے شایان شان طریقہ کے مطابق ادا کرنا چاہئے، اوران کے لئے، شایان شان طریقہ یہی ہے کہ حاجی کو اس بات کا یقین ہو کہ اس نے یہ مناسک حالت احرام میں ادا کئے ہیں، ترتیب ملحوظ نہ رکھنے اور اسلامی بنک کے ذریعہ قربانی کرانے میں اس پر عمل نہ ہو سکے گا اور بڑی فضیلت سے محرومی ہوگی اوراس کی تائید حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ”من قدم نسکا علی نسک “ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ”من قدم شیئا من حجه او اخر فلیهرق دما“ سے بھی ہوتی ہے، حج عمر بھر میں ایک مرتبہ ادا کیا جاتا ہے اس لئے اس طرح ادا ہونا چاہئے جو اس کا حق ہے، لہٰذا نوجوان صحت منداور باہمت لوگ مفتی بہ قول پر ہی عمل کرنے کی کوشش کریں اور جو حضرات ضعیف، کمزوراور معذور ہوں اور وہ لوگ ہجوم اور اپنی معذوری کی وجہ سے مفتی بہ قول پر عمل کرنے سے قاصر ہوں تو ایسے ضعیف اور معذور حضرات، صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرلیں تو اس کی گنجائش ہے، اور حکومت، معلمین، منتظمین اور پولیس کے ذریعہ اس کا انتظام کرے اور بڑے پیمانہ پر اس کی تشہیر بھی کرے کہ ضعفاء اور کمزور و معذور حضرات پیچھے رہیں اور نوجوان اور باہمت لوگوں کو حکومت کی جانب سے ایسا نشان دیا جائے کہ وہ بلا تکلف حج کے مناسک بالترتیب ادا کرسکیں اور ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ازخود قابل اعتماد طریقہ پر قربانی کا انتظام کریں، ضعفاء اور معذورین ان کے لئے آڑ اور رکاوٹ نہ بنیں بلکہ ان کے آگے بڑھنے میں ان کا تعاون کریں، پولیس بھی ان کی مدد کرے اوران کے لئے سہولتیں مہیا کرے، اس طرح عمل کرنے میں دونوں طبقہ والوں کے لئے سہولتیں پیدا ہوجائیں گی، اگر اس پر عمل نہیں کیا گیا تو مفتی بہ قول ہمیشہ کے لئے متروک العمل ہوجائے گا، اور ابن مسعود و ابن عباسؓ کی روایت کا ترک لازم آئے گا (صاحبین کا جو

استدلال ہے صاحب فتح القدیر نے اس کا جواب دیا ہے ملاحظہ فرمالیا جائے) اور معاندین کے لئے لوگوں کو امام ابو حنیفہ اور فقہ سے بدظن کرنے کا موقع ہاتھ آجائے گا جس کے لئے وہ ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:

اگر یہ کہا جائے کہ حجاج اپنے طور پر قربانی کرتے ہیں تو ہزاروں جانوروں کا گوشت ضائع جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کی ناقدری ہے، اس کے برعکس اگر دوسرے قول پر عمل کر لیا جائے (جس میں ترتیب واجب نہیں) تو اس عظیم نعمت کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ ایک لقمہ گر جانے پر اس کو اٹھا کر کھالینے کی اسی طرح کھانے کے برتن کو صاف کرنے کی ہدایت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے، تو جب ایک لقمہ کی اتنی اہمیت ہے تو ہزاروں مذبوحہ جانوروں کی کتنی اہمیت ہوگی...... تو جواباً عرض ہے کہ حجاج کرام قربانی کرنے کے بعد خدانخواستہ اپنے مسافرانہ حالت کی وجہ سے گوشت کا صحیح انتظام نہ کرسکیں تو اسی نعمت کی ناقدری نہیں کہا جاسکتا اور نہ نعمت کی ناقدری مقصود ہے، لقمہ گر جانے پر قدرت کے باوجود نہ اٹھانا، اسی طرح برتن صاف نہ کرنا نعمت کی ناقدری ہی ہے۔ صورت مسئولہ میں حاجی کا مقصد اپنی ایک اہم عبادت غیر مشتبہ طور پر ادا کرنا ہے، اس کے بعد اگر وہ خدانخواستہ گوشت کا صحیح انتظام نہ کرسکے تو وہ معذور شمار ہوگا اسے ناقدر نہیں کہا جائے گا، **انما الا عمال بالنیات** ۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ قربانی اراقۃ دم کا نام ہے اور اراقۃ دم ہی سے عبادت ادا ہو جاتی ہے اور حجاج کرام صحیح طور پر عبادت ادا کرنے کے مکلف ہیں، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام (جو عموماً مسافر ہوتے ہیں اور شریعت میں مسافر کے لئے بہت ساری رخصتیں ہیں) کی ذمہ داری نہیں، یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے، حجاج کرام بمنزلہ مہمان اور حکومت بمنزلہ میزبان کے ہے، مہمان کی ضروریات کا انتظام کرنا میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی جو حکومت ایک شب و روز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کرسکتی ہے (جیسا کہ امسال منیٰ میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ ان جانوروں کو گوشت کا انتظام نہیں کرسکتی؟

(۲) آزادانہ ذبح کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے جس کا خود احقر نے اپنے سفر حج میں مشاہدہ کیا، مقامی غرباء (حبشی وغیرہ) پہاڑ پر بیٹھے رہتے ہیں، اور جب کوئی حاجی قربانی کرتا ہے وہ غرباء فوراً دوڑ کر پورا جانور یا بقدر ضرورت لے جاتے اگر تمام ہی لوگ حکومت کے زیر نگرانی مذبح میں قربانی کرانے لگیں تو ان غرباء کا کیا ہوگا؟ وہ بے چارے محروم رہیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حج بدل کے متعلق احکامات

اپنی زندگی میں حج بدل کرائے یا نہیں :

(سوال ۱۳۲) بیماری یا کمزوری کی بنا پر اپنی حیات میں حج بدل کرائے تو معتبر ہے یا نہیں، یا مرنے کے بعد دوبارہ حج بدل کرانا ضروری ہے؟

(الجواب) معتبر ہے۔ لیکن اگر اس کا عذر جاتا رہا تو اس کو حج خود کرنا ہوگا۔ کما قال فی الدر المختار حتی تلزمه الاعادة بزوال العذر. (رد المحتار ج۲ ص ۳۲۷ باب الحج عن الغیرؒ)

بدون وصیت کے حج بدل کرا سکتے ہیں یا نہیں :

(سوال ۱۳۳) حج فرض تھا لیکن وصیت نہ کی تو ورثاء اپنے مال میں سے حج کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) کرا سکتے ہیں[1] اور خود میت کے مال میں سے کرا سکتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ سب ورثاء راضی ہوں کیونکہ ترکہ میں سب کا حق ہے لیکن نابالغ وارثوں کی رضامندی معتبر نہیں۔[2]

مراہق حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۳۴) قریب البلوغ بچہ سے حج بدل کرانا درست ہے یا نہیں؟ یا بالغ ہونا شرط ہے؟

(الجواب) مراہق، قریب البلوغ، سمجھدار، ہوشمند، مسائل حج سے واقف ہو تو اسے حج بدل کرا سکتے ہیں۔ لیکن بعض علماء اختلاف کرتے ہیں۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الامکان بالغ ہی کو منتخب کرے۔ وفی الدر المختار فجاز حج الصرورة (الی ان قال) کالمراهق. وغیر هم اولی لعدم الخلاف. رد المحتار ج۲ ص ۳۲۱ باب الحج عن الغیر مطلب فی حج الضرورة)

حج بدل میں جانے والا بیمار ہو جائے تو کیا کرے؟

(سوال ۱۳۵) حج بدل میں جانے والا بیمار ہو جائے تو اسے دوسرے کو نائب بنانے کا اختیار ہے یا نہیں؟

(الجواب) آمر جس نے اس کو اپنے حج بدل کے لئے بھیجا ہے اس کی اجازت ہو تو دوسرے سے حج کرا سکتا ہے لہٰذا یہی اولیٰ ہے کہ اس کی اجازت دے کر بھیجے کہ آپ کو اختیار ہے جس طرح مناسب ہو کرنا۔ درمختار میں ہے (واذا مرض المامور) بالحج (فی الطریق لیس له دفع المال الی غیرة لیحج) ذالک الغیر (عن المیت الا اذا اذن له بذالک بان (قیل له وقت الدفع اصنع ما شئت فیجوزله (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۲۳۲ ایضاً)

---

(۱) ومنها الامر بالحج فلا یجوز حج الغیر عنه بغیر امره الا الوارث یحج عن مورثه بغیر امره فانه یجزیه فتاویٰ عالمگیری الحج عن الغیر ج ۱ ص ۲۵۷.

(۲) وقدمنا ان الوارث لیس له الحج بمال المیت الا ان تجیز الوارثه وهم کبار لأن هذا مثل التبرع بالمال فالظاهر تقیید حج الوارث ها بذلک ایضا تامل. شامی باب الحج عن الغیر ج۲ ص ۳۳۴.

حج بدل میں جانے والا مرجائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۳۶) ایک مرحوم کی طرف سے اس کی وصیت کے مطابق ایک شخص کو حج بدل کو بھیجا، لیکن بدقسمتی سے نویں ذی الحجہ سے پہلے وہ انتقال کرگیا حج ادا کر سکا تو اب مرحوم کے مال سے دوسرے کو بھیجنا ضروری ہے۔؟

(الجواب) جی ہاں۔ جب تک مرحوم کے ترکہ کے ایک تہائی میں اس کی گنجائش رہے حج بدل کرانا ضروری ہے یعنی حج بدل کو جانے والا اگر وقوف عرفات سے پہلے مر گیا تو مرحوم کا جو ترکہ ہے اس کے ثلث حصہ میں سے اگر حج کے لئے کافی ہو تو حج کرائے۔ اگر ثلث حصہ وطن سے بھیجنے کے لئے ناکافی ہو تو جہاں سے حج کرا سکے وہاں سے حج کرائے۔ پھر جتنی دفعہ ایسی صورت پیش آئے بار بار حج کرنے کے لئے بھیجتے رہیں۔ یہاں تک کہ مرحوم کے ترکہ کا ثلث پورا خرچ ہو جائے یا اتنا تھوڑا باقی رہ جائے کہ اس میں حج نہ ہوسکتا ہو تو اس کی وصیت ناقابل عمل ہو جائے گی اور اگر حج بدل کی رقم چوری ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے کہ دوبارہ حج کو بھیجے مکان سے یا جہاں سے بھیجنے کی رقم میں گنجائش ہو وہاں سے بھیجے۔ قال (وان مات) المامور (اوسرقت نفقته فی الطریق) قبل وقوفه (حج من منزل آمره بثلث مابقی) من ماله فان لم یف فمن حیث یبلغ فان مات او سرق ثانیا حج من ثلث الباقی بعد ھا ھکذا مرة بعد مرة اخریٰ الیٰ ان لا یبقی عن ثلثه مایبلغ الحج فتبطل الوصیة (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۲۳۹ مطلب فی حج الضرورة)

حج بدل کرنے والا احرام کہاں سے باندھے:

(سوال ۱۳۷) ایک آدمی کا انتقال ہو گیا۔ اس کی وصیت نہ تھی لیکن اس کی عورت نے اپنے پیسے سے ایک شخص کو حج بدل کے لئے وطن سے بھیجنا چاہتی ہے تو وہ شخص بذریعہ اسٹیمر (دریائی جہاز) حج بدل کے لئے جاتا ہے اس کو میقات سے سب کے ساتھ احرام باندھنا چاہئے۔ اگر اس کا ارادہ مدینہ جانے کا ہے اور وہ ایام حج سے پہلے مکہ معظمہ آجائے گا۔ اب پوچھنا یہی ہے کہ وہ مدینہ بحالت احرام جائے یا مکہ معظمہ پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر مدینہ جائے۔ اس کی وضاحت کیجئے؟ نیت کس طرح کرے؟ اور اثنائے سفر میں جو خرچ ہو اس کے متعلق بیان فرمائیے۔

(الجواب) بھیجنے والے نے اجازت دی ہو تو پہلے مدینہ طیبہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے جا سکتا ہے۔ جب اولاً مدینہ کا ارادہ ہے تو احرام کی ضرورت نہیں۔ مدینہ سے مکہ جائے تو ذوالحلیفہ سے جسے ''بیر علی'' کہتے ہیں (یہ اہل مدینہ کا میقات ہے) وہاں سے افراد (یعنی صرف حج) کا احرام باندھے۔ بھیجنے والے نے قران (حج وعمرہ دونوں) کی اجازت دی ہو تو قران بھی کرسکتا ہے لیکن دم قران خود کو دینا ہوگا۔ یعنی قربانی کا خرچ خود برداشت کرے گا۔ (۱) احرام کے وقت جب نیت کرے تو جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کا نام لے۔ (۲) سفر حج میں اعتدال رکھے۔ ضرورت سے زائد خرچ کرے گا تو اس کا ذمہ دار خود خرچ کرنے والا ہوگا اور حج سے فارغ ہو کر جو کچھ نقد، کپڑے، ساز و سامان بچا ہو اس کو لوٹا دینا ضروری ہے البتہ بھیجنے والا اس کو ہدیۃً دے دے تو یہ چیزیں اس کی ہو جائیں گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ودم القرآن والتمتع والجنایة علی الحاج درمختار مع الشامی باب الحج عن الغیر ج ۲ ص ۳۳۸.
(۲) وبشرط نیة الحج عنہ ای الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیست عن فلان، ایضا ج. ۲ ص ۳۲۷.

حج بدل میں جانے والا کون سا احرام باندھے :

(سوال ۱۳۸) حج بدل میں جانے کے لئے کیا ضروری ہے کہ افراد کا احرام باندھے تمتع کا احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) حج بدل میں جانے والا افراد یعنی صرف حج کا احرام باندھے جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اگر وہ قران کی اجازت دے تو قران بھی کر سکتا ہے۔ لیکن دم قران (قربانی) کا خرچ خود کو برداشت کرنا پڑے گا۔ (۱) تمتع کے بارے میں اختلاف ہے ارجح واحوط یہ ہے کہ اجازت کے باوجود تمتع کا احرام نہ باندھا جائے۔ لیکن جب کہ مجبوری ہو۔ (۲)

مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل از حج وفات پا گیا تو کیا کرے:

(سوال ۱۳۹) ایک شخص پر حج فرض تھا حج کے ارادے سے گیا معظمہ پہنچ کر حج ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کا حج ادا ہوا یا نہیں؟

(الجواب) جس سال حج فرض ہوا اگر اسی سال گیا اور حج ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا۔ حج بدل کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر حج فرض ہو چکا پھر سال دو سال بعد گیا تھا تو حج بدل کی وصیت واجب ہے۔ واصیت نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ (۳)

مریض حج بدل کو بھیجے پھر اچھا ہو جائے:

(سوال ۱۴۰) بیمار نے فرض حج دوسرے سے کرایا، پھر وہ تندرست ہو گیا تو اس کو حج کرنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں اس کو خود جانا پڑے گا۔ (۴)

---

(۱) ودم القران والتمتع والجناية على الحاج ان اذن له الامر بالقرآن والتمتع والا فيصر فخا لفاً قال فى الشامية تحت قوله فيصير مخالفا هذا قول أبى حنيفة ووجهه ان لم يأت بالمامور به لانه امره بسفر يصرفه الى الحج لا غير درمختار مع الشامى باب الحج عن الغير ج ۲ ص ۳۳۹.

(۲) مسئلہ۔ غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ میقات سے احرام باندھنا اصل میں فی نفسہ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر کی مخالفت سے بچنے کے لئے ہے۔ اسی طرح ملا علی قاریؒ نے مناسک میں لکھا ہے کہ میقات اصل میں حج کے لئے شرط نہیں ہوسکتا جب تک صریح دلیل اس کے شرط ہونے کی نہ ملے۔ پس آمر کو چاہئے کہ اپنے مامور کو عام طرح اجازت دے دے کہ میری طرف سے جا کر حج کرو۔ جس طریقہ سے بھی تمہاری مرضی ہو اور سہولت ہو (افراد یا قران یا تمتع) جو بھی کرو تو اس سے آمر کا حج جائز ہو جائے گا۔ اگر چہ تمتع ہی کرے کیونکہ آمر کے امر کی مامور نے مخالفت نہیں کی۔ تنبیہ: پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جائے کہ مسئلہ اختلافی ہے (ناقل کیونکہ یہ شرط لکھتے ہیں کہ سفر مامور بہ کے لئے کیا جائے یعنی اگر حج کے لئے امر کیا گیا ہے تو پہلے حج ہی کرے۔ اگر پہلے عمرہ کیا تو گویا وہ سفر مامور بہ کے لئے نہ ہوا۔

(۳) واذا اجمعوا انه لو تراخى كان اداء وان اثم بموته قبله قال فى الشامية تحت قوله وان اثم بموته قبله اى بالا جماع كما فى الزيلعى اما على قولهما فظاهر وما على قول محمد فانه' وان لم يأ ثم بالتاخير عنه ولكن بشرطلا اداء قبل الموت فاذا مات قبله ظهر أنه ام قيل من السنة الاول وقيل من الاخيره الخ شامى باب الحج عن الغير ج۲ ص ۱۹۲.

(۴) قوله حتى تلازم الاعادة بزوال العذر، اى العذر الذى يرجى زواله كالحبس والمرض شامى باب الحج عن الغيره ج۲ ص ۳۲۷.

تندرست اگر حج بدل کے لئے بھیجے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۴۱) تندرست آدمی نے اپنا فرض حج دوسرے سے ادا کرایا۔ پھر دائم العذر رہو گیا تادم مرگ عذر مرتفع نہ ہوا تو مذکورہ حج معتبر ہے یا نہیں؟

(الجواب) معتبر نہیں۔ کیونکہ صحت کے حالت میں جو حج بدل کرایا وہ قابل اعتبار نہیں۔ عذر لگ جانے کے بعد اس کو حج بدل کرانا چاہئے تھا نہیں کرایا تو وصیت ضروری ہے وصیت نہ کرے گا تو گنہگار ہو گا(۱)

حج بدل فاسد ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنے سے حج بدل ادا نہ ہوگا:

(سوال ۱۴۲) حج بدل کرنے والا وقوف عرفات سے پہلے اپنی عورت سے جماع کر کے حج فاسد کر دے تو اب دوسرے سال پھر سے حج کرے تو یہ حج بدل ہوا یا نہیں۔

(الجواب) وقوف عرفات سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہو جاتا ہے۔ لیکن بقیہ مناسک (احکام واعمال) پورے کرنے پڑیں گے اور اپنے مال میں سے قربانی کرنی ہوگی۔ اور آئندہ سال اپنے پیسوں سے قضاحج کرنا ضروری ہے اور یہ حج خود اس کا شمار ہوگا، حج بدل نہ ہوگا۔ تیسرے سال تیسرا حج حج بدلی کرانے والے کی جانب سے باقاعدہ کرے گا تو حج بدل ادا ہوگا ورنہ حج بدل ادا نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے **(وضمن النفقة ان جامع قبل وقوفه) فيعيد بمال نفسه (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۳۹ باب الحج عن الغير)**

آنکھ کے عذر والا حج بدل کرانے کے بعد اچھا ہو گیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۴۳) آنکھوں میں موتیا اتر آنے سے نظر نہ آتا تھا اس لئے حج بدل کرایا۔ بعد میں آپریشن کرایا تو آنکھیں اچھی ہو گئیں، تو حج بدل معتبر ہے یا نہیں؟

(الجواب) جس عذر و مرض کی بنا پر حج بدل کرا سکتے ہیں اس سے وہ مرض مراد ہے جس سے اچھا ہونے کی امید نہ ہو اور عموماً وہ عذر تا بمرگ باقی رہے۔ جیسے اندھا ہو جانا، ایسی دائمی عذر کی حالت میں حج بدل کرانے کے بعد خلاف امید قدرت الٰہی سے عذر ہٹ جائے تو دوسرا حج نہیں کرنا ہوگا۔ مگر موتیا اترنے کی بیماری ایسی نہیں ہے، آپریشن سے عموماً فائدہ ہو جاتا ہے۔ لہذا ایسے عذر کی حالت میں جو حج بدل کرایا ہے وہ کافی نہ ہوگا، خود کو حج کے لئے جانا ضروری ہوگا۔ البتہ اگر یہ بیماری اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ نظر واپس آنے کی امید نہ رہی تھی۔ پھر نا امید ہونے کے بعد خدا کی قدرت سے آنکھ اچھی ہو گئی تو اس صورت میں جو حج بدل کرایا تھا وہ کافی ہے فرض اتر گیا۔ دوبارہ حج ضروری نہیں ہے۔ (شامی ج ۲)(۲)

---

(۱) ومنها ان يكون المحجوج عنه عاجزا عن الاداء بنفسه وله مال فان قادرا على الاداء بنفسه بأن كان جميع البدن وله مال او كان فقيرا صحيح البدن لا يجوز حج غيره عنه، فتاویٰ عالمگيری الحج عن الغير ج ۱ ص ۲۵۷.

(۲) هذا اى اشتراط دوام العجز الى الموت اذا كان العجز كالحبس والمرض يرجى زواله اى يمكن وان لم يكن كذلك كالعمى والزمانة سقط الفرض بحج الغير عنه فلا اعاده قال فى الشامية تحت قوله حتى تلزم الاعادة بزوال العذر اى العذر الذى يرجى زواله كالحبس والمرض ،باب الحج عن الغير ج. ۲ ص ۳۲۷)

نفل حج دوسرے سے کرا سکتا ہے یا نہیں :

(سوال ۱۴۴) بلاعذر نفل حج خود نہ کرے دوسرے سے کرائے تو یہ حج ہو گا یا نہیں۔

(الجواب) نفلی حج کے لئے عذر شرط نہیں لہذا بلاعذر بھی نفل حج دوسری سے کرا سکتا ہے (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۵۷)(۱)

فرض حج ادا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وصیت کرے یا نہیں :

(سوال ۱۴۵) حج فرض ہو گیا مگر ادائیگی کا وقت نہ ملا اور انتقال کر گیا تو اس پر حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) حج ادا کرنے کا وقت ہی نہ ملا اور انتقال کر گیا تو اس کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا، لہذا حج بدل کی وصیت کرنا ضروری نہیں، یہی حکم ہے۔ اثنائے سفر میں مرنے والا کا اور اگر حج فرض ہونے کے سال دو سال بعد مر گیا تو حج بدل کی وصیت واجب ہے۔ (حوالہ اسی باب میں بعنوان، مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل از حج الخ کے تحت دیکھیں ص۱۱۹ از مرتب)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت حج بدل کو جا سکتی ہے :

(سوال ۱۴۶) عورت حج بدل کے لئے جا سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) جی ہاں! محرم یا خاوند ساتھ ہو تو جا سکتی ہے لیکن مرد کو بھیجنا اولیٰ بہتر ہے۔ (۲)

حج بدل کے لئے کیسے شخص کو بھیجے :

(سوال ۱۴۷) ایک صاحب مال عورت نے اپنے رشتہ دار کا حج بدل کرانے کے لئے ایسے شخص کو بھیجا جس نے اس سے پہلے حج نہیں کیا ہے تو یہ حج بدل ہوا یا نہیں؟

(۲) حج میں جانے والا غریب تھا اس پر حج فرض نہ تھا وہ حج بدل کو جا سکتا ہے یا نہیں۔ اور یہ حج خود کا ہو گا یا حج بدل والے کا؟ اب وہ حج کرنے کے بعد مالدار ہو گیا تو خود کو فرض حج ادا کرنا ہو گا یا نہیں؟

(۳) حج بدل جانے والا مالدار تھا اس پر حج فرض تھا لیکن ادا نہ کیا تھا تو اس صورت میں خود کا حج ہوا یا حج بدل ہوا؟ اگر نہ ہوا تو کیا خود کو حج کے لئے جانا پڑے گا۔ حج بدل میں حاجی کو بھیجنا اولیٰ ہے یا غیر حاجی کو؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) صورت مسئولہ میں حج ہو گیا دوبارہ حج کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) جا سکتا ہے لیکن بہتر نہیں ہے۔ اس صورت میں حج بدل کرانے والے کا حج ہو گا، البتہ مالدار ہو جانے

---

(۱) وانما شرط العجز المنوب للحج الفرض لا للنفل كذا فى الكنز ففى الحج النفل تجوز النيا بة حالة القدرة لأن با ب النفل اوسع فتاوىٰ عالمگيرى الحج عن الغير ج ۱ ص ۲۵۷)

(۲) فجاز حج الصرورة بمهلمة من لم يحج و المرأة ولوامة. درمختار مع الشامى باب الحج عن الغير ج. ۲ ص ۳۳۱.

کے بعد خود کو حج کے لئے جانا ہوگا۔

(۳) یہ حج، حج بدل کرانے والے کا ہوا نہ کہ حج کرنے والے کا اس کو اپنے حج کے لئے جانا ضروری ہے۔

شامی میں ہے۔ **قال فی الفتح بعد ما اطال فی الا ستدلال والذی یقتضیه النظر ان حج الصرورة عن غیره ان کان بعده تحقق الوجوب علیه یملک الزاد والراحلة والصحة فهو مکروه کراهة تحریم الخ** (ج ۲ ص ۳۳۱ باب الحج عن الغیر)

جس پر حج فرض ہو چکا ہو اس کو حج بدل کے لئے بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور جانے والے کے لئے مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ اپنے فریضۂ حج کو اپنے ذمہ رکھ کر دوسرے کی طرف سے (حج بدل کو) جاتا ہے اولاً اس کو اپنے فریضۂ حج سے سبکدوش ہونا چاہئے تھا۔ حج بدل کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ جس نے اپنا فرض حج کر لیا ہو اور احکام حج سے واقف ہو اس کو بھیجنا چاہئے۔ حج بدل کے مسائل بہت مشکل اور نازک ہیں جاہل آدمی اکثر غلطی کر کے حج بدل فاسد و برباد کر دیتا ہے۔ (شامی ج ۲ ص ۳۳۱) (۱)

کیا حج بدل وطن سے کرانا ضروری ہے:

(سوال ۱۴۸) چند آدمی انڈیا میں فوت ہو گئے ہیں ان کے حج بدل کے لئے لندن سے آدمی لے جانا چاہتا ہوں تو حج بدل صحیح ہوگا یا نہیں۔

(الجواب) مرحومین پر حج فرض ہوا اور انہوں نے حج بدل کی وصیت کی ہو اور ان کی رقم سے حج بدل کے لئے آدمی بھیجنا ہو تو انڈیا سے یعنی مرحومین کے وطن سے بھیجنا ضروری ہے لندن سے بھیجنے میں حج بدل صحیح نہ ہوگا اگر مرحومین نے لندن سے حج بدل کرانے کی اجازت دی ہو تو کرا سکتے ہیں۔ (۲) اسی طرح مرحومین کی وصیت کے بغیر ورثاء اپنی جانب سے اور اپنی رقم سے حج بدل کرانا چاہیں تو جہاں سے چاہیں کرا سکتے ہیں مگر وطن سے کرانا اچھا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بیمار کا لڑکا حج بدل کرے یا نہیں؟:

(سوال ۱۴۹) کیا بیمار کا لڑکا حج بدل میں جا سکتا ہے؟

(الجواب) والد اس کی خدمت کا محتاج نہ ہو تو جا سکتا ہے۔ لیکن اس نے حج نہ کیا ہو تو مکروہ ہے۔ اگر اس پر حج فرض ہو تو اپنا فرض حج چھوڑ کر بدل کو جانا مکروہ تحریمی ہے۔ حج فرض نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (حوالہ ایک سوال پہلے گذر چکا ہے از مرتب)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) لکنه یشترط لصحة النیا بة اهلیة المامور لصحة الا فعال ثم فرع علیه بقوله مجاز حج الصرورة قال فی الشامیة تحت قول لصحة الا فعال عبر بالصحة دون الوجوب لیعم المراهق **فانه اهل الصحة** دون الوجوب قوله ثم فرع علیه ای علی ان الشرط هو الا هلیة دون ا شتراط ان یکون المأ سور **قد حج** عن نفسه باب الحج عن الغیر)

(۲) وهی نیة الحج وان یکون الحج بمال الموصی أو با کثره لا تطوعا وان یکون راکبالا ما شیا ویحج عنه من ثلث ماله سواء قید الوصیة بالثلث بأن أو صی ان یحج عنه بثلث ماله او اطلق بان اوصی بان یحج عنه هکذا فی البدائع فان لم یبن مکانا یحج عنه من وطنه عن علی لنا ...... وان اوصی ان یحج عنه من موضع کذا من غیر بلده یحج عنه من ثلث ماله رجوعه فتاویٰ عالمگیری الحج عن الغیر ص ۲۵۹۔

عورت کی حج بدل کون کرے:

(سوال ۱۵۰)(۱) کیا عورت حج بدل میں عورت کو بھیجے یا کسی مرد کو بھی بھیج سکتی ہے؟ (۲) کیا حج بدل میں حاجی کو بھیجے یا اس کو جس نے ابھی حج نہ کیا ہو؟ کس کو بھیجنا ضروری ہے؟ (۳) مرحومہ دو ہزار روپیہ چھوڑ گئی ہے اور سفر کا خرچ تین ہزار روپیہ ہیں تو اس کو کس طرح حل کیا جائے؟ (۴) کیا یہ صحیح ہے کہ حج بدل جانے والا آتے جاتے راستہ میں انتقال کر جائے یا حج کرنے کے بعد واپس اپنے مقام پر نہ لوٹے تو یہ حج قبول نہیں ہوا؟ (۵) سنا ہے کہ مکہ۔ مدینہ والے بھی حج بدل کرتے ہیں کیا اس طرح حج بدل صحیح ہے؟

(الجواب)(۱) عورت کا حج بدل عورت کر سکتی ہے مگر مرد حج بدل کرے تو افضل ہے۔

(۲) جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے اس سے حج بدل کرانا مکروہ ہے۔ اس لئے اولیٰ یہی ہے کہ حج بدل میں اس کو بھیجا جائے جس نے اپنا حج کر لیا ہو۔ (حوالہ دو سوال پہلے گذر چکا ہے۔ مرتب)

(۳) دو ہزار روپے حج اور زیارت روضۂ اطہر کے لئے ناکافی ہوں تو صرف حج ادا کرا دیا جائے۔ تاکہ مرحومہ فرضیت سے سبکدوش ہو جائے۔

(۴) حج کی ادائیگی سے پہلے مر جائے تو حج نہیں ہوا۔ لیکن حج کرنے کے بعد وہاں یا راستہ میں انتقال کر جائے تو حج ادا ہو گیا۔

(۵) اتنی رقم ہے کہ مکہ یا مدینہ سے حج کرایا جا سکتا ہے تو وہاں سے کرایا جائے یا کوئی بلا وصیت اپنی طرف سے شرعاً حج کرائے تو جہاں سے چاہے کرا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر حاجی حج بدل کو جائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۵۱) ہم تین بھائی ہیں۔ ہماری حالت اچھی ہے ہم زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بڑے بھائی نے حج کیا ہے۔ اب چھوٹا بھائی حج بدل کو جا سکتا ہے؟ اس نے اپنا فرض حج نہیں کیا ہے تو جا سکتا ہے اور کیوں کر؟

(الجواب) جس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا ہے اس کو حج بدل میں جانا اور بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر وہ صاحب استطاعت ہو اور اس پر حج فرض ہو تو اس کو اپنا حج چھوڑ کر حج بدل کے لئے جانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ حج بدل ادا ہو جاتا ہے (فجاز حج الضرورة)(تنویر الا بصار) قال فی البحر والحق انها تنزیهیة علی الآمر لقولهم والافضل الخ تحریمة علی الضروة المأمور الذی اجتمعت فیه شروط الحج ولم یحج عن نفسه لانه اثم بالتاخیر اھ (شامی ص ۳۳۱ ج ۲ باب الحج عن الغیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

حج بدل کا طریقہ:

(سوال ۱۵۲) ایک آدمی حج بدل کرنے جا رہا ہے وہ کون سا حج کرے۔ حج تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر تمتع نہ کر سکتا ہو تو حج بدل کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ دوسری کون سی چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟ اس میں خاص ارکان کیا کیا ہیں؟ وہ بتلائیں؟

(الجواب) حج بدل کرنے والا ''افراد'' کی نیت کرے ''قران اور تمتع'' کی اجازت نہیں۔ہاں،جس کی طرف سے حج کرے۔اس نے ''قران'' (ایک ہی احرام سے حج وعمرہ کرنا) یا ''تمتع''...... (کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھے عمرہ سے فارغ ہوکر حج کا احرام باندھے اور حج کرے) اجازت دی ہوتو اس کے مطابق عمل کرسکتا ہے (مگر دم قران دم تمتع خود کے ذمہ ہے) مختصر یہ کہ بلا اجازت کے قران وتمتع نہیں کرسکتا۔یہ بھی خیال رہے کہ حج بدل جانے والا قیام وطعام اور سفر وغیرہ کے خرچ میں احتیاط کرے۔جو کچھ اس کے پاس ہے وہ امانت ہے اس میں احتیاط ضروری ہے۔غیر مناسب فضول خرچ نہ کرے۔اجازت کے بغیر خیرات بھی نہ کرے۔دم جنایت بھی اپنے ذمہ رکھے۔(حوالہ اس باب میں بعنوان، حج بدل کرنے والا احرام کہاں سے باندھے، کے تحت گذر چکا ہے از مرتب)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنا فرض حج چھوڑ کر والدین کی طرف سے حج بدل کرنا:

(سوال ۱۵۳) زید پر حج فرض ہو چکا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ پہلے والد کی طرف سے حج بدل کرے اور بیوی کو اپنی والدہ کے حج بدل کے لئے لے جائے بعد میں میاں بیوی اپنے حج کے لئے جائیں گے تو کیا ایسا کرنا زید کے لئے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض حج کے بعد اسی سال حج ادا کرنے کے لئے جانا ضروری ہے جبکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو بلا وجہ سال دو سال تاخیر کرنے پر فاسق وگنہگار ہوتا ہے اور اگر حج ادا نہ کرسکا تو سخت وعید اور سزا کا مستحق ہوگا[1] لہذا پہلے اپنا حج کرے بیوی نے اپنا حج نہ کیا ہوتو اسے بھی لے جائے۔اور ممکن ہوتو والد اور والدہ کے حج بدل کے لئے ایسے دو آدمیوں کو ہمراہ لے جائے جنہوں نے اپنا حج کیا ہو اور مسائل اور حج کے احکام اور طریقہ سے بخوبی واقف ہوں اگر گنجائش نہ ہوتو آئندہ سال والدہ کے حج بدل میں دونوں میاں بیوی چلے جائیں اپنا فرض حج ذمہ میں باقی رکھ کر والدین کے حج بدل میں جانا مکروہ تحریمی ہے ان حج الصرورة عن غيره ان كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم الخ (شامی ج ۲ ص ۳۳۱ باب الحج عن الغير)

والدین پر حج فرض نہ ہو یا فرض ہو مگر وصیت نہ کی ہو نہ رقم چھوڑی ہوتو حج بدل کرانا واجب نہیں ہے۔اگر اولاد خوش حال ہوتو حج بدل کرانا بڑی سعادت کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات سے امید ہے کہ قبول فرمائیں گے اگر وطن سے حج بدل نہ کرا سکے تو مکہ معظمہ میں رہنے والوں سے کرادیوے انشاء اللہ والدین ثواب کے حق دار ہوں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حج بدل کی نیت کہاں سے کی جائے؟:

(سوال ۱۵۴) مرحوم جہانگیر کے ورثاء مجھ کو حج بدل کے لئے بھیج رہے ہیں تو حج کی نیت کہاں سے کی جائے؟ میقات سے یا بمبئی میں اس جگہ سے جہاں جہانگیر مرحوم کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا؟

---

(۱) على الفور في العام الاول عند الثانى واصح الروايتين عن الامام ومالك واحمد فيسفق وترد شهادته بتأخيره اى سنينا ولذا اجمعوا انه لو تراخى كان اداء وان اثم بموته قبله درمختار مع الشامى كتاب الحج ج ۲ ص ۱۹۲

(الجواب) حج یا عمرہ کی نیت میقات سے (جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے) بوقت احرام کی جاتی ہے ایکسیڈنٹ کی جگہ پر نیت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا،[1] فقط واللہ اعلم بالصواب .

سفر حج میں حج سے پہلے انتقال ہو گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۵۵) زید پر کئی سالوں سے حج فرض تھا اس سال ادائیگی فرض کی خاطر گھر سے روانہ ہو کر بیت اللہ پہنچ گیا مگر ایام حج سے پہلے ہی زید کا انتقال ہو گیا۔ اس صورت میں زید اپنے فرض سے سبکدوش ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (از بمبئی)

(الجواب) اگر زید اسی سال حج کے لئے جاتا جس سال حج فرض ہوا تھا تو حج بدل کی وصیت واجب نہ ہوتی لیکن چونکہ تاخیر سے حج کے لئے گیا اور حج کے ارکان ادا نہ کر سکا اس لئے حج بدل کی وصیت واجب ہے درمختار میں ہے (خرج) المكلف(الى الحج ومات فى الطريق واوصى بالحج عنه) انما تجب الوصية به اذا اخره بعد وجوبه اما لو حج من عامه فلا (درمختار)(قوله ومات فى الطريق) اراد به موته قبل الوقوف بعرفة ولو كان بمكة بحر (درمختار و شامی ج ۲ ص ۳۳۲ باب الحج عن الغير) اگر وصیت نہ کی ہو اور ورثاء اپنی طرف سے حج بدل کرادیں تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

وصیت کے بغیر والدین کی طرف سے حج کیا تو ان کا حج ادا ہوگا یا نہیں :

(سوال ۱۵۶) میرے والد صاحب پر حج فرض تھا انہوں نے اپنا اور والدہ محترمہ کا حج کے لئے فارم بھر دیا تھا، اتفاقا آٹھ یوم پہلے والد صاحب اللہ کی رحمت میں پہنچ گئے، مرحوم والد صاحب کو انتقال کے وقت اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ حج بدل کی وصیت کرتے، والد صاحب نے جو ترکہ چھوڑا ہے وہ اتنا نہیں ہے کہ تقسیم شرعی کے بعد والدہ پر حج فرض ہو سکے، اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) اس صورت میں ورثاء پر حج بدل کرانا ضروری ہے یا نہیں؟ (۲) اگر ضروری نہ ہو مگر ورثاء جو سب بالغ ہیں اپنی خوشی سے حج بدل کرائیں تو ادا ہوگا یا نہیں؟ (۳) سب ورثاء اپنی مرضی سے والدہ محترمہ اور ایک بھائی کو والد صاحب کے حج بدل کے لئے بھیجیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴) اگر بالکل آخری جہاز میں جائیں اس وقت والدہ کی عدت کے دو تین دن باقی رہتے ہیں تو والدہ حج کے لئے جا سکتی ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا (از احمد آباد) .

(الجواب) والد صاحب پر حج فرض تھا، والدہ پر فرض نہیں تھا اس لئے والدہ کی فکر نہیں ہے فکر والد صاحب کی ہے جب ورثاء سب کے سب بڑے اور بالغ ہیں اور حج بدل کرانا چاہتے ہیں تو بڑی سعادت کی بات ہے انشاء اللہ حج ادا ہو جائے گا، شامی میں ہے الا اذا كان وارثاً وكان على الميت حج الفرض ولم يوص به فيقع عن الميت عن حجة الاسلام للامرد لا له ولنص بخلاف ماإذا اوصى به لان غرضه ثواب الانفاق من ماله فلا يصح تبرع الوارث عنه . الى قوله . واخرج الدار قطنى عن جابر رضى الله عنه ان رسول الله صلى

---

[1] (۱) ولب دبر الصلاة تنوى بها الحج اى لب عقبها ناويا بالتلبيه الحج بحر الرائق باب الاحرام ج ۲ ص ۳۲۱.

اللہ علیہ وسلم قال حج عن ابیہ و امہ فقد قضیٰ عنہ حجتہ و کان لہ فضل عشر حج الخ (شامی ج ۲ ص ۳۳۷ باب الحج عن الغیر)

والدہ کو بھیجنا ضروری نہیں ہے کہ ان پر حج فرض نہیں ہے، لیکن اگر ورثاء چاہیں تو بھیج سکتے ہیں واجب نہیں ہے، عدت میں سفر کرنا جائز نہیں۔ وشرط وجوب الاداء خمسة علی الاصح، صحة البدن. الی قولہ وعدم قیام العدة الخ (مراقی الفلاح ص ۱۴۴ کتاب الحج) فقط واللہ اعلم بالصواب . ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ.

مکہ معظّمہ سے حج بدل کرانا:

(سوال ۱۵۷) ایک ہفتہ ہوا ایک صاحب کا انتقال ہو گیا ان پر حج فرض نہیں تھا تاہم ان کا بھتیجا جو عربستان میں ملازمت کرتا ہے اس کا خط مرحوم کے بیٹے پر آیا کہ میں یہاں چچا صاحب کا حج بدل مکہ مکرمہ میں کرالوں گا آپ فکر نہ کریں مرحوم کا بیٹا مجھ سے پوچھتا ہے کہ اس کا جواب حضرت مفتی صاحب سے دریافت کرلو ہمارا خیال ہے کہ جس جگہ کا باشندہ وہاں سے مکہ مدینہ تک کے اخراجات سے حج کرایا جائے تو حج بدل ادا ہوگا مکہ معظّمہ سے تو بالکل معمولی خرچ سے حج ہو جاتا ہے اگر اس طرح حج بدل نہ کرا سکیں تو مرحوم کے غریب بیٹے کو کچھ خرچ دے کر کمائی کا ذریعہ کرادیں تو یہ اچھا ہے یا حج بدل؟ بینواتوجروا۔ (کاوی)

(الجواب) جس پر حج فرض ہو اس کی جانب سے حج بدل کرایا جائے تو وطن سے کرایا جانا چاہئے۔ صورت مسئولہ میں مرحوم پر حج فرض نہیں تھا اس کے باوجود ورثاء اور بھتیجہ وغیرہ حج کرانا چاہیں تو مکہ سے بھی کرا سکتے ہیں، مکہ معظّمہ سے حج کرانے میں معمولی خرچ ہوگا اس لئے وہ اپنے چچازاد بھائی کے لئے ذریعہ معاش کا انتظام بھی کردے گا تو مزید ثواب کا حق دار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وصیت کے بغیر حج بدل کرانا کیسا ہے:

(سوال ۱۵۸) ایک شخص کا انتقال ہو گیا اب اس کا داماد اپنے پیسوں سے اپنے خسر کے ایصال ثواب کے لئے حج بدل کرانا چاہتا ہے تو کرا سکتا ہے یا نہیں؟ مرحوم پر حج فرض تھا یا نہیں اس کا علم نہیں۔ اسی طرح مرحوم نے نہ حج کی وصیت کی ہے اور نہ رقم چھوڑی ہے ان حالات میں کیا حکم ہے؟ اور جس شخص کو حج کے لئے بھیجا جائے یا داماد خود حج کے لئے جائے تو وہ کون سا احرام باندھے؟ حج افراد کا یا قران و تمتع کا؟ بہتر کیا ہے، بینواتوجروا۔

(الجواب) جب مرحوم نے نہ حج بدل کی وصیت کی اور نہ رقم چھوڑی ہے تو اب ان کی طرف سے حج بدل کرنا ضروری نہیں ہے، مرحوم کے رشتے دار یا ان کا داماد وغیرہ مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے اپنے پیسوں سے حج کرائیں گے تو انشاء اللہ مرحوم کو بہت فائدہ ہوگا،[1] اور جو حج کرائے گا وہ بھی انشاء اللہ عنداللہ ماجور ہوگا۔ اور اگر مرحوم پر حج فرض ہو تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ میت کا حج ادا ہو جائے گا صورت مذکورہ میں جو شخص حج کے لئے جائے تو بہتر یہی ہے کہ وہ

---

[1] وفیما الامر بالحج فلا یجوز الغیر عنہ، بغیر امرہ الا لوارث یحج عن مورثہ بغیر امرہ فانہ یجزیہ، فتاویٰ عالمگیری الحج عن الغیرہ ج ۱ ص ۲۵۷.

صرف حج کا احرام باندھے قانونی دشواریوں کے پیش نظر قران یا تمتع کرنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۰ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ۔

مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل کی نیت کی پھر سفر کے قابل نہ رہا تو وہ شخص کیا کرے :

(سوال ۱۵۹) میں نے اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے حج بدل کرنے کی نیت کر رکھی ہے مرحومہ نے مجھے وصیت نہیں کی ہے میں اپنی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا تھا، مگر میں قلب کا مریض ہوگیا حج کا سفر اب میرے لئے بہت مشکل ہے اگر میں حج کے بجائے والدہ مرحومہ کے ایصال ثوب کے لئے کوئی صدقۂ جاریہ کا کام کردوں تو کرسکتا ہوں یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ نے والدہ مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرنے کی نیت کی تھی مگر اس وقت مرض کی وجہ سے خود آپ نہیں جاسکتے تو کسی ایسے نیک صالح شخص کو والدہ کی طرف سے حج بدل کے لئے بھیج دیا جائے، جو اپنا حج کر چکا ہو، اگر والدہ مرحومہ پر حج فرض ہوا اور وہ اپنا فریضہ ادا نہ کرسکی ہوں تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان کا حج ادا ہو جائے گا، اور مرحوم والدین کی طرف سے حج بدل کرانے کی بڑی فضیلت ہے، شامی میں حدیث نقل کی ہے اخرج الدار قطنی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ابویہ او قضیٰ عنہما مغرما بعث یوم القیامۃ مع الا برار واخرج ایضا عن جابر انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال من حج عن ابیہ وامہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج، واخرج ایضاً عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنہما واستبشرت ارواحہما وکتب عند اللہ برا۔ یعنی دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن صلحاء کے ساتھ اٹھایا جائے گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے اپنے والد اور والدہ کی طرف سے حج کیا تو اس نے ان کی طرف سے حج ادا کردیا اور اس کو اس زائد حج کا ثواب ملے گا، اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج ادا کرے گا تو اس کی طرف سے اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی ارواح کو بشارت دی جائے گی اور اللہ کے یہاں یہ شخص نیکوکار لکھا جائے گا۔

لہذا آپ نے جو نیت کی ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے، اگر آپ خود نہ جاسکتے ہوں تو کسی متقی شخص کو والدہ مرحومہ کی طرف سے حج بدل کے لئے بھیج دیا جائے اس کے علاوہ اپنی حیثیت کے مطابق کوئی صدقۂ جاریہ کا کام کردیا جائے تو نور علی نور ہوگا، والدہ مرحومہ کی روح بہت خوش ہوگی اور ان کو بڑا اجر و ثواب ملے گا اور آپ بھی محروم نہ ہوں گے انشاء اللہ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوے سال کی ضعیفہ اپنی زندگی میں حج بدل کرا سکتی ہے یا نہیں :

(سوال ۱۶۰) ایک عورت پر حج فرض تھا مگر محرم نہ ہونے کی وجہ سے وہ حج ادا نہ کرسکی، اب اس کی عمر نوے ۹۰ سال

کی ہوگئی ہے، بہت ہی ضعیفہ اور کمزور ہے اٹھنے بیٹھنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے اور سواری پر سوار ہونے اور سفر کرنے کی تو بالکل طاقت نہیں ہے ایسی صورت میں وہ اپنی زندگی میں اپنے حج بدل کے لئے کسی کو بھیج سکتی ہے یا نہیں؟ آئندہ طاقت آنے اور سفر کرنے کے قابل ہونے کی کوئی امید نہیں ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ عورت بہت ضعیفہ اور کمزور ہوگئی ہے، سفر کرنے کے بالکل قابل نہیں ہے تو وہ اپنی زندگی میں حج بدل کرا سکتی ہے، انشاء اللہ حج بدل ادا ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے۔ شامی میں ہے **ومن العجز الذی یرجی زواله عدم وجود المرأة محرماً فتقعد الیٰ ان تبلغ وقتا تعجز عن الحج فیه ای لکبر او عمی او زمانه فحینئذ تبعث من یحج عنهااما لو بعثت قبل ذلک لا یجوز لتوهم وجود المحرم الا ان دام عدم العجز الی ان ماتت فیجوز کالمریض اذا حج رجلاً ودام المرض الیٰ ان مات کما فی البحر وغیره (شامی ج ۲ ص ۳۲۷ باب الحج عن الغیر تحت قوله کالحبس والمرض)**

معلم الحجاج میں ہے: مسئلہ: عاجز ہونے کے اسباب یہ ہیں موت، قید ایسا مرض کہ جس کے دور ہونے کی امید نہ ہو جیسے فالج اندھا ہونا، لنگڑا ہونا، اتنا بوڑھا ہونا کہ سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ رہے، عورت کے لئے محرم نہ ہونا، راستہ مامون نہ ہونا، ان تمام اعذار کا موت تک باقی رہنا تحقق عجز کے لئے شرط ہے (معلم الحجاج ص ۳۰۳ حج بدل) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حج بدل کرنے والا کون سا احرام باندھے؟:

(سوال ۱۶۱) ہم لندن سے حج بدل کے لئے جانا چاہتے ہیں، اس میں احرام کا کیا حکم ہے؟ کیا حج بدل میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھے اور مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دے اور ایام حج میں یعنی آٹھ ذی الحجہ کو جب حج کا احرام باندھا جاتا ہے اس وقت حج بدل کا احرام باندھے تو حج بدل درست ہوگا یا نہیں؟ ایسے ہی عمرہ کے بعد احرام کھول دیا جائے تو اس میں کیا حکم ہے؟

حج بدل میں حاجی کے لئے قربانی کی تفصیل تحریر فرمادیں، نیز اس سلسلہ میں عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ ہم اپنے مرحوم والدین کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا تفصیلی جواب تحریر کریں۔

(الجواب) حج بدل میں افراد یعنی صرف حج کا احرام باندھنا ہوتا ہے، البتہ آمر کی طرف سے اجازت ہو تو قران (حج اور عمرہ کا احرام ساتھ باندھنا) اور تمتع (اول عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر کے حلال ہو جانا) یعنی احرام کھول دے، پھر جب ایام حج "آٹھ ذی الحجہ" آویں تو حج کا احرام باندھ کر حج کرنا) بھی جائز ہے، لیکن قران اور تمتع کے احرام میں جو دم شکر لازم ہوتا ہے اس کا ذمہ دار مامور ہے یعنی وہ اپنی مال میں سے قربانی کرے۔ مفرد پر قربانی نہیں **(ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج) ان اذن له الا مر بالقران والتمتع (قوله علی الحاج) ای الما مور اما الا ول فلا نه وجب شکر اعلی الجمع بین النسکین (شامی ۲/۳۳۰ باب الحج عن الغیر)**

چونکہ حج بدل میں جانے والا شخص مسافر ہوتا ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، لہٰذا اپنے اوپر جو واجب قربانی ہے وہ بھی سفر کی وجہ سے معاف ہے اس کے باوجود کوئی کرے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔ **لا تجب التضحیة**

علی حاج مسافر (درمختار مع الشامی ۲۷۵/۵)

میرا مشورہ یہ ہے کہ حج بدل میں جانے والا شخص آمر سے ہر قسم کے احرام کی اجازت لے لے اور سب سے پہلے مدینہ طیبہ جاوے وہاں سے دو یا تین ذی الحجہ کو میقات (ذوالحلیفہ) آخر حج افراد کا احرام باندھے پھر مکہ آجائے اس صورت میں آٹھ روز احرام کی حالت میں رہنا پڑے گا۔

قال الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ اذا امر غیرہ بان یحج عنہ ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بھذا المال کیف شئت ان شئت حجۃ وان شئت حجۃ وعمرۃ وان شئت قرانا (فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیہ ۳۰۷/۱، زبدۃ المناسک ۵۸/۲)

دوسری صورت یہ بھی ہے کہ عمرہ کا احرام باندھے، عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دے پھر مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کرکے ایام حج میں میقات سے حج افراد کا احرام باندھے اور حج کرے۔

اگر آپ کے مرحوم والدین کے ذمہ حج فرض نہ تھا یا حج تو فرض تھا مگر وصیت نہیں کی، اور آپ اپنی طرف سے حج بدل کرنا چاہتے ہیں تو آپ حسب مرضی حج افراد یا قران یا تمتع میں سے جونسا بھی احرام باندھیں اختیار ہے مگر حج افراد کا احرام باندھ کر حج کرنا اولیٰ ہے، ملاحظہ ہو (جواہر الفقہ ۵۰۸/۱ حج بدل میں قران اور تمتع کا بیان (فتاویٰ محمودیہ ۸۴/۱۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

حج بدل کی وصیت:

(سوال ۱۶۲) ہم تین بھائی ہیں، ہماری والدہ مرحومہ کا تاریخ ۵ جنوری ۱۹۷۳ء کے روز انتقال ہو چکا ہے والدہ کے لئے حج کا فارم تین سال سے بھرتے تھے، جب وہ منظور ہو کر آیا اس وقت والدہ انتہاء مریضہ تھیں اس کے بعد وہ جاں بحق ہو گئیں، انتقال سے قبل وصیت فرمائی تھی کہ میں نے جو رقم حج کے لئے رکھی ہے اسے استعمال نہ کیا جاوے بلکہ اسی سے حج بدل کرا دینا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم تینوں بھائی میں سے کسی پر حج فرض نہ ہونے کی وجہ سے حج نہیں کیا، نیز ہم مقروض بھی ہیں تو اب ان تینوں میں سے کس کو حج بدل میں بھیجا جاوے، اور کس کا جانا اولیٰ ہے اس کا تفصیلی جواب تحریر فرمادیں

(الجواب) مرحومہ کے تہائی مال میں سے حج بدل کرانا ضروری ہے، ورنہ ورثاء گنہگار ہوں گے، تہائی مال حج بدل کے لئے ناکافی ہو تو جہاں سے ایک ثلث میں حج ہو جاتا ہے وہاں سے) حج کرادیں، مثلاً جدہ سے حج کرا سکیں اتنا ہی مال ہے تو وہاں سے کرادیں، مکہ شریف سے حج کرادیں، اتنا ہی مال ہے تو وہاں سے حج کرادیں (وحج من منزل آمرہ بثلث مابقی) فان لم یف فمن حیث یبلغ (درمختار مع الشامی ۲/ص ۳۳۹ باب الحج عن الغیر)

اگر بالغ ورثاء اپنے مال میں سے باقی رقم ملا کر مرحومہ کے وطن سے حج کرادیں تو بہتر ہے (نابالغ ورثاء کی رضامندی معتبر نہیں)

جہاں تک ہو سکے حج بدل میں ایسے شخص کو بھیجا جائے جو اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکا ہو، جس نے حج نہ کیا ہو

اس کو بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے، اور مالدار شخص جس پر حج فرض ہو اور اپنا حج نہ کیا ہو اس کو بھیجنا مکروہ تحریمی ہے، ایسے ہی غریب شخص کو بھیجا تو مکروہ تنزیہی ہے البتہ کوئی حج کر چکا ہو اور مسائل حج سے واقف ہو ایسا شخص نہ مل سکے تو مکروہ نہیں۔ (۱)

آپ کے علم میں اضافہ کی غرض سے ذیل میں دو فتوے پیش کرتا ہوں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ۔

(الجواب) جس پر پہلے سے حج فرض ہو چکا ہے اس کا حج بدل کو جانا تو باتفاق مکروہ تحریمی ہے اور جس پر حج فرض نہیں ہے اور اس کو استطاعت نہیں ہے اس پر چونکہ بعض علمائے محققین کے نزدیک مکہ معظمہ پہنچ کر حج فرض ہو جاتا ہے اس لئے ان علماء کے نزدیک وہ بھی تارک فرض ہونے کی وجہ سے مرتکب کراہت تحریمہ کا ہے جیسا کہ شامی (۳۳۲/۲) میں بدائع سے منقول ہے یکره احجاج الصرورة لا نه تارک فرض الحج یفیدانه یصیر بد خول مکة قادر اعلی الحج عن نفسه الخ قلت وقد افتی بالوجوب مفتی دارالسلطنة العلامة ابو السعود وتبعه فی سکب الا نهر وكذا افتی به السید احمد بادشاه والف فيه رسالة الخ.

بہر حال جس نے اپنا حج ادا نہیں کیا اس کو حج بدل کرنا کسی صورت میں کراہت سے خالی نہیں، غایت یہ کہ بصورت ذی استطاعت نہ ہونے کے عند البعض وہ کراہت تنزیہی ہے اور ان علماء کے نزدیک جو مکہ معظمہ پہنچ کر اس پر حج فرض کہتے ہیں کراہت تحریمی ہے، اور بصورت ذی استطاعت ہونے کے باتفاق کراہت تحریمی ہے۔ فقط۔ (فتاوی دارالعلوم مدلل ومکمل ۶/۵۷۶ و ۵۷۷)

حضرت مفتی سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ

(الجواب) جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا اگر وہ کسی دوسرے کی طرف سے حج کرے تو حج ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے۔ (معلم الحجاج ص ۱۸۵)

نیز اسی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنا حج بھی فرض ہو جائے گا، اور اس کو وہاں ٹھہر کر آئندہ سال اپنا حج کرنا واجب ہوگا اور یہ مشکل ہے، اس لئے احتیاط یہ ہے کہ ایسے شخص سے (جس نے اپنا حج نہیں کیا) حج نہ کرایا جاوے ایضاً، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مذکورہ صورت میں حج بدل میں جانے والا حج تمتع کرسکتا ہے یا نہیں

عمرہ کا احرام کس کی طرف سے باندھے:

(سوال ۱۶۳) ایک شخص اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتا ہے، والد مرحوم پر نہ حج فرض تھا نہ انہوں نے حج بدل کی وصیت کی ہے۔ اس صورت میں حج بدل میں جانے والا شخص بھیجنے والے کی اجازت سے حج تمتع کرسکتا

---

(۱) والا فضل ان یکون قد حج عن نفسه وحجة الاسلام خرجا عن الخلاف ثم قال والا فضل احجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه وذکر فی البدائع کراهة احجاج الصرورة لأ نه تارک فرض الحج ..... ویحمل کلام الشارح علی الأمر فیوافق مافی البحر من ان الکراهةفی حقه تنزیهیة وان کانت فی حق المامور تحریمیة شامی باب الحج عن الغیر ج ۲ ص ۳۳۱.

ہے یا نہیں؟ اگر تمتع کی گنجائش ہو تو عمرہ کا احرام کس کی طرف سے باندھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جن کی طرف سے حج بدل کرانا ہے ان پر نہ حج فرض ہو نہ حج بدل کی وصیت کی ہو اور ان کا کوئی رشتے دار (مثلاً بیٹا) اپنے پیسوں سے مرحوم کی طرف سے حج بدل کے لئے کسی کو بھیجے یا خود جائے تو بھیجنے والے کی اجازت سے حج بدل میں جانے والا شخص جمع تمتع کر سکتا ہے، البتہ دم شکر اپنے پیسوں سے کرنا ہوگا، بھیجنے والا اپنی مرضی سے قربانی کی رقم دے دے تو اس کی مرضی۔ دے سکتا ہے، اگر وہ رقم نہ دے تو حج بدل میں جانے والا قربانی کے لئے رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (اسی باب میں حوالہ گذر چکا ہے از مرتب)۔

میقات سے عمرہ کا احرام اپنی طرف سے بھی باندھ سکتا ہے اور مرحوم کی طرف سے بھی باندھ سکتا ہے، حج کا احرام تو مرحوم ہی کی طرف سے باندھنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حج بدل والا تمتع نہیں کر سکتا اس کے لئے بلا احرام جانے کا حیلہ:

(سوال ۱۶۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حج بدل کرنے والا تمتع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آمر کی اجازت کے باوجود تمتع نہیں کر سکتا۔

غیر کی طرف سے حج کرنے والا میقات سے بے احرام کسی جگہ حل کا مثلاً جدہ کا قصد کر کے اولاً وہاں آئے بعدہ' مکہ معظّمہ میں بے احرام داخل ہو جائے کہ اس حیلہ سے بغیر احرام مکہ معظّمہ میں داخل ہونا جائز ہے پھر کسی میقات پر جا کر آمر کی جانب سے حج کا احرام باندھے، یہ صورت نہایۃ الامل فی بیان مسائل الحج البدل میں مرقوم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرنے والے کے حج بدل کے لئے آدمی کہاں سے جائے؟ وطن اصلی سے یا تجارت کی جگہ سے:

(سوال ۱۶۵) مندرجہ ذیل مسئلہ میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں، ایک صاحب جن کا وطن ضلع بھروچ ہے برائے تجارت افریقہ میں رہتے تھے، وہیں انتقال کر گئے، ان کا حج بدل وطن اصلی (بھروچ) سے کرانا چاہئے یا افریقہ سے؟ الحاصل! اگر بھروچ سے بھیجا جائے گا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، صورت مذکورہ میں دونوں جگہ سے حج بدل کرانا جائز ہے۔[1]

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) البتہ جو وطن مکہ سے زیادہ قریب ہو اس سے کرانا بہتر ہے واذا کان لہ اوطان شتی الحج عنہ من اقرب اوطانہ الی مکۃ بلا خلاف لا من ابعد اوطانہ ھکذا فی التتارخانیہ فتاویٰ عالمگیری باب الوصیۃ بالحج ج۔ ۱ ص ۲۵۹۔

متفرقات حج

”غیر مسلم کا حدود حرم میں داخلہ“

(سوال ۱۶۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدود حرم (مکہ شریف) میں کسی غیر مسلم کا داخل ہونا کیسا ہے؟ اگر شاہ فیصل کا مہمان بن کر کوئی غیر مسلم آنا چاہئے یا شاہ فیصل خود کسی غیر مسلم کو اپنا مہمان بنا کر حدود حرم میں داخل کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کے حوالہ سے مفصل تحریر فرمائیں۔

(الجواب) قوله تعالى: يا يها الذين امنوا انما المشركون نجس (قذر لخبث باطنهم) فلا يقربوا المسجد الحرام (اى لا يد خلوا الحرم) بعدعامهم هذا (عام تسع من الهجرة) (قرآن حكم تفسير جلالين) (یعنی) اے ایمان والو! مشرکین (اعتقاداً) بڑے ناپاک ہیں، اس سال کے بعد (یہ مشرکین اور کفار اہل کتاب) مسجد حرام کے پاس (یعنی حدود حرم میں) نہ آنے پاویں (قرآن حکیم۔ تفسیر جلالین)

یہ اعلان آنحضرت ﷺ نے ۹ھ میں فرمایا، آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کافر نجس العین ہے، حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ کفار سے ہاتھ ملائے تو دھوڈالے، جمہور علماء نے کہا ہے کہ نجاست حکمی ہے، یعنی ان کا بدن پاخانہ پیشاب کی طرح ناپاک نہیں بلکہ ان کی ناپاکی ایسی ہے جیسے جنبی شخص کی ہوتی ہے کہ وہ قرآن شریف نہیں پڑھ سکتا ہے، مسجد میں نہیں جاسکتا وہ اگر غسل بھی کرلیں تب بھی وہ قرآن شریف نہیں پڑھ سکتے نہ کسی مسجد میں داخل ہوسکتے ہیں۔

شافعیہ نے کہا کہ مسجد حرام سے خاص مسجد کعبہ مراد ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اس حکم میں عام مسجدیں داخل ہیں یعنی شافعیہ کے نزدیک کفار مسجد کعبہ سے روکے جائیں اور مالکیہ کے نزدیک کفار ہر ایک مسجد سے روکے جائیں، حنفیہ کے نزدیک نجاست باطنی اور اعتقادی مراد ہے، یعنی دل کی نجاست اور گندگی ہے اس لئے کہ اگر کفار نجس العین ہوتے اور نجاست بدنی مراد ہوتی تو ثمامہ ابن اثالؓ کو اسلام لانے سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں ستون سے باندھا نہ جاتا اور وفد نجران اور وفد ثقیف مسجد نبوی میں ٹھیرایا نہ جاتا۔ ان واقعات حدیثیہ سے آیت کریمہ کی تفسیر معلوم ہوگئی کہ نجاست باطنی او اعتقادی مراد ہے، نجاست ظاہری اور بدنی مراد نہیں ہے، لہذا کفار کا حدود حرم اور حرم کعبہ اور مساجد میں داخل ہونا حرام اور ناجائز نہ ہوگا ومنها جواز انزال المشرك فى المسجد (زاد المعاد ج ۲ ص ۲۵) البتہ باطنی نجاست اور اعتقادی گندگی کی وجہ سے حج اور طواف کے لئے اور بطور غلبہ اور توطن وسکونت اختیار کرنے کی غرض سے حدود حرم میں آنے کی ممانعت رہے گی۔ ہدایہ میں ہے۔ قال (اى فى الجامع الصغير) ولا بأس بان يدخل اهل الذمة المسجد الحرام و قال الشافعي يكره ذلك وقال مالك يكره فى كل مسجد للشافعي قوله تعالى انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا ولان الكافر لا يخلوا عن جنابة لانه لا يغتسل اغتسالاً يخرجه عنها والجنب ينجب المسجد وبهذا يحتج مالك والتعليل بالنجاسة عام فينتظم المساجد كلها ولنا ماروى ان النبى عليه السلام انزل

وفد ثقيف في مسجده وهم كفار لان الخبث في اعتقاد هم فلا يؤ دى الى تلو يث المسجد والاية محمولة على الحضورا ستيلاء واستعلاء او طائفين عراة كما كانت عادتهم في الجا هلية (ج ۴ ص ۴۵۸ آخر كتاب الكراهية مسائل متفرقه)

الحاصل آیت کے ظاہری الفاظ کے خیال سے نیز اس لحاظ سے کہ مجتہدین کا اس میں اختلاف ہے مناسب اوراحوط یہ ہے کہ بلاضرورت دینی اور بدوں مصلحت شرعی کفار کوحرم میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اگر شاہ فیصل کسی دینی ضرورت اورشرعی اور سیاسی مصلحت کی بناء پر کسی غیر مسلم کوعارضی طور پرحرم میں آنے کی اجازت دیں تو اس کی گنجائش ہے۔(خلاصة التفاسير وغيره) عن عثمان بن ابى العاص ان وفد ثقيف لما قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم انزلهم المسجد ليكون ارق لقلو بهم (ابو داؤد شريف ج ۲ ص ۷۲ باب ماجآء في خبر الطائف)

مزید اطمینان اور معلومات کی غرض سے تفسیر بیان القرآن کا مضمون نقل کیا جاتا ہے:۔''سب کا اتفاق ہے کہ اس باب میں کفار اہل کتاب کا حکم مثل مشرکین کے ہے اور درمنثور کی ایک روایت اس کی موید بھی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے یہودی کے ہاتھ کومثل مشرک کے ہاتھ کے فرمایا۔اور مراداس نجاست سے نجاست عقائد ہے نہ کہ نجاست اعیان واجسام چنانچہ سنن ابوداؤد کتاب الخراج میں وفد ثقیف کومسجد میں ٹھیرانے کی روایت موجود ہے اوروہ مشرک تھے اور یہاں مقصود حکم لا يقربوا کا فرمانا ہے انما المشركون میں اس کی ایک حکمت فرمادی کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ناپاک دل والوں کا کیا کام اور مسجد حرام سے تمام حرم مراد ہونا درمنثور میں عطاؒ سے مروی ہے اور مستند وصحیح حدیثوں سے تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ثابت ہے مشرکین کے لئے بھی اور یہود ونصاریٰ کے لئے بھی ، یہ روایتیں درمنثور میں اور دیگر کتب حدیث میں وارد ہیں چنانچہ سید المرسلین خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے بموجب حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام جزیرۂ عرب میں اس قانون کا نفاذ ہوگیا اور فقہ حنفی کی رو سے مراد اس سے قرب ودخول بطور توطن یا استیلاء کے ہے کہ یہ ناجائز ہے ورنہ مسافر لنہ امام کی اجازت سے آنا اگر امام کے نزدیک خلاف مصلحت نہ ہو مضائقہ نہیں ،جیسا دوسری آیت ماكان لهم ان يدخلوها الا خائفين کی بعض علماء نے یہی تفسیر کی ہے اور قتادہؒ کا قول فليس لا حدمن المشركين ان يقرب المسجد الحرام بعد عامهم ذلك الا صاحب الجزية او عبدالرجل من المسلمين رواه في الدر اس کا موید ہے اور جب حرم کے اندر آنے کی اجازت دینا جائز ہے، مسجد حرام بھی اسی حکم میں ہے،البتہ حج وعمرہ کی کفار کواجازت نہیں بوجہ حدیث الا لا يحجن بعد العام مشرك کے اور جن روایتوں میں مشرک سے مصافحہ کر کے ہاتھ دھونا آیا ہے وہ محمول تغلیظ پر ہیں (بیان القران ج ۴ ص ۱۰۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

''حج کی فلم بنانے کے متعلق''

(سوال ۱۶۷) حج کی فلم بنانا اور سینما کے ذریعہ بتلانا جائز ہے یانہیں؟ حج فلم میں چند فوائد ہیں (۱) حج کی ادائیگی کا

شوق پیدا ہوتا ہے (۲) حج کیسے ادا ہوتا ہے اس کا طریقہ آتا ہے اور حج کرنے والے کو آسانی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔
(**الجواب**) حج کی فلم بنانا جس میں جانداروں کی تصویریں بھی بیسیوں ہوتی ہیں، جائز نہیں، حرام ہے اور اس کو سنیما کے ذریعہ تماشہ کے طور پر پیش کرنا اور کمانے کا ذریعہ بنانا گناہ کا کام ہے، اور اسلامی عبادت، شعائر اسلام، مناسک حج، شواہد مکہ معظمہ، نیز تلاوت قرآن وغیرہ کی توہین کے مرادف ہے، خداوند کریم فرماتے ہیں:۔ **ومن یعظم حرمات اللّٰہ فھو خیر لہ عند ربہ** (ترجمہ) اور جو کوئی خدا کی محترم چیزوں کی تعظیم کرے گا وہ اس کے لئے اس کی پروردگار کے نزدیک بہتر ہے (سورۂ حج) اور فرماتے ہیں:۔ **ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب** (ترجمہ) اور جو شخص خدائی یادگاروں کی تعظیم کرے گا تو یہ دلی پرہیزگاری کی بات ہے (سورۂ حج)

فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مالک دوکان خریدار کے سامنے مال پیش کرتے وقت تسبیح (سبحان اللہ) اور درود شریف پڑھے کہ خریدار پر اثر پڑے اور اس کی نظر میں مال کی رونق بڑھے تو یہ جائز نہیں ہے، اس میں ذکر اللہ کی بے حرمتی ہے، اس لئے کہ مقصد دنیا ہے، ثواب نہیں۔ سینما وغیرہ تماشوں میں قرأت اور دعا وغیرہ ذکر اللہ کا بھی یہی حکم ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔ **یسئلو نک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما** (ترجمہ) (اے نبی) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے (بعض) فوائد بھی ہیں اور ان کے گناہ ان کے فوائد سے بڑے ہیں (سورہ بقرہ)

شریعت کا مشہور حکم ہے کہ اگر کسی کام میں فائدہ اور نقصان دونوں ہوں اور وہ کام ضروری نہ ہو (جیسے حج فلم) تو نقصان دیکھتے ہوئے اس کو ترک کر دینا ضروری ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ ''ایک شخص مجلس رقص منعقد کرے اور کہے کہ اگرچہ رقص فی نفسہ ممنوع وحرام ہے لیکن میری غرض اس مجلس سے لوگوں کو جمع کرنا ہے تاکہ جمع ہوجانے کے بعد میں اپنی وجاہت سے کام لے کر ان کو نماز پڑھنے پر مجبور کروں اور اسی طرح ان کو نماز پڑھنے کی عادت ہوجائے، تو دیکھئے بظاہر اس مجلس کی غایت کس قدر خوبصورت ہے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالی جاتی ہے لیکن چونکہ اس مجلس میں ایک مصلحت کے ساتھ بہت سے مفاسد بھی ہمدوش ہیں اور مجلس رقص بالذات یا بالغیر مطلوب نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے شریعت اس مصلحت مذکورہ کی وجہ سے اس کی اجازت نہ دے گی بلکہ اس کے مفاسد پر نظر کر کے اس مجلس کے انعقاد سے باز رکھے گی (**الرفیق فی سواء الطریق ج۲ ص ۹۵**)

ہمارے جلیل القدر بزرگ حضرت پیران پیر غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں (۱) اگر کوئی کہے کہ مجھے ناجائز گانا بجانا سننے سے یاد الٰہی میں کشش اور رغبت بڑھتی ہے یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ شارع نے گانے بجانے کی نہی کے لئے فرق نہیں کیا ہے (۲) اگر ایسے اعذار اور بہانے قابل قبول ہوتے تو طوائف کا گانا سننا اس کے لئے جائز ہوتا جو دعویٰ کرتا کہ میں اس سے بدمست نہیں ہوتا (۳) اور ایسے شخص کے لئے شراب جائز ہوتی جو دعویٰ کرتا کہ میں اس کے پینے سے نشہ میں نہیں آتا اور بہت سے حرام کاموں سے محفوظ رہتا ہوں (۴) اگر کوئی کہے کہ جب میں حسین و خوبصورت لونڈے اور پرائی عورتوں کو دیکھتا ہوں اور ان کے ہمراہ تنہا بیٹھتا ہوں اور خوبصورتی سے عبرت حاصل کرتا

ہوں تو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ اس کا ترک کرنا واجب ہے اور حرام چیزوں کے استعمال سے نصیحت و موعظت حاصل کرنا حرام کاری سے بدتر ہے اور وہ شخص خدا کی راہ میں حرام خواری اور حرام کاری کرنا چاہتا ہے اس کے سواء اور کچھ نہیں ہے ایسے لوگ اپنی خواہش اور ہویٰ (آرزو) کے مطابق چلتے ہیں۔ یہ قابل قبول اور قابل توجہ نہیں ہے ۔ وان قال قائل اسمعها على معان اسلم فيها عند الله تعالىٰ كذبناه لان الشرع لم يفرق بين ذلك ولو جاز لا حد جاز للا نبياء عليهم السلام ولو كان ذالا عذار لا جزنا سماع القيان لمن يدعى انه لا يطربه وشرب المسكر لمن ادعى انه لا يسكره فلو قال عادتى انى متى شربت الخمر كففت عن الحرام لم يبح له ولو قال عادتى اذا شهدت المرد والا جنبيات وخلوت بهم اعتبرت فى حسنهم لم يجوز له ذلك واجيب ان الا عتبار بغير المحرمات اكثر من ذلك وانما هذه طريقة من اراد الحرام بطريق الله عزوجل فيركب هواه فلا نسلم لا صحابها ولا نلتفت اليهم (غنية الطالبين ص ۲۵)

خلاصہ یہ کہ حج کی فلم بنانا اور بذریعہ سینما دیکھنا اور دکھلانا، اس میں کسی بھی طرح کی اعانت کرنا نیز اسے بڑھانا ترقی دینا جائز نہیں ہے، ممنوع ہے۔ فرمان خداوندی ہے ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله شديد العقاب (ترجمہ) اور گناہ وظلم کے کام میں مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک (شرعی احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو) اللہ تعالیٰ سخت سزا کرنے والا ہے (سورۂ مائدہ)

حج فلم میں جو فوائد بتلائے جاتے ہیں انہیں حاصل کرنے کے لئے دوسرے طریقے کم نہیں ہیں؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پاسپورٹ وصول کرنے کے لئے رشوت لینا دینا کیسا ہے:

(سوال ۱۶۸) ایک آدمی پر حج فرض ہے۔ اور وہ حج کے پاسپورٹ کے وصول یابی کے لئے رشوت دے سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ اس کے لئے قرعہ اندازی سسٹم ہے تقریباً تین سال تک وصول یابی ممکن نہیں۔ جس بناء پر اس کے جلد حصول کے لئے رشوت دے سکتا ہے؟ دوسرا یہ کہ آئندہ اس کے پاس سفرخرچ (حج کا) نہ رہا یا صحت نہ رہی تو کیا از روئے شرع گنہگار ہوگا؟

(الجواب) دفع ظلم اور اپنے جائز حق حاصل کرنے کے لئے رشوت دینی پڑے تو گنجائش ہے مگر دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔ جس کی رعایت ضروری ہے۔ ولو بالرشوة (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۱۹۸ کتاب الحج) پاسپورٹ کے وصول یابی میں تاخیر ہو جائے اور حج کی رقم ضروری کام میں خرچ ہو جائے تو گنہگار نہیں ہے۔ مگر اس کے ذمہ حج باقی رہے گا۔ خود حج ادا نہ کرسکا تو حج بدل کی وصیت ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آب زمزم سے وضو یا غسل کرنا:

(سوال ۱۶۹) آب زمزم سے وضو یا غسل جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آب زمزم سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، تبرکاً (باوضو آدمی کا) وضو یا غسل کرنا مکروہ نہیں (بلکہ مستحب ہے)

غسل جنابت بوقت اشد ضرورت جائز ہے۔ درمختار میں ہے یکرہ الا ستنجاء بماء زمزم لا الا غتسال (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۵۲ معلم الحجاج ص ۳۳۰ مطلب فی کراھیۃ الا ستنجآء بماء زم زم) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حجاج کو رخصت کرنے کے لئے عورتوں کا اسٹیشن جانا:

(سوال ۱۷۰) بعض جگہ یہ رواج ہے کہ حجاج کرام جب حج کے لئے جاتے ہیں تو اسٹیشن تک رخصت کرنے کے لئے عورتیں بھی جاتی ہیں، اسٹیشن پر مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے بے پردگی ہوتی ہے شرعاً یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(الجواب) یہ رسم مذموم اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے لہٰذا قابل ترک ہے حج کے نام پر لوگوں نے عورتوں کا اجتماع اور اختلاط وغیرہ بہت سی ناجائز اور مکروہ رسومات ایجاد کر رکھی ہیں جو بجائے ثواب کے لعنت کی مستوجب بن رہی ہیں، اس لئے اس رسم کو قطعاً بند کر دینا چاہئے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ارکان حج ادا کرنے کی نیت سے حیض روکنے والی دوا استعمال کرنا:

(سوال ۱۷۱) یہاں برطانیہ میں ماہواری (حیض) کو روکنے کے لئے گولیاں ملتی ہیں بعض عورتیں رمضان المبارک اور ایام حج میں ان کو استعمال کرتی ہیں تاکہ روزہ قضا نہ ہو اور حج کے تمام ارکان ادا کر سکے تو اس نیت سے ان گولیوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ماہواری (حیض) فطری چیز ہے اس کے روکنے سے صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے رمضان میں گولیاں استعمال نہ کرے بعد میں روزوں کی قضا کر لے، حج میں بھی استعمال نہ کرنا چاہئے، طواف زیارت کے سوا تمام افعال ادا کر سکتی ہے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طواف زیارت بھی کر سکتی ہے البتہ اگر وقت کم ہو اور طواف زیارت کا وقت نہ مل سکتا ہو اور باوجود کوشش کے حکومت سے مہلت ملنے کا امکان نہ ہو تو استعمال کی گنجائش ہے مگر صحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہے اس لئے حتی الامکان استعمال نہ کرے، الا یہ کہ بالکل ہی مجبور ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زمزم شریف اپنے ساتھ لانا:

(سوال ۱۷۲) زمزم شریف کو متبرک سمجھ کر حجاج کرام اپنے ساتھ وطن لاتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ کچھ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اس لئے آپ سے تحقیق کرنے کی ضرورت پیش آئی، بینوا توجروا۔

(الجواب) حدیث میں ہے عن عائشۃ انھا کانت تحمل من ماء زمزم تخبر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ ماء زمزم لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ زمزم شریف لے جاتے تھے (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۵ کتاب الحج قبیل ابواب الجنائز) اس سے ثابت ہوا کہ حجاج کرام کا زمزم شریف لانا جائز ہے اور باعث برکت ہے، اس پر اعتراض

کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حجاج کرام کی دعوت، ہدیہ کا لین دین، ان کو رخصت کرنے اور استقبال کرنے کے سلسلہ میں ہونے والے رسم و رواج اور بے احتیاطیوں کا تذکرہ اور ان کا حکم:

(سوال ۱۷۴۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں۔ جو لوگ حج میں جانے والے ہیں ان سے ملنے کے لئے ان کے گھر جانا، کئی دن پہلے سے طرفین کا دعوتوں کا اہتمام کرنا، آنے والی عورتوں کا ہونے والی حجیانی کو دوپٹے (اوڑھنے) دینا، مہمانوں کا مٹھائی لے کر پھول اور سوغاتیں لے کر آنا اور رات دیر تک مجلسوں کا ہونا، حج کے لئے جانے والوں کا سب کو دعوت دینا کیا اتنا ضروری ہے کہ اگر دعوت نہ دے یا نہ لے تو اسے برا سمجھا جائے، اسٹیشن پر غیر محرم مرد و عورتوں کا ہجوم اور بے پردگی وغیرہ رسمی چیزوں کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں تاکہ لوگوں کو حقیقت کا علم ہو اور یہ اہم رکن اسلام صحت کے ساتھ ادا ہو سکے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً! ؍ ھو الموفق۔ حجاج کرام کی مشایعت یعنی بقدر ضرورت و تعاون و قرب ان کو رخصت کرنے کے لئے اپنے اخراجات سے جانا اور ان کا استقبال کرنا کار ثواب ہے، حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لک قبل ان ید خل بیتہ فانہ مغفور لہ رواہ احمد. (مشکوۃ شریف ص ۲۲۳ کتاب المناسک)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم حاجی سے ملو تو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو اور اپنے لئے دعاء مغفرت کراؤ اس سے پہلے کہ وہ گھر پہنچ جائے بے شک وہ بخشے ہوئے ہیں

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حاجی حج کے لئے روانہ ہوں تو ان کو وداع (چھوڑنے) کے لئے جاؤ اور دعاء خیر کے لئے ان سے تلقین (درخواست) کرو اور جب حج سے آئیں تو ان سے ملو اور مصافحہ کرو قبل اس کے کہ دنیاوی کاروبار میں لگ کر وہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں، بے شک ان کے ہاتھ میں برکت ہے، آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی **اللھم اغفر للحاج ولمن استغفر لہ الحاج** اے اللہ حاجی کی مغفرت فرما اور اس کی بھی جس کے حق میں حاجی دعائے مغفرت کرے۔ (احیاء العلوم ص ۲۴۸ ج ۱، مجالس الابرار ص ۱۴۴ مجلس نمبر ۲۰، فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۸ ج ۲ (جدید ترتیب کے مطابق کتاب الحج میں بعنوان حجاج کرام کا استقبال سے دیکھ لیا جائے۔ از مرتب)

فضائل حج میں ہے: سلف کا معمول تھا کہ وہ حجاج کی مشایعت بھی کرتے تھے اور ان کا استقبال بھی کرتے تھے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اتحاف (فضائل حج ص ۲۲ حدیث نمبر ۸ کے تحت)۔

لیکن عورتوں کا گاؤں اور آبادی سے باہر نکلنا یا اسٹیشن جانا اور وہاں غیر محرم مرد اور عورتوں کا اختلاط اور ہجوم اور بے پردگی ہونا مذموم معیوب اور گناہ کا کام ہے اس پر سخت وعید ہے، مجالس الابرار میں ہے۔

ومن منکراتھم ایضاً خروج النساء عند ذھابھم وعند مجیئھم فان الواجب علی المرأۃ قعودھا فی بیتھا وعدم خروجھا من منزلھا وعلی الزوج منعھا عن الخروج ولو اذن لھا وخرجت

کانا عاصیین والاذن قدیکون بالسکوت فھو کالقول لان النھی عن المنکر فرض ، وان خرجت بغیر اذن زوجھا یلعنھا کل ملک فی السماء وکل شئی یمرعلیہ الا الا نس والجن وقد جاء فی الحدیث انہ علیہ السلام قال ما ترکت بعدی فتنۃ اضر من النساء فخروج النساء فی ھذا الزمان من بیوتھن من اکثر الفتن لا سیما الخروج المحرم کخروجھن خلف الجنازۃ ولزیارۃ القبور وعند خروج الحجاج ومجیئھم والخیر قعودھن فی بیوتھن وعدم خروجھن عن منزلھن الا تری انہ تعالی امر خیر نساء الدنیا وھن ازواج النبی علیہ السلام بعدم الخروج من بیوتھن فقال وقرن فی بیوتکن وھذا النظم الکریم وان نزل فیھن الا ان حکمہ یعم الجمیع لما تقرر ان خطابات القرآن تعم الموجودین وقت نزولہ ومن سیوجد الی القیامۃ .(مجالس الابرار ص ۱۴۵ مجلس نمبر ۲۰)

حج کے منکرات (رسومات وبدعات) میں سے ایک حجاج کرام کے جانے اورلوٹنے کے وقت ان کورخصت کرنے اوران کا استقبال کرنے کے لئے عورتوں کا نکلنا ہے ، ان کو تو گھروں میں ہی ٹھیری رہنا اور باہر نہ نکلنا ضروری ہے اورشوہر پران کو باہر جانے سے روکنا لازم ہے اور اگر اس نے اجازت دی اور وہ نکلی تو دونوں گنہگار ہوں گے ، اور بعض اوقات خاموشی بھی اجازت سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ برے کام سے روکنا فرض ہے اوراگر وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی تو آسمان کے کل فرشتے اور جن جن چیزوں پر اس کا گذر ہوتا ہے انسان اور جن کے سوا سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ کی چیز نہیں چھوڑی ، پس اس زمانہ میں عورتوں کا اپنے گھروں سے نکلنا سب فتنوں سے زیادہ ہے خصوصاً حرام طریق سے نکلنا مثلاً جنازہ کے پیچھے جانا یا قبروں کی زیارت کی غرض سے اور حاجیوں کے آتے اور جاتے وقت نکلنا ، ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور گھروں سے نہ نکلیں ، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی بہترین عورتوں کو اور وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات ہیں ان کو گھر سے نہ نکلنے کا حکم فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقرن ...... تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو ...... یہ آیت کریمہ اگر چہ ازواج مطہرات کے بارہ میں نازل ہوئی ہے مگر اس آیت مبارکہ کا حکم سب کو شامل ہے اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ قرآن مجید کی خطابات ان کو بھی شامل ہوتے ہیں جو قرآن کے نزول کے وقت موجود ہوں اوران تمام لوگوں کو جو قیامت تک آنے والے ہیں ۔

اس عبارت کو غور سے پڑھئے ، جب دنیا کی سب سے باکباز عورتیں ازواج مطہرات کو یہ حکم ہے کہ وہ ضرورت شرعی کے بغیر گھر سے نہ نکلیں تو عام عورتوں کے لئے کیا حکم ہوگا وہ بخوبی سمجھا جاسکتا ہے ، لہذا عورتوں کو شرعی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے اسی میں ان کو دین کی حفاظت ہے ۔

اس سلسلہ میں حضور اقدس ﷺ کا عجیب وغریب فیصلہ ملاحظہ فرمایئے ۔ الترغیب والترہیب میں حدیث ہے

عن ام حمید امرأۃ ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنھا انھا جاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معک ، قال قد علمت انک تحبین الصلوٰۃ معی . وصلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک وصلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک

فی مسجد قومک خیر من صلو تک فی مسجدی، قال: فامرت فبنی لها مسجد فی اقصیٰ شئی من بیتها و اظلمه و کانت تصلی فیه حتی لقیت اللہ عزوجل ، رواہ احمد و ابن خزیمة و ابن حبان فی صحیحهما .(الترغیب والترہیب ص ۱۸۷ ج ۱)

ترجمہ:۔ حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا شوق بہت اچھا ہے (اور دینی جذبہ ہے) مگر تمہاری نماز اندرونی کوٹھری میں کمرہ کی نماز سے بہتر ہے، اور کمرہ کی نماز گھر کے احاطہ کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے احاطہ کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے، اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز (یعنی مسجد نبوی کی نماز) سے بہتر ہے، چنانچہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھی) کے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنوائی وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا اور اپنے خدا کے حضور حاضر ہوئیں۔

اس حدیث میں غور کیجئے! حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا نے حضور پاک ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شوق ظاہر کیا تو حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ تم اپنے گھر میں نماز ادا کرو یہ تمہارے لئے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے جب نماز کے لئے نکلنے کو حضور ﷺ نے پسند نہ فرمایا تو بے پردہ حسن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلنے اور اسٹیشن پر جانے کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے؟ حالانکہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا اور آج شر القرون کا زمانہ ہے۔

عورتوں کے لئے غیر محرم مردوں سے پردہ کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے۔

عن ام سلمة انها کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و میمونة اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم احتجبا منه فقلت یارسول اللہ الیس هو اعمیٰ لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افعمیا وان انتما الستماء لا تبصرانه (مشکوٰة شریف ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبة)

ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ آپ کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے ہمیں پردہ کرنے کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو تم تو دیکھ سکتی ہو۔

نیز حدیث میں ہے:

عن الحسن مرسلاً قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لعن اللہ الناظر و المنظور الیه (مشکوٰة شریف ص ۲۷۰ ایضاً)

حضرت حسن سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے نامحرم عورت کو دیکھنے والے پر اور اس عورت پر بھی جس کو دیکھا جائے عورت بے پردہ گھر سے نکلے گی تو خود بھی لعنت کی مستحق بنے گی اور مرد اسے دیکھے گا وہ بھی لعنت کا مستحق ہوگا، لہٰذا عورتوں کا اسٹیشن جانا اور بے پردگی کا مظاہرہ کرنا سخت گناہ کا کام ہے

حج کا سفر ہر اعتبار سے بہت مبارک سفر ہے اس مبارک سفر اور حج مبرور پر بڑے بڑے وعدے ہیں، حاجی ایسے مبارک اور مقدس مقامات پر پہنچتا ہے جہاں دعاؤں کی قبولیت کے وعدے ہیں لہٰذا سفر حج سے) پہلے اپنے رشتہ داروں اور متعلقین سے ملنا اور ایک دوسرے سے دعاء کی درخواست کرنا جائز ہے، خاص کر ان رشتہ داروں اور متعلقین سے جن سے بات چیت بند ہو، آپس میں دلوں میں رنجش اور کدورت ہو ان سے مل کر معافی مانگ لینا اور دلوں کا صاف کر لینا بہت ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی کا حق باقی ہے، کسی پر ظلم کیا ہو قرض لیا ہو اور ابھی تک ادا نہ کر سکا ہو تو سفر حج سے پہلے پہلے اس کا حق ادا کر دینا، یا اس کا انتظام کر دینا، اس سے مہلت لے کر اس کو اطمینان دلا دینا ضروری ہے تا کہ اس مبارک سفر کی برکتیں پوری طرح حاصل کر سکے، جس قدر دل کی صفائی کے ساتھ اور حقوق العباد ادا کر کے حرمین شریفین زادہما اللہ عزاً وشرفاً کی حاضری ممنوعات ومکروہات سے بچتے ہوئے اور تمام آداب کی رعایت کرتے ہوئے ہوگی تو انشاء اللہ وہاں کی برکتیں خوب حاصل ہوں گی۔

فضائل حج میں ہے (۷) اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کرے، اور کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو اس کو واپس کرے اور کسی اور قسم کا کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معاف کرائے، جن لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہو ان سے کہا سنا معاف کرائے اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کرے یا ادائیگی کا کوئی انتظام کر دے۔ الیٰ قولہ۔ علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کر رکھا ہو یا اس کا کوئی حق اپنے ذمہ ہو تو وہ بمنزلۂ ایک قرض خواہ کے ہے جو اس سے یہ کہتا ہے کہ تو کہاں جا رہا ہے کیا تو اس حالت میں شہنشاہ کے دربار میں حاضری کا ارادہ کرتا ہے کہ تو اس کا مجرم ہے اس کے حکم کو ضائع کر رہا ہے حکم عدولی کی حالت میں تو حاضر ہو رہا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ وہ تجھ کو مردود کر کے واپس کر دے اگر تو قبولیت کا خواہش مند ہے تو اس ظلم سے توبہ کر کے حاضر ہو اس کا مطیع اور فرمانبردار بن کر پہنچ ورنہ تیرا یہ سفر ابتداء کے اعتبار سے مشقت ہی مشقت ہے اور انتہاء کے اعتبار سے مردود ہونے کے قابل ہے۔ (فضائل حج، مولانا محمد زکریا صاحبؒ ص ۶۳)

نیز فضائل حج میں ہے: (۱۳) چلنے کے وقت مقامی رفقاء اعزاء واحباب سے ملاقات کر کے ان کو الوداع کہے اور ان سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے کہ ان کی دعائیں بھی اس کے حق میں خیر کا سبب ہوں گی۔ نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جب کوئی آدمی تم میں سے سفر کرے تو اپنے بھائیوں کو سلام کر کے جائے ان کی دعائیں اس کی دعاء کے ساتھ مل کر خیر میں زیادتی کا سبب ہوں گی، الوداع کہتے وقت مسنون یہ ہے کہ یوں کہے: استودع اللہ دینکم و اما نتکم و خواتیم اعمالکم (اتحاف) (فضائل حج ص ۶۴ اجمالی آداب)

لہٰذا کوئی رشتہ دار صلہ رحمی کی نیت سے یا کوئی قریبی تعلق والا اس مبارک سفر کی نسبت پر حاجی کے اعزاز میں سیدھے سادے طریقہ پر پورے اخلاص کے ساتھ اس کی دعوت کرے یا ہدیہ پیش کرے بشرطیکہ دونوں اس کو ضروری نہ سمجھتے ہوں دینے والا صرف رضاء الٰہی کے لئے پیش کرے، دکھاوا، شہرت اور بڑائی ہرگز مقصود نہ ہو اور لینے والے کو بھی پورا اطمینان ہو کہ یہ دل سے اخلاص کے ساتھ ہدیہ پیش کر رہا ہے یا دعوت کر رہا ہے، بدلہ چکانے یا آئندہ وصول کرنے کا بالکل شائبہ نہ ہو تو یہ فی نفسہ مباح ہے اور انشاء اللہ باعث اجر ہے۔

مگر آج کل ان چیزوں پر جس انداز سے عمل ہو رہا ہے وہ عموماً رسم ورواج کے طور پر ہے جیسا کہ سوال میں

نشاندہی کی گئی ہے، اس لئے فی زماننا اب تو ان چیزوں سے احتراز ہی ضروری ہے اور ان رسم ورواج کے بند کرنے کا ہی حکم کیا جائے گا۔

آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ حج میں جانے والا اگر دعوت نہ کرے یا لوگ اس کی دعوت نہ کریں تو جانبین برا مانتے ہیں اور دعوتوں کو اس قدر ضروری سمجھ لیا گیا ہے کہ نہ کرنے پر شکایتیں ہوتی ہیں، طعنے سنائے جاتے ہیں اور گاہے ان دعوتوں میں فضول خرچی ہوتی ہے، خوب دھوم دھام ہوتی ہے، بے پردگی ہوتی ہے، غیر محرم مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، نمازیں قضا ہوتی ہیں، رات دیر تک محفلیں ہوتی ہیں اور ان کے علاوہ دیگر خرافات بھی ہوتے ہیں، یہی حال ہدایا اور سوغات کی لین دین کا ہے، اس کو بھی ضروری سمجھ لیا گیا ہے، یہاں بھی وہی شکایتیں ہوتی ہیں اور نیت بھی عموماً صحیح نہیں ہوتی، دینے والے عموماً دکھاوا، شہرت اور بڑائی کے خیال سے دیتے ہیں کہ اگر نہیں دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے، خالی ہاتھ ملاقات کے لئے جانا معیوب اور اپنے لئے باعث خفت سمجھتے ہیں ہدیہ پیش کرنے میں جو اخلاص، للّٰہیت اور خوش دلی ہونا چاہئے وہ عموماً نہیں ہوتی، صرف لعن طعن سے بچنے یا بدلہ چکانے یا آئندہ بدلہ وصول کرنے کا خیال ہوتا ہے، اور جو ہدیہ اس خیال سے پیش کیا جائے ایسا ہدیہ تو قبول کرنا بھی جائز نہیں، حدیث میں ہے کسی مسلمان کا مال اس کی دل کی خوشی کے بغیر حلال نہیں، نیز حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے جو فخر کے لئے کھانا کھلاویں (اصلاح الرسوم ص ۳۲ فصل نمبر ۱۱ ان رسوم کے بیان میں جن کو عوام مباح سمجھتے ہیں)

حاصل کلام یہ کہ ایک چیز جو مباح کے درجہ میں تھی اسے ضروری سمجھ لیا گیا ہے اور لزوم کا درجہ دے دیا گیا ہے اور شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اگر امر مباح کو ضروری سمجھ لیا جائے تو وہ قابل ترک ہے، اور خاص کر اگر اس میں غیر شرعی امور شامل ہو جائیں تو اس کا ترک انتہائی ضروری ہو جاتا ہے۔ اصلاح الرسوم میں ہے۔ قاعدہ دوم، فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امر غیر مشروع کے مل جانے سے غیر مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے، جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے، لیکن اگر وہاں کوئی امر خلاف شرع ہو اس وقت جانا منع ہو جاوے گا جیسا احادیث میں آیا ہے اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے..... الخ۔ (اصلاح الرسوم ص ۷۹ فصل ہفتم، قاعدہ دوم)

ولیمہ کی دعوت سنت ہے اور یہ دعوت قبول کرنے کی ہدایت کی گئی ہے لیکن اگر اس میں کوئی خرابی شامل ہو جاوے تو اسے ''شر الطعام'' کہا گیا ہے، حدیث میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یدعیٰ لھا الا غنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ متفق علیہ (مشکوۃ شریف باب الولیمہ ص ۲۷۸)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے، اور جس نے دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

معلوم ہوا کہ کوئی چیز فی نفسہ اچھی ہوتی ہے مگر اس میں کسی خرابی کے مل جانے کی وجہ سے وہ بھی خراب ہو جاتی ہے۔

نیز یہ پہلو بھی قابل غور ہے، گاہے کسی پر فی نفسہ حج فرض ہوتا ہے مگر اس کے پاس ان رسومات کی ادائیگی کا انتظام نہیں ہوتا تو وہ قرض لے کر یہ رسومات کو ادا کرتا ہے اور بعد میں قرض ادا کرنے کی مستقل فکر رہتی ہے یا پھر حج مؤخر کر دیتا ہے آئندہ سال تک زندہ رہنے کی کیا گارنٹی ہے اور مال باقی رہے گا اس کی کیا سند؟ ممکن ہے کہ وہ ان رسومات کی وجہ سے فریضۂ حج سے محروم رہ جائے اور دنیا و آخرت کا نقصان ہو۔

ایک حاجی صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کو رسم کی پابندی کرتے ہوئے ایک بڑے قافلہ کو اپنے خرچ سے بمبئی لے جانا پڑا، ہوٹل میں ٹھیرایا اس قافلہ کا خرچ سفر حج کے خرچ سے زیادہ ہوا، کتنا بڑا ظلم ہے! اگر اس قسم کے رسم و رواج جاری رہیں تو حج بجائے رحمت کے زحمت اور بجائے نعمت کے نقمت بن جائے گا، برا ہو ایسے رسومات کا جو رحمت کو زحمت بنا دے۔

حاجی صاحب کو پھول ہار کرتے ہیں یہ سوائے فضول خرچی کے کچھ نہیں، لہذا ان تمام رسومات کو ختم ہی کرنا چاہئے، ان کو ختم کرنے میں لوگوں کے لئے بڑی سہولتیں ہیں رسمی لین دین کی فکر نہ ہوگی تو آپس میں ملنا ملانا بھی پورے اخلاص کے ساتھ ہوگا ممکن ہے کہ اس رسمی لین دین کی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے ملنے ملانے اور دعاؤں کی درخواست کرنے سے محرومی رہے، غرض ان رسومات کی پابندی میں بڑی زحمتیں اور خلاف شریعت امور کا ارتکاب ہے، اس لئے ان کو بند ہی کرنا چاہئے، اس سلسلہ میں آپس میں مل کر مشورے کریں اور علمی طور پر ان کے بند کرنے پر پیش قدمی کریں جن حضرات کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہو رہی ہے وہ علی الاعلان لوگوں اور رشتہ داروں سے کہہ دیں کہ رسمی لین دین کی پابندی نہ کریں اور اس کی بالکل فکر نہ کریں، جو لوگ ایسی پیش قدمی کریں گے اور عملاً ان رسومات کو ختم کریں گے انشاء اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے، آئندہ بھی جو لوگ اس پر عمل کریں گے انشاء اللہ ان کو ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من سن في الا سلام سنةً حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئى ، ومن سن فى الا سلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غيران ينقص من اوزارهم شئى ، رواه مسلم. (مشكوٰة شريف ص ۳۳ كتاب العلم . الفصل الاول)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا (مثلاً صدقہ کرنے میں یا کسی بری رسم کے مٹانے میں پیش قدمی کی) تو اس کو اس کا ثواب ملے گا، اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اس کو ملے گا اس کے بغیر کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی ہو اور جس شخص نے اسلام میں کوئی بری رسم جاری کی تو اس کو اس کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد جو لوگ اس بری رسم پر عمل کریں گے ان کا گناہ اس پر ہوگا اس کے بغیر کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی ہو رواہ مسلم۔

اللہ پاک تمام لوگوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو صراط مستقیم اور سنت طریقہ پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین بحرمة النبى الا مى صلى اللہ عليه و آله و صحبه وسلم . احقر الانام سید عبدالرحیم لا جپوری غفرله' ٦ . ذی قعده الحرام ۱۴۱۷ھ (۱۶/۳/۹۷)

باب العمرہ

جدہ میں رہنے والا اشہر حج میں عمرہ کرسکتا ہے یا نہیں :

(سوال ۱۷۴) ہم جدہ میں بغرض ملازمت مقیم ہیں اور یہاں والوں کے قول کے مطابق ہم حلی ہیں اور بعض آدمی کہتے ہیں کہ حلی اشہر حج میں عمرہ نہیں کرسکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر عمرہ کرنا جائز ہو اور کرلیا تو دم لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر اسی سال حج کا ارادہ ہے تو عمرہ کرنا مکروہ ہے اگر حج کا ارادہ نہیں تو مکروہ نہیں، شامی میں ہے (تنبیہ) یزاد علی الا یام الخمسة مافی اللباب وغیرہ من کراھة فعلھا فی اشھر الحج لاھل مکة ومن بمعنا ھم ای من المقیمین ومن فی داخل المیقات لان الغالب علیھم ان یحجوا فی سنتھم فیکونوا امتمتعین وھم عن التمتع ممنوعون والا فلا منع للمکی عن المفرد ةفی اشھرا لحج اذا لم یحج فی تلک السنة ومن خالف فعلیه البیان شرح اللباب ومثله فی البحر (شامی ج ۲ ص ۲۰۸ قبیل مطلب فی المواقیت)

زبدۃ المناسک میں ہے۔ مسئلہ: مکہ والوں کو اور جو شخص مکہ والوں کے حکم میں یعنی داخل میقات رہنے والا (یا عین میقات پر رہنے والا) اور جو شخص کہ پہلے اشہر حج سے مقیم مکہ ہے (جیسے کہ آفاقی اشہر حج سے پہلے حلال ہوکر مکہ میں رہا ہو پھر اس پر اشہر حج آ گئے) ان کو عمرہ کرنا اشہر حج میں مکروہ ہے جو کہ اسی سال حج کرنا چاہے اور اگر اس سال حج نہ کرے تو عمرہ اشہر حج میں کرنا ان سب کو مکروہ نہیں (زبدۃ المناسک ج ا ص ۲۵۵) اسی سال حج کا ارادہ ہوتے ہوئے عمرہ کیا تو دم جبر لازم ہوگا۔ درمختار میں ہے (والمکی ومن فی حکمه یفرد فقط) ولو قرن او تمتع جازو اساء وعلیه دم جبر (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۲۷۰) باب التمتع) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ.

ایک عمرہ چند آدمیوں کی طرف سے کرنا:

(سوال ۱۷۵) اگر کوئی شخص نفل عمرہ چند آدمیوں کی طرف سے ان کے نام لے کر کرے تو سب کی طرف سے وہ عمرہ کافی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) نفل عمرہ نفل نماز کے مانند ہے ایک عمرہ کے ثواب میں ایک سے زیادہ کو شامل کیا جاسکتا ہے لیکن اگر چند لوگوں نے عمرہ کرنے کی درخواست کی ہو کہ ہماری طرف سے عمرہ کرنا تب تو ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ عمرہ کرنا ہوگا۔ [1] فقط واللہ اعلم بالصواب.

(۱) فاذا حزم بحجة عن اثنین امرہ کل منھما بان یحج عنه، وقع عنه ولا یقدر علی جعله لاحدھما وان احرم عنھا بغیر امر ھما صح جعله لا حدھما اولکل منھما شامی باب الحج عن الغیر ج ۲ ص ۳۳۶.

حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ نہ کرسکا تو حج میں نقص آئے گا یا نہیں:

(سوال ۱۷۶) امسال بندہ حج کے لئے گیا تھا حج کے تمام ارکان الحمدللہ ادا کر لئے حج کے بعد مدینہ منورہ جانا ہوا واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا لیکن سوء اتفاق کہ اسی روز حرم شریف میں ہنگامہ ہوا جس کی وجہ سے میں طواف نہ کرسکا اور نہ سعی کر سکا کیونکہ پورا حرم بند تھا چار روز تک انتظار کیا، مجبوراً حرم نہ کھلنے کی وجہ سے حرم میں ایک دم ذبح کر کے احرام سے حلال ہو گیا، کیا میرے اس عمل کی وجہ سے حج یا عمرہ میں کچھ خلل آیا؟ اگر کچھ خلل آیا ہو تو اب اس کی تلافی کی کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حرم شریف میں ہنگامہ کی وجہ سے آپ عمرہ کے افعال ادا نہ کر سکے اور ایک دم حرم میں ذبح کر کے حلال ہو گئے آپ کا یہ فعل صحیح ہے اور مجبوری تھی اس لئے گناہ بھی نہ ہوگا اور اس سے حج میں کچھ خلل نہیں آیا ہاں آپ پر اس عمرہ کی قضا ضروری ہے جب بھی موقع ملے عمرہ کی قضا کر لی جائے (ویجب علیہ ان حل من حجه) ولو نفلاً (حجةً) بالشروع (وعمرة) للتحلل ان لم یحج من عامه (وعلی المعتمر عمرة) ای علی المعتمر اذا احصر قضاء عمرة الخ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۲۲) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۱۲ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ.

ایام حج میں عمرہ کرنا:

(سوال ۱۷۷) ہم لوگ سعودی عربیہ میں بسلسلۂ ملازمت مقیم ہیں حج کے لئے چھ سات دن کی چھٹی ملتی ہے ہم لوگ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور اس روز عمرہ کیا اس کے بعد تیرہویں ذی الحجہ کو واپس لوٹنا ضروری ہے تو نویں ذی الحجہ سے لے کر ۱۲ ذی الحجہ کے درمیان عمرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایام حج (یعنی ۹ ذی الحجہ سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، چھٹی نہ ملنے کا عذر معتبر نہیں ہے، معلم الحجاج میں ہے۔

''عمرہ تمام سال میں کرنا جائز ہے صرف پانچ روز (۹ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک) میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر ان ایام میں احرام نہیں باندھا بلکہ پہلے سے احرام بندھا ہوا تھا تو پھر مکروہ نہیں مثلاً کوئی شخص پہلے سے احرام باندھ کر آیا اور اس کو حج نہیں ملا اور اس نے ان ایام میں عمرہ کر لیا تو مکروہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ ان پانچ روز کے بعد عمرہ کرے۔ (معلم الحجاج ص ۲۲۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب النکاح

نکاح میں ایجاب وقبول کا طریقہ:

(سوال ۱۷۸) استفتاء جدید ۹۶۴) (۱) یہاں نکاح کی ایک مجلس میں نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب نے وکیل، منکوحہ، وشاہدین، اور ناکح ومنکوحہ کے رشتہ دار وغیرہ اہل مجلس کے حاضر ہوجانے کے بعد اور نکاح کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے وکیل سے پوچھا۔ ''کیا میں نکاح پڑھادوں۔''؟ اس کے جواب میں وکیل نے کہا جی ہاں پھر نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد وکیل سے کہا'' کیا آپ نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلاں کی ذات کو فلاں شخص کے نکاح میں دی۔'' یا'' آپ نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلاں کو فلاں شخص کے نکاح میں دی۔'' یہ پوچھنا بھول گئے۔ اور وکیل سے ایجاب کے الفاظ کہلائے بغیر نوشہ سے خطاب کر کے یہ فرمایا۔ فلاں وکیل نے اس کی مؤکلہ مسماۃ فلاں کی ذات کو آپ کے نکاح میں دی (حالانکہ وکیل سے پوچھنا بھول گئے تھے۔ اور وکیل نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے میری مؤکلہ کا نکاح کرادیا) آپ نے قبول کی؟ نوشہ نے کہا۔ میں نے قبول کیا! صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟

(۲) اہل مجلس کے حاضر ہوجانے کے بعد اور نکاح کا خطبہ پڑھنے سے پہلے مولانا صاحب کا وکیل سے پوچھنا کہ میں نکاح پڑھادوں؟ اور اس کے جواب میں وکیل کا کہنا۔ جی ہاں! کیا یہ ایجاب کے الفاظ ہوسکتے ہیں؟

(۳) وکیل کے یہ کہے بغیر کہ'' میں نے اپنی مؤکلہ فلاں شخص کے نکاح میں دی۔'' مولانا صاحب کا یہ کہنا۔'' فلاں وکیل نے اپنی مؤکلہ آپ کے نکاح میں دی۔'' کیا یہ الفاظ ایجاب ہوسکتے ہیں؟

(۴) وکیل کے یہ کہے بغیر کہ'' میں نے میری مؤکلہ فلاں کے نکاح میں دی۔'' مولانا صاحب کے خلاف واقعہ یہ کہنے سے کہ فلاں وکیل نے اس کی مؤکلہ آپ کے نکاح میں دی اور نوشہ کے یہ کہنے سے کہ میں نے قبول کی نکاح فضولی ہوجائے گا؟ نکاح فضولی کی صورت تو یہ ہے کہ نکاح پڑھانے والا یہ کہے کہ میں نے فلانی عورت کو آپ کے نکاح میں دی اور ناکح کہے کہ میں نے قبول کی۔) بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) اصل مسئلہ یہ ہے کہ وکیل بالنکاح خود نکاح پڑھائے۔ بلا اجازت مؤکلہ دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دینے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔'' لا یوکل الوکیل باذن او تعمیم تفویض.'' (اشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ص ۳۶۴) اگر وکیل بالنکاح نے بلا اجازت مؤکلہ دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے دی اور اس نے نکاح پڑھادیا تو بعض کے نزدیک یہ نکاح فضولی ہوگا۔ اور دلہن کی قولی یا فعلی اجازت پر موقوف ومنعقد ہوگا۔ اور بعض فقہاء رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں کہ وکیل اول مجلس نکاح میں موجود ہو تو نکاح نافذ ولازم ہوجائے گا۔ اور یہی مختار ومعمول بہا ہے۔ الوکیل بالتزوج لیس له ان یؤکل غیره ' فان فعل فزوجه الثانی بحضرة الاول جاز.'' (فتاویٰ قاضی خاں فصل فی التوکیل بالنکاح والطلاق والعتاق ج۳ ص ۵۸۰. فتاوی عالمگیری ص ۲۰ ج ۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح خواں نے وکیل سے پوچھا کہ نکاح پڑھادوں؟ اور وکیل نے کہا۔ جی ہاں! (پڑھادو) تو یہ توکیل ہے مجلس نکاح اور عرف عام اس کا قرینہ ہے۔ اور دلہن بھی جانتی ہے کہ نکاح دوسرا شخص پڑھائے گا۔ تو اسے دلہن کی اجازت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ (لان المعروف کالمشروط) اس کے بعد نکاح خواہ کا نوشہ سے خطاب کر کے یہ کہنا کہ فلاں وکیل نے اپنی مؤکلہ مسماۃ فلانی کی ذات کو آپ کے نکاح میں دی، آپ نے قبول کی؟ یہ ایجاب ہے۔ جواب میں نوشہ کا یہ کہنا کہ میں نے قبول کی، یہ قبول ہے۔" الا صل ان الآمر متیٰ حضر جعل مباشراً (درمختار) (وقوله جعل مباشراً) لانه اذا كان في المجلس تنتقل العبادة اليه كما قدمناه (شامی ص ۳۷۷ ج ۲ کتاب النکاح)

مزید تشفی اور معلومات کے لئے دو فتوے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) (سوال ۴۲) دختر کے والد نے نکاح خواں سے کہا کہ ہماری لڑکی کا نکاح کردو۔ نکاح خواں نے اس طرح کردیا تم نے اے عمر زید کی لڑکی بعوض ۱۰۰۰ روپے مہر کے قبول کی؟ اس نے کہا۔ ہاں میں نے قبول کی۔ اس سے نکاح ہوگیا یا نہیں؟ نکاح خواں باپ کا وکیل ہے یا عورت کا؟

(الجواب) اس صورت میں ایجاب وقبول مذکور کے ساتھ جب کہ دوروبرو شاہدین کے ہوا نکاح صحیح ہوگیا۔ نکاح خواں عورت کے باپ کا وکیل ہے۔ (سوال کے جواب میں حوالہ پہلے گذر چکا ہے از مرتب)۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل حضرت مفتی عزیز الرحمٰن ج ۷ ص ۶۵)

(۲) (سوال ۱۳۷) ایک شخص نے میانجی کو کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی ہے۔ پھر میانجی نے مرد کو کہا کہ فلانی عورت تم نے قبول کی؟ اس نے کہا۔" میں نے قبول کی۔" اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ یہاں ایجاب و قبول میں سے صرف ایک جزو موجود ہے؟

(الجواب) ط اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا۔ کیونکہ میانجی وکیل ہے ولی دختر کی طرف سے پس میانجی نے جو کلام شوہر سے کیا کہ" فلانی عورت کو تم نے قبول کیا۔" یہ ایجاب ہے۔ اور جب شوہر نے کہا" میں نے قبول کیا۔" تو یہ قبول ہوا۔ پس یہ دونوں رکن یعنی ایجاب وقبول پائے گئے۔ ایضاً (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۹ ج ۷) اگر نکاح خواں نے وکیل سے اجازت لئے بغیر ایجاب وقبول کرادیا۔ اور وکیل مجلس نکاح میں موجود ہے۔ اور اس نے بعد نکاح قول سے اجازت دے دی۔ یا فعل اور حال سے رضامندی ظاہر کی تو نکاح کے نفاذ ولازم ہونے کے لئے کافی ہوگیا۔ الوكيل اذا وكل بغير اذن او تعميم واجاز ما فعله وكيله نفذ الا الطلاق والعتاق (الاشباه) قوله واجاز مافعله، وكيله اقول وكذا لو عقد اجنبية فاجازالاول (حموی شرح الاشباه والنظائر ص ۳۲۸ کتاب الوکالة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

(۲) یہ ایجاب نہیں ہے توکیل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) وکیل اول کی حاضری میں یہ الفاظ ایجاب کے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) وکیل اول کی عدم موجودگی میں نکاح فضولی ہوگا اور دلہن کے قولی یا فعلی اجازت پر موقوف ومنعقد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح کا خطبہ کب پڑھنا چاہئے:

(سوال ۱۷۹) خطبۂ نکاح۔ نکاح سے پہلے پڑھے یا بعد میں پڑھنا چاہئے؟

(الجواب) نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مجلس نکاح میں اولاً خطبہ پڑھا جائے بعدہٗ ایجاب وقبول کیا جائے۔[1]

نکاح میں خطبہ نہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۸۰) نکاح سے پہلے یا بعد میں خطبہ پڑھا ہی نہ جائے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اگر خطبہ نہ پڑھا گیا تو نکاح ہو جائے گا مگر خلاف سنت ہوگا، برکات سے محروم رہے گا۔[2]

خفیہ طور پر (خانگی میں) نکاح پڑھے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۸۱) خانگی میں (چپ چاپ) نکاح پڑھے تو صحیح ہے؟

(الجواب) اگر ایجاب وقبول کے وقت شرعی گواہ موجود ہوں تو نکاح صحیح ہے۔ لیکن بلا عذر خفیہ نکاح پڑھنا خلاف سنت ہے کہ نکاح کا اعلان کرانا چاہئے۔ (حاشیہ[1] از مرتب)۔

دلہن سے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا ہونا:

(سوال ۱۸۲) دلہن کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) دلہن کے سامنے اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ (ہاں بہتر ہے) البتہ ایجاب وقبول کے وقت جس میں عورت کا وکیل یا ولی موجود ہے گواہوں کا ہونا ضروری ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۰۴) اور شامی میں ہے:۔

واعلم انه لا يشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وانما ينبغى ان يشهد الوكالة اذا خيف جحد المؤكل ايا ها فتح (ج ۲ ص ۴۴۲ مطلب فى الوكيل والفضول فى النكاح) فقط والله اعلم بالصواب.

خطبۂ نکاح کا مسنون طریقہ کیا ہے:

(سوال ۱۸۳) عقد نکاح کے وقت خطبہ کھڑے کھڑے پڑھنا سنت ہے یا بیٹھے بیٹھے؟

(الجواب) اصل خطبوں میں کھڑے ہو کر ہی پڑھنا ہے۔ مگر بیٹھ کر بھی جائز ہے۔ ہندوستان میں عام طور پر اب یہی رواج ہے۔ عرب میں بھی اب یہی رواج ہو گیا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام نمبر ۹۴، ص ۳۰۵)

---

(۱) قوله وتقديم خطبة بضم الخاوما يذكر قبل اجراء العقد من الحمد والتشهد شامى كتاب النكاح ج ۲ ص ۳۵۹.

(۲) ويستحب ان يكون النكاح ظاهرا وان يكون قبله خطبة. بحر الرائق كتاب النكاح قبيل قوله وينعقد الخ.

نکاح کا وکیل اپنا نائب بنا سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۸۴) بوقت نکاح دلہن کا وکیل خود نکاح نہیں پڑھاتا ہے نائب یا قاضی وغیرہ کو سپرد کرتا ہے تو وکیل دوسروں کو نائب بنا سکتا ہے۔ اس سے نکاح میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو نکاح خوانی کا وکیل بنائے۔ ہاں وکیل اول کی حاضری میں دوسرا وکیل نائب قاضی وغیرہ نکاح کرے تو کوئی حرج نہیں آتا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ الوکیل بالتزوج لیس له ان یوکل غیره فان فعل فزوجه الثانی بحضرة الاول جاز۔ یعنی۔ وکیل نکاح کو حق نہیں کہ دوسرے کو وکیل بنائے۔ اگر اس نے ایسا کیا اور وکیل ثانی نے پہلے کی حاضری میں نکاح خوانی کی تو نکاح درست ہو گیا۔ (ج ۳ ص ۵۸۰ فصل فی التوکیل بالنکاح الخ)

دلہا، دلہن، کنگنا باندھے۔ ناریل ہاتھ میں لے کر نکاح پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(استفتاء ۱۸۵) ہمارے یہاں شادی کے موقع پر دلہا، دلہن، ہاتھ میں کنگنا باندھتے ہیں۔ اس کے ساتھ نالی اور انگوٹھی بھی ہوتی ہے۔ باندھتے وقت چھ ۶، سات ۷ گرہ بھی لگاتے ہیں۔ اور اس کے لئے مدت متعین ہے۔ جسے درمیان میں نہ چھوڑے۔ ہاتھ میں ناریل ہوتا ہے۔ جس میں پانی ہونا ضروری ہے۔ غرض کہ نکاح کے وقت ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ پرانی رسم ہے۔ بعض جگہ نہیں باندھتے۔ کسی جگہ امام صاحب چھڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دوسروں کا طریقہ ہے۔ کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے نکاح پڑھاتے ہیں۔ تو کیا یہ چیزیں اسلام میں داخل ہیں؟ جو اس کو ضروری سمجھے کیا وہ گنہگار ہے؟ امام صاحب نکاح پڑھائے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) شادی کے وقت دولہا، دلہن کے ہاتھ میں کنگنا باندھتے ہیں۔ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ کفار اور دوسری ملت والوں کا رواج ہے۔ (مرآۃ الصفا۔ فتاویٰ مؤمنین) مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے احتراز کریں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ "جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی۔ وہ اسی میں شامل ہو گیا۔" (ابوداؤد شریف)

اگلے انبیاء میں سے کسی نبی پر وحی بھیجی گئی کہ اپنی قوم سے کہہ دو۔ "لا یدخل مداخل اعدائی لا یلبس ملابس اعدائی۔ ولا یرکب مراکب اعدائی۔ ولا یطعم مطاعم اعدائی۔ فیکون اعدائی کما هم اعدائی۔" یعنی:۔ وہ میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہ سے داخل نہ ہو، میرے دشمنوں کے لباس جیسا لباس نہ پہنے، اور میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار نہ ہو۔ اور میرے دشمنوں کے کھانے جیسا کھانا نہ کھائے (یعنی تمہارے اور ان کے درمیان امتیاز ضروری ہے) ورنہ تمہاری قوم بھی اسی طرح میرے دشمنوں کے زمرے میں داخل ہو جائے گی۔ جیسے وہ میرے دشمن ہیں۔ (کتاب الزواجر عن اقتراب الکبائر ص ۱۱ ج ۱)

اسی لئے فقیہ، محدث، قاضی ثناء اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ "مسلم را تشبہ بہ کفار و فساق حرام است۔" (مالا بد منہ ص ۱۳۱) اسی طرح دولہا، دولہن کے ہاتھ میں ناریل لینا نکاح کے وقت، یہ کفار کا رواج ہے۔ اور ان کا ٹوٹکا ہے۔ جس میں تشبہ کے ساتھ ساتھ شرک کا بھی جزو ہے۔ ایسی رسوم اور ایسے عقیدوں سے مسلمان توبہ کریں۔ جو ایمان کو ضعیف اور تباہ کرنے والے ہیں۔ ہاتھ میں پھول ہار کی رسم بھی اسلامی نہیں، قابل ترک ہے۔ نکاح پڑھانے والے قاضی

صاحب قابل مبارک باد ہیں۔ اگر اس طرح تنبیہ کرتے رہیں گے۔ نصیحت کرتے رہیں گے۔ اور نفرت دلاتے رہیں گے تو قلیل مدت میں یہ رسم بد ختم ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کرنے والے اور عمل کرنے والے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مسلم جج کے سامنے لڑکا لڑکی ایجاب وقبول کریں تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں اور یہ طریقہ سنت کے مطابق ہے یا نہیں :

(سوال ۱۸۶) لڑکی برطانیہ (انگلینڈ) میں ہے اور لڑکی والے لڑکے کو شادی کے لئے بلاتے ہیں تو انگلینڈ کے قانون کے مطابق وہاں پہنچ کر نکاح رجسٹرڈ کرانے کے لئے سرکاری دفتر میں غیر مسلم جج کے سامنے وکیل اور گواہوں کی موجودگی میں لڑکا لڑکی ایجاب وقبول کرتے ہیں جس میں خطبہ دعا وغیرہ کچھ نہیں ہوتا تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کو سنت کے مطابق کہہ سکتے ہیں؟ بعد میں اسلامی طریقہ کے مطابق نکاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح فوراً کیا جائے یا دو تین ماہ کی تاخیر سے کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر چہ سرکاری دفتر میں غیر مسلم جج کے روبرو دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول ہو جانے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور حقوق زوجیت بھی حاصل ہو جاتے ہیں [1] لیکن نکاح کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان ہو اور خطبۂ ماثورہ پڑھا جائے، لہذا قانونی کارروائی کے بعد گھر آ کر فوراً مسنون طریقہ سے نکاح کر لیا جائے، تاخیر کرنا غیر ضروری، نامناسب اور خلاف مصلحت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح ثانی کے متعلق خاوند کی وصیت :

(سوال ۱۸۷) شوہر نے انتقال سے پہلے مجھ سے تندرستی کی حالت میں چند وجوہات کی بنا پر وعدہ لیا ہے کہ میرے انتقال کے بعد دوسری شادی جلد کر لینا، اب کیا کرنا چاہئے، ایک طرف وعدہ کا خیال اور دوسری طرف شرمندگی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے میں کیا کروں؟ رہنمائی فرمائیں! بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر نے وعدہ نہ بھی لیا ہو تب بھی اگر قابل نکاح ہو اور اچھا موقع میسر آ جائے تو قبول کر لینا چاہئے، اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں ہے، شریعت کا حکم ہے قرآن میں ہے **وانکحوا الایامی منکم** یعنی تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو۔ حدیث میں بیوہ عورت کے نکاح کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں **انه قال لیس شئی خیراً للمرأة من زوج اوقبر** یعنی عورت کے لئے آغوش شوہر اور قبر سے کوئی چیز بہتر نہیں۔ یعنی عورت کی بھلائی اور عزت اس میں ہے کہ وہ شوہر کے پاس ہو یا پھر قبر کے اندر ہو۔ اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا **مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج قیل یارسول اللہ وان کانت**

(۱) وینعقد بایجاب وقبول وضعا للماضی او احدهما ..... عند حرین او حر و حرتین عاقلین بالغین مسلمین ولو فاسقین الخ فلم یصح بغیر شهود لحدیث الترمذی البغا یا اللاتی ینکحن انفسهن من غیر بینه بحر الرائق ج ۳ ص ۸۷۔

غنیة من المال قال صلی اللہ علیہ وسلم و ان کانت غنیة من المال. یعنی غریب مسکین ہے غریب مسکین ہے غریب مسکین ہے وہ عورت جو شوہر نہ رکھتی ہو، لوگوں نے عرض کیا اگر چہ وہ مالدار ہو، فرمایا اگر چہ مالدار ہو تب بھی وہ (شوہر کے بغیر) غریب مسکین ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۳۲) لہذا پریشان نہ ہو اور پڑھتی رہو انا للہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم عندک احتسب مصیبتی فاجرنی فیھا وابدلنی خیراً (بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ آپ کے پاس اجر وثواب مانگتی ہوں میں اپنی مصیبت کا، پس اجر و ثواب دے، اس میں اور بدلہ میں دے مجھے اس سے بہتر)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وکیل کی موجودگی میں قاضی صاحب نکاح پڑھادیں تو کیسا ہے؟:

(سوال ۱۸۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں امام صاحب نکاح پڑھاتے ہیں، ایک مجلس نکاح میں دلہن کے وکیل نے حسب دستور امام صاحب سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی، امام صاحب نے خطبہ پڑھا اور دولہا کو مخاطب کر کے کہا کہ فاطمہ بی بی اسمٰعیل سے سیدات کی ذات کو ان وکیل صاحب کی وکالت سے اور ان دو گواہوں کی گواہی سے حاضرین کے روبرو اتنی مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دیا آپ نے قبول کیا، دولہا نے کہا کہ قبول کیا تو نکاح ہو گیا یا نہیں؟ ایک غیر مقلد مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا اس لئے کہ ایجاب نہیں پایا گیا جو کہ رکن ہے لہذا دوبارہ نکاح پڑھانا چاہئے ورنہ زنا کاری ہوتی رہے گی، کیا یہ اعتراض صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نکاح خوان نے وکیل کی اجازت سے خطبۂ نکاح پڑھ کر وکیل کی موجودگی میں اور شرعی گواہوں کی حاضری میں دولہا کو مخاطب کر کے کہا کہ فاطمہ بی بی اسمٰعیل سیدات کو ان وکیل کی وکالت سے اور ان دو گاہوں کی گواہی سے حاضرین مجلس کے روبرو اتنی مہر کے عوض میں آپ کے نکاح میں دیا، آپ نے قبول کیا؟ (یہ ایجاب ہے) اس کے جواب میں ناکح نے کہا کہ قبول کیا (یہ قبول ہے) ایجاب وقبول دونوں پائے گئے لہذا نکاح منعقد ہو گیا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے الوکیل بالتزوج لیس لہ ان یوکل غیرہ فان فعل فزوجہ الثانی بحضرة الاول جاز (ج۳ ص ۵۸۰ فصل فی التوکیل بالنکاح الخ) (فتاویٰ رحیمیہ اردو ج ۸ ص ۱۴۸. فتاویٰ رحیمیہ گجراتی ج۲ ص ۹۹. ۱۰۰ انگلش ج۲ ص ۱۵۶) فقط واللہ اعلم بالصواب.

سول میرج کا حکم:

(استفتاء ۱۸۹) میں نے اور قمر النساء نے والدین سے چھپ کر کورٹ میں جا کر سول میرج کر لیا، بعد میں جب لڑکی کے والدین کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور اپنی لڑکی سے کہا اگر تو نے کورٹ میں جا کر یہ نکاح ختم نہ کیا تو تجھے مار ڈالیں گے اور مجھے بھی سخت دھمکیاں دیں اس لئے ہم دونوں کورٹ گئے اور لڑکی نے اپنے والدین کی حاضری میں یہ درخواست دی کہ میں سابقہ نکاح ختم کرتی ہوں چنانچہ کورٹ کی جانب سے سابقہ نکاح ختم کر دیا گیا مگر

ہم دونوں نے صرف ظاہراً والدین کو دکھانے کے لئے یہ کام کیا تھا ورنہ ہم دونوں خفیہ یہ عہد کر چکے ہیں کہ کبھی نہ کبھی والدین کو رضامند کر کے ایک دوسرے سے ازدواجی رشتہ قائم کرلیں گے، اب ایک مولوی صاحبؒ کہتے ہیں کہ کورٹ میں جب نکاح ختم کر دیا تو طلاق مغلظہ ہوگئی اور اب بغیر شرعی حلالہ کے تم ایک دوسرے سے منسلک نہیں ہو سکتے، اگر والدین رضامند ہو جائیں تو بغیر حلالہ کے ہم دونوں نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں لڑکے اور لڑکی نے کورٹ میں جا کر سول میرج کیا ہے اس سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا اس لئے کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے دو شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے،(۱) اور دونوں نے کورٹ میں جا کر جج کے سامنے جو تفریق اختیار کی وہ طلاق نہیں ہے، جب نکاح ہی منعقد نہیں ہوا تو طلاق کیسی؟ مولوی صاحب کا بیان صحیح نہیں ہے، آپ دونوں سول میرج کے بعد بھی اجنبی تھے اور سول میرج ختم کرنے کے بعد بھی اجنبی ہیں اگر آپ دونوں باہم کفو ہیں یا لڑکی کے اولیاء رضا مند ہیں تو نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹/۹۹/۱۳۹۹ھ۔

منگنی ہوجانے کے بعد لڑکے اور لڑکی کا آزادانہ ملنا اور خلوت میں رہنا:

(سوال ۱۹۰) ہمارے یہاں خطبہ (منگنی) ہوجانے کے بعد لڑکا اور لڑکی نکاح ہونے سے پہلے دونوں بالکل آزادانہ میاں بیوی کی طرح ملتے ہیں لڑکا تفریح کے لئے لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے، ماں باپ بھی خوشی سے اجازت دے دیتے ہیں اور اگر کبھی چھٹی کے دن آ گئے تو کئی کئی دنوں تک دونوں تنہا گھومتے رہتے ہیں، کیا صرف منگنی ہوجانے کے بعد اس طرح آزادانہ ملنا تفریح کے لئے جانا اور خلوت میں رہنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) منگنی نکاح کا وعدہ ہے نکاح نہیں ہے اس لئے آزادانہ ساتھ پھرنا اور خلوت میں رہنا حرام ہے، صحبت کرنا زنا کے حکم میں ہے بچہ ہوگا تو حرامی شمار ہوگا اگر منگنی کے بعد الگ رہنا ناقابل برداشت ہے تو نکاح ہی کرلیا جائے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شادی سے پہلے لڑکی کو بشہوت دیکھنا:

(سوال ۱۹۱) زید ایک غیر شادی شدہ آدمی ہے وہ صفیہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا شادی سے پہلے وہ صفیہ کو دیکھ سکتا ہے؟ اگرچہ شہوت کا اندیشہ ہو؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ زید صفیہ سے شادی کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے تو وہ اسے حسب ضرورت دیکھ سکتا ہے، اگرچہ شہوت کا اندیشہ ہو (وکذا مرید نکاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لاقضاء الشهوة (قوله بنية السنة) ولو اراد ان يتزوج امرأة فلا باس ان ينظر اليها وان خاف ان يشتهيها لقوله عليه الصلوٰة والسلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة انظر اليها فانه احرى ان يودم بينكما رواه الترمذى

(۱) ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين حريين عاقلين بالغين مسلمين الخ هدايه كتاب النكاح ج ۲ ص ۳۰۶.

(۲) اوهل اعطتنيها ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد، درمختار مع الشامى كتاب النكاح ج ۲ ص ۳۶۴.

والنسائی وغیرھما (شامی ج۵ ص ۳۲۵ کتاب الحظر والاباحۃ باب فی النظر واللمس)فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

جس سے شادی کا ارادہ ہولڑکی کا اس کو اپنا فوٹو بھیجنا؟:

(سوال ۱۹۲)لڑکا انگلینڈ میں ہے اورلڑکی ہندوستان میں وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو لڑکی اپنا فوٹو کھچوا کر لڑکے پر بھیج سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) فوٹو کی اجازت نہیں خود آ کر دیکھ لے یا کسی اور جائزطریقہ سے اطمینان حاصل کرلے ۔(سابقہ سوال میں حوالہ ملاحظہ کیا جائے ۔ازمرتب)۔فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

میاں بیوی دونوں مسلمان ہو گئے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۹۳)شوہراور بیوی پہلے ہندو تھے اور کچھ مدت کے بعد دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو کیا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) شوہراور بیوی پہلے ہندو تھے اورانہوں نے ہندوطریقہ کے مطابق نکاح کیا تھا اوراس کے بعد خدا کی توفیق سے دونوں مسلمان ہو گئے تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری نہیں ۔اسلام لانے کے بعد بلاتجدید نکاح دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں،ہدایہ میں ہے واذا تزوج الکافر بغیر شھود اوفی عدۃ کافر وذلک فی دینھم جائز ثم اسلما اقراعلیہ وھذا عندابی حنیفۃ (ھدایہ اولین ص ۳۲۴)باب نکاح اھل الشرک فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

نماز جمعہ کے بعد سنتوں سے قبل مجلس نکاح قائم کرنا کیسا ہے :

(سوال ۱۹۴)نماز جمعہ کے بعد متصلاً سنتوں سے قبل مجلس نکاح قائم کرنا کیسا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ تمام لوگ نکاح میں شرکت کرلیں،شرعاً کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سنتوں سے قبل نکاح کرنے میں لوگوں کو سنتوں کا اہتمام نہیں رہے گا،بہت سے لوگ سنتیں چھوڑ دیں گے،نیز مسجد میں شوروشغب بھی ہوگا،جولوگ سنتیں پڑھنا چاہیں گے ان کو بھی خلل ہوگا۔لہذا ہرگز اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

منکوحہ کے دونام ہوں،مجلس نکاح میں مشہور نام لیا گیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۹۵)ایک لڑکی کا اصلی نام ریحانہ بانو بنت عبدالکریم ہے تمام لوگ اسی نام سے اسے پہچانتے ہیں اسکول اورراشن کارڈ میں بھی یہی نام درج ہے اس کی ننہیال والوں نے اس کا نام مریم رکھا تھا اور وہاں کچھ لوگ اس نام سے اسے پہچانتے ہیں،اس کے نکاح کے دعوت نامہ میں اتفاق سے مریم لکھ دیا گیا،مجلس نکاح میں اس کا اصلی اورمشہور نام

---

(۱) سنتوں کے بعد ہوتو جائز ہے وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ درمختار مع الشامی کتاب النکاح ج۲ ص ۳۶۰.

ریحانہ بانو بنت عبدالکریم لیا گیا نکاح کی رجسٹر میں بھی یہی نام لکھا گیا جہاں اس کا نکاح ہوا ہے اس کا شوہر ساس خسر سب اسی نام سے اسے پہچانتے ہیں اور اسی نام کے اعتبار سے منگنی ہوئی، نکاح کے آٹھ دس روز بعد کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ نکاح نہیں ہوا، دعوت نامہ میں اس کا نام مریم لکھا گیا ہے اور مجلس نکاح میں اس کے خلاف نام لیا گیا ہے تو مذکور نکاح کے متعلق کیا حکم ہے؟ نکاح کے انعقاد ہوا یا نہیں؟ کیا دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح صحیح ہونے کے لئے منکوحہ کا ممتاز اور متعین ہونا ضروری ہے اس میں ذرہ برابر جہالت نہ ہونا چاہئے، گواہ پوری بصیرت کے ساتھ سمجھ رہے ہوں کہ فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اسی طرح لڑکا (شوہر) بھی جانتا ہو کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے ہو رہا ہے، مجلس نکاح میں اگر لڑکی کا وکیل موجود ہو اگر اس وقت صرف لڑکی کا نام لینے سے ابہام اور جہالت دور ہو جاتی ہو تو صرف اس کا نام لینا کافی ہے، اور اگر صرف اس کا نام لینے سے جہالت دور نہ ہو تو باپ کا نام بھی بلکہ اگر مزید ضرورت پڑے تو دادا کا نام بھی لینا ضروری ہے، غرض کہ ایجاب وقبول کے وقت ابہام اور جہالت بالکل نہ ہونا چاہئے۔

درمختار میں ہے:۔ ولا المنکوحة مجهولة (درمختار ج ۲ ص ۳۶۷) شامی کتاب النکاح میں ہے۔ تنبیہ: اشار بقوله فیما مر ولا المنکوحة مجهولة الی ماذکره، فی البحر هنا بقوله ولابد من تمیز المنکوحة عند الشاهدین لتنتفی الجهالة (شامی ج ۲ ص ۳۷۴)

نیز شامی میں ہے:۔ ویؤیده ماسیاتی من انها لو کانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود وعلموا انه ارادها کفی ذکر اسمها والا لا بد من ذکر الاب والجد ایضاً الخ (شامی ج ۲ ص ۳۶۷ کتاب النکاح

صورت مسئولہ میں جب لڑکی کا مشہور نام ریحانہ بانو ہے، اور تمام لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ ریحانہ بانو عبدالکریم کی بیٹی ہے، مجلس نکاح میں شوہر اور گواہ یہی سمجھ رہے ہوں کہ ریحانہ بانو بنت عبدالکریم کا نکاح ہو رہا ہے اور ایجاب وقبول کے وقت بھی اس کا وہی مشہور اور اصلی نام لیا گیا ہے تو نکاح منعقد ہو گیا، شک وشبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، نکاح کے دعوت نامہ میں جو غلطی ہوگئی ہے اس سے نکاح کی صحت پر کچھ اثر نہ پڑے گا، شامی میں ہے (قوله ولا المنکوحة مجهولة) قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات علی معینة وتمیزت عند الشهود ایضاً یصح العقد وهی واقعة الفتویٰ لان المقصود نفی الجهالة وذلک بتعینها عند العاقدین والشهود وان لم یصرح اسمها (شامی ج ۲ ص ۳۶۷ کتاب النکاح)

امداد الفتاویٰ میں ہے:۔

(سوال ۱۲۶۹) وقت نکاح قاضی کو نام زوجہ کا لیکر مجمع عام میں پکار کر ایجاب وقبول کرانا چاہئے یا کیا؟ اور جو بدون نام لئے زوجہ کے ایجاب وقبول کرادے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) شرط جواز نکاح یہ ہے کہ منکوحہ زوج اور شاہدین کے نزدیک مجہول نہ رہے بلکہ اپنے غیر سے متمیز ہو جائے خواہ کسی طرح سے امتیاز ہو، پس اگر منکوحہ حاضر ہے تو اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے اور اگر غائب ہے تو اگر بدون تصریح نام کے بعض قیود سے اس کی تعیین ممکن ہے تو نام لینے کی حاجت نہیں، اور اگر اوصاف سے تمیز نہ ہو تو اس کا نام

لینا ضروری ہے بلکہ اگر اس کے نام سے بھی تعین نہ ہو تو باپ دادی کا نام لینا بھی ضروری ہے، حاصل یہ کہ رفع ابہام ہو جاوے۔ فی الدر المختار ولا المنکوحة مجهولة وفی رد المحتار قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات...... الخ(امداد الفتاوی ص ۱۵۲، ۱۵۳ ج ۲)فقط واللہ اعلم بالصواب.

”ذات بخش دی“ اس لفظ سے نکاح ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۱۹۶)ایک لڑکی جس کی عمر ۲۵ سال ہے اس نے ایک ۲۷ سالہ لڑکے سے تین گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا، لڑکی نے کہا ”میں نے تم کو اپنی ذات بخش دی“ لڑکے نے کہا میں نے قبول کی، مذکورہ صورت میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ لڑکا اور لڑکی دونوں ہم کفو ہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکا اور لڑکی ہم کفو ہیں اور گواہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ شرعی نکاح ہو رہا ہے (متعہ وغیرہ نہیں)تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور دونوں شوہر اور بیوی ہو جائیں گے، لیکن اس طرح مخفی طور پر نکاح کرنا خلاف سنت ہے، سنت طریقہ یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جائے، ہدایہ اولین میں ہے: وینعقد بلفظ النکاح والتزوج والهبة والتملیک والصدقة (هدایه اولین ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب النکاح) حدیث میں ہے کہ نکاح علی الاعلان مسجد میں کرو ۔ عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف رواه الترمذی (مشکوٰة شریف ص ۲۷۲ ،باب اعلان النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بذریعۂ تار نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۱۹۷)لڑکا دوسرے شہر میں ہے اور وہ ہمارے گاؤں کی ایک لڑکی سے تار کے ذریعہ نکاح کرے تو نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) تار سے نکاح صحیح نہ ہوگا، غائبانہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے اور اس کا طریقہ فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم اردو ص ۱۳۱، ص ۱۳۱ میں شائع ہو چکا ہے، ملاحظہ فرمالیں ، (جدید ترتیب کے مطابق متفرقات نکاح میں غائبانہ شادی کی صورتیں کے عنوان سے دیکھ لیا جائے ص۲۴۱ ازمرتب)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح کا خطبہ مسنون ہے:

(سوال ۱۹۸)ایک شخص نے خطبۂ مسنونہ کے بغیر نکاح پڑھا دیا تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے خطبۂ مسنونہ پڑھا جائے اس کے بعد ایجاب وقبول کرایا جائے ،اگر خطبۂ مسنونہ کے بغیر دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرالیا جائے تب بھی نکاح تو ہو جائے گا مگر یہ طریقہ خلاف سنت ہے، (حوالہ گذر چکا ہے ازمرتب)۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لڑکا مجبور ہو کر نکاح قبول کرے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۱۹۹) ایک لڑکا ایک لڑکی سے نکاح کرنے پر بالکل راضی نہ تھا مگر کچھ لوگ لڑکے کو نکاح کرنے پر مجبور کر رہے تھے مگر لڑکا بالکل انکار کرتا تھا، ایک دن موقعہ پا کر چند لوگوں کی موجودگی میں لڑکے کو دھمکی دے کر زبردستی نکاح کر دیا لڑکے نے مجبوراً مجلس نکاح میں نکاح قبول کیا، موجودہ صورت میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب لڑکا نکاح کرنے پر راضی نہ تھا تو زبردستی کر کے اسے نکاح کرنے پر مجبور نہ کرنا چاہئے تھا، نکاح زندگی بھر کا معاملہ ہے، ان لوگوں کا یہ طرز عمل بہت نامناسب ہے مجلس نکاح میں اگر لڑکے نے زبان سے نکاح قبول کیا ہو اور دو گواہوں نے ایجاب وقبول کے الفاظ سنے ہوں تو نکاح منعقد ہو گیا۔ درمختار میں ہے (وصح نکاحه وطلاقه وعتقه) لو بالقول لا بالفعل .الخ (درمختار ج۵ ص ۱۱۷ کتاب الاکراہ) شامی میں ہے:۔ والمذکور منها فی عامة الکتب عشرة نظمها ابن الهمام بقوله .

یصح مع الاکراه عتق ورجعة	نکاح وایلاء طلاق مفارق
وفیٔ ظهار والیمین ونذره	وعفو لقتل شاب منه مفارق

(شامی ، کتاب الاکراه ج ۵ ص ۱۱۹ج)

نوٹ:

زبان سے نکاح قبول نہ کرے اور زبردستی دھمکی دے کر نکاح نامہ پر اگر لڑکے سے دستخط کرالیا جائے تو اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا، [1] فقط واللہ اعلم بالصواب .

نکاح ثانی کرنے پر اولاد اور خاندان والوں کا ناراض رہنا غلط ہے:

(سوال ۲۰۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین میرے اس معاملہ میں کہ میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا، میری عمر پچاس سے تجاوز کر گئی ہے۔ لیکن خدا کے فضل سے میری صحت اچھی ہے، میں نے نکاح ثانی کر لیا اور ہم دونوں میں اچھے تعلقات ہیں اور راحت کی زندگی گذار رہے ہیں مگر نکاح ثانی کی وجہ سے میرے خاندان کے لوگ اور اولاد بھی سخت مخالف تھے، اور اب بھی ہیں کہتے ہیں کہ اولاد ہوتے ہوئے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی، کیا خدمت کے لئے ہم کافی نہ تھے، اس بڑھاپے میں شادی کا شوق، لوگ کیا کہیں گے؟ میرے نکاح کرنے کی وجہ سے اولاد نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور رشتے داروں کے بھی منہ چڑھے ہوئے ہیں تو کیا میرا یہ فعل از روئے شرع شریف قابل ملامت اور لائق نفرت ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

---

(۱) وفی البحر ان المراد الاکراه علی التلفظ بالطلاق فلو اکره علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لأن الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة هنا .شامی کتاب النکاح قبیل مطلب فی المسائل التی تصح مع الکراه ج۔ ۲ ص ۵۷۹.

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنهم اللہ من فضله واللہ واسع علیم، ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیهم اللہ من فضله (قرآن مجید سورہ نور)

ترجمہ:۔ اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہوں ان کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے اور ایسے لوگوں کو جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہئے کہ (اپنے نفس کی ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (پھر نکاح کرلیں)

اس آیت میں جو بھی بے نکاح ہوں خواہ مرد خواہ عورت، اور خواہ ابھی نکاح نہ ہوا ہو یا بیوی کی وفات یا طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں، تو ہدایت ہے کہ انکا نکاح کر دیا کرو۔

نکاح کی بڑی فضیلت آئی ہے جب کہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہو، نکاح بہت سی چھوٹی بڑی خرابیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے اس سے دین وایمان کی حفاظت ہوتی ہے حدیث میں ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ کتاب النکاح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نے نکاح کرلیا تو اس نے نصف دین کی تکمیل کا انتظام کرلیا اب اس کو چاہئے کہ باقی نصف میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے (تو اس حصے کی بھی حفاظت ہو جائے گی)

جو شخص بے نکاح ہو اس کے لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے مسکین مسکین مسکین لیس له امرأة. مسکین ہے مسکین ہے وہ شخص جس کی عورت نہیں ہے (غنیۃ الطالبین ص ۹۱)

جو عورت بے نکاح ہو اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج قیل یا رسول اللہ ان کانت غنیة من المال، قال وان کانت غنیة من المال، یعنی مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا اگر وہ مالدار ہو تب بھی مسکینہ ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تب بھی وہ مسکینہ ہے (غنیۃ الطالبین ص ۹۶ فصل فی آداب النکاح)

نیز حدیث میں ہے لیس شئی خیر الامرأۃ من زوج او قبر یعنی عورت کے لئے آغوش شوہر یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۳۲)

حدیث میں ہے:

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحة، (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷، کتاب النکاح)

عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه یقول ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیر اله من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر الیها سرته وان اقسم علیها ابرته وان

غاب عنها نصحته في نفسها و ما له روى ابن ماجه (مشكوٰة شريف ص ٢٦٨ كتاب النكاح)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا ساری کی ساری ایک تھوڑے سے فائدہ کی چیز ہے اور نیک بخت عورت دنیا کی عمدہ فائدہ مند چیزوں میں سے ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے زیادہ کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا اور نیک عورت کی علامت یہ ہے کہ شوہر کے حکم کی اطاعت کرے، شوہر دیکھے تو اس کو خوش کر دے، اگر شوہر اس کے اعتماد پر قسم کھائے تو پوری کر دے، شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت وآبرو کی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بغیر نکاح کے عبادات کامل نہیں ہوتیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں اور میری بیوی نہ ہو تو میں اس کو پسند کروں گا کہ نکاح کرلوں کہ اللہ پاک سے ملاقات شادی شدہ ہو کر کروں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دو بیویوں کا طاعون میں انتقال ہو چکا تھا اور وہ خود بھی اسی مرض میں مبتلا تھے، پھر بھی فرمایا کہ میرا نکاح کردو میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ پاک سے غیر متاہل ہو کر ملوں (از فضائل نکاح ص ۱۶، ۱۷، تالیف مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہٗ)

لہذا نکاح ثانی کرلینا کوئی برا کام نہیں ہے، اولاد اور رشتہ دار خواہ کتنی ہی راحت کا انتظام کر دیں مگر جو خدمت بیوی کرسکتی ہے دوسرے لوگ ایسی خدمت نہیں کر سکتے، بیماری کے زمانہ میں اور پیرانہ سالی اور ضعیفی کی عمر میں عورت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے، استنجاء وغیرہ کی جو خدمت عورت انجام دے سکتی ہے وہ خدمت نہ ماں انجام دے سکتی ہے، نہ بیٹی نہ بہن نہ کوئی اور، لہذا ضعیفی میں شادی کرنے والے کی خدمت کرنا اس کو برا بھلا کہنا، اس سے ناخوش رہنا بہت ہی بری بات ہے، گویا شریعت کے ایک حکم سے ناراض رہنا اور شریعت کے ایک حکم کی مذمت کرنا ہے، جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو عدت کے بعد اگر وہ اپنا نکاح کرنا چاہیں تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ تم ان کو نکاح کرنے سے مت روکو، قرآن مجید میں ہے واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلو هن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف. ترجمہ:۔ اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد (عدت) پوری کرچکیں (اور عدت پوری کر کے کسی سے نکاح کرنا چاہیں خواہ پہلے ہی شوہر سے یا کسی دوسری جگہ) تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے (تجویز کیے ہوئے شوہروں سے خواہ اول ہوں یا ثانی) نکاح کرلیں جب کہ باہم سب رضامند ہو جائیں قاعدہ کے موافق (قرآن مجید، سورہ بقرہ پ۲)

جس طرح مطلقہ عورت کسی جگہ نکاح کرنا چاہے تو روکنا نہ چاہئے اسی طرح مرد نکاح کرنا چاہے تو اس کو بھی روکنا نہ چاہئے، لہذا جو لوگ آپ کے نکاح ثانی سے ناراض ہیں گویا وہ شریعت کے ایک حکم سے روگردانی کر رہے ہیں، ان کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے، اور ناراضگی سے باز آنا چاہئے۔

حق تعالیٰ شریعت کے احکام پر چلنے کی اور اس سے راضی رہنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، آمین۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) گونگے کا نکاح کس طرح ہوگا؟ (۲) نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا:

(سوال ۲۰۱) ایک لڑکا گونگا ہے ۲۵ سال کی عمر ہے، ہم لوگوں نے اس کا نکاح طے کیا ہے، دو ماہ بعد اس کا نکاح ہے، اس کے نکاح کا کیا طریقہ ہوگا؟ یہ بھی فرمائیں کہ نکاح کے وقت کلمہ پڑھوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں لڑکا عاقل بالغ ہے تو نکاح صحیح ہونے کے لئے خود اس کا قبول کرنا شرط ہے، گونگا ہونے کی وجہ سے وہ خود بول نہیں سکتا، تو اگر وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو لکھ کر اس کے سامنے پیش کیا جائے کہ تمہارا نکاح اتنے مہر پر فلاں لڑکی (لڑکی کا پورا نام لکھا جائے) کے ساتھ کیا، تم نے یہ نکاح قبول کیا؟ لڑکا اس پر لکھ دے میں نے یہ نکاح قبول کیا تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، اور اگر لڑکا لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو اشارہ سے نکاح قبول کرایا جائے، لڑکا ایسا اشارہ کرے جس سے واضح ہو جائے کہ وہ نکاح قبول کر رہا ہے اور گواہ بھی سمجھ جائیں کہ وہ نکاح قبول کر رہا ہے تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

درمختار میں ہے۔ (او اخرس)...... واستحسن الكمال اشترط كتابته باشارته المعهودة فانها تكون كعبارة الناطق استحساناً. ردالمحتار میں ہے (قوله واستحسن الكمال) ...... ففي كافي الحاكم الشهيد انصه فان كان الا خرس لا يكتب وكان له اشارة تعرف في طلاقة ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز وان كان لم يعرف ذلك منه اوشك فهو باطل اه فقد رتب جواز الا شارة على عجزه عن الكتبة فيفيد انه ان كان يحسن الكتابة لا تجوز اشارته الخ (درمختار ورد المحتار ۲/۵۸۴ كتاب الطلاق) (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ۷/۶۰)

نکاح کے انعقاد کے لئے کلمہ، ایمان مجمل اور ایمان مفصل پڑھانا ضروری نہیں ہے تاہم بعض مرتبہ عوام الناس کلمہ سے ناواقف ہوتے ہیں تو ایسے وقت تجدید کلمہ میں مضائقہ نہیں بلکہ اس میں احتیاط ہے، خواص میں اس کی ضرورت نہیں۔

فتاوی دار العلوم میں ہے:۔

الجواب: نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا، اور صفت ایمان اور کلموں کا پڑھانا اس وقت انعقاد نکاح کے لئے شرط نہیں ہے بدون پڑھائے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے الخ۔ (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ۷/۵۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اسلام میں نکاح کا مقام اور زوجین کے حقوق:

(سوال ۲۰۲) اسلام میں نکاح کا کیا مقام ہے؟ بہت سے لوگ نکاح کو صرف تفریح طبع، جنسی خواہش پوری کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ اس کی وضاحت فرمائیں، اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اسلام میں شوہر اور بیوی کے حقوق کیا ہیں شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے اور بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کیسا معاملہ کرے، ایک دوسرے کے حقوق کی کیا حیثیت ہے اسے واضح فرمائیں کہ لوگ اس پر عمل کریں اور ان کی زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گذرے، آج کل حقوق کی پامالی سے عموماً جھگڑے اور طلاق کی نوبت آتی ہے آپ

تفصیل سے وضاحت فرمائیں جزاکم اللہ خیرا لجزاء فی الدارین، بینوا توجروا.

(الجواب) حامداًومصلیاًومسلماً۔ نکاح اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے وہ خاتون جسے دیکھنا بھی جائز نہ تھا نکاح کی وجہ سے وہ خاتون مرد کے لئے حلال ہو جاتی ہے، رفیقہ حیات بن جاتی ہے، شوہر کا گھر آباد ہو جاتا ہے، ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار بن جاتے ہیں اولاد پیدا ہو جانے پر نسل جاری رہنے کا ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے ان کے علاوہ بیشمار دینی دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں، سب سے بڑھ کر نکاح کی فضیلت یہ ہے کہ نکاح حضور اقدس ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تین صحابی حضور اقدس ﷺ کی عبادات کا حال معلوم کرنے کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کیا، آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم ہونے کے بعد کہنے لگے'' کہاں ہم اور کہاں حضور ﷺ، آپ کی تو اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کردی گئی ہیں (لہذا آپ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں) پھر ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا (یعنی روزہ نہ چھوڑوں گا) تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا (اہل وعیال کے الجھنوں سے فارغ رہ کر عبادت میں مشغول رہوں گا) حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے! سن لو۔ اما واللہ انی لا خشا کم للہ واتقاکم لہ' لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی. متفق علیہ . ترجمہ: سنو! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ متقی ہوں، لیکن (میرا طریقہ یہ ہے کہ) میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، تہجد بھی پڑھتا ہوں، آرام بھی کرتا ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہ میری سنت ہے) جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میرا نہیں ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ باب الاعتصام)

نیز حدیث میں ہے عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من سنن المرسلین الحیاء ویروی الختان والتعطرو السواک والنکاح ، رواہ الترمذی. حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں رسولوں کی سنت میں سے ہے (۱) حیاء کرنا (ایک اور روایت کے مطابق ختنہ کرنا) (۲) عطر لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا، (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴ باب السواک)

ازدواجی تعلق عبادت ہے، اس پر اجر وثواب ملتا ہے، حدیث میں ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے نفسانی تقاضوں کو پورا کرو، یہ بھی صدقہ ہے (عبادت ہے) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کس طرح صدقہ (عبادت) ہے؟ ایک شخص اپنی خواہش پوری کرتا ہے اور اس پر اس کو اجر ملے! (یہ کس طرح؟) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، اگر انسان غلط اور حرام جگہ اپنی خواہش پوری کرتا تو اسے گناہ ہوتا، لہذا جب حلال جگہ اس نے اپنی خواہش پوری کی تو اس کے لئے اجر ہوگا۔ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بکل تسبیحۃ صدقۃ...... الیٰ ...... وفی بضع احدکم صدقۃ قالوا یا رسول اللہ أ یاتی احدنا شھوتہ' ویکون لہ فیھا اجر قال أ رائیتم لو وضعھافی حرام أ کان علیہ فیہ وزر فکذلک اذا

وضعها فی الحلال کان له اجر رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۸ باب فضل الصدقة)

اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، حدیث میں ہے۔ عن ابی مسعود رضی الله عنه قال قال صلی الله علیه وسلم اذا انفق المسلم نفقةً علی اهله وهو یحتسبها کانت له صدقة. متفق علیه (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۰ باب افضل الصدقة)

نکاح پر نصف دین کی حفاظت کی سند عطا فرمائی ہے، حدیث میں ہے۔ عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق الله فی النصف الباقی (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ کتاب النکاح)

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ نکاح عبادت ہے اور عبادت بھی ایسی جو برسہا برس تک جاری رہتی ہے اور انسان جس حالت میں بھی ہو، سویا ہوا ہو یا جاگا ہوا ہو۔ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، خاموش ہو یا محوِ گفتگو ہو۔ دن ہو یا رات، غرض ہر وقت انسان کی یہ عبادت جاری رہتی ہے، نماز، روزہ، حج وغیرہ جو عبادتیں ہیں وہ وقتی عبادتیں ہیں، جب انسان وہ عبادت ادا کرتا ہے وہ عبادت جاری رہتی ہے اور جب فارغ ہو جاتا ہے وہ عبادت موقوف ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اس نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اس کی قدر کرنا چاہئے، ان تمام باتوں سے ثابت ہوا کہ نکاح صرف تفریح طبع کا سامان نہیں ہے، اسلام میں نکاح کا تصور بہت بلند ہے اور نکاح کی وجہ سے زوجین میں جو تعلق اور رشتہ قائم ہوتا ہے وہ بہت ہی مضبوط ہے۔ ارشاد خداوندی ہے هن لباس لکم وانتم لباس لهن. ترجمہ: عورتیں تمہارے لئے بمنزلۂ لباس ہیں اور تم ان کے حق میں بمنزلہ لباس ہو (قرآن مجید، سورہ بقرہ)

جس طرح لباس سے ستر چھپاتے ہو اسی طرح زوجین ایک دوسرے کے لئے عیوب چھپانے اور معاصی سے بچنے کا ذریعہ ہیں، اور جس طرح لباس سے انسانوں کو راحت وآرام اور سکون نصیب ہوتا ہے بہت سی مضرتوں سے حفاظت اور سردی وگرمی سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے اسی طرح نکاح کے ذریعہ شوہر اور بیوی کو ایک دوسری سے راحت وآرام اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے، اور جس طرح انسان کو لباس سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے بدن سے ملصق اور ملا ہوا ہوتا ہے، یہی حلال زوجین کا ہے کہ ان کا تعلق آپس میں بہت قریبی ہوتا ہے، بوقت صحبت تو بالکل ہی بدن سے اتصال ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کے لئے بمنزلۂ لباس ہو جاتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: اما قوله تعالیٰ هن لباس لکم وانتم لباس لهن ففیه مسائل (المسئلة الاولیٰ) قد ذکرنا فی تشبیه الزوجین باللباس وجوهاً (أحدها) انه لماکان الرجل والمرأة یعتنقان فینضم کل واحد منهما جسمه الیٰ جسم صاحبه حتی یصیر کل واحد منهما لصاحبه کالثوب الذی یلبسه سمی کل واحد منهما لباساً قال الربیع هن فراش لکم وانتم لحاف لهن وقال ابن زید هن لباس لکم وانتم لباس لهن یرید ان کل واحد منهما یستر صاحبه عند الجماع عن ابصار الناس (وثانیهما) انما سمی الزوجان لباساً یستر کل واحد منهما صاحبه عند الجماع عن ابصار الناس (وثالثها) انه تعالیٰ جعلها لباساً للرجل من حیث انه یخصها بنفسه کما یخص لباسه بنفسه ویراها اهلا لان یلاقی کل بدنه کل بدنها کما یعمله فی اللباس (ورابعها) یحتمل ان یکون المراد ستره

بهاعن جميع المفاسد التی تقع فی البيت لو لم تكن المرأة حاضرة كما يستتر الانسان بلباسه عن الحر والبرد و كثير من المضار الخ.

(تفسیر کبیر للامام محمد فخر الدین الرازی ۲/۲۰۰) (تفسیر روح المعانی ۲/۶۵)۔

زوجین میں مؤدت والفت، محبت ہوتو اس تعلق کا صحیح لطف حاصل ہوسکتا ہے آپس میں مودت ومحبت ہونا منجانب اللہ ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

ومن ايته ان خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودةً ورحمةً ان فی ذلک لايت لقوم يتفكرونO (قرآن مجيد سورهٔ روم ص ۲۱)

ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں بنائیں تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

مفسر قرآن حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں۔

ومن آیاتہ..... یتفکرون. اور منجملہ اس کی آیت قدرت کے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری ذاتوں سے یعنی تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے یعنی عورتیں تا کہ ہم جنس ہونے کی وجہ سے ان کی طرف میل کرو اور ان سے مل کر سکون حاصل کرو اور چین پکڑو، اس لئے کہ ہم جنس ہونا میلان طبیعت اور رغبت کا سبب ہے اور خلاف جنس ہونا نفرت کا باعث ہے۔ نظم۔

بجنس　خود　کند　ہر　جنس　آہنگ
ندارد　ہیچ　کس　از　جنس　خود　ننگ
بجنس　خویش　دارد　میل　ہر　جنس
فرشتہ　با　فرشتہ　انس　با　انس

اور رکھ دیا تمہارے درمیان باہمی محبت والفت، عقد تزویج ہوتے ہی آپس میں محبت اور الفت ہو جاتی ہے، حالانکہ بسا اوقات پہلے سے کوئی جان پہچان ہی نہیں ہوتی، اور تمہارے درمیان مہربانی رکھ دی کہ ایک دوسرے پر رحم کرتا ہے، بے شک ان باتوں میں یعنی انسان کے مٹی سے پیدا کرنے میں اور پھر اس کی جنس سے ایک جوڑا پیدا کرنے میں اور پھر باہم الفت ومحبت پیدا کرنے میں خدا کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں، غرض کہ زن وشو کی محبت صرف خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ دو چیزوں کو جوڑ کر ایک بنا دیا اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن پراگندہ اجزاء کو جوڑ دے۔ (معارف القرآن ادریسی ص ۴۰۲ جلد نمبر ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی قدت کی نشانیوں میں سے ہے جس شخص نے نکاح نہ کیا ہو اس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: مسكين مسكين مسكين ليست له امرأة قيل يا رسول الله وان كان غنيا من المال قال وان كان غنياً من المال. مسکین ہے، مسکین ہے، مسکین ہے وہ شخص جس کی بیوی نہ ہو، عرض کیا گیا اگر چہ وہ مالدار ہو ارشاد فرمایا اگر چہ وہ مالدار ہو (غنية الطالبين ص ۳۲ ج ۱ فصل فی آداب النكاح،

مترجم ص ۹۶)(الترغیب والترھیب ص ۱۴۱ ج ۳)

اسی طرح وہ عورت جس کا شوہر نہ ہواس کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسکینة مسکینة مسکینة من لیس لھا زوج قیل یا رسول اللہ وان کانت غنیة من المال۔

یعنی مسکینہ ہے مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا اگر وہ مال دار ہو تب بھی وہ مسکینہ ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تب بھی وہ مسکینہ ہے (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۳۲ مترجم ص ۹۶ کتاب النکاح

نیز حدیث میں ہے: لیس شئی خیر الا مرأة من زوج اوقبر۔ یعنی عورت کے لئے آغوش شوہر یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے (غنیۃ الطالبین ص ۳۲ ج ۱ مترجم ص ۹۶ ایضاً)(الترغیب والترھیب ص ۱۴۱ ج ۳)

نیز حدیث میں ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة (مشکوٰة شریف ص ۲۶۷ کتاب النکاح)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز نفع کے قابل ہے اور دنیا کی سب سے بہترین نفع کی چیز نیک عورت ہے۔

لہذا مرد عورت دونوں پر لازم ہے کہ وہ اس نعمت کی قدر کریں ور اس نعمت کے حصول پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے رہیں۔

نکاح کے جو مقاصد ہیں صحیح طور پر اس وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، شوہر حسن اخلاق، نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے اور بیوی اطاعت وفرمانبرداری اور شوہر کی خدمت اور راحت رسانی کا خیال کرتی رہے، اگر کسی وقت خلاف طبع بات پیش آئے تو اسے برداشت کریں، لڑائی جھگڑے سے اجتناب کریں، قرآن وحدیث میں دونوں کے حقوق بیان کئے ہیں ہم انشاء اللہ ان کو تحریر کریں گے، اور شوہر و بیوی دونوں قرآن وحدیث کی تعلیمات پر غور کریں اور اس کے آئینہ میں اپنی زندگی ڈھالنے کی پوری کوشش کریں۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمتوں کے پیش نظر مرد کو عورت پر برتری عطا فرمائی ہے، یہ برتری قائم رہے گی اور عورت اس کا لحاظ رکھے گی تو انشاء اللہ گھریلو انتظام ٹھیک رہے گا ورنہ "ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجہ" کا نقشہ سامنے آئے گا، لہذا عورت پر لازم ہے کہ شوہر کو اپنے اوپر حاکم سمجھے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے ،ارشاد خداوندی ہے۔

الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم۔(قرآن مجید، پ ۵، سورۂ نساء آیت نمبر ۳۴)

ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں مرد اور عورت کے درجہ کو بتلاتے ہیں کہ مرد کا درجہ بڑھا ہوا ہے عورت کے درجہ سے، اس لئے فرق مدارج کے باعث جو احکام میں فرق ہو گا وہ

سراسر حکمت اور قابل رعایت ہوگا اس میں عورت اور مرد بقاعدۂ حکمت ہرگز برابر نہیں ہو سکتے، عورتوں کو اس کی خواہش کرنی بالکل بیجا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر حاکم اور نگران حال بنانا دو وجہ سے اول بڑی اور وہبی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم وعمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے اور دوسری وجہ جو کسبی ہے یہ ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر اور خوراک و پوشاک جملہ ضروریات کا تکفل کرتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی حکم برداری چاہئے۔ (فوائد عثمانی)

نیز ارشاد خداوندی ہے۔

و لهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة و الله عزیز حکیم O (قرآن مجید پ ۲ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸)

اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے قاعدہ (شرعی) کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے، اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا۔

فوائد عثمانی میں ہے: یعنی یہ امر تو حق ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں، ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں جن کا قاعدہ کے مطابق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی اور اس کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہوگی مگر یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور فوقیت ہے۔ (فوائد عثمانی)

لہذا قرآنی ہدایت کے پیش نظر عورت پر لازم ہے کہ شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، دل وجان سے اس کی خدمت کرے، احادیث میں بھی اس کی بہت تاکید آئی ہے اور جو عورت اس پر عمل کرے اس کے لئے بڑے وعدے وارد ہیں، اور جو اس کے خلاف کرے اس کے حق میں وعیدیں بھی آئی ہیں، ملاحظہ ہو۔

احادیث مبارکہ

(۱) ولو امرها ان تنقل من جبل اصفر الیٰ جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لها ان یفعله (رواه احمد) (مشکوٰة شریف ص ۲۸۳ باب عشرة النکاح)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ زرد پہاڑ سے پتھر اٹھا کر سیاہ پہاڑ پر لے جائے اور سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جائے تو بھی اسے (اپنے شوہر کی) اطاعت کرنی چاہئے۔

(۲) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو کنت امر احداً ان یسجد لاحد لا مرت المرأة ان تسجد لزوجها (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۳۸) (مشکوة شریف ص ۲۸۱ کتاب النکاح)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔

(۳) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم ای النساء خیر

قال التی تسرہ اذا نظر وتطیعہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ .(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳ کتاب النکاح)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا کون سی عورت اچھی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب شوہر اسے دیکھے تو خوش کردے، اور جب اسے حکم کرے تو اطاعت کرے اور اپنی ذات اور اپنے مال میں ایسا تصرف نہ کرے جسے شوہر پسند نہ کرتا ہو۔

(۴)عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ اذا صلت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱ باب عشرۃ النساء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عورت پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی رہے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(۵)عن ام سلمۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ ماتت وزوجھا عنھا راض دخلت الجنۃ .(ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۳۸)(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱ کتاب النکاح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا اس حالت میں انتقال ہو جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔

(۶)عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لاتجاوز صلاتھم اذا نھم العبد الا بق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط وامام قوم وھم لہ کارھون .(مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۰ باب الامامۃ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی (قبول نہیں ہوتی) (۱) غلام جو بھاگ گیا ہو یہاں تک کہ واپس آ جائے (۲) عورت جو اس حالت میں رات گذارے کہ اس کا شوہر (اس کی نافرمانی اور بدخلقی کی وجہ سے) اس سے ناراض ہو (۳) اور وہ امام کہ لوگ اس کو (اس کے فسق یا کسی شرعی خرابی کی وجہ سے) پسند نہ کرتے ہوں۔

(۷)عن طلق بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ فلتاتہ وان کانت علی التنور .(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱ باب عشرۃ النساء)

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو اسے چاہئے کہ فوراً آ جائے چاہے وہ چولھے کے پاس مشغول ہو۔

(۸)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعی الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح متفق علیہ . وفی روایۃ لھما

والذی نفسی بیدہ مامن رجل یدعوا امرأتہ الیٰ فراشہ فتأبی علیہ الا کان الذی فی السماء ساخطاً علیھا حتی یرضیٰ عنھا (مشکوٰۃ ص ۲۸۰ باب عشرۃ النسآء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے پس شوہر ناراض ہو کر رات گذارے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک کہ شوہر اس سے خوش ہو جائے۔

(۹) عن معاذ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا توذی امرأۃ زوجھا فی الدنیا الا قالت زوجتہ من الحور العین لاتوذیہ قاتلک اللہ فانما ھو دخیل (ای غریب ونزیل) یوشک ان یفارقک الینا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۱ باب عشرۃ النساء

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی عورت اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو (آخرت میں) جو حور اس کو ملنے والی ہے وہ یوں کہتی ہے کہ خدا تیرا ناس کرے تو اس کو مت ستا وہ تو تیرے پاس مہمان ہے تھوڑے ہی دن میں وہ تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔

(۱۰) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت: سئالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اعظم حقاعلی المرأۃ ؟ قال : زوجھا ، قلت فای الناس اعظم حقاً علی الرجل ؟ قال امہ رواہ البزار والحاکم (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۵۳ کتاب النکاح، ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجہ وحسن عشرتھا)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے شوہر کا، پھر میں نے عرض کیا مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی ماں کا۔

(۱۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ...... قال حق الزوج علیٰ زوجتہ لو کانت بہ قرحۃ فلحستھا او انتشر منخراہ صدیداً او دماً ثم ابتلعتہ ما ادت حقہ' (الترغیب والترھیب ص ۵۳ ج ۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت ہے...... الیٰ...... حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا شوہر کا عورت پر اتنا حق ہے کہ اگر خاوند کے جسم پر زخم ہو یا اس کے جسم پر پیپ یا خون بہہ رہا ہو اور عورت اس کو چاٹ کر صاف کرے تب بھی اس کا حق پورا ادا نہیں ہو سکتا۔

عورتوں کو چاہئے کہ ان احادیث مبارکہ کا بار بار مطالعہ کریں اور ان پر عمل کریں اطاعت اور فرمانبرداری کی عادت ڈالیں، نافرمانی، زبانی درازی، بدکلامی اور بدخلقی سے بالکل اجتناب کریں، لڑائی جھگڑا نہ کریں انشاء اللہ بڑی خوشگوار زندگی نصیب ہوگی۔

نبی رحمت، محسن انسانیت حضور اقدس ﷺ نے عورتوں کے حقوق بھی بڑی اہمیت سے بیان فرمائے ہیں،

شوہر پرعورت کے حقوق بھی ادا کرنا بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد کو برتری عطا فرمائی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت پر ہر قسم کا ظلم وتشدد روا رکھا جائے اور اس کی حق تلفی کی جائے، احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں حضور اقدس ﷺ نے بہت اہم باتیں ارشاد فرمائیں، ان میں یہ بھی ہدایت ہے۔

(۱۲) عن ابی هريره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استو صوا بالنساء خيرًا فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شيئی فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه' کسرته' وان ترکته' لم يزل اعوج فاستوا صوا بالنسآء متفق عليه (مشکوۃ شريف ص ۲۸۰ باب عشرۃ النساء)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، عورتوں کے بارے میں خیر خواہی کی نصیحت قبول کرو (یعنی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو) اس لئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اسی حالت پر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی لہذا عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت قبول کرو۔

(۱۳) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اکمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقاً وخيار کم خيار کم لنسائکم (ترمذی) (مشکوۃ شريف ص ۲۸۲ ايضاً)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے اچھے ہوں۔

(۱۴) عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من اکمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقاً والطفهم باهله (مشکوۃ شريف ص ۲۸۱ ايضاً)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے والا ہو۔

(۱۵) عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير کم خير کم لاهله وانا خير کم لاهلی (مشکوۃ شريف ص ۲۸۱) ايضاً

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے۔ جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہو، میں اپنے اہل کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

(۱۶) عن حکيم بن معاوية القشيری عن ابيه ماحق زوجة احد نا عليه قال ان تطعمها اذا طعمت وتکسو ها اذا اکتسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البيت .رواه احمدوابوداؤد وابن ماجة. (مشکوۃ شريف ص ۲۸۱ باب عشرۃ النساء)

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا، ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ (یعنی جیسا تم کھاتے ہو ویسا ہی اس کو کھلاؤ اور پہناؤ) اور اس کے چہرہ پر مت مارو اور اسے برا مت کہو (اور کسی وجہ سے ناراض ہو جائے تو) گھر ہی کی حدود میں اسے چھوڑے (نہ خود گھر سے باہر جائے نہ اسے گھر سے

باہر نکالے۔

(۱۷)عن عبداللہ بن زمعة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجلد احدکم امراة جلد العبد ثم یجامعها فی آخر الیوم فی روایة یعمد احدکم فیجلد امرأته جلد العبد فلعله یضاجعها فی آخر یومه ، متفق علیه .(مشکوٰة شریف ص ۲۸۰ باب عشرة النساء)

حضرت عبداللہ بن زمعہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے، اور پھر دن کی آخری حصہ میں اس سے جماع کرے، ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے ایک شخص ارادہ کرتا ہے اور اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے، ہوسکتا ہے کہ دن کے آخری حصہ میں اس سے ہم بستر ہو۔

(۱۸)عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفرک مومن مومنة ان کره منها خلقاً رضی منها آخر .(مشکوٰة شریف ص ۲۸۰ ایضاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی ایمان والا مرد (شوہر) ایمان والی عورت (بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہوتو وہ دوسری عادت سے خوش ہو جائے گا۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسیٰ ان تکرهوا شیئاً ویجعل اللہ فیه خیراً کثیراً .(قرآن مجید، سورۂ نساء آیت نمبر ۱۹ پارہ نمبر ۴)

ترجمہ: اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئی کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

فوائد عثمانی میں ہے: ممکن ہے کہ تم ایک شئی کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت (دینوی یا دینی) رکھ دے (مثلاً وہ تمہاری خدمت گذار اور آرام رساں اور ہمدرد ہو یہ دنیا کی منفعت ہے، یا اس سے کوئی اولاد پیدا ہو کر بچپن میں مرجاوے، یا زندہ رہے اور صالح ہو جو ذخیرۂ آخرت ہو جاوے، یا اقل درجہ ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی ملے گی' (فوائد عثمانی ص ۱۰۶ ج ۲ سورۂ نساء)

لہٰذا اگر عورت کی کوئی عادت پسند نہ ہوتو اس سے نفرت نہ کرے اور صبر کرے انشاء اللہ مذکورہ منافع میں سے کوئی نہ کوئی منفعت ضرور حاصل ہوگی۔

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

عن ابن المبارک بن فضالة عن الحسین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استوصوا بالنساء خیراً...... وانما اخذتموهن بامانة اللہ تبارک و تعالیٰ واستحللتم فروجهن بکلمة اللہ عزوجل.

ترجمہ: ابن المبارک بن فضالہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے

ارشاد فرمایا: عورتوں کے حق میں میری نصیحت قبول کرو...... عورتیں صرف اللہ کی امانت ہیں اور تم نے ان کے جسم کو اللہ کے کلمہ سے حلال کیا ہے۔

وعن عبادة بن كثير عن عبدالله بن الحريری عن ميمونة زوج النبی صلی الله عليه وسلم خيار الرجال من امتی خيارهم لنساء هم وخير النساء من امتی خير هن لا زواجهن يرفع لكل امرأة منهن كل يوم وليلة اجر الف شهيد قتلوا فی سبيل الله صابرين محتسبين وتفضل احد هن علی الحور العين كفضل محمد صلی الله عليه وسلم علی ادنیٰ رجل منكم وخير النساء من امتی ما تاتی ميسرة زوجها فی كل شنی هواه ما خلامعصية الله وخير الرجال من امتی من تلطف باهله لطف الوالدة بولدها يكتب لكل رجل منهم كل يوم وليلة اجر مائة شهيد قتلوا فی سبيل الله صابرين محتسبين فقال عمر بن الخطاب رضی الله عنه يارسول الله وكيف يكون للمرأة اجر الف شهيد وللرجل اجر مائة شهيد قال صلی الله عليه وسلم او ما عملت ان المرأة اعظم اجراً من الرجل وافضل ثواباً فان الله عزوجل يرفع للرجل فی الجنة درجات فوق درجاته برضاء زوجته عنه ودعائها له او ما عملت ان اعظم وزراً بعد الشرك بالله المرأة اذا غضبت زوجها الا فاتقوا الله فی الضعيفين فان الله سائلكم عنهما اليتيم والمرأة فمن احسن اليهما فقد بلغ الی الله عزوجل ورضوانه ومن اسآء اليهما فقد استوجب من الله سخطه وحق الزوج كحقی عليكم فمن ضيع حقی فقد ضيع حق الله فقد بآء بسخط من الله وماوٰه جهنم وبئس المصير.

عبادہ بن کثیر نے عبداللہ سے اور انہوں نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے مردوں میں افضل وہ مرد ہے جو اپنی عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور میری امت کی عورتوں میں افضل ترین وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے، ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے جو خدا کی راہ میں صبر کے ساتھ شہید ہوئے ہیں اور اس کے اجر کی اللہ سے توقع رکھتے ہیں ان عورتوں میں سے ہر عورت جنت کی موٹی آنکھوں والی حور پر اسی قدر افضلیت رکھتی ہے جیسے محمد ﷺ کو تم میں سے ادنی مرد پر، میری امت کی عورتوں میں وہ عورت سب سے افضل ہے جو اپنے شوہر کی خواہش کے مطابق اس کی فرمان برداری کرتی ہے سوائے ان کے جو گناہ کے کام ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے مردوں میں بہتر وہ مرد ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اس طرح مہربانی سے پیش آتا ہے جس طرح ماں اپنے بچہ کے ساتھ، ایسے مرد کے لئے ہر دن رات میں صبر اور شکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے سو آدمیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت کو تو ہزار شہیدوں کا ثواب ملے اور مرد کو سو شہیدوں کا، ایسا فرق کیوں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ عورت ثواب پانے میں مرد سے زیادہ ہے کیونکہ اللہ عز وجل جنت میں مرد کو مرتبہ پر مرتبہ اس لئے دیتا ہے کہ عورت اس سے خوش ہے اور اس کے حق میں دعا کرتی ہے، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے نزدیک شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ (بیوی کا) شوہر کی نافرمانی کرنا ہے لہذا تم خبردار ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ تم سے (یعنی مردوں سے) ان دو ناتوانوں کے بارے میں پوچھے گا، ایک ناتواں تو ''یتیم'' ہے اور دوسری ''بیوی'' جو

شخص ان دونوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا ہے وہ اللہ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور ان کے ساتھ بدی کرنے والا اللہ کے قہر کا شکار ہوگا۔ نیز ارشاد فرمایا شوہر کا حق ایسا ہی ہے جیسے تم پر میرا حق، جس نے میرے حق کو ضائع کیا اس نے اللہ کے حق کو ضائع کیا، اور اللہ کے حق کو ضائع کرنے والا غضب الٰہی کا مستحق ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور جہنم بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

وعن ابی جعفر بن محمد ابن علی عن جابر بن عبداللہ ؓ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ وھو فی نفر من اصحابہ رضی اللہ عنہ اذا قبلت امرأۃ حتی قامت علی رأسہ ثم قالت السلام علیک یارسول اللہ انا وافدۃ النساء الیک لیست امرأۃ یبلغھا مسیری الیک الا اعجبھا ذلک یا رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ رب الرجال ورب النساء وآدم ابو الرجال وابوا النسآء وحوآء ام الرجال وام النساء فالرجال اذا خرجوا فی سبیل اللہ عزوجل فقتلوا فاحیاعند ربھم یرزقون واذا جَرحوا فلھم من الاجر مچل ماعلمت ونحن تجلس علیھم ونخدمھم فھل لنا من الاَجر شیء قال ﷺ نعم اقرأی عنّی النساء السلام وقولی لھن ان طاعۃ الزوج واعترافاً بحقہٖ یعدل ماھنالک وقلیل من کنّ یفعلنہ۔

حضرت ابو جعفر بن محمد بن علیؒ فرماتے ہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ ایک بار میں اور کئی دوسرے آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک عورت آئی اور اسلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ (میں بہت دور سے) عورتوں کی طرف سے ایلچی بن کر حاضر ہوئی ہوں، اور بعد مسافت کی وجہ سے کوئی عورت آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتی جس عورت کو بھی میرا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینا معلوم ہوگا وہ اس کو بہت پسند کرے گی، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مردوں کا بھی رب ہے اور عورتوں کا بھی رب ہے اور حضرت آدم علیہ السلام مرد عورتوں کے باپ ہیں اور حضرت حوا مرد اور عورتوں کی ماں ہیں، سو جب مرد اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ رہتے ہیں اور وہاں انہیں روزی دی جاتی ہے اور اگر لڑائی میں زخمی ہوتے ہیں تو ان کو ویسا ہی اجر ملتا ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا اور ہم ان کی خدمت کرتی ہیں اور ہم ان کی جلیس ہیں تو کیا ہمارے لئے بھی کوئی اجر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ان عورتوں کو میرا اسلام پہنچا دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کے لئے بھی اجر ہے، اور وہ اس طرح کہ تم اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی رہو، ان کے حقوق کی نگہداشت کرتی رہو، ان باتوں کے عوض تمہیں بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا مگر تم میں بہت کم عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔

وعن ثابت عن انس ؓ قال حین بعثتنی النساء الی رسول اللہ ﷺ فقلت یارسول اللّٰہِ ذھب رجال بالفضل وبالجھاد فی سبیل اللّٰہ تعالیٰ فما لنا من عمل مذکورٍ ندرک بہ عمل المجاھدین فی سبیل اللّٰہ فان رسول اللّٰہ ﷺ مھنۃ احد ھن فی بیتھا تدرک عمن المجاھدین فی سبیل اللّٰہ عزوجل۔

حضرت ثابت ؓ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے کہ عورتوں نے مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا چنانچہ میں نے (عورتوں کی طرف سے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! مرد تو جہاد کے ثواب کی

وجہ سے عورتوں سے بڑھ گئے کیا عورتوں کے لئے بھی ایسا کوئی عمل ہے کہ وہ اس کے طفیل غازیوں کے برابر ثواب حاصل کرسکیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کا اپنے گھر کی خدمت کرنا غازیوں (مجاہدوں) کے برابر ہے۔

عن عمران بن حصین رضی الله عنه قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم هل علی النساء جهاد فقال صلی الله علیه وسلم نعم جها دهن الغیرة یجا هدن انفسهن فان صبرن فهن مجاهدات فان رضین فهن مرابطات ولهن اجران اثنان فینبغی للزوجین ان یعتقد اهذا الثواب المذکور فی هذا الحدیث وما قبله عند العقد والجماع جمیعا واداء للحق الواجب علی کل واحدمنهما للاخر بقوله عزوجل ولهن مثل الذی علیهن لیکونا مطیعین لله عزوجل ممتثلین امره' جل ثناء ه' وتعتقد المرأة ان ذلک خیراً لها من الجهاد والغزو (غنیة الطالبین ص ۹۴، ص ۹۵، ص ۹۶ فصل فی آداب النکاح)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ عورتوں کو بھی جہاد کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کا جہاد غیرت ہے کہ وہ اپنے نفس سے جہاد کرتی ہیں پس اگر وہ صبر کریں تو جہاد کرنے والی ہیں، اگر وہ راضی (اور شاکر) رہیں تو وہ مرابطات ہیں (اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے جنگ کی تیاری کے ساتھ وہاں قیام کرنے کو رباط اور مرابطہ کہا جاتا ہے) اور ان کے لئے دو اجر ہیں لہذا شوہر اور بیوی دونوں کے لئے مناسب ہے کہ اس حدیث میں اور اس سے ماقبل کی احادیث میں جو ثواب بیان کیا گیا ہے عقد نکاح میں ان ثوابوں کا اعتقاد رکھیں، اور ان تمام احادیث پر عمل کریں اور ہر ایک پر دوسرے کا جو حق واجب ہے اس کو بجالائیں اللہ عزوجل کا قول ہے عورتوں کا مردوں پر وہی حق ہے جو مردوں کا عورتوں پر ہے (دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں) تا کہ دونوں اللہ عزوجل کی اطاعت کرنے والے ہوں اور اللہ جل ثناءٗ کے حکم کو پورا کرنے والے ہوں اور عورت کو اس بات کا اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس کے لئے ان باتوں پر عمل کرنا (اور شوہر کی اطاعت اور اس کے حقوق ادا کرنا) جہاد اور غزوہ سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ ان ہدایات اور زریں اصول ونصائح پر عمل کرنے کی سب کو توفیق عطا فرمائیں آمین بحرمة النبی الامی صلی الله علیه وسلم ، فقط والله اعلم بالصواب .

دوسرا نکاح کرنے پر پہلی بیوی اور اس کے خاندان والوں کی طرف سے دھمکیاں دینا اور طلاق کا مطالبہ کرنا:

(سوال ۲۰۳) میں نے دوسرا نکاح کیا ہے اس وجہ سے پہلی بیوی مجھ سے ناراض ہے اور اپنے گھر چلی گئی ہے، اس کے بھائی بھی مجھے مار پیٹ کی دھمکیاں دے رہے ہیں، میں نے اپنی پہلی بیوی اور اس کے بھائیوں سے کہا کہ میرے پاس الحمدللہ ہر طرح گنجائش ہے دونوں کے حقوق اچھی طرح انشاء اللہ ادا کروں گا، لیکن وہ لوگ میری بات نہیں مانتے اور میرے مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، دوسری بیوی پریشان حال تھی اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، آپ جواب عنایت فرمائیں، کیا اسلام میں دوسرا نکاح ناجائز ہے؟ میں نے اس خیال سے اس بیوہ سے نکاح کیا ہے کہ اس سے

تعاون ہو جائے مگر پہلی بیوی اور اس کے گھر والے پریشان کر رہے ہیں اور پہلی بیوی طلاق کا مطالبہ کررہی ہے۔

(الجواب) قرآن مجید میں ہے۔

فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنی وثلث وربع فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ ...... ذلک ادنی ان لا تعولوا .(قران مجید پارہ نمبر ۴ سورۂ نساء آیت نمبر ۲)

ترجمہ: اور (حلال) عورتوں سے جو تم کو (اپنی کسی مصلحت سے) پسند ہوں نکاح کرلو دو، دو۔ تین تین، چار چار۔ (عورتوں سے) پھر اگر تم ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو......اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مرد کسی مصلحت سے چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرسکتا ہے، البتہ متعدد نکاح کرنے کے بعد ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی ان سب کے درمیان عدل وانصاف اور برابری کا معاملہ کرنا بہت ضروری ہوگا، رات گذارنے میں بھی باری باندھنا ہوگی، اگر برابری نہ کرسکتا ہو تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ''فوائد عثمانی'' میں تحریر فرمایا ہے۔ ''جاننا چاہئے کہ مسلمان آزاد کے لئے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک کی اجازت ہے اور حدیثوں میں بھی اس کی تصریح ہے اور ائمہ دین کا اسی پر اجماع ہے، اور تمام امت کے لئے یہی حکم ہے۔

نیز تحریر فرمایا ہے: فائدہ: جس کی کئی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں ان کو برابر رکھے اور رات کو ان کے پاس رہنے میں باری باندھے اگر برابری نہ کرے گا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا ایک کروٹ گھسٹتی چلے گی۔

نیز تحریر فرمایا ہے:۔ اگر تم کو اس کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو (فوائد عثمانی پ۴ آیت نمبر۲ سورۂ نساء)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے تعدد ازواج کا ثبوت ہوتا ہے، لہذا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تعدد ازواج کو جائز سمجھے۔

صورت مسئولہ میں جب آپ نے ایک مصلحت کے پیش نظر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کیا ہے تو اب پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں کو اس کی مخالفت نہ کرنا چاہئے شریعت کے اعتبار سے شوہر نے دوسرا نکاح کر کے کوئی گناہ یا جرم نہیں کیا ہے کہ اس کی مخالف کی جائے اور اسے ڈرایا اور دھمکایا جائے اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کا طلاق کا مطالبہ کرنا تو کسی حال میں جائز نہیں ہے، پہلی بیوی اور اس کے گھر والوں پر لازم ہے کہ نہ اس کی مخالفت کریں نہ اسے تنگ کریں، البتہ اب شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ دونوں بیویوں کے درمیان ہر طرح سے انصاف اور برابری کا معاملہ کرے ورنہ بہت سخت گناہ ہوگا۔

احادیث سے بھی تعدد ازواج کا ثبوت ہوتا ہے، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نکاح میں متعدد بیویاں تھیں، عورتیں خوشی خوشی رہتی تھیں اور اس پر شوہر کی مخالفت یا اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا جاتا تھا، لہذا دوسرا نکاح کرنے پر احتجاج کرنا اور اسے برا سمجھنا، شوہر کی مخالفت کرنا اور اسے طلاق دینے پر مجبور کرنا شرعی حکم کی خلاف

ورزی ہوگی اور اس میں عقیدہ کی بھی خرابی ہے۔

حدیث میں ہے: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان غیلان بن سلمة الثقفی اسلم وله عشر نسوة فی الجاهلیة فاسلمن معه فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم امسک اربعاً وفارق سائرهن رواه احمد و الترمذی وابن ماجة (مشکوٰة شریف ص ۲۷۴ باب المحرمات)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوئے، اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھیں، نبی کریم ﷺ نے (حکم قرآنی جو اوپر مذکور ہوا کے مطابق) فرمایا، ان عورتوں میں سے چار کو منتخب کرلو، اور بقیہ عورتوں سے مفارقت (جدائیگی) اختیار کرلو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۴)

نیز حدیث میں ہے: عن نوفل بن معاویة رضی اللہ عنه قال اسلمت وتحتی خمس نسوة فسألت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال فارق واحدة وامسک اربعاً...... الخ (مشکوٰة شریف ص ۲۷۴ باب المحرمات)

حضرت نوفل بن معاویہؓ فرماتے ہیں جس وقت میں مسلمان ہوا اس وقت میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک عورت کو جدا کردو اور چار کو روکے رکھو (مشکوٰۃ ص ۲۷۴)

بہرحال دوسرا نکاح کرنا شرعی اعتبار سے بالکل جائز ہے، قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے، ہر مسلمان کو مسلمان ہونے کے اعتبار سے اسے جائز سمجھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا جو فیصلہ ہو خوشی اسے تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا چاہئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم اور فیصلہ سے انحراف کرنا بہت ہی خطرناک ہے، قرآن مجید میں ہے۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالاً مبیناO (قران مجید، سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۶ پارہ نمبر ۲۲)

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھر ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم نہیں مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

نیز ارشاد خداوندی ہے۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماO (قرآن مجید پ۵ سورۃ نساء آیت نمبر ۶۵)

ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں پھر اس آپ کے تصفیہ سے تنگی نہ پاوے اور پورے طور سے تسلیم کرلیں۔

مذکورہ دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم

کرنا، اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو اپنا مقتدی بنانا لازم اور ضروری ہے اور اس کی طرف سے دل میں ذرہ برابر تنگی اور تکدر نہ آنا چاہئے اور یہ ایمان کی علامت ہے، مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے روح المعانی میں تحریر فرمایا ہے (فلا وربک ...... حتی یحکموک) ای یجعلوک حکماً او حاکماً، وقال شیخ الا سلام یتحاکموا الیک ویترا فعوا وانما جئی بصیغة التحکیم مع انه صلی اللہ علیه وسلم حاکم بامر اللہ ایذاناً بان اللائق بهم ان یجعلوه علیه الصلوٰة والسلام حکماً فیما بینهم ویراضوا بحکمه...... (فیما شجر بینهم) ای فیما اختلف بینهم من الا مور ...... ثم لا یجدوا فی انفسهم)قلوبهم (حرجاً) ای شکاً، کما قاله مجاهد. او ضیقا. کما قاله الجبائی. او اثما کما روی عن الضحاک، واختار بعض المحققین تفسیره بضیق الصدر لشائبة الکراهة والا باء...... (مما قضیت ویسلموا تسلیماً) ای ینقادوا لأ مرک ویذ عنوا له بظاهرهم وبا طنهم کما یشعر به التاکید، ولعل حکم هذه الا یة باق الی یوم القیامة ولیس مخصوصاً بالذین کانوا فی عصر النبی صلی اللہ علیه وسلم فان قضاء شریعته علیه الصلوٰة والسلام قضاءه، فقد روی عن الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال: لو ان قوماً عبدوا اللہ تعالیٰ واقاموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا الشئی صنعه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الا صنع خلاف ماصنع، او وجدوا فی انفسهم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلا هذه الا یة (روح المعانی ص ۷۱ الجزاء الخامس)

خلاصۃ التفاسیر میں ہے۔ ''احکام شرعیہ سے دل میں تکدر بے ایمانی کی نشانی ہے۔'' (خلاصۃ التفاسیر ص ۴۰۹ حصہ اول)

تشریح القرآن میں ہے:

''ہر مسلمان کو چاہئے کہ زندگی کی تمام معاملات اور دنیا و آخرت کی تمام باتوں میں اللہ کے رسول ﷺ کے نمونے اور فیصلہ کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس فیصلہ میں ہر طرح کے جانی و مالی نقصان کو خوشی خوشی قبول کرے اور دل میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو خوب جمائے رکھے چاہے فیصلہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔'' (تشریح القرآن، سورۂ نساء آیت نمبر ۶۵، پ۵، از مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب وام مجدہ)

احکام الٰہی سے اعراض اور اس کی مخالفت کرنا دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت ہی خطرناک ہے، ارشاد ربانی ہے۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم. (قرآن مجید سورۂ نور آیت نمبر ۶۳ پارہ نمبر ۱۸)

ترجمہ: سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو بواسطہ رسول ﷺ پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر دنیا میں کوئی آفت نہ آپڑے یا ان پر دردناک عذاب نازل نہ ہوجائے۔

''فوائد عثمانی'' میں ہے: یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لئے جڑ نہ پکڑ جائے، اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں (فوائد عثمانی)

مذکورہ آیتوں کا خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم اور فیصلوں کو ماننا لازم اور ضروری ہے، دوسرا نکاح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے مطابق جائز ہے، لہذا اسے دل سے قبول کرنا ضروری ہے اور اس کی طرف سے دل میں کھوٹ لانا اور اس کی مخالفت کرنا ایمان کے لئے خطرناک ہے اور دنیا میں بھی باعث فتنہ ہے، شرعی فیصلہ ٹھکرانے پر جو سخت وعیدیں ہیں ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت دی ہے اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں مثلاً۔(۱) عام طور پر عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، متعدد نکاح جائز ہونے میں عورتوں کے نکاح کا مسئلہ حل ہونے میں بہت آسانی ہوسکتی ہے خاص طور پر عورت بیوہ یا مطلقہ ہو تو اس سے جلدی کوئی نکاح نہیں کرتا، تعدد نکاح کے جواز میں ان کے نکاح کا بآسانی انتظام ہوسکے گا، اور ایسی عورتیں باعفت زندگی گذار سکیں گی اور ان عورتوں کے نان نفقہ اور گذر بسر کے مسائل بھی بآسانی حل ہوسکیں گے اور درحقیقت عورتوں (اور مردوں) کے لئے نکاح بہت ضروری ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں حدیث نقل فرمائی ہے۔

مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج ، قیل یا رسول الله و ان کانت غنیة من المال قال و ان کانت غنیة من المال.

ترجمہ: مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا یا رسول اللہ! اگر وہ عورت مالدار ہو تب بھی مسکینہ ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا تب بھی وہ مسکینہ ہے (غنیۃ الطالبین عربی ص ۹۶ ج ا فصل فی آداب النکاح)

دوسری حدیث، لیس شئی خیر الامرأة من زوج او قبر. یعنی: عورت کے لئے آغوش شوہر یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے (غنیۃ الطالبین ایضاً ص ۹۶ ج ۱)

(۲) بعض مرتبہ بیوی ہونے کے باوجود اولاد نہیں ہوتی وہ بانجھ ہوتی ہے یا ایسی کوئی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے اولاد ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے اور شوہر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے تعدد ازواج کے جواز میں اس مسئلہ کا بھی حل نکل سکتا ہے۔

(۳) بعض مردوں میں قوت باہ زیادہ ہوتی ہے، ایک عورت سے اسے شکم سیری نہیں ہوتی اگر اسے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ زنا کاری اور بے نکاحی داشتاؤں کے چکر میں پھنس کر حرام کاری میں مبتلا ہوسکتا ہے، زنا کاری کے انسداد کا بہترین علاج تعدد ازواج ہے۔

معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ایک مرد کے لئے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ عرب، ہندوستان، ایران، مصر بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازواج کی رسم جاری تھی اور اس کی فطری

ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا دور حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا، بالآخر فطری قانون غالب آیا اور اب وہاں کے اہل بصیرت حکماء خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

"ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے۔"

اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن اور اپرک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے، اسی طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز رکھتی ہے اور اس سے دس دس، تیرہ تیرہ، ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں جو مذہب اور قانون عفت وعصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو، اور زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو اس کے لئے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازواج کی اجازت نہ دے، اس میں زنا کاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے اس کا بھی علاج ہے، اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسبی عورتوں کی افراط ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازواج کی اجازت نہیں ان میں زنا کاری کی کثرت ہے، یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے ان کے یہاں تعدد ازواج پر تو پابندی ہے مگر بطور دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی پوری اجازت ہے، کیا تماشہ ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز۔

غرض اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی رسم بغیر کسی تحدید کے رائج تھی، ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر حد نہ لگائی تھی نہ یہود ونصاریٰ نے، نہ ہندوؤں اور آریوں نے اور نہ پارسیوں نے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر کسی تحدید کے جاری رہی، لیکن اس غیر محدود کثرت ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے، مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے، اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گذارتی تھیں، پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں ان میں عدل ومساوات کا کہیں نام ونشان نہ تھا، جس سے دل بستگی ہوئی اس کو نوازا گیا جس سے رخ پھر گیا اس کے کسی حق کی پرواہ نہیں۔

اسلام نے تعدد ازدواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل ومساوات کا قانون جاری کیا:

قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلم عظیم کو روکا، تعدد ازواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا، اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں ان میں مساوات حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کے خلاف ورزی پر وعید شدید سنائی۔ الیٰ قولہ۔ چار بیویوں تک کی اجازت دے کر فرمایا فان خفتم ان لا تعدلوا

فو احدۃ یعنی اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اسی صورت میں جائز اور مناسب ہے جب کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ایک ہی بیوی رکھی جائے......الیٰ قولہ......

حاصل یہ ہے کہ اگر چہ قرآن کریم نے چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت دیدیا و راس حد کے اندر جو نکاح کئے جائیں گے وہ صحیح اور جائز ہوں گے لیکن متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں عدل و مساوات قائم رکھنا واجب ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے اس لئے جب ایک سے زیادہ نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں، اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے، اس سے باز رہنا چاہئے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرنا چاہئے......الی قولہ......

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری اور انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہو ہوگا (مشکوٰۃ ص ۲۷۸)

البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں، مثلاً نفقہ میں برابری، شب باشی میں برابری، رہا وہ امر جو انسانی کے اختیار میں نہیں مثلاً قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں بشرطیکہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے......الخ (معارف القرآن ص ۲۸۶ ص ۲۸۷، ص ۲۹۴ جلد دوم)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر بہت عمدہ مضمون تحریر فرمایا ہے، وہ مضمون بھی پیش کیا جاتا ہے، سیرت مصطفےٰ میں ہے۔

تعدد ازدواج

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیویاں تھیں، حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی کئی بیویاں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیسیوں بیویاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت وانجیل اور دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازواج کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام صرف یہ دو نبی ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں فرمائی، سو اگر ان کے فعل کو استدلال

میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی ممنوع ہو جائے گی، عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے اگر چہ شادی نہیں کی مگر نزول کے بعد شادی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، غرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ کو مذہبی لحاظ سے تعدد ازدواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں، اسلام آیا اور اس نے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا مگر اس کی حد مقرر کر دی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے اس لئے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے یعنی پاک دامنی اور شرم گاہ کی زنا سے حفاظت مقصود ہے، چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

شریعت اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا نہ تو جاہلیت کی طرح غیر محدود کثرت کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھل جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی تا کہ:

(۱) نکاح کی غرض وغایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور تحصین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہو سکے اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے اس لئے کہ قدرت نے بعض لوگوں کو ایسا قوی اور تندرست اور فارغ البال اور خوش حال بنایا ہے کہ ان کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی اور بوجہ قوت اور توانائی، اور پھر خوش حالی اور تونگری کی وجہ سے چار بیویوں کے بلا تکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو دوسرے نکاح سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پرہیزگاری اور پاک دامنی تو رخصت ہو جائے گی اور بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بلکہ اگر ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں کی دولت موجود ہے اور اگر وہ اپنے خاندان کے چار غریب عورتوں سے اس لئے نکاح کریں کہ ان کی تنگدستی مبدل بفراخی ہو جائے اور وہ غربت کے گھرانہ سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھرانے میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطۂ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قومی نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی کا ثبوت ہوگا جس دولت مند اور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانے سے ہر مہینہ دس ہزار مزدور اور دس ہزار خاندان پرورش پاتے ہوں تو اگر دولت مند کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم سرائے میں داخل ہو جائیں اور عیش وعشرت اور عزت وراحت کے ساتھ ان کی عزت اور ناموس بھی محفوظ ہو جائے تو عقلاً وشرعاً اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

بلکہ اگر کوئی بادشاہ یا صدر مملکت یا وزیر سلطنت یا کوئی صاحب ثروت ودولت بیمار پڑ جائے اور پھر بذریعہ اخبار کے یہ اعلان کرائے کہ میں چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور ہر عورت کو ایک لاکھ روپیہ مہر دوں گا اور ایک ایک بنگلہ کا ہر ایک کو مالک بنا دوں گا۔ جو عورت مجھ سے نکاح کرنا چاہے تو وہ میرے پاس درخواست بھیج دے۔

تو سب سے پہلے انہیں بیگمات کی درخواستیں پہنچیں گی جو تعدادازدواج کے مسئلہ پر شور برپا کر رہی ہیں یہی مغرب زدہ بیگمات اور ہم رنگ میمات سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنی بیٹیوں کو اور بھتیجیوں اور بھانجیوں کو لے کر امراء اور وزراء کی بنگلوں پر خود حاضر ہو جائیں گی اور عجب نہیں کہ ان بیگمات کا اتنا ہجوم ہو جائے کہ امیر و وزیر کو انتظام کے لئے پولیس بلانا پڑ جائے اور اگر کوئی امیر اور وزیر ان بیگمات کے قبول کرنے میں تامل کرے تو یہی بیگمات دلآویز طریقے سے ان امیروں اور وزیروں کو تعدادازدواج کے فوائد اور منافع سمجھائیں گی۔

(۱) نیز عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند سے ہم بستر ہو سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر مہینہ میں عورت پر پانچ چھ دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام ماہواری جس میں مرد کو پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے۔ دوسرے ایام حمل میں عورت کو مرد کی صحبت سے اس لئے پرہیز ضروری ہوتا ہے کہ جنین کی صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑے تیسرے یہ کہ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے پاگل اور توالد و تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے منتفع ہو سکے تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے ورنہ مرد اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے۔

حکایت:

ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہوگئی تو انہوں نے دوسرا نکاح کیا تا کہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے۔

اہل عقل فتویٰ دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی معذور ہو جائے اور وہ دوسرا نکاح اس لئے کرے تا کہ دوسری بیوی آ کر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے تو کیا یہ دوسرا نکاح عین مروت اور عین انسانیت نہ ہوگا؟

(۳) نیز بسا اوقات عورت امراض کی وجہ سے یا عقیم (بانجھ) ہونے کی وجہ سے توالد و تناسل کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقاء نسل کی طرف فطری رغبت ہے، ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کر علیحدہ کر دینا یا اس پر کوئی الزام لگا کر اس کو طلاق دے دینا (جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے) بہتر ہے یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور حقوق زوجیت کو باقی اور محفوظ رکھ کر شوہر کو دوسرے نکاح کی اجازت دے دی جائے بتلاؤ کون سی صورت بہتر ہے، اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو تو اس کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ایک ایک مرد کئی شادیاں کرے تا کہ بہت سی اولاد ہو سکے، زمانۂ جاہلیت میں فقر اور افلاس کے ڈر سے صرف لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے، اور موجودہ تہذیب و تمدن کے دور میں ضبط تولید کی دوائیں ایجاد ہو گئیں جس سے موجودہ تہذیب قدیم جاہلیت پر سبقت لے گئی اپنی ذہانت سے نسل کشی اور زنا اور بدکاری کے پردہ پوشی کے عجیب و غریب طریقے جاری کر دے جو اب تک کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ گزرے تھے۔

(۴) نیز تجربہ اور مشاہدہ سے اور مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد قدرتاً اور عادۃً ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی ہے جو کہ قدرتی طور پر تعدادِ ازدواج کی ایک بین دلیل ہے، مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم ہوتے ہیں اور مرتے زیادہ ہیں، لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں، اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں اور ہزاروں مرد کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلندیوں سے گر کر مر جاتے ہیں اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں، پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہیں کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار بنے، اور کس طرح یہ عورتیں اپنی فطری خواہش کو دبائیں اور اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں، بس تعدادِ ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ

ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے، عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانہ دیا، اور لوگوں کی تہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کر دیا، دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہیں تو اس وقت ہمدردان قوم کی نگاہیں اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں، ابھی پچیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسری یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعداد ازدواج جائز نہیں، عورتوں کی اس بے کسی کو دیکھ کر اندر ہی اندر تعداد ازدواج کا فتویٰ تیار کر رہے تھے مگر زبان سے دم بخود تھے، جو لوگ تعداد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو ان کی فطری اور طبعی جذبات اور ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس کیا حل ہے اور آپ نے ان بیکس اور بے سہارا عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے کیا قانون بنایا ہے، حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ المصالح العقلیہ ج ا ص ۱۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

گذشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین نے صرف بنگال کے مردوں اور عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے جو کہ قدرتی طور پر تعداد ازدواج پر ایک بین دلیل ہے، جس کو شک ہو وہ علیحدہ علیحدہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کو سرکاری کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کر لے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ثابت ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ہم اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ یورپ جس کو سب ممالک سے زیادہ تر تعداد ازدواج کی ضرورت ہے منزہ اور مبرا سمجھا جاتا ہے عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ ہے، چنانچہ برطانیہ کلاں میں بوئرون کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انہتر ہزار تین سو پچاس ۱۲۶۹۳۵۰ عورتیں ایسی تھیں کہ جن کے لئے ایک بیوی والے قاعدہ سے کوئی مرد مہیا نہیں ہوسکتا، فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ تینتیس ہزار سات سو نو زیادہ تھی، جرمنی میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لئے ایک ہزار بتیس عورتیں موجود تھیں گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس عورتیں ایسی تھیں جن سے شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

سوئیڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر عورتیں اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری میں چار لاکھ ستاون ہزار دو سو باسٹھ عورتیں تھیں اور آسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زائد تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم تعدد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں مگر یہ بتایا جائے کہ ان کم از کم چالیس لاکھ عورتوں کے لئے کون سا قانون تجویز کیا جائے کیونکہ ایک بیوی کے قاعدہ کی رو سے یورپ میں تو ان کے لئے خاوند نہیں مل سکتے، ہمارا سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانی ضروریات کے لئے بنائے جاتے ہیں وہ انسانی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں یا نہیں وہ قانون جو تعدد ازدواج کی ممانعت کرتا ہے وہ ان چالیس لاکھ عورتوں کو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں کی کبھی خواہش پیدا نہ ہو لیکن یہ امر تو ناممکن ہے جیسا کہ خود تجربہ اس کی شہادت دے رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے رو کے جانے

کے باعث وہ ناجائز طریق اختیار کریں گی اور اس طرح انہیں زنا کی کثرت ہوگی اور یہ تعدد ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے، اور یہ امر کہ اس سے زنا زیادہ پھیلے گا، خیال ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے جیسا کہ ہزارہا ولد الحرام بچوں کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں۔ (حضرت تھانوی کا کلام ختم ہوا)

افسوس اور صد ہزار افسوس

کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سراپا مصلحت آمیز تعدد ازدواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کی لا تعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں، زناء جو کہ تمام انبیاء و مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکماء کی حکمتوں میں قبیح اور شرمناک فعل رہا مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبح نظر نہیں آتا، اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور تمام حکماء اور عقلاء کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے، ان مہذب قوموں کے نزدیک تعدد ازدواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں، ان مہذب قوموں میں تعدد ازدواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے مگر زناء کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں۔

(۵) تعدد ازدواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازدواج عفت اور پاک دامنی اور تقویٰ اور پرہیز گاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے جو لوگ تعدد ازدواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں جو قومیں زبان سے پاک تعدد ازدواج کے منکر ہیں وہ عملی طور پر ناپاک تعدد ازدواج یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں، ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست درازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے پس خداوند علیم وحکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات والی طبائع کو بھی عفت اور تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھ سکے۔

حضور اقدس ﷺ نے متعدد نکاح فرمائے کچھ بد دین اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں اس کا جواب بھی مذکورہ مضمون میں دیا ہے وہ بھی موقع کی مناسبت سے پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے :

آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ورطۂ ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں اس کے لئے حق جل شانہ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے اور دوسری آپ کی زندگی کو لوگوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں اس لئے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لئے کافی نہیں جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے، اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں کما قال تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ.

انسانی زندگی کے دو پہلو

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک بیرونی اور ایک اندرونی، کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کئے جائیں بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے کثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اور اندرونی زندگی سے خانگی زندگی مراد ہے جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے، ہر فرد اپنے گھر کی چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے، انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں پس ایسی صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دو پہلو تھے ایک بیرونی زندگی اور ایک خانگی زندگی، بیرونی زندگی کے حالات کو بتمام وکمال صحابۂ کرام کی جماعت نے دنیا کو پہنچائے جس کی نظر کسی ملت اور مذہب میں نہیں کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل وتحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشر عشیر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا۔

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو امہات المؤمنین یعنی ازواج مطہرات کی جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت اور تہجد اور شب بیداری اور فقیری اور درویشی اور اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آگئے جس سے حضور پرنور کی خداترسی اور راست بازی اور پاک دامنی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جب کہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے، جس کے لئے سورۂ مزمل شاہد عدل ہے۔

اس لئے حضور پرنور نے سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے دس عورتوں سے نکاح فرمایا، تاکہ عورتوں کی ایک کثیر جماعت آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے اس لئے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہو سکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہو سکتا اس لئے حضور ﷺ نے متعدد نکاح فرمائے تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے اور شریعت کے وہ احکام ومسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہوجائے اور حضور پرنور کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ حظ نفس کے لئے نہ تھا اس لئے کہ حضور ﷺ نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں جو نہ اپنے حسن وجمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ مال ودولت کے اعتبار سے بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش وعشرت کا سامان تھا بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں ان کی تبلیغ عورتوں ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کے امہات اور معلمات کے حجرے

تھے۔

جس ذات بابرکات کے گھر میں دو دو مہینہ تو انہ چڑھتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گذارہ ہو اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلی پر کھڑے ہوئے اس طرح گذرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجائے وہاں عیش وعشرت کا تصور ہی محال ہے۔

سیرت المصطفیٰ ﷺ ص ۳۵۰ تا ص ۳۶۳ جلد سوم مطبوعہ　　ادارہ علم وحکمت دیوبند) فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

باپ کا لڑکی کا نکاح ایک یا دو گواہ کی موجودگی میں پڑھانا اور شوہر کا قبول کرنا:

(سوال ۲۰۴) محترم جناب حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا جواب ملا جس میں یہ تھا کہ آپ کے رشتہ دار کا نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا۔

چنانچہ میں نے اس کے والد، بھائی اور خود اس کو اور لڑکی کو بلوایا، لڑکے کے والد نے اس کا نام لے کر لڑکی سے پوچھا کہ میں نے تیرا نکاح اس لڑکے سے کیا تو راضی ہے؟ لڑکی نے کہا میں راضی ہوں، اس پر لڑکے نے کہا میں بھی راضی ہوں!

اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ نکاح ہو گیا، ابھی تین ہی دن گذرے تھے کہ لڑکا مجھ سے آکر کہتا ہے کہ مجھے شک ہے کہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اس پر میں نے اس کے والد کو بلا کر کہا کہ آپ کا بیٹا اس طرح شک کرتا ہے تو انہوں نے بہشتی زیور میں لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق دوبارہ نکاح پڑھایا، کچھ مدت کے بعد وہ اس میں بھی شک کرتا ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ اس کا کیا کیا جائے؟ آئندہ پھر ایسا کوئی موقعہ آجائے تو کیا کیا جائے؟ نیز حضرت سے درخواست ہے کہ کوئی وظیفہ یا عمل ایسا بتلائیں جس سے اس کا شک دور ہو جائے کیونکہ اس کی طبیعت شکی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے وہ خود اور اہل خانہ بہت پریشان ہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، آمین۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! لڑکا اور لڑکی (عورت) اور لڑکے کے والد اور ان کے بھائی حاضر تھے، ان کے جمع ہونے کا مقصد نکاح کرنا تھا اور اس مجلس میں لڑکے کے والد صاحب کے ذریعہ لڑکی سے پوچھا گیا (لڑکے کا نام لے کر) کہ تیرے ساتھ اس کا نکاح کیا اس سے تو راضی ہے؟ تو لڑکی نے کہا کہ میں راضی ہوں، اس کے بعد لڑکے نے بھی کہا کہ میں راضی ہوں، اس سے نکاح ہو گیا۔

ہدایہ میں ہے: وعلی ھذا اذا زوج الاب ابنتہ البالغۃ بمحضر شاھد واحد ان کانت حاضرۃ جاز وان کانت غائبۃ لا یجوز (ہدایہ اولین ص ۲۸۷ کتاب النکاح) جس کی وجہ سے دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں تھی، بہشتی زیور میں جو طریقہ لکھا ہے وہ بھی صحیح ہے اور وہی آسان طریقہ ہے، اور اس میں کوئی شک وشبہ بھی نہ ہوگا مستقبل میں۔ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو کیا کرنا؟ اس کی فکر چھوڑیئے، خدانخواستہ ایسا واقعہ پیش آجائے اس وقت کسی مفتی صاحب یا مستند عالم سے پوچھ کر عمل کریں۔

اپنے رشتہ دار سے کہئے کہ ایسے خیالات چھوڑ دے اور صبح وشام نیز سوتے وقت سورۂ فاتحہ معوذتین اور آیت

الکرسی پڑھ کر اپنے بدن پر دم کرلیا کرے اور پانی پر دم کر کے وہ پانی پی لے۔ نیز سوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی اعوذبک من سوء الا حلام ومن ان یتلاعب بی الشیطان من الیقظة والمنام. فقط واللہ اعلم بالصواب.

فون پر نکاح کی ایک صورت جس میں نکاح نہیں ہوا:

(سوال ۲۰۵) زید پاکستان کا باشندہ ہے اور بیرون ملک ملازمت کرتا ہے، اس کا رشتہ ایک خاتون کے ذریعہ ہندہ سے طے ہوا جو ہندوستانی ہے، ان دونوں کا نکاح ہندوستان میں بذریعۂ ٹیلیفون ہوا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زید نے اپنا ایک فوٹو (بیرون ملک) جہاں وہ مقیم ہے سے بھیجا جس میں وہ ۲۲ سال کا جوان دکھائی دیتا ہے، ہندہ کی عمر ۱۷ سال کی ہے اس کا فوٹو زید کے پاس بھیجا گیا۔ فوٹو دیکھ کر رشتہ منظور کرلیا گیا، نکاح کی ایک تاریخ مقرر ہوگئی کہ اس روز ٹیلیفون پر نکاح ہوگا، نکاح کے روز لڑکی کے مکان میں کچھ لوگ جمع ہوئے، ایک صاحب کو ہندہ کے نکاح کا وکیل بنایا گیا، اور اس نے دو گواہوں کے سامنے ہندہ سے اجازت ومنظوری حاصل کی کہ اس کا نکاح زید کے ساتھ بعوض دس ہزار روپیہ مہر کردیا جائے، قاضی صاحب نے نکاح کے رجسٹر میں تمام ضروری اندراجات کے لئے زید کو فون کیا اور فون پر ایجاب وقبول ہوا جس کی نوعیت یہ ہے: قاضی صاحب نے وکیل کا بیان لیا اور گواہوں نے اس کی تصدیق کی پھر قاضی صاحب نے زید کو فون پر نکاح کا پیغام دیا اور زید نے فون پر اس کو قبول کیا) اس طرح یہ نکاح منعقد ہوا، زید نکاح ہونے سے پہلے کبھی ہندوستان نہیں آیا، ہندہ اس کے والدین اس کے نکاح کا وکیل اور شاہدین اور قاضی صاحب کسی نے بھی اس کو نہیں دیکھا تھا نہ اس کی آواز کی پہچان کسی کو تھی، نکاح کے ڈیڑھ سال بعد زید جب اپنی اس منکوحہ ہندہ کو لے جانے کے لئے ہندوستان آیا تو ہندہ اور اس کے والدین نے اس میں فوٹو والے زید سے بہت فرق محسوس کیا، اس کے پاسپورٹ میں اس کی عمر ۴۸ سال لکھی تھی جب کہ نکاح کے وقت ۲۵ سال بتائی گئی تھی، بالوں میں خضاب بھی لگا ہوا تھا، اور ہندہ کو لے جانے کے لئے جو ویزا بنا کر لایا تھا اس میں اس کو خادمہ لکھا تھا، بناء بریں ہندہ اور اس کے والدین نے اس نکاح سے انکار کردیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہیں گئی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ فون پر جس صورت میں یہ نکاح ہوا ہے وہ از روئے شرع شریف صحیح ہے یا نہیں؟ اور ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! یہ نکاح شرعی قانون کے مطابق منعقد نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ شوہر بھی مجہول ہے اور ایجاب وقبول کی مجلس بھی متحد نہیں ہے اور نہ شاہدین نے ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول سنا ہے۔ ومنها ان یکون الا یجاب والقبول فی مجلس واحدحتی لو اختلف المجلس بان کا نا حاضرین فاوجب احد هما فقام الا خر عن المجلس قبل القبول او اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لاینعقد وکذا اذا کان احدهما غائبا لم ینعقد(فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح) ومنها سماع الشاهدین کلا منهما معا هکذا فی فتح القدیر (عالمگیری ج ۲ ص ۱)

اس لئے عورت آزاد ہے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، طلاق حاصل کرنے اور فسخ نکاح کی قطعاً

ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح بذریعۂ خط:

(سوال ۲۰۶) یہاں پر ایک محترم کا نواسہ مسمی زید لندن میں ہے اور ان کی پوتی فاطمہ یہاں ہندوستان میں ہے دونوں کی منگنی تو کئی سال سے ہو چکی ہے، ان دونوں میں نکاح کا سوال در پیش ہے بغیر نکاح کی اسناد کے پاسپورٹ نہیں بن سکتا، اب ان کے نکاح کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں زید فاطمہ کو لکھے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کر لیا، وہ خط جب عورت کو پہنچے تو وہ شرعی گواہوں کے سامنے کہے کہ یہ خط میرے پاس آیا ہے اور میں اس لڑکے سے نکاح کرتی ہوں تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہو جائے گا۔

یا لڑکی لڑکے کو خط لکھے کہ میں نے اپنی ذات تمہارے نکاح میں دے دی ہے اس خط کو لڑکا شرعی گواہوں کے سامنے پڑھے اور کہے کہ میں نے اس خط کو منظور کر لیا تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہو جائے گا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولو ارسل الیھا رسولاً او کتب الیھا بذلک کتابا فقبلت بحضرۃ شاھدین سمعا کلام الرسول وقراءۃ الکتابۃ جاز لاتحاد المجلس من حیث المعنی (ج۲ ص ۲ کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نکاح کے گواہ کیسے ہونے چاہئیں:

(سوال ۲۰۷) عقد نکاح کے لئے گواہوں کا عادل ہونا شرط ہے یا نہیں؟

(الجواب) عقد نکاح کے لئے حنفی مذہب میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں۔ البتہ ثبوت عند القاضی کے لئے عدالت شرط ہے، تحقق نکاح فاسق معلن بالفسق گواہ بھی ہو جاتا ہے۔ ویصح شھادۃ الفاسقین والاعمین کذا فی فتاویٰ قاضی خان فتاویٰ عالمگیری کتاب النکاح ج. ا ص ۲۶۷. فقط واللہ اعلم بالصواب (مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب ۹۴ ج ا ص ۳۰۳).

محرمات

عورت کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح درست نہیں :

(سوال ۲۰۸) میری عورت ہمیشہ بیمار رہتی ہے۔ شادی ہونے کو دس برس ہوئے کوئی اولاد نہیں۔ جس بناء پر عورت کی رضامندی سے اس کی چھوٹی بہن کے ساتھ عقد نکاح طے کیا۔ پھر یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح درست نہیں۔ میں نے چاروناچار بیوی کو تین طلاق دی اور عدت گذرنے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرلیا۔ اب میری مطلقہ عورت دوبارہ نکاح کر کے واپس آنا چاہتی ہے۔ تو اس بارے میں رہبری فرمائیں۔ کہ میں کیا کروں؟

(الجواب) عورت نکاح میں ہو یا عدت طلاق میں ہو تو اس کی بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی، اور بھانجی کے ساتھ نکاح ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ " وان تجمعوا بین الا ختین ." (ترجمہ) اور حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ (سورۂ نساء ع ۴) اور حدیث شریف میں ہے۔' من کان یؤ من باللہ و الیوم الا خر فلا یجمعن ماء ہ' فی رحم اختین." (ترجمہ) جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے تو وہ اپنا پانی (منی) دو بہنوں کے رحم میں ہرگز نہ کرے۔ (ہدایہ ص ۲۸۸ ج ۲ فصل فی بیان المحرمات) اور حدیث شریف میں ہے۔

"باب ماجاء فی الرجل یسلم و عندہ اختان حدثنا فتیة و ابن لھیعةعن ابی وھب الجیشانی انہ سمع ابن فیروز الدیلمی یحدث عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انی اسلمت و تحتی اختان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختر ایتھما شئت: ھذا حدیث حسن غریب وابو وھب الجیشانی اسمہ' الدیلم ابن ھو شع ."

(یعنی) دیلمی جب ایمان لائے تو ان کے نکاح میں دو بہنیں تھیں۔ آپ ﷺ نے دونوں بہنوں میں سے ایک کو رکھنے کا اور دوسری کو چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ (ترمذی شریف ص ۱۳۴ ج ۱)

آپ نے عورت کو طلاق دی ہے۔ لیکن اس کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کیا ہے تو یہ باطل ہے اور معتبر نہیں۔ لہذا فوراً اس کو الگ کردیجئے۔ "والجمع بین الا ختین نکاحاً وعدةً ولو من بائن ." الخ (شرح وقایہ ص ۱۳ ج ۲ فصل من یحرم نکاحہ وغیرہ) عدت کے بعد بہن سے نکاح صحیح ہے۔ آپ نے عورت کو تین طلاق دی ہے لہذا بدون شرعی حلالہ کے آپ کے لئے حلال نہیں رہی۔ اگر اس کی بہن نکاح میں ہو تو حلالہ کے بعد بھی حلال نہیں ہوگی۔ دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کا رواج روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ لوگوں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ ورنہ سخت گنہگار اور غضب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ (العیاذ باللہ) واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مدخولہ مطلقہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۲۰۹) ایک عورت سے نکاح ہوا اور خلوت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی۔ تو اب اس کی لڑکی کے ساتھ اس مرد کا

نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب خلوت نہ ہوئی اور اس سے پہلے ہی طلاق ہوئی ہے تو اس کی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ ہاں! اس کی ماں کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ "وربائبكم اللتي في حجوركم من نسائكم اللتي دخلتم بهن ." (ترجمہ) اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ (عادۃً) تمہاری پرورش میں رہتی ہیں۔ جو ان بیویوں سے (ہوں) جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔ " باب ماجاء من يتزوج المرأة ثم يطلقها قبل ان يدخل بهايتزوج ابنتها ام لا ؟ حدثنا قتيبة نا ابن لهيعةعن عمرو ابن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ايمار جل نكح امرأةً د خل بها فلا يحل له' نكاح ابنتها فان لم يكن دخل بها فلينكح ابنتها ، وايما رجل نكح امرأةً فد خل بها او لم يدخل فلا يحل له' نكاح امها .(ترمذی شریف ص ۱۳۳ ج ۱) اور ہدایہ'' میں ہے۔ ولا يامر امرأته التي دخل بابنتها اولم يدخل لقوله تعالىٰ وامهات نسائكم. من غير قيد الدخول. ولا بنت امرأته التي دخل بها لثبوت قيد الدخول بالنص سواء كانت في حجره اوفي حجر غيره الخ (هدايه اولين ص ۲۸۷ . ۲۸۸ ج ۲ فصل في المحرمات)

خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۱۰) احمد اپنی بیوی عائشہ کے ساتھ اپنے تین بچے سمیت زندگی گذار رہا ہے۔ اسی اثناء میں احمد نے بیوی کی بھانجی آمنہ کے ساتھ سول میرج (کورٹ میں نکاح) کرلیا۔ تو خالہ، بھانجی کے ساتھ نکاح میں رہ سکتی ہے؟ واضح رہے کہ آمنہ عائشہ کی اخیافی بہن (ماں ایک باپ علیحدہ) کی لڑکی ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب تک عائشہ احمد کے نکاح میں یا عدت طلاق میں ہو۔ اس وقت تک عائشہ کی بھانجی آمنہ کے ساتھ احمد کا نکاح درست نہیں ہے، اور یہ حرام ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ " لا يجمع بين المرأة وعمته ولا بين المرأةو خالته ." (ترجمہ) عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اور عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔ (صحيح مسلم شريف ص ۴۵۲ ج ۱ باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها الخ) اور ایک روایت میں ہے۔ "لاتنكح العمة على بنت الاخ ولا ابنة الاخت على الخالة." (یعنی) پھوپھی بھتیجی کے ساتھ اور خالہ بھانجی کے ساتھ نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتی (نووی شرح مسلم ص ۴۵۲ ج ۱ ایضاً) جس طرح حقیقی بہن اور علاتی بہن اور اس کی اولاد حرام ہے۔ اسی طرح اخیافی بہن اور اس کی اولاد بھی حرام ہے؟ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔ واما الاخوات فالاخت لآب وام والاخت لاب والاخت لام وكذابنات الاخ والاخت وان سفل (ص ۲۷۳ ج ۱ القسم الرابع المحرمات باالجمع). (هدايه ص ۲۸۷ ج ۲) فقط والله اعلم بالصواب.

عدت میں نکاح کرے تو درست ہے یا نہیں :

(استفتاء ۲۱۱) عدت طلاق، یا عدت وفات ختم ہونے سے پہلے ایک شخص نے اس لئے نکاح کیا کہ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح نہ کر سکے۔ صحبت نہیں کی تو یہ نکاح معتبر ہے یا نہیں۔ کہ بعد عدت دوبارہ نکاح کرے؟ عدت کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا اسی کے ساتھ رہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عدت میں کیا ہوا نکاح معتبر نہیں، عدت میں نکاح کرنا حرام ہے۔ عدت کے بعد عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح کرلے۔ عدت میں کئے ہوئے نکاح سے عورت بیوی نہ ہوگی۔ اور ناکح اس کا حق دار نہیں، عورت اس کو چھوڑ کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔" وفیہ اشارۃ الیٰ انہ' لیس احق بھا من غیرہ بل ھو خاطب من الخطاب فتنکح من شآئت ."(التعلیق الممجد ص ۱۹۳ باب المرأۃ تزوج فی عدتھا .فقط واللہ اعلم بالصواب.

مطلقہ عدت میں دوسرا نکاح کرے تو معتبر ہے یا نہیں :

(استفتاء ۲۱۲) ایک عورت کو طلاق ہوئی۔ اس نے ایک حیض کے بعد (عدت کے اندر) دوسرے سے نکاح کرلیا۔ لیکن جماعت نے اس کو جدا کر دیا۔ کہ عدت کے اندر نکاح معتبر نہیں۔ اب دریافت کرنا یہ ہے کہ دوسرے دو حیض گذرنے پر وہ نکاح کر سکتی ہے؟

(الجواب) دو ۲ حیض گذرنے پر نہیں، بلکہ عدت از سر نو شروع ہوگئی اور تین حیض گذر جائیں گے تب عدت ختم ہوگی۔ درمختار میں ہے۔"واذاوطئت المعتدۃ بشبھۃ وجبت عدۃً اخریٰ لتجدد السبب وتداخلتا.'' (شامی ص ۸۳۸.۸۳۷ ج ۲ باب العدۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح:

(سوال ۲۱۳) (۱) لڑکا سنی ہے، اور شادی شدہ ہے۔ اور لڑکی سنی ہے۔ دوسری شادی شیعہ لڑکی سے کرنی ہے۔ اور لڑکی کے ماں باپ کا ارادہ ہے کہ شیعہ طریقے سے نکاح ہو۔ ان کے سماج میں دکھاوے کے لئے وہ شیعہ طریقے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نکاح کے بعد اگر لڑکا سنی طریقے سے اپنے گھر پر نکاح کرلیوے تو ان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(۲) لڑکی سنی طریقہ اختیار کرنے کو راضی ہے۔ صرف والدین کو راضی کرنے کے لئے وہ شیعہ طریقے سے نکاح کرنے کو کہہ رہی ہے۔

(۳) اگر شیعہ طریقے سے نکاح کرتے ہیں تو اسلام سے خارج ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر شادی کے بعد لڑکی شیعہ مذہب میں رہے اور لڑکا سنی مذہب میں رہے تو اس کے لئے مذہبی اعتبار سے کیا رائے ہے؟

(الجواب) (۱) حامداً ومصلیاً:۔ شیعوں اور روافض میں بہت سے فرقے ہیں۔ اور عقائد بھی مختلف ہیں۔ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ' کو معاذ اللہ خدا سمجھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک مانتے ہیں۔ جن کا

عقیدہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی۔ حضرت علیؓ کے بجائے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو پہنچائی۔ اور جو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر (معاذ اللہ) زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہیں وغیرہ ذالک کفریہ عقیدہ رکھنے والوں کو فقہائے کرام نے دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الا لوهیة فی علی رضی الله عنه او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذالک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (شامی ص ۴۰۶ ج. ۳) (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۴ ج ۲ مطلب موجبات الکفر انواع ومنها مایتعلق بالانبیاء الخ) اور جن کے عقیدے حد کفر تک نہیں پہنچے مبتدع اور گمراہ ہیں۔ سوال میں جس لڑکی کا ذکر ہے وہ کس عقیدہ کی ہے؟ اور کس گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا جاننا مشکل ہے۔ اس لئے جب تک لڑکی شیعی یا رافضی عقیدے سے تائب ہو کر اہل سنت میں شامل نہ ہو اور سنی طریقہ سے شادی کرنا منظور نہ کرے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ چنانچہ عقائد الاسلام (مصنفہ صاحب تفسیر حقانی) میں ہے۔ ''شیعہ کو کیا ہوا ہے کہ حضرت کے اصحاب کو جن کی خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں اور ان کا ثبوت یقینی ہے برا کہتے ہیں۔ اور طرح طرح کے عیوب ان میں ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کی عداوت کو اور ان پر لعن طعن کرنے کو اپنا ایمان بنا رکھا ہے۔ (الیٰ قولہ) حضرت ﷺ کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ کو اور حضرت ﷺ کی بیویوں کو کیا کیا عیب لگاتے ہیں۔ اور کیسے کیسے نالائق کلمات ان کی شان میں لکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی کسی ادنیٰ شخص کی بیوی کو ایسا کہے تو وہ اس کا کبھی منہ بھی نہ دیکھے۔ حیف صد حیف ہے ان مسلمانوں پر جو ایسے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں سے بھی جناب سید المرسلین ﷺ ناراض ہوں گے اور ان کو حوض کوثر سے ہانکیں گے۔ (عقائد الاسلام ص ۲۵۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) اگر لڑکی اپنے عقائد باطلہ کی بناء پر کافرہ ہوگی تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور حرام کو حلال سمجھنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایسے عقیدے نہیں ہیں تو خارج نہ ہوگا۔ لیکن شیعہ طریقہ پر نکاح کرنے میں اس طریقہ کی تعظیم اور اپنے طریقہ اور جماعت کی تحقیر کا جرم عائد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر لڑکی کے عقائد حد کفر تک نہیں پہنچے ہیں تو جائز ہے مع الکراہیت۔ لیکن شرعی مصلحت کی بناء پر اس کی اجازت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) قرآن کریم میں اہل کتاب سے نکاح کرنے کی اجازت موجود ہے۔ لیکن شرعی مصلحت کی بناء پر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کی مخالفت فرمادی۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے ایک کتابیہ یہودیہ سے نکاح کرلیا۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ہوئی تو آپؓ نے تفریق کا حکم دیا۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا۔ ''کہ کیا کتابیہ سے نکاح حرام ہے؟ جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا۔ ''کہ حرام تو نہیں کہتا۔ لیکن اس اندیشہ کی وجہ سے اجازت نہیں دیتا کہ تم ان عورتوں کے پھندے میں پھنس جاؤ'' عن شقیق ابن سلمة قال تزوج حذیفةؓ بیهودیة فکتب الیه عمر رضی الله عنه ان خل سبیلها! فکتب الیه حذیفة رضی الله عنه أ حرام هی! فکتب الیه عمر رضی الله عنه لا ولکن اخاف ان تواقعوا المومسات منهن. (احکام القرآن

للجصاص ص ۲۹۷ ج ۲ باب تزوج الکتابیات تحت قولہ والمحصنات من الذین او تو الکتاب الخ.)

تقریباً یہی واقعہ کسی قدر وضاحت کے ساتھ امام محمدؒ نے کتاب الآ ثار میں نقل فرمایا ہے۔ محمد رحمہ اللہ قال اخبرنا ابو حنیفۃ رحمہ اللہ عن حماد عن ابراھیم عن حذیفۃ ابن الیمان رضی اللہ عنہ انہ تزوج یھودیۃً بالمدائن فکتب الیہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ عن ان خل سبیلھا فکتب الیہ أحرام ھی یا امیر المؤمنین افکتب الیہ اعزم علیک ان لا تضع کتابی حتیٰ تخلیٰ سبیلھا فانی اخاف ان یقتدیک المسلمون فیختار والنساء اھل الذمۃ لجمالھن و کفیٰ بذالک فتنۃً لنساء المسلمین. قال محمد رحمہ اللہ وبہ نأخذ لا نراہ حراماً ولکنا نری ان یختار علیھن نساء المسلمین وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ. یعنی۔ امام محمدؒ حضرت امام اعظمؒ حماد۔ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت حذیفہ ابن ایمانؓ نے مدائن میں یہودی عورت سے نکاح کیا تو حضرت عمر ابن الخطابؓ نے ان کو لکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ حضرت حذیفہؓ نے لکھا۔ یا امیر المومنین! کیا یہودیہ (کتابیہ) سے نکاح حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میرا یہ خط (ہاتھ سے) نہ رکھو اس سے پہلے کہ اس کو چھوڑ دو (یعنی پہلے اس کو چھوڑ دو، پھر خط ہاتھ سے رکھو) اس لئے کہ مجھ کو اندیشہ ہے۔ کہ لوگ تمہارے پیروی کریں گے۔ اور ذمی عورتوں کے ساتھ نکاح کریں گے ان کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ اور یہ مسلمان عورتوں کے واسطے بہت بڑا فتنہ ہوگا۔ حضرت امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ ہم یہودی عورت سے نکاح کو حرام نہیں کہتے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ مسلمان عورتوں کو ان پر ترجیح دی جائے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا (کتاب الآ ثار امام محمدؒ مع ترجمہ ص ۱۹۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رضاعی لڑکی کا نکاح مرضعہ کے بیٹے سے جائز ہے :

(سوال ۲۱۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس معاملے میں زید واختری یہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، زید کی بیوی تپ دق میں مبتلا تھی۔ جس کی ایک شیر خوار بچی جو بھوک سے تڑپتی تھی۔ اسے ایک وقت اختری نے اپنا دودھ پلا کر جس بچی کی تشنگی کو بجھایا تھا، وہی لڑکی جو اس وقت بالغہ ہے اختری اپنے لڑکے کی شادی زید کی اس لڑکی سے کرا سکتی ہے یا نہیں؟ تسکین بخش جواب عنایت فرمائیے بینوا توجروا۔

(الجواب) مدت رضاعت میں دودھ پینے اور پلانے سے رشتہ قائم ہو جاتا ہے، ضرورۃً پلایا ہو یا بلا ضرورت۔ لہذا جب اختری نے اپنے بھائی کی شیر خوار بچی کو دودھ پلایا ہے تو وہ اس کی رضاعی بیٹی اور اس کی اولاد کی رضاعی بہن بن گئی۔ لہذا اختری کے لڑکے کے ساتھ اس بچی کا نکاح درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۷۳ باب المحرمات)

ھدایہ میں ہے۔ ولا یتزوج المرضعۃ احداً من ولد التی ارضعت لأ نہ' اخوھا ھدایہ ص ۳۳۰ کتاب الرضاع یعنی دودھ پینے والی لڑکی اس عورت کے کسی لڑکے سے جس نے اس کو دودھ پلایا ہے نکاح نہیں کر سکتی ہے اس لئے کہ وہ لڑکا (رضیعہ) کا بھائی ہے۔ واللہ اعلم۔

غیر مطلقہ کا نکاح پڑھائے تو کیا نکاح صحیح ہے :

(سوال ۲۱۵) بھاگی ہوئی عورت جس کو شوہر نے ابھی طلاق نہیں دی ہے یہ بات نکاح خواں کو معلوم ہے۔ تاہم دوسرے سے اس کا نکاح پڑھایا تو نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) شادی شدہ عورت جب تک اپنے شوہر سے طلاق، خلع وغیرہ شرعی طریقہ سے علیحدہ نہ ہو جائے دوسرے کا نکاح اس سے درست نہیں اگر کرے گی تو نکاح نہ ہوگا۔ اور نکاح پڑھنے والا اور پڑھانے والا اور شاہدین جو اس حقیقت سے آشنا ہیں، سخت گنہگار ہیں۔ (۱)

بھائی کی رضاعی بہن اور رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح صحیح ہے :

(سوال ۲۱۶) ایک لڑکے نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے اب اس لڑکی کا بھائی اس چچی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ یہ نکاح حلال ہے یا حرام؟

(الجواب) جب دودھ پینے والے لڑکے کے بھائی نے اس چچی کا دودھ نہیں پیا تو اس کا نکاح اس چچی کی لڑکی سے صحیح ہے۔ بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح حلال ہے حرام نہیں۔ اسی طرح رضاعی بھائی کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اسی طرح رضاعی بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ بھی نکاح درست ہے۔ وتحل اخت اخیہ رضاعاً کما تحل نسباً مثل الا خ لاب کانت له اخت من امه یحل لاخیه من ابیه ان یتزوجها الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۴۳ کتاب الرضاع)

حقیقی بھائی کی رضاعی بہن کی حقیقی بہن سے نکاح صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۲۱۷) میرے بڑے لڑکے کی لڑکی نے میرے چھوٹے لڑکے کی عورت کا دودھ پیا۔ اب وہ لڑکی اور اس کا دوسرا لڑکا دونوں بھائی بہن ہو گئے۔ اب بڑے لڑکے کے دوسرے لڑکے لڑکی جنہوں نے چھوٹے لڑکے کی عورت کا دودھ نہیں پیا تو ان لڑکے لڑکی کا نکاح چھوٹے لڑکے کی دوسری اولاد کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بڑے لڑکے کی اولاد جنہوں نے چھوٹے لڑکے کی عورت کا دودھ نہیں پیا چھوٹے لڑکے دوسری اولاد کے ساتھ ان کا نکاح درست ہے۔ (۲)

لڑکی اور اس کی (غیر حقیقی) سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے :

(سوال ۲۱۸) غیر حقیقی ساس یعنی عورت کی غیر حقیقی ماں کے ساتھ نکاح درست ہے؟ اور ان دونوں کو نکاح میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) ہاں غیر حقیقی (سوتیلی) ساس کے ساتھ نکاح جائز ہے اور نکاح میں دونوں کو رکھنا بھی جائز ہے۔ فجاز

---

(۱) لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج. فتاویٰ عالمگیری المحرمات التی تتعلق بها حق الغیر ج. ۱ ص ۲۸۰.

(۲) وتحل اخت اخیه رضاعا کما تحل نسباً الخ فتاویٰ عالمگیری کتاب الرضاع ج. ۱ ص ۳۴۳.

الجمع بین امرأة وبنت زوجها .(تنویر الابصار مع الدر المختار والشامی ج۲ ص ۳۹۱ فصل فی المحرمات)فقط واللہ اعلم بالصواب.

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح میں کچھ خرابی آئے گی یا نہیں؟:

(سوال ۲۱۹)عورت کی بہن یعنی سالی کے ساتھ زنا کر لے تو عورت حرام ہو جائے گی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ہمیشہ کے لئے حرام نہ ہوگی لیکن بعض فقہا نے لکھا ہے کہ جب تک اس کو(سالی) کو ایک حیض نہ آ جائے اس وقت تک عورت کے ساتھ صحبت نہ کرے۔

وفی الدرایة عن الکامل لوزنی باحدی الاختین لا یقرب الاخری حتیٰ تحیض الاخریٰ حیضه الخ (شامی ج۲ ص ۳۸۶ فصل فی المحرمات۔

لڑکے کی ساس کے ساتھ باپ کا نکاح درست ہے یا نہیں:

(سوال ۲۲۰)ایک شخص نے ہندہ کے ساتھ شادی کی اب اس کا حقیقی باپ ہندہ کی حقیقی ماں یعنی لڑکے کی ساس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ ہندہ اور لڑکا دونوں حیات ہیں اور ہندہ اس کے نکاح میں ہے۔؟

(الجواب) ہاں کر سکتا ہے۔یہ رشتہ حرام نہیں حلال ہے۔ ولا تحرم ام زوجة الابن .یعنی اپنے لڑکے کی عورت کی ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں۔(شامی ج۲ص۳۸۳ فصل فی المحرمات

غیر مسلمہ سے نکاح پڑھنا اور اس مجلس میں شرکت کا کیا حکم ہے:

(سوال ۲۲۱)کوئی مسلمان ہندو عورت کے ساتھ آریہ سماج مندر میں نکاح کرے تو کیسا ہے؟اور اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) غیر مسلمہ(کافرہ ومشرکہ)کے ساتھ نکاح حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔قرآن کریم میں ہے۔ ولا تنکحوا المشرکٰت حتیٰ یؤمن یعنی مشرکہ عورت جب تک ایمان نہ لائے اس سے نکاح نہ کرو(سورہ بقرہ)لہٰذا ایسی مجلس میں شرکت بھی ناجائز ہے اگر حلال سمجھ کر نکاح کرے تو موجب کفر ہے۔ظاہراً اور برملا تجدید ایمان لازم ہے

حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح صحیح ہے؟:

(سوال ۲۲۲)زید جب پیدا ہوا،اس کے ڈیڑھ دو ماہ بعد اس کی والدہ کے دودھ نہ آنے کی وجہ سے زید کی ممانی کو بڑا رحم آیا اور اس نے اس کو چپکے سے(کسی کو مطلع کئے بغیر)دودھ پلا دیا تو اب ماموں کی لڑکی سے زید نکاح کر سکتا ہے زید کا دوسرا حقیقی بھائی بکر بھی ہے اس کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب زید نے اپنی ممانی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے،تو ممانی کی لڑکی زید کی بہن ہوئی اس کے ساتھ زید کا نکاح نہیں ہو سکتا،ہاں زید کے حقیقی بھائی بکر کا نکاح اس کی ممانی کی لڑکی سے ہو سکتا ہے۔ ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع .الخ(ہدایہ اولین ج۲ ص ۳۳۱ کتاب الرضاع)

عیسائی طریقۂ نکاح خوانی کے بعد اسلامی طریق سے نکاح پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۲۳) مسلمان مرد نے عیسائی عورت سے عیسائی طریق پر کلیسا (دیول) میں جا کر شادی کی۔ تھوڑی مدت کے بعد اسلامی اصول کے مطابق دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرائے دریافت طلب یہ ہے کہ (۱) عورت کو اولاد ہوئی تو اس اولاد کو عیسائی مذہب کے مطابق چرچ (گرجا) میں لے جا کر بپتسمہ (عیسائی بنانا) کرانے سے مسلمان مرد کے نکاح میں خرابی آئی یا نہیں؟ خرابی آئے تو کیا کرے بار دیگر ایجاب وقبول کرائے (۲) وہ اولاد مسلمان ہے کہ عیسائی (۳) اس اولاد کا عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) بے شک عورت عیسائی ہو یا یہودی (اسلام کو چھوڑ کر یہودیہ نصرانیہ نہ بنی ہو) اور اپنے مذہب کے اصول اور پیغمبر اور کتب سماویہ کو مانتی ہو، محض برائے نام کتابیہ اور درحقیقت لا مذہب دہریہ اور سائنس پرست نہ ہو (اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا مانتی ہو) تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے والمحصنٰت من الذین او توا لکتب من قبلکم. یعنی اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں کی پاکدامن عورتیں حلال ہیں (سورہ مائدہ) لیکن فی زمانناشرعی مصلحت کی بناء پر یہودی ونصرانی عورت کے ساتھ شادی کرنے اور خلط ملط رکھنے کی اجازت نہیں۔ بالخصوص دار الحرب اور کفرستان میں کہ اس میل جول اور خراب ماحول کے اثر سے اولاً خود اس کے پھر اولاد کے عقائد اور اخلاق بگڑنے کا پورا پورا اندیشہ ہے (شامی ج ۲ ص ۳۹۷) میں ہے ویجوز تزوج الکتابیات والا ولی ان لا یفعل ولا یأ کل ذبیحتھم الا لضرورۃ وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعاً لا فتتاح باب الفتنۃمن امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب تعرض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر (الیٰ قولہ) وما بعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ(شامی ج ۲ ص ۳۹۷فصل فی المحرمات)

فرمان خداوندی ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا افتمسکم النار. ترجمہ۔ اے مسلمانو! ان ظالموں کی طرف مت جھکو کہ تم کو دوزخ کی آگ چمٹ جائے گی (سورۂ ہود پ ۱۱) خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا دور غلبۂ اسلام کا دور تھا۔ مسلمانوں کے جذبات نہایت پاک اور مقدس اور ہر ایک جذبہ پر اسلامی ذوق غالب تھا۔ اس کے باوجود آپ نے کتابی عورتوں (عیسائی عورتوں) سے نکاح کی ممانعت فرمادی۔ آپ نے فرمایا میں حلال کو حرام قرار نہیں دیتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ اس اجازت پر عمل نہ کیا جائے۔ حضرت فاروق اعظم نے اس زمانہ کی عیسائی عورتوں کے متعلق یہ ممانعت فرمائی تھی جب کہ وہ مذہب پرست اور کتابی تھیں مگر ہمارے اس دور میں نہ صحیح کتابیت ہے نہ مذہبیت۔ بلکہ دہریت اور سراسر سائنس پرستی ہے۔ اس وقت زیادہ ضروری ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ممانعت پر عمل کیا جائے اور نکاح نہ کیا جائے۔ تفسیر حقانی میں ہے آج کل کے ملاحدۂ یورپ تو ہرگز عیسائی شمار نہ ہوں گے۔ (ج ۴ ص ۱۱)

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کا فتویٰ ہے! لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائینس پرست ہیں ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں

ہے (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۰ ۷ تفسیر بیان القرآن ج ۳ ص ۹)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں، کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے۔ بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں۔ یہ لوگ اگر چہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔ (فتاویٰ دار العلوم قدیم ج ا۔ ۲ ص ۱۶۰)

عمدۃ المفسرین حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تحقیق:

مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بہ کثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے، نہ خدا کے۔ ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔ نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہٖ کوئی وجہ تحریک کی نہیں لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے متمتع ہونے میں بہت سے جرم کا مرتکب ہونا پڑتا ہو، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی (فوائد سورۃ المائدۃ ص ۱۷۱) پ ۶ از مولانا شبیر احمد عثمانی۔

ضعیف الایمان اور ضعیف الاعتقاد کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ مسلم حقیقت ہے کہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے اور دانشوروں کا یہ قول بھی مشہور ہے۔ **القبائح متعدیه و الطبائع متاثره!** بری خصلتیں اور بری عادتیں متعدی ہوتی ہیں (ساتھیوں کو لگ جاتی ہیں) اور طبیعتیں چور ہیں خراب باتوں کا اثر قبول کر لیتی ہیں اس لئے بزرگان دین رحمہم اللہ کی زریں نصیحت ہے کہ!

تا توانی دور شو از یار بد
یار بد بد تر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمی بر جاں زند
یار بد بر جان و بر ایماں زند

ترجمہ:۔ جہاں تک ممکن ہو برے دوست سے دور رہو، برا ساتھی زہریلے سانپ سے زیادہ خطرناک ہے، سانپ تو فقط جان پر ڈنک مارتا ہے، مگر برا ساتھی، جان اور ایمان دونوں پر ڈنک مارتا ہے (**نعوذ باللہ من ذلک**)

اس ضروری تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے مختصر جوابات یہ ہیں۔

(۱) مسلمان مرد نے عیسائی عورت سے اس کے دیول (گرجا) میں جا کر اس کے مذہبی قواعد کے مطابق شادی کی، یہ شادی معتبر نہیں ہے۔ اگر در حقیقت عورت کتابیہ ہو، لا مذہب نہ ہو، اور اپنے مذہب کے اصول کو، پیغمبر کو نیز آسمانی کتاب کو ماننے والی ہو (چاہے عمل نہ ہو) اور اسلامی قاعدہ کے مطابق ایجاب وقبول ہو تو نکاح صحیح اور قابل اعتبار ہوگا مگر پھر اپنی مرضی سے عیسائی مذہب کے مطابق چرچ میں جا کر اولاد کو بپتسمہ کرانا شان اسلامی کے خلاف ہے اور عملاً اللہ اور رسول (ﷺ) کی تعلیمات سے انحراف اور بے دینی کا کام ہے۔ لہذا توبہ واستغفار اور از سر نو اسلام لانا اور از سر نو نکاح پڑھنے کا حکم عائد ہوگا۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وانما عد منه ليس الغيار وشد الزنار ونحوها كفراً لا نها تدل على التكذيب فان من صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجترء عليا ظاهراً لا لا نها كفر في انفسها (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۳ ع ۱) یعنی! زنار وغیرہ باندھنے کو اس لئے کفر گردانا کہ یہ باتیں تکذیب کی علامت ہیں۔ کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی ہے وہ کھلم کھلا ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔

بہر حال اس شخص کو تو از سر نو نکاح کرنے اور ایمان لانے کا حکم دیا جائے گا۔ درمختار میں ہے یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح (شامی ج ۳ ص ۴۱۴ باب المرتد)

سوال نمبر ۲ کا جواب۔ یہ اولاد مسلمان مانی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں اولاد باپ کی تابع ہوتی ہے۔ باپ مسلمان تو اولاد بھی مسلمان ہے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب۔ عقیقہ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مطلقہ ثلاثہ شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہیں:

(استفتاء ۲۲۴) ایک عورت نے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ اور ایک مسلم سے نکاح کیا۔ اولاد بھی ہوئی۔ پھر نباہ نہ ہونے سے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد پھر اپنا مذہب اختیار کیا اور پندرہ برس تنہا گذارے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عورت اگلے شوہر کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر ثابت ہو جائے کہ شوہر نے تین طلاق دی تھیں۔ جس سے وہ بائنہ مغلظہ ہوگئی تھی تو بدون حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ مرتد ہو جانے سے طلاق ثلاثہ مغلظہ کا اثر باطل نہیں ہوتا ہے اوحرة بعد ثلاث وردة وسبى نظيره من فرق بينها بظهار او لعان ثم ارتدت وسبيت ثم نكحها لم تحل له ابداً اور مختار مع الشامی ص ۷۴۰ ج ۲ باب الرجعة مطلب مال اصحابنا الى بعض افعال الخ) اگر تین طلاق ثابت نہ ہوں صرف ایک یا دو طلاق دی ہوں تو حلالہ کی ضرورت نہیں۔ تجدید نکاح کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ سے حلالہ:

(سوال ۲۲۴) ایک مرد نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں، چار پانچ ماہ کے بعد اس کا نکاح بارہ تیرہ برس کے نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا، اس سے طلاق دلوا کر پہلے شوہر سے اس کا نکاح ہوا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) تین طلاق دی ہو تو حلالہ کے لئے لازم ہے کہ عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرے۔ اور وہ اس کے ساتھ کم از کم ایک بار صحبت کرے۔ پھر طلاق دے یا مر جائے تب عورت عدت ختم ہونے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے۔ صورت مسئولہ میں بارہ تیرہ سال کا نابالغ لڑکا سمجھ دار، نیز صحبت کرنے کے قابل ہو اور اس کے ولی نے اس کا نکاح منظور کیا ہو اور وہ صحبت کر کے انتقال کر جائے یا بالغ ہو کر طلاق دے دے اور عورت عدت پوری کرنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرے تو وہ اس کے لئے حلال ہو جائے گی نابالغ کا نکاح بلا منظوری ولی معتبر نہیں ہے اور نابالغ کو طلاق دینے کا حق بھی نہیں ہے۔ بالغ ہونے کے بعد ہی طلاق دی جاسکتی ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں

عورت کا نکاح زوج اول کے ساتھ معتبر نہیں ہے۔[۱]

اپنی بیوی کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے:

(سوال ۲۲۵) ایک آدمی اپنی عورت کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) کرسکتا ہے (شرح وقایہ ج. ۲ ص ۵ لا بین امرأة وبنت زوجها محرمات.)

بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے یا نہیں:

(سوال ۲۲۶) ایک آدمی کی بیوی مرگئی اب وہ اپنی بیوی کی سوتیلی ماں (بیوی کے باپ کی عورت) سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) ہاں اس عورت سے (بیوی کی غیر حقیقی یعنی سوتیلی ماں) سے نکاح درست ہے۔[۲]

بھاوج سے نکاح درست ہے:

(سوال ۲۲۷) میرے بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا۔ اب میرا نکاح ان کی بیوی سے درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) عدت گزرنے کے بعد بھاوج سے نکاح درست ہے منع نہیں ہے۔[۳]

عدت میں نکاح کا کیا حکم ہے:

(سوال ۲۲۸) ایک عورت کو طلاق ہوئے ابھی دو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ قاضی صاحب نے اس کا نکاح پڑھادیا۔ قاضی صاحب نے اپنی خطا قبول کی۔ میں نے کہا کہ یہ شرعی گناہ ہے لہذا تمہارا نکاح باطل ہے۔ از سرنو نکاح پڑھئے ورنہ آپ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اس کے دو تین دن بعد قاضی صاحب نے کہا کہ لڑکی کو تین حیض آ گئے تھے تم سے جو ہو سکے وہ کرلو آپ کی بات مجھے تسلیم نہیں۔ تم کسی سے فتویٰ طلب کرلو۔ پھر دیکھی جائے گی، اس طرح دوسرا نکاح پڑھایا ہے اس لڑکی کو دو ماہ بارہ دن گزرے ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔؟

(الجواب) عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح درست نہیں۔ نا قابل اعتبار ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸۰)[۴]

ایسے نکاح سے میاں بیوی کا رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ ان کو الگ ہوجانا چاہئے۔ ساتھ رہنا حرام ہے۔ باقی یہ نکاح اگر لاعلمی میں پڑھادیا گیا ہے تو نکاح پڑھانے والا معذور ہے۔ گنہگار نہیں ہے۔ البتہ اگر حالت مشتبہ تھی تو تحقیق

---

(۱) وان كان الطلاق ثلا ثا في الحرة وثنتين في الا مة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها اويموت عنها كذافي الهدايه فتاوىٰ عالمگيرى فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل ج. ١ ص ٤٧٣.

(۲) ويجوز بين امرأة وبنت زوجها الخ فتاوىٰ عالمگيرى. المحرمات بالجمع ج ١ ص ٢٧٧.

(۳) احل لكم ماوراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم الخ سورة نسآء ٢٧.

(۴) لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا في السراج الوهاج. فتاوىٰ عالمگيرى المحرمات التى تتعلق بها حق الغير ج. ١ ص ٢٨٠)

کر لینی چاہئے تھی۔ تحقیق نہیں کی یہ کوتاہی ہوئی اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگنی چاہئے۔ اور اگر معاذ اللہ جان بوجھ کر عدت میں نکاح پڑھایا ہے تو یہ معصیت ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم سے بغاوت اور سرکشی ہے۔ نکاح پڑھوانے والے نکاح پڑھانے والا۔ وکیل اور گواہ۔ سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ فاسق ہیں۔ احتیاطاً کافر نہ کہا جائے اور ان کی عورتوں کے خارج از نکاح ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے۔ تاہم تجدید ایمان بہتر ہے۔ عدت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حمل نہ ہو تو تین حیض ہیں، طلاق کے بعد تین حیض آ چکیں تو عدت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کسی سے نکاح کر سکتی ہے۔ عدت سے قبل جو نکاح کیا وہ مردود و باطل ہوگا۔ عدت کے بارے میں اگر اختلاف ہو جائے تو اگر طلاق کو ساٹھ دن (دو ماہ) گزر چکے ہیں اور عورت قسم کھا کر کہے کہ مجھے تین حیض آ چکے ہیں اور میری عدت ختم ہوگئی ہے تو اس کی بات تسلیم کر لی جائے گی اور اس کا نکاح پڑھایا جا سکے گا۔ **قالت مضت عدتی و المدة تحتملة و کذبها الزوج قبل قولها مع حلفها و الا لا (درمختار مع شامی ج ۲ ص ۸۴۲ باب العدة)**

نومسلم حاملہ کے ساتھ نکاح کب درست ہے؟:

(سوال ۲۲۹) ایک ہندو عورت کو مسلمان بنا کر اس کا نام زلیخا رکھا۔ اس کے ساتھ ایک مسلم کا شادی کا ارادہ ہے اور دونوں راضی ہیں۔ اب عورت کو ہندو خاوند نے طلاق دیئے ہوئے صرف آٹھ دن ہوئے ہیں تو اس کو عدت طلاق گزارنی ہوگی؟ اس کو ایک مہینہ کا حمل ہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نومسلم حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ بچہ پیدا ہونے سے قبل نکاح جائز نہیں۔[1]

سالی کی لڑکی سے صحبت کی تو بیوی حرام ہوگی یا نہیں :

(سوال ۲۳۰) اگر کوئی شخص اپنی سالی کی لڑکی سے صحبت کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی یا نہیں؟ فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم دیکھی اس میں ہے" بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جب تک اس کو (سالی کو) ایک حیض نہ آ جائے اس وقت تک عورت کے ساتھ صحبت نہ کرے" لیکن صورت مسئولہ میں اگر سالی کی لڑکی کو حمل رہ گیا تو اب عورت حلال رہے گی یا حرام ہو جائے گی۔ بینوا توجروا۔ جدید ترتیب کے مطابق ص ۱۹۱/۸ پر ملاحظہ فرمائیں

(الجواب) بیوی کی بہن (سالی) سے جماع کرنے سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام نہ ہوگی البتہ سالی پر وطی بالشبہ (دھوکہ سے اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرنا) سے عدت لازم ہو جاتی ہے اس وجہ سے انقضاء عدت تک یعنی ایک حیض آنے تک اور اگر حمل رہ گیا ہے تو وضع حمل تک اپنی بیوی سے صحبت حرام ہے، یہی حکم ہے بیوی کی بھانجی سے وطی بالشبہ کا (یعنی بیوی کی بھانجی کو غلطی سے بیوی سمجھ کر صحبت کرنے کا) اس صورت میں صحبت حرام اور موجب حد نہیں اور حمل رہ جانے پر بچہ ہو تو وہ حرامی نہ ہوگا بلکہ ثابت النسب ہوگا، لیکن اگر قصداً سالی سے یا اس کی بیٹی سے صحبت کی تو یہ زنا ہے اور زنا کے پانی کی شرعاً کوئی حرمت نہیں ہے (اس وجہ سے عدت بھی لازم نہیں ہوتی) لہذا بیوی سے صحبت حرام نہیں ہے،

---

(۱) وعدة الحامل ان تضع حملها کذافی الکافی وسوآء کانت المرأة حرة او مملوکة قنة أو مدبرة او مکاتبة الخ فتاویٰ عالمگیری الباب الثالث عشر فی العدة.

تاہم بعض علماء کے نزدیک دوسری صورت میں بھی انقضاء عدت تک بیوی سے صحبت کرنے سے احتراز ضروری ہے
وفی الخلاصة وطی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته (درمختار) قوله وفی الخلاصة الخ هذا محترزا لتقیید بالا صول والفروع وقوله لا تحرم ای لا تثبت حرمة المصاهرة فالمعنی لا تحرم حرمة مؤبدة والا فتحرم الیٰ انقضاء عدة الموطوء ة لو بشبهة قال فی البحر لو وطی اخت امرأته بشبهة تحرم امرأته ماله تنقض عدة ذات الشبهة وفی الدرایة عن الکامل لو زنی باحد الاختین لا یقرب الاخریٰ حتیٰ تحیض الاخریٰ حیضة واستشکله فی الفتح ووجهه انه لا اعتبار لماء الزانی ولذا لوزنت امرأة رجل لم تحرم علیه وجازله وطؤها عقب الزنا اه (درمختار و الشامی ج ۲ ص ۳۸۲ باب المحرمات) فقط واللہ اعلم۔

ماں کی علاتی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں :

(سوال ۲۳۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ منی بیگم بنت عبدالرشید اور خلیل احمد ابن عبدالعزیز خان میں باہم عقد نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ان کی باہمی قرابت کا نقشہ یہ ہے۔
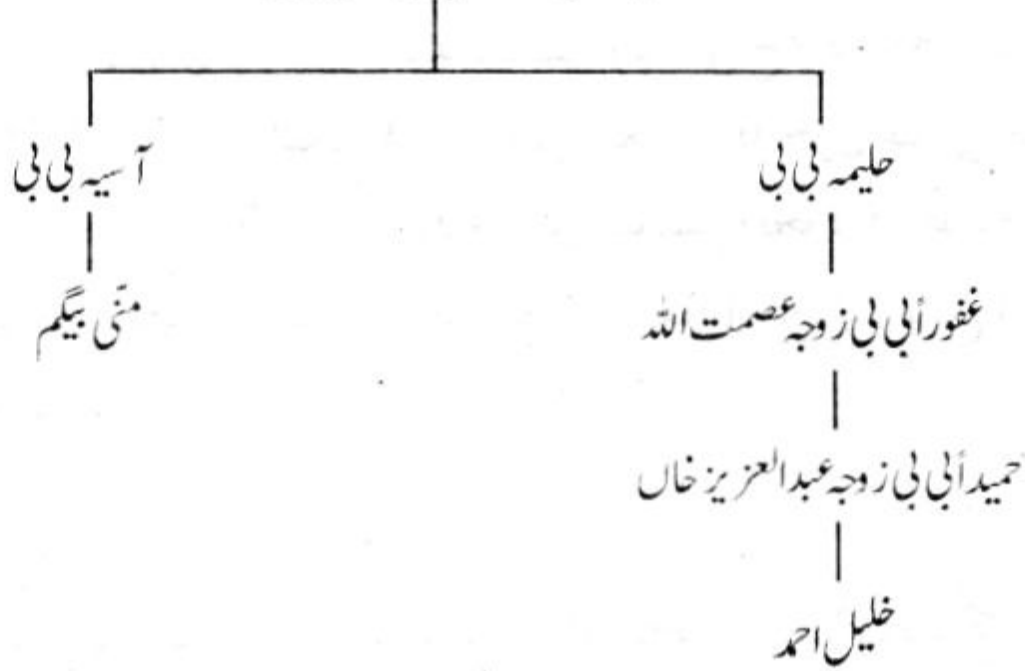
فقط بینوا و توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں منی بیگم اور خلیل احمد کا باہم عقد نہیں ہوسکتا، کیونکہ منی بیگم خلیل احمد کی ماں کی خالہ ہوتی ہے۔ اور خلیل احمد منی بیگم کی بھانجی کا بیٹا ہوتا ہے، لہذا نکاح درست نہ ہوگا (حرم) علی المتزوج ذکراً کان اوانثی نکاح (اصله وفرعه) علا اونزل (وبنت اخیه واخته وبنتها) (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۸۱) فقط واللہ اعلم۔

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم:

(سوال ۲۳۲) ایک آدمی نے ایک عورت سے زنا کیا اب اس کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟
(الجواب) جس عورت سے زنا کیا ہے اس کی لڑکی سے نکاح درست نہیں حرام ہے مگر زنا کا ثبوت اس کے اقرار سے

ہوگا یا شرعی شہادت سے۔ وحرم ایضا بالصهرية اصل مزنیته. الی قوله. وفروعهن مطلقاً (درمختار مع شامی ج ۲ ص ۳۸۴ و ۳۸۵ باب المحرمات) فقط و الله اعلم.

عورت نے ہونے والے داماد کو بوسہ دے دیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین اس مسئلہ میں کہ زید کی منگنی ہندہ سے ہوچکی تھی اس اثناء میں زید اپنے مستقبل کے سسرال میں سویا ہوا تھا کہ ہندہ کی ماں جو کہ جوان ہے اس کے پاس آ کر خواہش کے ساتھ بوسہ دیا، زید فوراً بیدار ہوگیا اور اظہار ناراضگی کیا دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ زید کا ارادہ تو ہندہ کے ساتھ ہی نکاح کرنے کا ہے مگر کسی نے اس کو کہا کہ اب تیرا نکاح ہندہ کے ساتھ نہیں ہوسکتا اس لئے وہ پریشان ہے اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کیا واقعی ہندہ کے ساتھ اس کے نکاح کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے؟ فقط والسلام۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جوان عورت نے شہوت کی حالت میں ہونے والے نوجوان داماد کے رخسار یا پیشانی یا منہ کا بوسہ لیا ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، اور ہندہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی کہ یہ فعل وطی کی طرف بلانے والا ہے اور از روئے حدیث وطی حکمی ہے پس ہندہ سے کسی صورت میں نکاح درست نہ ہوگا ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه امها وبنتها یعنی جس مرد کو عورت نے شہوت کے ساتھ چھوا (ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا) تو اس مرد پر اس عورت کی ماں بیٹی حرام ہوگئی (هدایه اولین ج ۲ ص ۲۸۹ فصل فی المحرمات) ...... درمختار میں ہے وفی الكشاف واللمس ونحوه كالدخول عندابی حنيفة (قوله وفی الكشاف الخ) ولا يخفى ان المتون طافحة بان اللمس ونحوه كالوطء فی ایجابه حرمة المصاهرة من غير اختصاص بموضع دون موضع الخ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۸۳ باب المحرمات) فقط و الله اعلم بالصواب.

نوٹ:

رخسار، پیشانی منہ کو بوسہ دینے پر منحصر نہیں۔ مثال کے طور پر لکھا گیا ہے اور عموماً بوسہ انہیں مقامات پر دیا جاتا ہے، ورنہ بدن کے کسی حصہ کو شہوت کے ساتھ بلا حائل بوسہ دینے اور مس کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، شرط یہ ہے کہ درمیان میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہوا گر حائل ہو مگر ایسا باریک اور پتلا ہو کہ جسم کی حرارت محسوس ہوتی ہو تب بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، حائل شئی ایسی ہو کہ ایک جسم کی حرارت دوسرے کو محسوس نہ ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، اسی طرح اگر مرد کو انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت قائم نہ ہوگی کہ وطی کا امکان ختم ہو گیا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حاملہ بالزنا سے نکاح اور صحبت کا حکم:

(سوال ۲۳۴) گذارش یہ ہے کہ ذیل کی الجھن کو حل فرمائیں۔ بات یہ ہے کہ عمرو نے ہندہ سے زنا کیا اور حمل رہ گیا بعد میں بکر کی ہندہ سے شادی ہوئی جب ہندہ بکر کے یہاں رخصت ہو کر آئی تو حمل کے پانچ مہینے پورے ہو چکے

تھے، سسرال والوں نے لڑکی والوں کو حقیقت حال سے مطلع کیا وہ آ کر لڑکی کو لے گئے اور حمل ساقط کرا دیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو نکاح ہوا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس سے ہم بستری جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بکر اور ہندہ کا نکاح صحیح ہو گیا مگر وضع حمل اور خون نفاس موقوف ہونے کے بعد تک ہم بستری درست نہیں (شرح نقایہ ج ۲ ص ۷ من یحرم نکاحه وغیره) و صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره ...... وان حرم وطأها ودواعیه حتی تمنع (درمختار علی هامش الشامی ج ۲ ص ۴۰۱ فصل فی المحرمات) فقط والله اعلم بالصواب ۲ رجب المرجب ۹۶ ۔

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۳۵) ایک شخص نے (تقریباً شادی کے بیس دن بعد) اپنی عورت کو حاملہ پایا اور وہ حمل قریباً پانچ مہینے کا تھا یہ جان کر اس شخص نے طلاق دینے کا ارادہ کیا، عورت کو ہسپتال لے جا کر اس کا حمل ساقط کر دیا گیا ہے اور اس عورت کا کسی اور سے حاملہ ہونا بھی ثابت ہو گیا ہے، ایسی صورت میں ۔

(۱) کیا حاملہ عورت سے نکاح درست ہے؟ (۲) کیا حاملہ سے کیا ہوا نکاح خود بخود باطل ہو جاتا ہے؟ (۳) کیا عورت مہر کی حق دار ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں نکاح منعقد ہو گیا ہے حاملہ بالزنا سے نکاح درست ہے۔ جس کا حمل ہو وہ نکاح کرے تو صحبت بھی درست ہے، دوسرا شخص نکاح کرے گا تو وضع حمل تک صحبت نہ کر سکے گا۔ وصح نکاح حبلیٰ من الزنا لاحبلیٰ من غیره ای الزنا لثبوت نسبه (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۰۱ ایضاً) نکاح خود بخود باطل نہیں ہوا طلاق دینے پر عورت نکاح سے نکلے گی۔ صحبت ہو چکی ہے اس لئے پورے مہر کی حق دار ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شہوت سے اپنی بالغ لڑکی کے بدن کو مس کیا :

(سوال ۲۳۶) ایک شخص نے اپنی بالغہ کنواری لڑکی کی چھاتیوں کو شہوت کے ساتھ پکڑ کر خوب بھینچا اور پھر چھوڑ دیا اب استفتاء یہ ہے کہ اس لڑکی کی ماں اور باپ میں رشتۂ زوجیت قائم رہا یا ٹوٹ گیا؟ اگر ٹوٹ گیا تو رجوع کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر لڑکی کے جسم پر ایسا موٹا کپڑا ہوا کہ پستان پکڑنے پر بدن کی حرارت محسوس نہ ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ (قوله بحائل لایمنع الحرارة) ای ولو بحائل فلو کان مانعاً لا تثبت الحرمة کذا فی اکثر الکتب (شامی ج ۲ ص ۳۸۵) فتاویٰ عالمگیری میں ہے ثم المس انما یوجب حرمة المصاهرة اذا لم یکن بینهما ثوب اما اذا کان بینهما ثوب فان کان صفیقاً لا یجد الماس حرارة الممسوس لا تثبت حرمة المصاهرة وان انتشرت آلته بذلک وان کان رقیقا بحیث یصل حرارة الممسوس الی یده تثبت کذا فی الذخیرة (عالمگیری ج ۲ ص ۲ کتاب النکاح . الباب الثالث فی بیان المحرمات) لہٰذا اگر لڑکی کے جسم پر کپڑا نہ ہو یا ہو مگر ایسا پتلا سا ہو کہ جسم کی حرارت محسوس ہو گئی تو

حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی اوراس کی والدہ اس کے باپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی ، رجوع اورتجدید نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے وحرم ایضا بالصھریة(اصل مزینته واصل ممسوسته بشھوة) ولولشعر علی الراس بحائل لا یمنع الخ (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۳۸۵ فصل فی المحرمات) دوسری جگہ ہے فلو ایقظ زوجته' اوا یقظته ھی لجماعھا فمست یده' بنتھا المشتھاة او یدھا ابنہ حرمت الام ابداً فتح (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۳۸۸ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۲ جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ۔

زانی کی لڑکی کا نکاح مزنیہ کے لڑکے سے صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۳۷)ایک شادی شدہ بچوں والی عورت نے دوسری شادی شدہ مرد سے عشق کیااوراس مرد سے زنا بھی کیا (پھرتوبہ کرلی اورعشق کرنا چھوڑ دیا)اب جب کہ ایک طویل عرصہ ہورہا ہےاور دونوں کے بچے جوان ہوگئے ہیں اب اس مرد کی لڑکی کے ساتھ یہ عورت اپنے لڑکے کا نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا یہ نکاح ہوسکتا ہے یہ بات یقینی ہے کہ وہ لڑکا اس زانی کے مرد کے نطفہ سے نہیں ہے، بینواتوجروا۔

(الجواب) زانی کی لڑکی جواس کی بیوی سے ہےاس کا نکاح مزنیہ (جس سے زنا ہوا ہے) کے لڑکے سے جواس کے (یعنی زانی کے)نطفہ سے نہیں ہے، درست ہے درمختار میں ہے واما بنت زوجة ابیه اوابنه فحلال (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۳۸۳ ایضاً ۔ یعنی :اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اس سے نکاح حلال ہےاس واسطے کہ دونوں میں خون کا رشتہ نہیں ہے(درمختار)شامی میں ہے ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بھا وفروعھا اه ومثله ما قد منا قریباً عن القھستانی عن النظم وغیره وقوله ویحل الخ ای کما یحل ذلک بالوط الحلال (شامی ج۲ ص ۳۸۴ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۲۰ ذی الحجه ۱۴۰۰ھ۔

بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۲۳۸)زید نے عارفہ سے نکاح کیااس کے سات سال بعد زید نے عارفہ کی حقیقی بہن زینب سے بھی نکاح کرلیااور دونوں بہنوں کو چند سال اپنے ساتھ رکھا بعد میں زید کو احساس ہوا کہ میرے لئے دو حقیقی بہنوں کا نکاح میں رکھنا صحیح نہیں لہذا زید نے عارفہ کو تین طلاق دے کر جدا کردیا ہے،اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقت جب کہ عارفہ زید کے نکاح سے نکل چکی ہے زینب زید کے نکاح میں اپنے سابق عقد کے مطابق رہ سکتی ہے یا زید کو زینب کے ساتھ عقد ثانی کرنے کی ضرورت ہے، یا دونوں ہی زید کے لئے حرام ہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) زید نے اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کیا تھا وہ صحیح نہیں تھا دونوں زنا کے مرتکب رہے، ہدایہ میں ہے ولا یجمع بین اختین نکاحاً ولا بملک یمین وطئاً لقوله تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین ولقوله علیه السلام من کان یؤ من باللہ والیوم الاخر فلا یجمعن ماء ه فی رحم اختین (ھدایه اولین ص ۲۸۸ ایضاً) فتاویٰ عالمگیری میں ہےواما الجمع بین ذوات الارحام فانه لا یجمع بین اختین بنکاح ولا

بوطئی بملک یمین سواء کانتا اختین من النسب اومن الرضاع ھکذا فی السراج الوھاج (الی قولہ) وان تزوجھا فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسدو یجب علیہ ان یفار قھا الخ (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۸.۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

اب جب کہ اس نے اپنی بیوی (عارفہ) کو تین طلاق دے کر جدا کر دیا ہے تو اس کی عدت طلاق ختم ہونے کے بعد زینب سے نکاح درست ہوگا، عدت کے اندر نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

اپنے بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کرنا اور اس کے لئے کسی دوسرے امام کے مسلک کا سہارا لینا؟:

(سوال ۲۳۹)(۱) ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جس سے اس کے بیٹے نے زنا کیا تھا، اس کا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲) یہ شخص حنفی ہے اور ابھی تک مذہب حنفی پر عمل پیرا رہا ہے کسی اور امام کے نزدیک بیٹے کی مزنیہ سے نکاح جائز ہو تو کیا یہ شخص صرف اس مسئلہ میں اس امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) اگر یہ واقعہ ہے کہ اس شخص کے بیٹے نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو اس کا نکاح اس عورت سے حرام ہے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ وحرم ایضاً بالصھریة اصل مزنیة (درمختار) حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعہ نسباً ورضاعاً (شامی ج ۲ ص ۳۸۴ فصل فی المحرمات) فتاوی عالمگیری میں ہے وکذا تحرم المزنی بھا علی اباء الزانی واجدادہ وان علوا وابنائہ وان سفلوا کذا فی فتح القدیر یعنی اسی طرح وہ عورت جس سے زنا کیا گیا حرام ہو جاتی ہے، زانی کے باپ دادا پر اگر چہ او پر تک ہوں، اور زانی کے بیٹوں پر اگر چہ نیچے تک ہوں (عالمگیری ج ۲ ص ۵ کتاب النکاح، الباب الثالث بالصھریة)

جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ لڑکے نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو یہ بات کیسے گوارہ کی جا سکتی ہے کہ اپنے مذہب کے خلاف دوسرے مذہب کا سہارا لے کر اس سے صحبت کرتا رہے حرام حلال کے معاملہ میں احتیاط سے کام لینا چاہئے جیسا کہ بخاری شریف میں ایک واقعہ ہے، عقبہ رضی اللہ عنہ نے ابواہاب کی لڑکی سے نکاح کیا تھا ایک عورت نے آ کر بیان کیا ”میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور ان کی اس بیوی کو بھی دودھ پلایا ہے“ عقبہ نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو نے مجھ کو دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھ سے کبھی اس کا ذکر کیا پھر ابواہاب کے لوگوں سے اس کی تحقیق کی ان لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ اس عورت نے تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے، تب عقبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ گئے اور یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا جب کہ یہ عورت ایسا کہتی ہے تو اب وہ بیوی کیونکہ تمہارے نکاح میں رہ سکتی ہے؟ اس وقت عقبہؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا (بخاری شریف ص ۶۴ ۷، ج ۲ ص ۶۵ ۷ باب شہادة المرضعہ۔ مشکوٰة شریف ص ۲۷۳، ص ۲۷۴ باب المحرمات)

(۲) بیٹے کے مزنیہ کو نکاح میں رکھنے کی غرض سے دوسرے امام کے مسلک کا سہارا لینا بھی جائز نہیں۔ اجماع کے خلاف ہے اور نفسانی خواہش کی اتباع ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں یکونون فی

وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصحح بحسب الغرض والھویٰ ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الامة ...... یہ لوگ ایک وقت اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے اور پھر (اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے) اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو اسے درست قرار دیتا ہے، اور اس طرح عمل کرنا بالاتفاق جائز نہیں (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۴۰)

صرف عورت کی خاطر اپنے مسلک کے خلاف کرنا اور مقصد پورا کرنے کے لئے کسی اور مسلک کا سہارا لینا خطرناک ہے، شامی میں ہے۔ ایک حنفی المسلک نے ایک اہل حدیث (غیر مقلد) کی لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا اس نے کہا اگر تو اپنا مذہب چھوڑ دے یعنی امام کے پیچھے قرأت پڑھے اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کرے تو پیغام منظور ہے اس حنفی نے یہ شرط منظور کر لی اور نکاح ہو گیا، شیخ وقت امام ابو بکر جوز جانیؒ نے یہ سنا تو افسوس کیا اور فرمایا النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذھب ایمانه وقت النزع لا نه استخف بالمذھب الذی ھو حق عنده وترکه لا جل جیفة منتنة. ترجمہ۔ (شیخ وقت امام ابو بکر جوز جانیؒ نے فرمایا کہ خیر) نکاح تو ہو گیا لیکن مجھے اس شخص کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے کہ اس نے عورت کے خاطر اس مذہب کے خلاف کیا اور اس مذہب کی توہین کی جس کو وہ آج تک حق سمجھتا تھا (شامی ج ۳ ص ۲۶۳ باب التعزیر مطلب فیما اذا ارتحل الی غیر مذھبه) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ.

فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم کے ایک فتویٰ پر اشکال کا جواب:

(سوال ۲۴۰) حامد نامی آدمی نے ایک ایسی عورت سے شادی کی جو اپنے ساتھ اگلے شوہر سے اپنی لڑکی لائی تھی، کچھ مدت کے بعد حامد نے اپنی عورت کو طلاق دے دی اور اس لڑکی سے تعلق قائم کر لیا اور اس سے ایک بچہ بھی ہوا ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حامد اس لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کی ماں اس کی مدخولہ ہے وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ساتھ رشتہ زوجیت قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور فتاویٰ رحیمیہ جلد ثانی کے ص ۱۰۸ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، اپنی بیوی کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے، کے عنوان سے دیکھیں ص۱۹۵ مرتب) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو جمع کر سکتا ہے، جو بظاہر قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے، اس کا جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(جواب) فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۰۸ کے سوال و جواب کی عبارت یہ ہے۔

(سوال) ایک آدمی اپنی عورت کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) کر سکتا ہے (شرح وقایہ ج ۲ ص ۱۵ محرمات)

شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے لا بین امرأة وبنت زوجھا (یعنی حرام نہیں ہے عورت کے ساتھ اس کے شوہر کی بیٹی کو جمع کرنا) اس لئے کہ یہ بیٹی اس عورت کی نہیں ہے بلکہ اس کے اگلے شوہر کی بیٹی ہے دوسری بیوی سے، ان دونوں کو جمع کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اپنی بیوی کی بیٹی جو پہلے شوہر سے ہے وہ حرام ہے، الغرض فتاویٰ

رحیمیہ جلد دوم کی صورت جداگانہ ہے آپ کی پیش کردہ صورت میں حامد کا اپنی بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے، نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تفریق ضروری ہے، عمدۃ الرعایہ میں ہے قوله لا بين امرأة الخ اى لا يحرم الجمع بين امرأة وبنت زوجها من زوجته الاخرىٰ وعمدة الرعايه على شرح الوقايه ج ٢ ص ١٥ ايضاً) فقط والله اعلم بالصواب. ٢٥ شعبان المعظم ١٤٠١ھ

سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں:

(سوال ۲۴۱) ایک پارسی لڑکی اور شیعہ لڑکے میں محبت ہوگئی، لڑکی نے اہل سنت والجماعت عالم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور سنی مسلمان ہوگئی اس کے بعد وہ دونوں میرے پاس آئے اور لڑکے نے کہا پہلے یہ پارسی تھی اور اب اہل سنت والجماعت عالم کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی ہے اور ہم نے قانونی کارروائی بھی کرلی ہے اب ہم دونوں باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کے درمیان رشتہ ازدواج قائم کردوں چنانچہ میں نے اس لڑکے کا اس نومسلم لڑکی سے نکاح کردیا بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکا شیعہ (داؤدی بوہرہ) ہے بوقت نکاح اس نے اپنا شیعہ ہونا ظاہر نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ سنی اور شیعوں کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ کے سوال اور زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ پارسی نوجوان لڑکی نے راندیرآ کر اہل سنت والجماعت عالم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے اس کے بعد اس نومسلمہ سنیہ لڑکی نے ایک نوجوان داؤدی بوہرہ (شیعہ) لڑکے کے ساتھ شادی کرلی ہے لڑکے نے اپنا داؤدی بوہرہ (شیعہ) ہونا ظاہر نہیں کیا بلکہ چھپایا لہذا نکاح نہیں ہوا، کسی سنی لڑکے سے نکاح کردیا جائے۔

روافض وشیعوں میں مختلف العقائد فرقے ہیں اور تقیہ ان کا شعار ہے اس لئے حقیقت حال کا معلوم ہونا اور امتیاز کرنا مشکل ہے، وہ لوگ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف عقیدے رکھتے ہیں مثلاً تحریف قرآن اور افک حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قائل ہیں اور معتقد ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اکثر صحابہ مرتد وکافر ہوگئے ہیں۔ العیاذ اللہ اس بنا پر ان کے ساتھ سنیہ لڑکی کا نکاح جائز نہیں، باطل ہے، لہذا آپ نے لڑکے کو سنی سمجھ کر نومسلمہ سنیہ سے جو نکاح پڑھایا ہے وہ صحیح نہیں ہوا باطل ہے۔ شامی میں ہے نعم لا شک فی تكفير من قذف السيدة عائشة اوانكر صحبة الصديق اواعتقد الالوهية فى على اوان جبرئيل غلط فى الوحى او نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقران باب المرتد مطلب مهم فى حكم سب الشيخين (شامی ج ۳ ص ۴۰۵، ۴۰۶)

قلت وهذا فى حق الرافضة والخارجة فى زماننا فانهم يعتقدون كفرا كثرا لصحابة فضلاً عن سائر اهل السنة والجماعة فهو كفر بالاجماع بالانزاع (مرقاة شرح مشكوة)

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتیٔ اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمنؒ فرماتے ہیں۔

(سوال ۴۵۵، ۶۲ ۷۔) شیعہ وسنت جماعت کی مناکحت باہم درست ہے یا نہیں؟ اگر بوجہ غلطی کے سنیہ کا نکاح شیعہ سے ہوگیا ہو اور رخصت نہ ہوئی ہو تو کیا کرنا چاہئے۔

(الجواب) باہم مناکحت شیعہ وسنیوں کی جائز نہیں ہے سنیہ لڑکی جس کا نکاح شیعہ مرد سے کیا گیا ہے وہ نکاح جائز نہیں ہوا۔ لڑکی کو رخصت نہ کیا جائے اور اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے دوسرے سنی مرد سے اس کا نکاح کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم (فتاوی دار العلوم ۳۔۴ص ۱۳۶ عزیز الفتاویٰ)

آپ کا دوسرا فتویٰ:۔

(الجواب) پس صورت مسئولہ میں نکاح اول جو شیعہ غالی سے ہوا صحیح نہیں ہوا۔ بلکہ باطل ہوا۔ اور دوسرا نکاح صحیح ہے۔ فقط (فتاوی دار العلوم ج ۳۔۴ص ۱۳۶ عزیز الفتاویٰ)

آپ کا تیسرا فتویٰ:۔

(سوال ۷۹۹/۱۱۹) ایک عورت سنی مذہب نے ایک شیعہ مرد سے نکاح کر لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ شیعہ ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا نکاح فسخ کرانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) رافضی اگر غالی ہے یعنی سب شیخین کرتا ہے اور حضرت صدیقہ کے افک کا قائل ہے اور دیگر عقائد کفریہ کا معتقد ہے تو وہ مرتد ہے سینہ عورت کا نکاح اس سے درست نہیں ہوا۔ اور دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم. کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ (فتاویٰ دار العلوم، عزیز الفتاویٰ ج ۳. ۴ ص ۱۴۷).

آپ کا چوتھا فتویٰ:۔

(الجواب) اس صورت میں آپ اپنی دختر کا نکاح ثانی کر دیں کیونکہ رافضی تبرائی سے نکاح سنی عورت کا منعقد نہیں ہوتا اور اگر بعد نکاح کے رافضی ہو جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے (فتاویٰ دار العلوم ج ۸ ص ۳۸۱ مدلل و مکمل)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مسئلہ: سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ بہت سے عالموں کے فتویٰ میں درست نہیں ہے اس لئے ہرگز سنی عورت کا شیعی مرد سے نکاح نہ کرے۔ (بہشتی زیور مع حاشیہ ص ۶ حصہ چہارم)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ

سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز نہیں (مفتی) کفایت اللہ۔ کان اللہ لہ۔ دہلی (کفایت المفتی ج ۵ ص ۲۰۹ کتاب النکاح)

آپ کا دوسرا فتویٰ:۔

لیکن اگر شیعہ غلطی وحی یا الوہیت علیؓ یا افک صدیقہ کا قائل ہو یا قرآن مجید میں کمی بیشی ہونے کا معتقد ہو یا صحبت صدیق کا منکر ہو تو ایسے شیعوں کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اور چونکہ شیعوں میں تقیہ کا مسئلہ شائع اور معمول ہے اس لئے یہ بات معلوم کرنی مشکل ہے کہ فلاں شیعہ قسم اول میں سے ہے یا قسم دوم میں سے۔ (کفایت المفتی ج ۵ ص ۲۰۴)

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ

(الجواب) فی الدر المختار ...... الی قولہ ...... حاصل جواب بنا علی العبارات المذکورہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ

میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ الخ بوجوہ ذیل ۔

(۱) ایک کثیر جماعت علماء اس طرف گئی ہے کہ مطلقاً سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ کسی حال میں منعقد نہیں ہوتا اگر چہ اس کا شیعہ ہونا بوقت نکاح ظاہر بھی ہو۔ اور یہ اس لئے کہ آج کل شیعہ عموماً وہ لوگ ہیں جو قطعیات اسلام کا انکار کرتے ہیں مثلاً صدیقہ عائشہؓ پر تہمت لگاتے ہیں یا تحریف قرآن وغیرہ کے قائل ہیں اور اس عقیدے کے لوگ باجماع امت کافر ہیں، البتہ جو شیعہ قطعیات کے منکر نہیں ان کے بارے میں احوط یہی ہے کہ کفر کا حکم نہ کیا جائے (فتاویٰ دار العلوم. امداد المفتین ج ۳. ۴ ص ۱۷۵. ۱۷۶) فقط واللہ اعلم بالصواب .

غیر مقلد کے لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۴۲) فرقہ غیر مقلدین کے متعلق آپ کا فتویٰ (گجراتی زبان میں) کتابی صورت میں چھپا ہے اس میں فرقۂ غیر مقلدین اور نام نہاد اہل حدیث کو بہ اقوال علماء راسخین باطل قرار دیا ہے اس فرقہ کے لڑکوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی لڑکیوں کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ہمارے یہاں بعض لوگ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ جلد از جلد جواب مرحمت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصولی وفروعی اختلافات ہیں یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار حق نہیں مانتے، ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں اور ان کی تقلید کو جس کے وجوب پر امت کا اجماع ہو چکا ہے ناجائز اور بدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں، بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابۂ کرام کا اجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے جب کہ یہ لوگ اسے بدعت عمری قرار دیتے ہیں اور تہجد کی آٹھ رکعت تراویح کے لئے پیش کرتے ہیں، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت عثمانی کہتے ہیں، ایک مجلس میں تین طلاق کا وقوع جس پر صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے انکار کرتے ہیں اور ایک طلاق کا فتویٰ دے کر زنا کاری وبدکاری میں مبتلا کرتے ہیں، صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے سے روکا ہے اور اس پر صحابہ کا اتفاق ہے یہ لوگ اس کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اور بعض چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ اور خود یہ لوگ ہم سے ہر معاملہ میں الگ رہتے ہیں ان کے علماء ہمارے علمی جلسوں میں شرکت گوارہ نہیں کرتے ان کی مسجد الگ ہوتی ہے ان کی عیدگاہ الگ ہوتی ہے۔ اور ابھی تازہ واقعہ ہے کہ امسال ہمارے یہاں کے غیر مقلدین نے جمہور مسلمانوں سے الگ رہ کر دوسرے دن عید کی، ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ نکاحی تعلق قائم کرنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے یہ فتنہ وفساد کا باعث ہے، لڑکی مرد کے ماتحت ہوتی ہے اس لئے اس کے عقائد واعمال یقیناً خراب ہوں گے لہذا اس کا مصلحتاً ہرگز دروازہ نہ کھولا جائے کتابی عورتوں سے نکاح درست تھا مگر اعتقادی اور اعمالی خرابی کے اندیشہ کی وجہ سے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت نہیں دی بلکہ سختی سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا میں حلال کو حرام قرار نہیں دیتا مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے کہ موجب بدعقیدگی اور باعث بداخلاقی وبداعمالی ہے۔

اس کے ساتھ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

(سوال ۲۳۱) جو فرقہ غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث بتلاتے ہیں ان سے بیٹا بیٹی کا بیاہ کرنا شرعاً جائز ہے یا

نہیں؟

(الجواب) اگر نکاح کیا جاوے گا نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن ایسے فرقوں اور ایسے متعصب لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے مناکحت و مواکلت و مشارت وغیرہ کو منع فرمایا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات بیاہ شادی کے قائم نہ کئے جائیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ج ۷ ص ۱۷۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۸ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ۔

حرمت مصاہرت کی ایک مشتبہ صورت:

(سوال ۲۴۳) انگلینڈ میں ایک لڑکی رہتی ہے اور اس کی بیوہ والدہ یہاں ہندوستان میں تنہا رہتی ہے، اس لڑکی کے ساتھ یہاں کے ایک لڑکے کا رشتہ طے ہوا ہے اور اب وہ اس لڑکی سے شادی کرنے کے لئے انگلینڈ جانے کی تیاری کر رہا ہے اس درمیان لڑکی کے سر پرستوں کو کئی خطوط بغیر نام کے موصول ہوئے ان سب کا مضمون یہ ہے کہ جس لڑکے کا رشتہ طے ہوا ہے لڑکے کا اس لڑکی کی والدہ کے ساتھ غلط تعلقات ہیں، لہذا یہ نکاح نہیں ہو سکتا، وہ لڑکی اس لڑکے پر حرام ہے، لڑکی کے سر پرستوں نے اس بات کی تحقیق کے لئے یہاں ایک شخص پر خط لکھا۔ تحقیق کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا کوئی چشم دید گواہ نہیں ہے، ہاں یہ محقق ہے کہ اس لڑکے کے مدت سے اس عورت کے ساتھ تعلقات ہیں، وہ اس عورت کے گھر۔ (جو تنہا رہتی ہے) بکثرت آمد و رفت رکھتا ہے، وہاں کھاتا پیتا بھی ہے اور گاہے سوتا بھی ہے، دونوں میں بے تکلفی بہت ہے، عورت جو کہتی ہے، لڑکا اس کے موافق کام کرتا ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے لوگوں کو اس پر شبہ ہے اور یہ بات مشہور بھی ہوگئی ہے۔ لڑکا قسم کھا کر کہتا ہے کہ کبھی بھی میں نے اس عورت سے غلط حرکت نہیں کی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیا ان خطوط کی بنا پر اس نکاح کو حرام کہا جا سکتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک بغیر نام کے خطوط شرعی شہادت نہیں ہیں، لہذا محض ان خطوط کی بنا پر حرمت ثابت نہیں کی جا سکتی اور اس سے نکاح کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جا سکتا۔

لیکن جب حقیقت یہ ہے کہ عورت یہاں تنہا رہتی ہے اور لڑکا اس کے یہاں مدت سے آمد و رفت رکھتا ہے، کھاتا پیتا بھی ہے اور کبھی کبھی سوتا بھی ہے اور تمام کام عورت کے کہنے کے موافق کرتا ہے ان وجوہات کی بنا پر لوگوں کا جو شبہ اور وہم ہے اس کو بلا دلیل نہیں کہا جا سکتا، ان قرائن کی بنا پر اس کو صحیح سمجھا جا سکتا ہے بالکل نظر انداز نہیں کر سکتے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد واجب الاذعان ہے **لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثها الشیطان رواه الترمذی.** یعنی جب کوئی شخص کسی عورت سے خلوت میں ملتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے وہ دونوں کو گناہ میں مبتلا کرنے کے لئے پوری کوشش کرنے لگتا ہے) (**مشکوٰة شریف ص ۲۶۹ کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبة**)

دوسری حدیث میں ہے عن جابر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احد کم مجری الدم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی عورتوں کے پاس مت جاؤ جن کی محرم ان کے ساتھ نہ ہوں، کیونکہ شیطان آدمی کے اندر خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹)

حرمت مصاہرت کا ثبوت صرف صحبت اور ہم بستری پر منحصر نہیں ہے بلکہ حالت شہوت میں بلا حائل ایک دوسرے کے بدن کو مس کرنے، چومنے، بوسہ لینے، اور شرم گاہ کو دیکھنے سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، یہ افعال قصداً ہوں یا نسیاناً۔ راضی خوشی سے ہوں یا کسی کے مجبور کرنے سے۔ (درمختار ج ۲ ص ۲۸۶۔ ۲۸۷ ولافرق فیما ذکر بین اللمس والنظر شهوة بین عمد ونسیان وخطأ واکراه فصل فی المحرمات)۔

لہٰذا لوگوں میں جو باتیں مشہور ہوگئی ہیں ان کو بالکل نظر انداز کر کے نکاح کرنا اور کرانا تقویٰ اور احتیاط کے خلاف ہوگا اور اس میں بدنامی بھی ہے جس سے بچنا ضروری ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے اتقوا مواضع التهمة تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو۔

غیر محرم سے پردہ کتنا ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے، حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی جوان کے والد زمعہ کی باندی کے بطن سے تھے محض اس بنا پر ان سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا کہ ان کے متعلق عتبہ کا یہ دعویٰ کہ وہ میرے نطفہ سے ہے اور وہ لڑکا عتبہ کے مشابہ تھا۔ اگرچہ شرعی قانون " الولد للفراش و للعاهر الحجر" کی بنا پر عتبہ کا لڑکا ہونے کا دعویٰ رد کر دیا گیا تھا اور زمعہ کا (جو حضرت سودہؓ کے والد ہیں) بیٹا قرار دیا گیا تھا مگر اس کے باوجود حضور ﷺ نے حضرت سودہؓ سے فرمایا "احتجبی منه" اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے اس سے پردہ کیا اور مرتے دم تک اس لڑکے نے اپنی بہن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا فمارأها حتی لقی الله (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان ۔الفصل الاول)

غور کیجئے! شریعت میں پردہ کا کتنا سخت حکم ہے، شریعت کی اس ہدایت کو بالائے طاق رکھ کر تنہائی میں غیر محرم عورت کے ساتھ ملنے، بات چیت کرنے، کھانے پینے اور سونے کو کس طرح صحیح کہا جا سکتا ہے؟ اور لوگوں کو ان باتوں کی وجہ سے شبہ ہو تو کس طرح اس کو بلا دلیل کہا جا سکتا ہے؟ اس لئے بہتر یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح کسی اور سے کر دیا جائے، اسی میں احتیاط اور تقویٰ ہے بدنامی سے حفاظت رہے گی۔

مزید وضاحت کے طور پر مندرجہ ذیل واقعہ غور سے پڑھیئے۔

حدیث میں ہے۔ عقبہؓ نے ابواہاب کی لڑکی سے نکاح کیا تھا ایک عورت نے آ کر بیان کیا'' میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور جس عورت سے عقبہ نے نکاح کیا ہے اس کو بھی دودھ پلایا ہے، عقبہ نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو نے مجھ کو دودھ پلایا ہے اور نہ اس سے قبل تو نے کبھی اس کا تذکرہ کیا ہے، پھر ابواہاب کے خاندان والوں سے اس کی تحقیق کی ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہم بھی نہیں جانتے کہ اس عورت نے تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے، تب عقبہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ گئے اور یہ مسئلہ پوچھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''کیف وقد قیل '' جب کہ یہ بات کہی جا رہی ہے (کہ تو اس کا رضاعی بھائی ہے) تو اب وہ

تیرے نکاح میں کیونکر رہ سکتی ہے؟ ففا رقھا ونکحت زوجاً غیرہ اس کے بعد عقبہ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۴، ص ۷۶۵ باب شہادۃ المرضعۃ) (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۳۔۲۷۴ باب المحرمات)

ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی لیکن تقویٰ اور احتیاط اور بدنامی کے خیال سے تفریق کو پسند کیا گیا۔ التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ھے۔ قوله كيف وقد قيل اى كيف تباشرها وتفضي اليها والحال انه قد قيل انك اخوها من الرضاعة وذلك بعيد من ذوى المروة والورع وفيه ان الواجب على المرء ان يحتنب موافق التهم والريبة وان كان برى الساحة . الى قوله . قال القاضي هذا محمول عندنا لاكثرين على الاخذ بالاحتياط والحث على التورع من مظان الشبه لا الحكم بثبوت الرضاع وفساد النكاح بمجرد شهادة المرضعة (كذافى فى شرح الطيبى) وفى فتاوى قاضى خان رجل تزوج امرأة فاخبره رجل مسلم ثقة او امرأة انها ما ارتضعا من امرأة واحدة قال فى الكتاب احب الى ان يتنزه فيطلقها ويعطيها نصف المهران لم يدخل بها ولا تثبت الحرمة بخبر الواحد عندنا مالم يشهد به رجلان اور جل وامراء تان وقال التوز پشتى وجه ذلك عند اكثر العلماء ان قوله كيف وقد قيل حث على التورع لمكان الشبهة (التعليق الصبيح ج ۴ ص ۳۲۔ ۳۳ باب المحرمات) فقط والله اعلم بالصواب .

مس بالشہوت کرنے والے کالڑکا ممسوسہ کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں

(سوال ۲۴۴) ایک آدمی مثلاً زید نے ہندہ کو چند سال قبل شہوت کے ساتھ مس کیا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی برا کام نہیں ہوا، اب ہندہ کی لڑکی اور زید کے لڑکے کی نسبت (منگنی) ہوگئی ہے، اور عنقریب نکاح ہونے والا ہے، شرعاً یہ نسبت صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید کے لڑکے اور ہندہ کی لڑکی کا نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جو نسبت طے ہوئی ہے، زید اور ہندہ کی فروع (اولاد) کے مابین ہے اور ہندہ کی لڑکی زید کے نطفہ سے نہیں ہے، تو موجودہ نسبت اور نکاح صحیح ہے۔

مس بالشہوت یا زنا سے، ممسوسہ یا مزنیہ عورت، زانی کے اصول اور فروع پر حرام ہو جاتی ہے اور اسی طرح ماس (مس کرنے والا) یا زانی مزنیہ یا ممسوسہ کے اصل وفروع پر حرام ہو جاتا ہے، لیکن زانی یا ماس کے اصول وفروع کے لئے مزنیہ یا ممسوسہ کے اصول اور فروع حرام نہیں ہوتے لہذا نکاح ہو سکتا ہے (قوله وحرم ايضا بالصهرية اصل مزنية) قال فى البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزانى وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها على الزانى نسباً ورضاعاً كما فى الوطء الحلال ويحل لاصول الزانى وفروعه اصول المزنى بها وفروعهاه (فصل فى المحرمات شامى ج ۲ ص ۳۸۴)

شامی کی خط کشیدہ عبارت موجودہ مسئلہ کی واضح دلیل ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:

اسی سے ملتا جلتا ایک سوال و جواب فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۵۸ پر ہے نیز اسی قسم کا ایک فتویٰ فتاویٰ محمودیہ ص ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۳ جلد نہم پر ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

چار پانچ سالہ بچی سے مس بالشہوت کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں :

(سوال ۲۴۵) ایک مرتبہ رات کو میں اپنی بیوی کے ساتھ لہو ولعب میں مشغول تھا اس کے پاس چار پانچ سالہ چھوٹی بچی سوئی ہوئی تھی، غلطی سے ایک مرتبہ بیوی کے ہاتھ کے بجائے اس چھوٹی بچی کی انگلی میرے ہاتھ میں آ گئی، تو اس کا کیا حکم ہے، کیا اس سے میری بیوی مجھ پر حرام ہوگئی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں چونکہ بچی بہت چھوٹی ہے، قابل اشتہاء نہیں ہے لہذا حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، درمختار میں ہے (هذا اذا كانت حية مشتهاة) و لو ماضيا (اماغيرها) يعنى الميتة وصغيرة لم تشته (فلا تثبت الحرمة بها اصلا. شامی میں ہے:۔ (قوله ' فلا تثبت الحرمة بها) اى بوطئها اولمسها او النظر الى فرجها وقوله اصلاً اى سواء كان بشهوة ام لا وسواء انزل اولا (درمختار و شامی ص ۳۸۷ ج ۲ فصل فی المحرمات)

امداد الفتاویٰ میں ہے:۔ ایک شخص اپنی چار پانچ برس کی عمر کی لڑکی کو ساتھ لے کر سویا، نیند میں اپنی بیوی سمجھ کر اس لڑکی کا بوسہ لیا اور اس کو لپٹایا، لیکن ایک بڑا تکیہ بیچ میں رکھ کر سویا تھا، اب اس کی بیوی اس پر حلال ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوئی بیوی حلال ہے لانها صغيرة جداً (امداد الفتاویٰ ص ۲۷۴ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب.

خسر کا اپنی بہو کے منہ کا بوسہ لینا:

(سوال ۲۴۶) زید اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنے وطن سے دور دوسرے شہر میں رہتا ہے، ایک مرتبہ وہ اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ اپنے وطن اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لئے گیا تھا، جس کمرہ میں زید کی بیوی ٹھہری ہوئی تھی وہاں اس کے خسر آتے رہتے تھے ایک مرتبہ جب کہ خسر اور بہو کمرہ میں تنہا تھے، خسر نے کچھ ہمدردی کے الفاظ کہتے ہوئے اپنی بہو کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے منہ کا بوسہ لے لیا، بہو کو اس حرکت پر بہت غصہ آیا مگر صبر کر گئی بعد میں جب زید آیا تو اس سے اس بات کا تذکرہ کیا، اور یہ بات زید نے اپنی والدہ سے کہی، زید کی والدہ نے زید کے والد سے اس کا تذکرہ کیا پہلے تو انہوں نے اس سے انکار کیا، کچھ زور دینے پر زید کے والد نے یہ کہتے ہوئے اقرار کیا کہ میں نے اپنی بیٹی سمجھ کر بوسہ لیا تھا، شہوت کا خیال بھی نہیں تھا، اس صورت میں زید کی بیوی زید کے لئے حلال رہی یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) درمختار میں ہے (قبل ام امرأته حرمت عليه امرأته الى ان قال) لان الاصل فى التقبيل الشهوة شامی میں ہے (قوله على الصحيح جوهرة)الذى فى الجوهرة للحدادى خلاف هذا فانه

قال لو مص او قبل وقال لم اشته صدق الا اذا کان المس علی الفرج و التقبیل فی الفم اه وھذا ھو الموافق لما سینقله الشارع عن الحدادی ولما نقله عنه فی البحر قائلا ورجحه' فی فتح القدیر والحق الخد بالفم اه ...... وقیل لا یصدق لو قبلها علی الفم وبه یفتی .ا ھ (درمختار و شامی ج ۲ ص ۳۸۸ باب المحرمات کتاب النکاح)

عالمگیری میں ہے: وکان الشیخ الامام الاجل ظهیر الدین المرغینانی یفتی بالحرمة فی القبلة فی الفم والخد والرأس وان کان علی مقنعة وکان یقول لا یصدق فی انه لم یکن بشهوة (عالمگیری ج ۲ ص ۷ کتاب النکاح باب ۳ المحرمات بالصهربة)

مندرجہ بالا عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں منہ پر بوسہ لینے کے سلسلہ میں خسر کی عدم شہوت والی بات قابل قبول نہ ہوگی اور قرائن اسی کے مؤید ہیں، دونوں تنہا کمرے میں ہیں، بوسہ لینے قبل پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا وغیرہ اس لئے حرمت ہی کا حکم لگایا جائے گا اور یہ بات تو واضح ہے کہ حرمت کے ثبوت کے لئے کسی ایک جانب سے شہوت ہونا کافی ہے درمختار میں ہے: وتکفی الشهوة من احدهما (درمختار ج ۲ ص ۳۸۹ فصل فی المحرمات) فقط واللہ اعلم بالصواب .

حرمت مصاہرت سے متعلق ایک عجیب سوال:

(سوال ۲۴۷) ایک شخص نے اپنی ساس سے زنا کرلیا، اس شخص کو اپنے فعل پر از حد ندامت ہے، لیکن حرمت مصاہرت کا مسئلہ اس کے لئے باعث تشویش بنا ہوا ہے کہ اب وہ کیا کرے، از روئے شرع اس کی بیوی اس پر حرام ہوچکی، اگر وہ اس صورت میں اپنے فعل کو بیوی سے چھپائے ہوئے طلاق دے کر جدا کرتا ہے تو طلاق دینے کی وجہ سے سسرال والوں کی طرف سے جان کا خطرہ ہے، سسرال والے دولت وقوت میں فائق ہونے کے ساتھ ساتھ غنڈے بھی ہیں، اس علاقہ کے تمام لوگ یہ بات جانتے ہیں اور ان لوگوں سے خائف رہتے ہیں، نیز اگر وہ شخص اپنے اس برے فعل کا اظہار کرتا ہے تو اس صورت میں بھی جان کا خطرہ ہے تو مذکورہ صورت میں اختلاف امتی رحمة کے پیش نظر امام شافعیؒ کے مسلک پر (کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی) عمل کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتح القدیر میں ایک حدیث ہے قال رجل یارسول اللہ انی زنیت با مرأة فی الجاهلیة افا نکح ابنتها ؟ قال : لا اری ذلک ولا یصلح ان تنکح امرأة تطلع من ابنتها علی ماتطلع علیه منها الخ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۱ فصل فی بیان المحرمات تحت قوله لا نها نعمة) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو اس کی بیٹی اس پر حرام ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے: ومن زنی با مرأة حرمت علیه امها وبنتها (ایضا ھدایہ اولین ص ۲۸۹) فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے حرمة الصهر تثبت بالعقد الجائز وبالوطئ حلالا کان او حراما او عن شبهة او زنا (الفتاویٰ تاتارخانیة ج ۲ ص ۶۱۸ الفصل السابع فی اسباب التحریم)

صورت مسئولہ میں ساس سے زنا کیا ہے تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی اور بیوی اس پر حرام ہوگئی، اب

شوہر بیوی کو طلاق دے کر علیٰحدہ کر دے، مذکورہ صورت میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک چھوڑ کر امام شافعیؒ کا مسلک اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، جہاں مسلمانوں کی کوئی شدید اجتماعی ضروری داعی ہو (بالفاظ دیگر عموم بلویٰ ہو) ایسے موقع پر کسی خاص مسئلہ میں کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے بشرطیکہ متبحر علماء اس کا فیصلہ کریں، انفرادی رائے کا کوئی اعتبار نہیں، انفرادی ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور خاص کر عورت کی خاطر مذہب حق کو چھوڑنا بڑا خطرناک ہے اور اس سے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، شامی میں ہے، ایک حنفی المسلک نے اہل حدیث (غیر مقلد) کی لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا، اس نے کہا اگر تو اپنا مذہب چھوڑ دے، یعنی امام کے پیچھے قراءت اور رفع یدین کرے تو پیغام منظور ہے اس حنفی المسلک نے شرط قبول کر لی اور نکاح ہو گیا، شیخ وقت امام ابوبکر جوز جانی رحمہ اللہ نے یہ سنا تو افسوس کیا اور فرمایا: **النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النزع لانه استخف بالمذهب الذی هو حق عنده و ترکه الا جل جیفة منتة**، یعنی نکاح تو جائز ہے لیکن مجھے اس شخص کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے کہ اس نے ایک عورت کی خاطر اس مذہب کی توہین کی جسے وہ آج تک حق سمجھتا تھا۔ محض عورت کی خاطر اسے چھوڑ دیا (**شامی ص ۲۶۳ ج ۳، باب التعزیر مطلب فیما اذا ارتحل الی مذهب غیره**)

مذکورہ صورت میں اختلاف امتی رحمۃ سے استدلال صحیح نہیں، جان کا خطرہ ہو تو وہ جگہ چھوڑ دے، لوگ معمولی باتوں کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ دیتے ہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے بعد خسر اپنی مزنیہ بہو سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں

(**سوال ۲۴۸**) خسر نے اپنی بہو سے زنا کر لیا، بیٹے کو بھی اس کا علم ہے تو وہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر حرام ہو جائے تو خسر اس عورت سے (یعنی بہو سے) نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(**الجواب**) اگر خسر اپنی بہو سے زنا کر لے تو وہ عورت اس کے بیٹے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، کہ اب بیٹے کو چاہئے کہ عورت کو طلاق دے کر علیٰحدہ کر دے، شامی میں ہے (**قوله وحرم ایضا بالصهریة اصل مزنیته) قال فی البحر اراد بحرمة المصاهره الحرمات الا ربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً ...... الخ شامی فصل فی المحرمات ص ۳۸۴ ج ۲**)

بیٹا کسی عورت سے نکاح کرے چاہے وہ اس سے صحبت کرے یا نہ کرے، وہ عورت ہمیشہ کے لئے اپنے خسر پر حرام ہو جاتی ہے، قرآن مجید میں ہے **وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم** اور تمہاری ان بیٹوں کی بیبیاں بھی حرام ہیں جو تمہاری نسل سے ہوں (**قرآن مجید، سورہ نساء، پ ۴**)

درمختار میں ہے (**وزوجة اصله وفروعه مطلقاً) ولو بعیداً دخل بها اولا**۔ شامی میں ہے (**قوله وزوجة اصله وفرعه) قوله تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح آباء کم وقوله تعالیٰ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم والحلیلة الزوجة وذکر الاصلاب لا سقاط حلیلة الا بن المتبنی لا لا حلال حلیلة الابن رضاعاً فانها تحرم کا لنسب بحروغیره (درمختار و شامی ج ۲ ص ۳۸۳ فصل فی**

المحرمات) لہٰذا صورت مسئولہ میں خسر اپنی بہو سے نکاح نہیں کرسکتا اگر نکاح کرے گا تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نواسہ اور پوتے کی بیوی محرمات سے ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۴۹) نواسہ اور پوتے کی بیوی سے پردہ ہے یا نہیں؟ وہ محرمات میں سے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نواسہ اور پوتے کی بیوی سے پردہ نہیں ہے، وہ محرمات میں سے ہے قولہ تعالیٰ حلائل ابنائکم یعنی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے اور بیٹے کے عموم میں پوتا نواسہ بھی داخل ہے لہٰذا ان کی بیبیوں سے بھی نکاح جائز نہ ہوگا، روح المعانی میں ہے ثم یراد بالا بناء الفروع فتحرم حلیلة الا بن السافل علی الجد الا علی وکذا ابن البنت وان سفل (روح المعانی ج ۴ ص ۲۶۰ سورۃ نسآء) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اخیافی ماموں بھانجی کا نکاح:

(سوال ۲۵۰) عائشہ مطلقہ ہوئی اس کو اس شوہر سے ایک لڑکی ہوئی تھی، اس کے بعد عائشہ نے ایک اور شخص سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا ہوا، سوال یہ ہے کہ اس شوہر سے پیدا شدہ لڑکے کا نکاح اس لڑکی کی لڑکی (یعنی عائشہ کی نواسی) سے ہوسکتا ہے؟

(الجواب) عائشہ کا لڑکا اور لڑکی دونوں آپس میں اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن ہیں لہٰذا آدمی کا اپنی اخیافی بہن کی لڑکی سے نکاح درست نہیں، کیونکہ یہ دونوں رشتہ کے اعتبار سے ماموں بھانجی ہیں حرمت علیکم (الی قولہ تعالیٰ) وبنت الا خت یعنی فروع الا خ والا خت بنا تھما وبنات ابنا ئھما وان سفلن سواء کان الاخ والا خت لابوین اولا حد ھما (تفسیر مظھری سورۃ النساء ص ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب .

زنا سے حاملہ کا نکاح:

(سوال ۲۵۱) ایک شخص نے پھوپھی زاد بہن کے ساتھ زنا کیا جس کے سبب وہ لڑکی حاملہ ہوگئی، اب یہ شخص اس سے نکاح کر کے دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مزنیہ حاملہ جب نہ منکوحہ ہے نہ معتدہ تو اب اس کا نکاح اس زانی سے ہوسکتا ہے نکاح کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی نہیں لہٰذا از روئے آیت کریمہ " واحل لکم ماوراء ذلکم (نساء) " نکاح درست ہے، اب جب زانی ہی سے نکاح ہو رہا ہے تو قبل ولادت بھی وہ صحبت کرسکتا ہے کیونکہ نطفہ اسی شخص کا ہے، اختلاط نطفہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ غیر زانی سے نکاح ہونے کی صورت میں قبل تولد اس عورت سے استمتاع درست نہیں بلکہ حرام ہے، کیونکہ یہاں اختلاط نطفہ لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ فانہ اذا کان الزانی ھو الناکح یصح النکاح اجماعاً (شرح النقایۃ ۲/۷ من یحرم نکاحہ وغیرہ) قال ابو حنیفة ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ یجوزان یتزوج امرأة حاملا من الزنا ولا یطؤ ھا حتی تضع وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لا یصح والفتوی علی قولھما کذا فی المحیط وکما لا یباح وطؤھا لا تباح دواعیہ کذا فی فتح القدیر

وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی هو بها وظهربها حبل فالنکاح جائز عند الکل وله ان یطأها عند الکل .(فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۲۸۰ القسم السادس بها حق الغیر) فقط واللہ اعلم بالصواب .

پھوپھی زاد بہن کی لڑکی اور خالہ زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح:

(سوال ۲۵۲) ہمارے یہاں دو نکاح ہونے والے ہیں (۱) حقیقی بھائی بہن میں سے بھائی کے لڑکے کا نکاح بہن کی لڑکی کی لڑکی (یعنی نواسی) سے طے ہوا ہے (۲) اور دوسرا نکاح دو حقیقی بہن میں سے ایک بہن کے لڑکے کا نکاح دوسری بہن کے لڑکے کی لڑکی (یعنی پوتی) سے ہونے والا ہے، آیا مذکورہ دونوں نکاح درست ہیں؟

(الجواب) جب پھوپھی زاد بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے تو اس کی لڑکی سے بھی جائز ہونا چاہئے، اسی طرح جب خالہ زاد بہن سے نکاح ہوسکتا ہے تو اس کے بھائی کی لڑکی یعنی خالہ زاد بھائی کی لڑکی سے بھی جائز ہونا چاہئے، حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں نکاح جائز ہیں وخص تعالیٰ العمات والخالات بالتحریم دون اولادهن لا خلاف فی جواز نکاح بنت العمة وبنت الخالة(احکام القران للجصاص ۱/ ۱۲۳ باب ما یحرم من النسآء تحت قوله وخالتکم الخ)فقط واللہ اعلم بالصواب .

شیعہ کلمہ گو ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو اس کے ساتھ نکاح کیوں جائز نہیں؟:

(سوال ۲۵۳) محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد سلام مسنون! میں میڈیکل کالج میں پڑھتی ہوں، ایک مسئلہ کے متعلق آپ سے تحقیق کرنا چاہتی ہوں۔

ایک شیعہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، مجھے بھی یہ رشتہ پسند ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ سے سنی عورت کا نکاح جائز نہیں، یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آتی، وہ ہماری طرح کلمہ پڑھتا ہے خود کو مسلمان کہتا ہے اس کے باوجود اس سے نکاح کیوں جائز نہیں؟ آپ اس سلسلہ میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں، کلمہ گو اور مسلمان ہونے کے باوجود نکاح کیوں جائز نہیں، بینوا توجروا۔ ایک خاتون، بیجاپور (کرناٹک)

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: مسلمان ہونے کے لئے صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں ہوتا بلکہ ان تمام باتوں پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا ضروری ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنا یا ایسا عقیدہ اختیار کرنا جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے چاہے وہ زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا رہے، حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں منافقین اسلام کا دعویٰ کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک مجلس میں قسم کھا کر کہتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ بالکل جھوٹے ہیں اور ان کے متعلق وعید بیان فرمائی کہ وہ جہنمی ہیں (زبانی دعویٰ کافی نہ ہوا) قرآن مجید میں ہے۔

اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنفقین لکذبون O

اتخذوا ایمانهم جنةً (قران مجید پارہ نمبر ۸ سورہ منافقون)

ترجمہ: جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں، اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اور باوجود اس کے) اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان و مال بچانے کے لئے) ڈھال بنا رکھا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ان المنفقین فی الدرک الا سفل من النار ولن تجد لهم نصیراً (قران مجید پ۸ سورہ نساء)

ترجمہ: بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور تو ہرگز ان کا مددگار نہ پاوے گا۔

مشہور منافق عبداللہ بن ابی بن سلول وہ بھی اپنے کو مسلمان کہتا تھا حتی کہ جب اس کا انتقال ہوگیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اس پر قران مجید کی یہ آیت نازل ہوئی و لا تصل علیٰ احد منهم مات ابدًا و لا تقم علیٰ قبره انهم کفروا بالله ورسوله وما توا وهم فسقون، اوران میں سے کوئی مرجائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن وغیرہ کے واسطے) اس کی قبر پر کھڑے ہوجائے (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں (قرآن مجید پارہ نمبر۱۰ سورۂ توبہ)

ہمارے زمانہ میں قادیانی بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کو اور قرآن کو مانتے ہیں مگر کیا اتنا کہنے سے وہ مسلمان ہیں؟ اہلسنت والجماعت کا فتویٰ یہ ہے کہ قادیانی اپنے غلط عقائد کی وجہ سے قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

یہی حال شیعوں کا ہے ان میں مختلف فرقے ہیں اور مختلف عقائد ہیں ان میں خاص کر اثنا عشری فرقہ کے عقائد حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم نے شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق ایک تفصیلی سوال مرتب فرمایا جس میں ان کے غلط اور فاسد عقائد بیان کرکے دریافت فرمایا کہ ان عقائد کی بنیاد پر یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہیں یا خارج؟ محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا اثنا عشری شیعہ بلا شک و شبہ کا فر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے اس جواب پر ہندوستان کے مشہور مفتیان کرام اور علماء عظام کے تصدیقی دستخط ہیں، اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدفیوضہم نے ماہنامہ ''الفرقان'' کا ایک خاص نمبر شائع فرمایا جس کا نام ''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' ہے، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء مطابق صفر المظفر تا ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ شمارہ ۱۰۔۱۲ جلد ۵۵ آپ بھی اسے ضرور ملاحظہ کریں۔

ان کے کچھ غلط عقائد ملاحظہ ہوں۔

(۱) ان کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے اس میں ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی ہوئی ہے، یہ بعینہ وہ

قرآن نہیں ہے جو اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا، یہ عقیدہ یقیناً موجب کفر ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد خداوندی ہے **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ' لحافظون.** ترجمہ: ہم نے ذکر یعنی قران مجید نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (قرآن مجید پ۱۴) لہٰذا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے اس میں ذرہ برابر تحریف ردوبدل اور کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔

(۲) سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت عمرؓ جو حضور اقدس ﷺ کے بعد بترتیب، امت کے افضل ترین افراد اور جلیل القدر صحابی ہیں اور ان کا اسلام بتواتر ثابت ہے، یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، اور شیعہ ان دونوں بزرگوں پر سخت لعن طعن اور معاذ اللہ ان کو منافق اور بدترین کافر کہتے ہیں، جب کہ حضور اقدس ﷺ ان دونوں بزرگوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں **اقتدو اباللذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ** میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰)

حضور اقدس ﷺ تو اپنے بعد امت کو ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم فرمارہے ہیں اور شیعہ ان دونوں پر لعن وطعن اور معاذ اللہ ان کو منافق اور کافر کہتے ہیں۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

نیز خلفاء راشدین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ارشاد فرمایا۔ **علیکم بسنتی وسنۃ الخفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ،** یعنی تم اپنے اوپر میرے طریقہ (سنت) کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم کرلو اور دانتوں سے مضبوط پکڑلو (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) حضور اقدس ﷺ، خلفائے راشدین کے طریقہ (سنت) کو لازم پکڑنے کا حکم فرمارہے ہیں اور ان کو ہدایت یافتہ ارشاد فرمارہے ہیں جب کہ شیعہ ان بزرگوں کو (حضرت علیؓ کے سواء) ضال اور گمراہ کہتے ہیں، ان کے اسلام اور صحابی ہونے کا انکار موجب کفر ہے۔

اسی طرح ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد اکثر صحابہ **(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)** کافر ومرتد ہوگئے تھے...... حالانکہ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم ان میں سے جن کی اقتداء کروگے ہدایت کی راہ پاؤگے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابۃ)

(۳) منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پورا ایک رکوع نازل فرمایا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت بیان فرمائی گئی (قران مجید، سورۂ نور) مگر اس کے شیعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر وہی تہمت لگاتے ہیں جو صراحۃً پورے رکوع بلکہ پورے قرآن کا انکار ہے اور موجب کفر ہے۔

(۴) حضرت جرائیل علیہ السلام نے معاذ اللہ وحی لانے میں غلطی کی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس وحی لے گئے، ان کے علاوہ اور بھی عقائد کفریہ ہیں۔

فقہ کی مشہور کتاب ''شامی'' میں ہے۔ **نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة او انکر صحبة الصدیق اواعتقد الا لوھیة فی علی اوان جبرئیل غلط فی الو حی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقر آن** ۔یعنی اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے یا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحابی ہونے کا انکار کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی یا ان کے علاوہ ایسے عقیدے رکھے جو صریح کفر اور قرآن کے مخالف ہیں **(شامی ص ۴۰۵، ص ۴۰۶ ج ۳ باب المرتد مطلب مھم فی حکم سب الشیخین)**

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ **قلت وھذا فی حق الرافضة والخارجة فی زماننا فانھم یعتقدون کفر اکثر الصحابه فصلا بین سائر اھل لسنة والجماعة فھو کفر بالاجماع بلا نزاع (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)**

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافرو لوقذف عائشة رضی اللہ عنھا بالزنا کفر باللہ ومن انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه فھو کافرو علیٰ قوله بعضھم ھو مبتدع ولیس بمکافر و الصحیح انه کافرو کذلک من انکر خلافة عمر رضی اللہ عنه فی اصح القول کذافی الظھیریة. ویجب اکفارھم باکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشة رضی اللہ عنھم.**

ویجب اکفار الزیدیة کلھم فی قولھم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا محمد صلی اللہ علیه وسلم کذافی الوجیز للکردری ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا وبتنا سخ الا رواح بانتقال روح الا له الی الائمة وبقولھم فی خروج اما م باطن وتبعطیلھم الا مروالنھی الی ان یخرج الا مام الباطن وبقولھم ان جبرائیل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ علیه وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه وھو لاء القوم خارجون عن ملة الا سلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھریة (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۴ ج ۲ موجبات الکفر منھا مایتعلق بالا نبیآء علیھم الصلاۃ)

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:۔رافضی جو شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا اور معاذ اللہ ان پر لعن وطعن کرے تو وہ کافر ہے، اور اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ بھی کافر ہے، اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت) کا انکار کرے تو صحیح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو اصح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے، اور جو حضرت

عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر کہ وہ بھی کافر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ ایک امام باطن ظاہر ہوگا جو شریعت کے اوامر ونواہی کو معطل (ختم) کردے گا وہ بھی کافر ہے، اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی حضرت علیؓ کے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس وحی لے گئے تو وہ بھی کافر ہے۔

جو شیعہ اس قسم کے عقائد رکھتے ہوں وہ کافر ومرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان سے نکاح کرنا بالکل صحیح نہیں ہے؟

ایک بات بطور خاص یہ ذہن میں رہے کہ تقیہ شیعوں کا مذہبی عقیدہ اور ان کا شعار ہے، تقیہ یعنی اپنے قول یا عمل سے اصل حقیقت کو چھپانا اور واقعہ کے خلاف ظاہر کرنا اور اس طرح دوسرے کو دھوکے میں مبتلا کرنا، اس لئے یہ معلوم کرنا کہ یہ شیعہ کس قسم کے عقیدہ رکھتا ہے، بہت ہی مشکل ہے لہذا اپنے ایمان کی حفاظت اسی میں ہے کہ خود کو ایسے بدعقیدہ کے حوالہ نہ کیا جائے۔

آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ کا ظہور حضور اکرم ﷺ کے بعد ہوا تو حضور ﷺ کے بعد ان فرقوں کا ظہور کیا حق ہونے کی دلیل ہے؟ بلکہ احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسے گمراہ فرقوں کے ظہور کی پیشن گوئی فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میری امت پر وہ سب آئے گا جو بنی اسرائیل پر آچکا ہے، بنی اسرائیل کے بہتر ۷۲ فرقے ہوگئے تھے، میری امت کے تہتر ۷۳ فرقے ہوجائیں گے، وہ سب دوزخی ہوں گے مگر صرف ایک ملت (فرقہ) ناجی ہوگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا وہ ملت کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ما انا علیہ واصحابی'' یہ وہ ملت ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں، (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اس حدیث میں غور کیجئے، حضور اقدس ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے اور ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ سب دوزخی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے، اور اس نجات پانے والے فرقہ کی علامت بتائی کہ وہ وہ فرقہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ، اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ اور صحابۂ کرام کے طریقہ کو اختیار کریں گے وہی نجات پائے گا، یہی فرقہ ''اہل سنت والجماعت'' کہلاتا ہے، اور شیعوں کا حال معلوم ہو چکا کہ وہ صحابہ کی اقتداء اور پیروی تو کیا کرے اجلۂ صحابہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور اکثر صحابہ کو کافر ومرتد کہتے ہیں، کیا ایسے جہنمی فرقہ کے ساتھ آپ نکاح کرنا اور اپنی ذات اس کے حوالہ کرنا پسند کریں گی؟ آپ کی جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی اپنے باپ کے طریقہ پر ہوگی، لہذا آپ ہرگز ہرگز شیعہ سے نکاح نہ کریں اور اگر نکاح کروگی تو وہ نکاح باطل ٹھیرے گا اور اولاد حرام ہوگی، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری۔ ۴ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ شب جمعہ۔

بیٹے کی ساس سے باپ کا نکاح:

(سوال ۲۵۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی ہے اور اب زید کا حقیقی باپ ہندہ کی حقیقی ماں سے نکاح کرنا چاہتا تو کیا یہ اس کے لئے صحیح ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! زید کا باپ زید کی زوجہ کی ماں یعنی باپ اپنے بیٹے کی خوش دامن سے نکاح کرسکتا ہے، یہ رشتہ حرام نہیں ہے۔ **ولا تحرم ام زوجة الابن (شامی ج۲ ص ۳۸۳ فصل فی المحرمات)فقط واللہ اعلم بالصواب.**

علاتی بہن کی نواسی سے نکاح جائز نہیں ہے:

(سوال ۲۵۵) عبدالوہاب اپنی علاتی (باپ شریک) بہن کی لڑکی کی لڑکی بلقیس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: حقیقی اور علاتی اور اخیافی تینوں قسم کی بہنوں کی لڑکیاں (بھانجیاں) اور ان لڑکوں (بھانجیوں) کی بیٹیاں بھی حرام ہیں۔ **وکذا الاخوات من ای جهة کن وبنات الاخوات وان سفلن** (قاضی خاں ج۲ ص ۶۵ ایضاً)(فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۲۷۳)

لہذا عبدالوہاب کا اپنی علاتی بہن کی لڑکی کی لڑکی بلقیس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا فقط واللہ اعلم بالصواب، یکم محرم الحرام ۱۳۸۰ھ۔

ساس کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے:

(سوال ۲۵۶) طاہرہ کا خاوند اپنی خوش دامن کی سوتیلی ماں رسول بی بی (یعنی طاہرہ کی سوتیلی نانی کا محرم ہے یا نہیں؟ غایۃ الاوطار کی عبارت "اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی" سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم ہے، طاہرہ کا خاوند طاہرہ کی موجودگی میں رسول بی بی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! صورت مسئولہ میں طاہرہ کا خاوند طاہرہ کے نانا کی بیوی رسول بی بی کا محرم نہیں ہے، رسول بی بی کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے، اور طاہرہ کے ساتھ رسول بی بی کو جمع کرنا بھی جائز ہے، اس لئے کہ طاہرہ اور رسول بی بی کے درمیان رشتہ ایسا نہیں جو موجب حرمت ہو، چنانچہ اگر رسول بی بی کو مرد قرار دیا جائے تو اس کے اور طاہرہ کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے **ولو فرضت المرأة ذکرا جازله ان یتزوج بنت الزوج لانها بنت رجل اجنبی (طحطاوی ج۲ ص ۲۷ ایضاً)**

البتہ طاہرہ مرد قرار دی جائے تو رسول بی بی نانا کی مدخولہ ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی مگر اس قسم کا رشتہ (یک طرفہ) مانع جمع نہیں ہے۔ **واذا لم یحرم النکاح بینهما الا عن جهة واحدة جاز الجمع بینهما، کما اذا جمع امرأة وبنت زوج کان لها من قبل (عینی شرح الکنز ج۱ ص ۱۱۸ ایضاً)**

غایۃ الاوطار کی عبارت "اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں اور نانیاں، ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی" (ج۲ ص ۱۲) سے رسول بی بی کا کوئی تعلق نہیں کہ عرف شرع میں یہ نانی نہیں بلکہ نانا کی مدخولہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب ۔۲ جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ۔

چچازاد بہن جو رضاعی بھتیجی بھی ہے اس سے نکاح درست نہیں ہے:

(سوال ۲۵۷) ہندہ کے دو بیٹے ہیں حسن جی اور محمد ، حسن جی کا بیٹا اسمعیل ہے ہندہ نے حسن جی کی بیوی (اپنی بہو) کے انتقال کی وجہ سے اسمعیل (اپنے پوتے) کو دودھ پلایا، محمد ، اسمعیل کا چچا ہوتا ہے ہندہ کے دودھ پلانے کی وجہ سے اب اسماعیل کا رضاعی بھائی بھی ہو گیا، اب مسئلہ یہ ہے کہ اسماعیل کا نکاح محمد کی بیٹی فاطمہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟
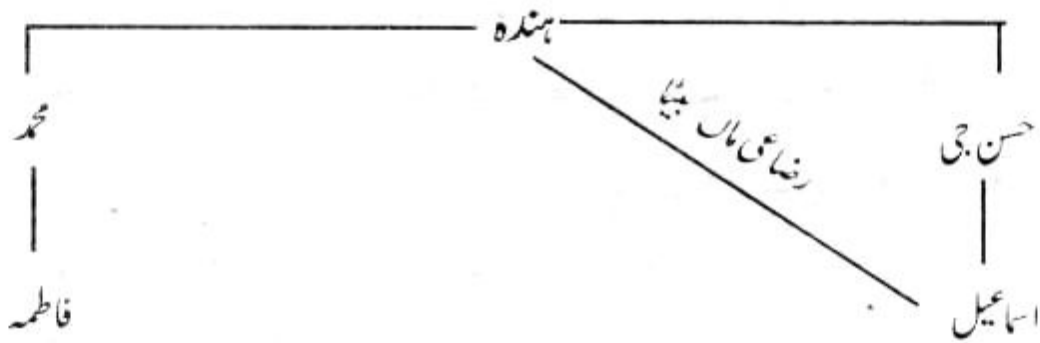
(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! اسمعیل کی شادی اس کے چچا اور رضاعی بھائی محمد کی بیٹی فاطمہ کے ساتھ نہیں ہو سکتی، فاطمہ دودھ کے رشتہ سے اسماعیل کی بھتیجی ہوتی ہے، اس لئے نکاح نہیں ہو سکتا، **فالکل اخوة الرضیع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته** (عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۷ کتاب الرضاع) شامی میں ہے **ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها وولدولدها لانه ولد الاخ** (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۵۶۱ باب الرضاع) فقط واللہ اعلم ۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ

باب الاولیاء والاکفاء

ولی لڑکی کے بدل نکاح پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں :

(استفتاء ۲۵۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین، چھوٹی لڑکی کی شادی ہوئی ہے اور اس کے بدل نکاح اس کے ولی نے پڑھا ہے۔ پھر لڑکے سے جھگڑا ہوا تو لڑکی کو وداع نہیں کی۔ اب لڑکی کی دوسری جگہ شادی کرانی ہے۔ تو طلاق لینے کی ضرورت ہے؟ اسی طرح طلاق کے بعد عدت بھی ضروری ہے؟

(الجواب) نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ یا دادا نے کرایا ہے تو یہ معتبر ہے۔ لڑکی بڑے ہونے کے بعد اس کو رد نہیں کرسکتی۔ " فان زوجهما الاب او الجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما "(هدايه ج ۲ ص ۲۹۷ باب في الاولياء والاكفاء) لہٰذا لڑکا بالغ ہونے کے بعد طلاق دے تب ہی لڑکی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ خلوت سے پہلے طلاق دے تو عدت واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ کے ایجاب وقبول کا اعتبار ولی کی قبولیت پر ہے :

(سوال ۲۵۹) نابالغ لڑکا سفر میں اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہے۔ اور انڈیا رہنے والی نابالغہ لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہے۔ لڑکی کے ساتھ اس کی ماں اور بہن ہے اور بھائی جس کی عمر انیس برس کی ہے سفر میں ہے جہاں شادی کرنے والا لڑکا رہتا ہے۔ تو مذکور لڑکے کی شادی کی اجازت لڑکا خود دے یا اس کا ولی؟ اسی طرح لڑکی خود اجازت دے یا اس کی ماں؟ یا سفر میں رہنے والا بھائی؟ مذکورہ نکاح پڑھنے پڑھانے کا صحیح طریقہ واضح فرمائیے۔

(الجواب) نابالغ لڑکے لڑکی کے ایجاب وقبول کا اعتبار نہیں، ولی کی قبولیت پر موقوف ہے۔[1] صورت مسئولہ میں نکاح کا سہل طریقہ یہ ہے کہ لڑکی کا بھائی مجلس نکاح میں شرعی گواہوں کے سامنے لڑکے کے باپ سے کہے کہ "میں نے اپنی بہن نامی ...... فلاں ...... کو ...... مہر کے عوض میں آپ کے اس لڑکے ...... نامی ...... فلاں ...... کے نکاح میں دیتا ہوں۔ جواب میں لڑکے کا باپ کہے کہ میں اپنے لڑکے نامی ...... فلاں ...... کی جانب سے قبول کرتا ہوں تو نکاح ہوجائے گا۔

شادی کے لئے کیسی لڑکی پسند کی جائے :

(سوال ۲۶۰) ایک آدمی کے لڑکے اور لڑکی کے نکاح کی بات ہورہی ہے۔ دونوں نمازی، دیندار ہیں، مالی حالت میں کمزور ہیں جس کی بنا پر نظر انداز کیا جارہا ہے اور جو دیندار، نمازی نہیں ہے مگر صاحب مال ہیں نیز خوبصورت اس کی طرف سب کا رجحان اور رغبت ہے، محلہ کے لوگ بھی انہیں کا مشورہ دیتے ہیں۔ صرف میں نے دیندار، نمازی کے انتخاب کا مشورہ دیا ہے کیا یہ نامناسب ہے۔

(الجواب) شادی کے لئے لڑکی کے انتخاب میں شریعت نے مال، جمال، حسب، نسب (خاندانی شرافت) اور

---

(۱) واذا زوجت الصغيرة نفسها فأجاز الولي جاز ولها الخيار اذا بلغت كذا في محيط السرخسي فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع في الاولياء ج ۱ ص ۲۸۶.

دینداری وغیرہ اوصاف میں دینداری کو ترجیح دی ہے، بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چار اوصاف کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔ مال، جمال، حسب ونسب اور دینداری۔ تمہاری کامیابی یہ ہے کہ تم دیندار کو حاصل کرو۔ [1] دوسری حدیث میں پانچواں وصف ''اخلاق'' بھی بیان فرمایا ہے۔ اس میں حسب کا ذکر نہیں ہے۔ اور ایک حدیث میں کہ باندی، ناک کان کٹی عیب دار کالی کلوٹی جو دیندار ہے۔ غیر دیندار آزاد و مالدار خوبصورت سے بہت اچھی ہے (جمع الفوائد ج اص ۲۱۶)

اور ترمذی شریف میں ہے کہ جب تمہیں ایسا آدمی پیغام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کردو، ورنہ زمین میں بڑا فتنہ اور فساد پھیل پڑے گا (ج ۱ ص ۱۲۸) [2] بہرحال آنحضرت ﷺ کی تاکید یہ ہے کہ نکاح کے لئے دیندار کو منتخب کیا جائے۔ لہٰذا آپ کا مشورہ صحیح ہے اور جب آپ سے مشورہ لیا گیا تھا تو آپ کا فرض یہی تھا کہ جس بات کو آپ صحیح اور موزوں سمجھیں اس کا مشورہ دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۰۵) [3]

ایک حدیث میں ہے جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کو ایسے کام کا مشورہ دے کہ اس کے سوا دوسرے کام میں خیر و برکت ہو تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۱) افسوس! اس چودھویں صدی کے مسلمانوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مقدس تعلیم اور حکمت وعظمت سے بھرپور فرامین کی قولاً وفعلاً وعملاً خلاف ورزی پر کمر کس لی ہے۔ اکثر افعال میں مسلمانوں کے قلوب میں تعلیم نبوی کی اتنی بھی قدر ومنزلت نظر نہیں آتی جس قدر بعض عوام (کافروں) کے دلوں میں دیکھی جاتی ہے۔ سبق آموزی کے لئے معتبر کتابوں سے دو واقعے درج ہیں۔

(۱) ایک بزرگ کی لڑکی کے لئے کئی جگہ سے پیغام پہنچے۔ بڑے بڑے نواب ورئیس اور شاہزادوں نے بھی رشتہ بھیجا۔ بزرگ نے اپنے پڑوسی یہودی سے مشورہ کیا کہ کس کا پیغام قبول کروں؟ یہودی کہنے لگا، میں نے سنا ہے، تمہارے نبی صاحب ﷺ نے فرمایا ہے کہ چار چیزوں کی وجہ سے عورت کی شادی کی جاتی ہے (۱) مال (۲) جمال (۳) حسب (۴) دین مگر سب سے اچھا اور بہتر دیندار سے نکاح کرنا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دیندار سب سے مقدم ہے۔ لہٰذا میری بات تسلیم ہو تو فلاں طالب علم کے ساتھ شادی کردو۔ مالداروں اور بڑوں سے انکار کردو کہ تم میں دینداری نہیں ہے۔ چنانچہ اس بزرگ نے ایسا ہی کیا۔

(۲) نوح بن مریم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کرنا چاہا تو ایک مجوسی سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ فارس کا بادشاہ کسریٰ تو مال کو ترجیح دیتا تھا اور قیصر حسن و جمال کو پسند کرتا تھا۔ اور رئیس عرب خاندانی شرافت اور حسب ونسب کو۔ اور تمہارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ دینداری کو ان سب پر مقدم سمجھتے تھے۔ یعنی کوئی دیندار اور متشرع تو ہے لیکن مال و جمال اور شرافت نہیں تو ایسے کو غیر دیندار، مال و جمال اور خاندانی شرافت والے پر ترجیح دیتے تھے۔ اب تم ہی غور کرو

---

(۱) عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال تنكح المرأة لا ربع لما لها ولحسبها وجمالها ولدينها فاظفرت بذات الدين تربت يداك كتاب النكاح باب الا كفاء فی الدين.

(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الا تفعلوه تكن فتنة فی الارض وفساد عريض ابواب النكاح باب ماجآء فی من ترضون دينه فزوجوه ج ۱ ص ۲۰۷)

(۳) عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم المستشار مؤتمن باب ماجآء ان المستشار مؤتمن ج ۲ ص ۱۰۹)

کہ کس کی اقتداء کی جائے؟ فارس اور روم کے رؤسا کی یا سرورِ دو عالم ﷺ کی؟

غرض یہ کہ دیندار کو پسند کرے۔ اس میں مال، جمال اور شرافت بھی ہو تو نور علی نور ہوگا۔

بالغہ از خود کسی سے نکاح کر لے تو درست ہے:

(سوال ۲۶۱) ایک لڑکی ہے اس سے پاک محبت ہے۔ اور وہ لڑکی میرے بغیر دوسرے سے شادی کرنا نہیں چاہتی میرے والد نے اس کے والد سے پوچھا تو وہ شادی کا انکار کرتا ہے۔ اب وہ لڑکی مجھ سے کہتی ہے کہ ہم باہر جا کر نکاح کر لیں تو یہ نکاح قرآن وحدیث کی رو سے منعقد ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اگر آپ کفو ہیں تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔ کیونکہ لڑکی عاقلہ، بالغہ ہو تو اپنے کفو (برابری کے خاندان) کے لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے، ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے ہدایہ میں ہے **وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وان لم یعقد علیها ولی بکراً کانت اوثیباً (الیٰ) وعن ابی حنیفة وابی یوسف انه لا یجوز فی غیر الکفو (هدایه ج ۲ ص ۲۹۳. ۲۹۴ باب الاولیآء والاکفاء)** شرعی گواہوں (دو مسلمان عاقل، بالغ مرد، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں) کی حاضری میں عاقل، بالغ لڑکا، لڑکی ایجاب وقبول کر لیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جائے۔ **ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین، حرین، عاقلین، بالغین، مسلمین، رجلین، اورجل وامرأتین (هدایه ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب النکاح)**

لڑکی کب بالغہ ہوتی ہے؟ اور بلوغت کے بعد وہ اپنا نکاح خود کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۶۲) ایک لڑکی کافی تندرست ہے اور اسکول کے دفتر کے مطابق اس کی عمر پندرہ سال اور پانچ مہینہ کی ہے اس نے خود اپنی مرضی سے دو مسلمان گواہوں کے روبرو ایک شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اپنی عمر اکیس سال لکھوائی اور اس طرح اس نے اپنی مرضی سے ایک جگہ نکاح کر لیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پندرہ سالہ لڑکی شرعاً بالغہ شمار ہوتی ہے **والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الا نزال صریحاً لانه قلما یعلم منها فان لم یعلم فیهما شئی فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی (درمختار مع الشامی ج ۵ ص ۱۳۲)**

لہذا کوئی اور وجہ عدم جواز کی نہ ہو صرف عمر کی وجہ سے شبہ ہو تو یہ وجہ عدم جواز کی نہیں ہے۔ بلاشبہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ بچوں کے نکاح کا طریقہ کیا ہے:

(سوال ۲۶۳) نابالغ، نابالغہ سے ایجاب وقبول کس طرح کرایا جائے، اگر کسی نے درج ذیل طریقہ سے ایجاب وقبول کرایا تو درست ہے یا نہیں؟

(الف) مجلس نکاح میں نکاح خواں دو شاہدوں کے سامنے اور حاضرین مجلس کے روبرو نابالغہ لڑکی کے

باپ کو خطاب کر کے یوں کہتا ہے کہ آپ نے اپنی لڑکی کو بعوض مہر اتنے میں فلاں صاحب کے لڑکے کے نکاح میں '' بیوی بنا کر دی'' نابالغہ کے باپ نے کہا '' دی'' اب نکاح خواں نابالغ کے باپ سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ آپ نے فلاں صاحب کی لڑکی کو اپنے لڑکے کے نکاح میں '' بیوی بنا کر قبول کی'' تو نابالغ کے باپ نے کہا کہ '' قبول کی'' اس طریقہ سے ایجاب وقبول کرایا ہوا نکاح صحیح ہوگیا۔ یا نہیں؟

(الجواب) (الف) صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا، ایجاب وقبول کا مذکورہ طریقہ صحیح ہے۔ لڑکے اور لڑکی کے والد وکیل نہیں، صرف ولی ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال) (ب) رجسٹر میں کس طریقہ سے درج کیا جائے لڑکی کا باپ جو ولی ہے بجائے لڑکی کے خود دستخط کردے اسی طریقہ سے لڑکی کے باپ بحیثیت ولی کے دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگائے تو کافی ہے یا نہیں؟ لڑکے اور لڑکی کے دستخط کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(الجواب) (ب) رجسٹر میں لڑکے لڑکی کا نام درج ہو اور ولی بقلم کر کے اپنا نام لکھ دے وے لڑکے لڑکی کے دستخط کی ضرورت نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال) (ج) نیز نابالغ نوشہ سے لفظ '' نکحتھا و قبلتھا'' کہلائے جائیں یا نہیں؟

(الجواب) (ج) اس کی ضرورت نہیں۔ ولی کا اس کی طرف سے قبول کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال) (د) نابالغہ سے رسماً اجازت کی ضرورت ہوگی؟

(الجواب) (د) اجازت کی ضرورت نہیں، اور اس کی اجازت اس وقت معتبر بھی نہیں، **فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم**۔

لڑکی نے باپ کے لحاظ میں نکاح کی اجازت دی تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۶۴) عاقلہ بالغہ لڑکی سے والد نے کہا کہ میں تیرا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں لڑکی نے اس شخص کا نام سن کر ناراضگی ظاہر کی اور انکار کیا مگر جب والد نے زیادہ اصرار کیا تو ظاہراً اجازت دے دی مگر دل سے ناراض تھی اس کے سارے رشتے دار بھی اس آدمی سے نکاح کرنے پر راضی نہ تھے، جب لڑکی سے اجازت لینے کے لئے گواہ اور وکیل پہنچے تو اپنے باپ کے لحاظ اور شرم کی وجہ سے نکاح کی اجازت دے دی اور رضامندی ظاہر کی مگر دل سے راضی نہیں تھی، نکاح کے بعد لڑکی رخصت ہوگئی مگر لڑکی اپنے شوہر سے ہمیشہ ناراض رہتی ہے اولاد بھی ہوئی، سوال یہ ہے کہ اس طرح سے نکاح صحیح ہوا یا نہیں، لڑکی ہمیشہ یہ کہتی ہے کہ میرا نکاح زبردستی کرایا گیا میں تمہارے ساتھ نکاح کرنے پر تیار نہ تھی، اب کیا حکم ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں لڑکی اگرچہ دل سے ناراض تھی مگر جب کہ باپ کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح کرنے کی وکیل کو اجازت دے دی تو نکاح درست ہوگیا، اولاد بھی ہوچکی ہے لہذا نباہ کرنا چاہئے۔ [1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من اب اوسلطان بغیر اذنها بكرا كانت او ثیبا فان فعل ذلک والنكاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل كذا فی السراج الوهاج. فتاوىٰ عالمگیری الباب الرابع فی الاولیاء : ص۲۸۷.

والدین کے ناراض ہوتے ہوئے لڑکی کفو میں نکاح کرے تو درست ہے یا نہیں :

(سوال ۲۶۵) لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں عاقل ہیں آپس میں نکاح کے لئے راضی ہیں لڑکا اس کے کفو کا ہے مگر دونوں کے والدین ناراض ہیں تو وہ لوگ آپس میں نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں اور خاندان، دینداری اور پیشہ کے لحاظ سے لڑکا پست اور گرا ہوا نہیں ہے کہ لڑکی کے اولیاء کے لئے باعث عار ہو تو والدین رضامند ہوں یا ناراض دونوں کا نکاح درست ہے اور بلا وجہ شرعی والدین کو ناراض نہ ہونا چاہئے اور نکاح کر دینا چاہئے ورنہ گنہگار ہوں گے، حدیث میں ہے من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه . یعنی جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے، پس جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے اور اگر بالغ ہو گیا اور اس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ (بھی) ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ کتاب النکاح) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة في الارض وفساد عريض جب پیغام دے تمہیں وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو اگر تم نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو جاوے گا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷ کتاب النکاح)

ہاں اگر لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے بلا رضامندی نکاح درست نہ ہوگا۔ شامی میں ہے فان حاصله ان المرأة اذا زوجت نفسها من كفؤ لزم على الا ولياء وان زوجت من غير كفوء لا يلزم او لا يصح (شامی ج ۲ ص ۴۳۶ باب الكفاءة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد صغیرہ کا نکاح کر دے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۶۶) ایک نابالغہ بچی کا باپ موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے اس بچی کا نکاح اس کے چچا نے کر دیا حالانکہ بچی کا باپ اس نکاح سے بالکل خوش نہیں ہے، نہ نکاح سے پہلے خوش تھا نہ نکاح کے بعد تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس صورت میں باپ دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) باپ کے ہوتے ہوئے ماں صغیرہ کا نکاح کر دے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) باپ عاقل اور سمجھدار اور اہل ولایت میں سے ہو اس کے موجود ہوتے ہوئے اگر صغیرہ کا نکاح کوئی اور کر دے تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر باپ نکاح کی اجازت دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ وہ نکاح منعقد نہ ہوگا، درمختار میں ہے۔ فلو زوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته (درمختار ج ۲ ص ۴۳۲ باب الولی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وان زوج الصغير او الصغيرة ابعد الا ولياء فان كان الا قرب حاضراً وهو من اهل الولاية توقف نكاح الا بعد على اجازته وان لم يكن من اهل الولاية بان كان صغيراً او كبيراً مجنوناً جاز ..... الخ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱۲ ج ۲ كتاب النكاح الباب الرابع فی الا ولياء)

صورت مسئولہ میں نابالغ بچی کا باپ اہل ولایت میں سے ہو (یعنی عاقل، بالغ سمجھدار ہو) مجنون اور دیوارنہ نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے بچی کے چچا نے نکاح کردیا اور باپ نکاح سے پہلے بھی اس سے خوش نہیں تھا اور نکاح کے بعد بھی اس پر راضی نہیں ہوا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا باپ کسی اور جگہ نکاح کرسکتا ہے۔

امدادالفتاویٰ میں ہے:

(سوال) ہندانابالغہ کا نکاح باوجود ہونے ولی کے غیرولی نے پڑھادیا...... تو یہ نکاح مقبول ہے یا مردود ومطرود؟

(الجواب) یہ نکاح موقوف ومعلق رہے گا اگر ولی کو خبر پہنچے اور اس نے اجازت دی تو جائز ونافذ ہوجائے گا ورنہ جائز ونافذ نہ ہوگا، فقط (امدادوالفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ دیوبند)

(۲) باپ کے ہوتے ہوئے ماں صغیرہ کا نکاح کردے تو یہ نکاح بھی باپ کی اجازت پر موقوف ومعلق رہے گا اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح منعقد ہوجائے گا ورنہ نہیں۔

امدادالفتاویٰ میں ہے: باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے پس اس کا کیا ہوا نکاح موقوف ومعلق رہا تھا، جب زید (یعنی باپ) آیا اور اس نے کہہ دیا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں تو وہ نکاح باطل ہوگیا...... الخ (امدادالفتاویٰ ص ۱۹۷ ج ۲ مطبوعہ دیوبند) فقط واللہ اعلم۔

لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف نکاح پر مجبور کرنا:

(سوال ۲۶۷) زید نے اپنی لڑکی جو بالغہ ہے اس کا رشتہ ایک جگہ طے کرنے کا ارادہ کیا، جب لڑکی کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے فوراً انکار کیا اور کہا کہ میں اس جگہ ہرگز شادی نہیں کروں گی، مجھے وہ بالکل پسند نہیں، اس کی لائن بہت خراب ہے، بددین ہے میرا اس کے ساتھ نباہ نہ ہوسکے گا، زید نے لڑکی کی بات پر دھیان نہیں دیا اور لڑکی کو مار پیٹ کر زبردستی اسی جگہ منگنی کردی، منگنی ہونے کے بعد بھی لڑکی بالکل انکار کررہی ہے اس درمیان ایک اور رشتہ آیا، یہ لڑکا دیندار پابند صوم وصلوٰۃ ہے، لڑکی کو یہ رشتہ پسند ہے لیکن لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ میں نے جو رشتہ طے کیا ہے تجھے اس کے ساتھ ہی نکاح کرنا ہوگا، اب آپ بتایئے کہ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ باپ کا مجبور کرنا صحیح ہے؟

(۲) اگر لڑکی اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے اس لڑکے سے نکاح کرے جو اسے پسند ہے تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں، امید ہے کہ جواب عنایت فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو لڑکی بالغہ ہو اس پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں، یعنی باپ وغیرہ کوئی شخص اس کا نکاح جبراً کسی جگہ بلا اس کی رضامندی نہیں کرسکتا، بالغہ ہوجانے کے بعد وہ اپنے نفس کی خود ولی اور مختار ہوجاتی ہے، درمختار میں ہے (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لا نقطاع الولاية، وفي الشامي (قوله ولا تجبر البالغة) ولا الحر البالغ. یعنی بالغہ لڑکی کو نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بالغ ہونے کی وجہ سے (باپ دادا وغیرہ کو) اس پر ولایت ختم ہوجاتی ہے اور اسی طرح آزاد بالغ لڑکے کو بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا (درمختار و شامی ج ۲ ص ۴۱۰ باب الولی الاختیار لتعلیل المختار میں ہے ولا اجبار على البكر البالغة في النكاح (الاختيار ج ۳ ص ۹۲)

صورت مسئولہ میں اگر سوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں تو والدہ (زید) کو چاہئے کہ لڑکی پر زبردستی نہ

کرے پوری زندگی کا معاملہ ہے، سوچ سمجھ کر لڑکی کے مشورہ سے طے کیا جائے لڑکی کی رضامندی کے بغیر اگر زبردستی نکاح کر دیا گیا اور خدانخواستہ آئندہ دونوں میں نباہ نہ ہوا تو جھگڑے ہوتے رہیں گے۔ فرقت اور طلاق کی نوبت بھی آسکتی ہے لہٰذا زید کو اپنی بات پر اصرار نہ کرنا چاہئے، لڑکی ادب واحترام کے ساتھ اپنی بات پیش کرے والدین کی بے ادبی نہ ہونے پائے دوسرا رشتہ جو آیا ہے سوال کے مطابق لڑکا دیندار پابند صوم وصلوٰۃ اور ہم کفو ہے لڑکی کو بھی پسند ہے تو دیندار کو ترجیح دینا چاہئے، حدیث شریف میں ہے۔ اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد عریض یعنی جب تمہیں ایسا شخص پیغام دے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کروا اگر تم نکاح نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷ کتاب النکاح)

زمانہ بہت آزادی کا ہے، والدین کو بے جا زبردستی نہ کرنا چاہئے، گاہے ان کی بے جا سختی کی وجہ سے لڑکی راہ فرار اختیار کرتی ہے اور پھر سنگین اور ناقابل برداشت نتائج سامنے آتے ہیں لہٰذا اگر لڑکی کی بات صحیح ہو تو اس کی بات تسلیم کر لینا چاہئے، مناسب یہ ہے کہ ابتداء ہی میں اس کی رائے معلوم کر لی جائے، ہاں اگر لڑکی غلطی پر ہو ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس نے غلط رائے قائم کی ہو تو دلائل اور اچھے انداز سے اس کو سمجھانا چاہئے۔ اولاد کو بھی چاہئے کہ والدین کا ادب واحترام کریں وہ ان کے خیر خواہ ہیں بدخواہی نہیں کریں گے، اگر دینداری اور حسن اخلاق کو مدنظر رکھتے ہوئے رشتہ طے کرنا چاہتے ہیں تو ان کی اطاعت کرنا چاہئے ان کے دل کو دکھانا نہ چاہئے، ان کی دعائیں شامل حال رہیں گی اور انشاء اللہ اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

(۲) لڑکی اگر خود نکاح کرلے تو کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق فتاوی رحیمیہ میں ہے" جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں اور خاندان دینداری اور پیشہ کے لحاظ سے لڑکا پست اور گرا ہوا نہیں ہے کہ لڑکی کے اولیاء کے لئے باعث عار ہو تو والدین رضامند ہوں یا ناراض دونوں کا نکاح درست ہے اور بلا وجہ شرعی والدین کو ناراض نہ ہونا چاہئے اور نکاح کر دینا چاہئے ورنہ گنہگار ہوں گے، حدیث میں ہے من ولد له ولد فلیحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علی ابیه. یعنی جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اس کو چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے پس جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے، اور اگر وہ بالغ ہو گیا اور اس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ (بھی) ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱ باب الولی فی النکاح الخ) .الی قوله ۔ ہاں اگر لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے، بلا رضامندی نکاح درست نہ ہوگا، شامی میں ہے۔ فان حاصله ان المرأة اذا زوجت نفسها من کفوء لزم علی الاولیاء وان زوجت من غیر کفء لا یلزم او لا یصح (شامی ج ۲ ص ۴۳۲ باب الکفاءۃ بحواله فتاوی رحیمیه ص ۲۲۴ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بلا اجازت ولی غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا:

(سوال ۲۶۸) لڑکا لڑکی دونوں عاقل بالغ سنی حنفی ہیں، لڑکی سید (آل رسول ﷺ) خاندان کی ہے اور لڑکا نیچ ذات کا (جولاہا) ہے، دونوں باہم شادی کرنے کے لئے رضامند ہیں مگر لڑکی صاف طور پر یہ شرط لگاتی ہے کہ میرے والدین

کی رضامندی اور منظوری ضروری ہے، اس کے بغیر شادی نہیں کر سکتی۔لڑکے کی طرف سے لڑکی کے والدین کی منظوری حاصل کرنے کی مسلسل کوشش دو سال تک کی جاتی ہے مگر لڑکی کے والدین اس رشتہ کو غیر کفو بتاتے ہیں اور منظور نہیں کرتے، اس کے بعد لڑکا ایک دن لڑکی کو اپنے کسی دوست کے گھر لے جاتا ہے جہاں لڑکی اکیلی ہوتی ہے، اور لڑکا ایک نکاح خواں کو لاکر اپنے دو دوستوں کو گواہ بنا کر لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے، اس وقت لڑکی کے والدین یا اور کوئی رشتہ دار وہاں نہیں تھے لڑکی نے مجبوراً نکاح قبول کیا مگر بعد میں لڑکی نے کہا کہ اس چوری چھپے شادی کو میں دھوکا سمجھتی ہوں اور اب تو مجھے بھی تم سے سخت بیزاری ہوگئی ہے اور کسی قیمت پر میں تمہارے یہاں نہیں جاؤں گی، لڑکی کے والد کو جب یہ تمام ماجرا معلوم ہوتا ہے تو وہ فوراً اس ڈرامائی نکاح کو رد کر دیتے ہیں، کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ اگر درست ہے تو لڑکی کے والد اس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسطورہ میں عدم کفو کی بنا پر نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوا لہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔ درمختار میں۔(ویفتی)فی غیر الکفء (بعدم جوازہ اصلاً) وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان (قولہ وھو المختار للفتویٰ) وقال شمس الائمۃ وھذا اقرب الی الا حتیاط کذا فی تصحیح العلامۃ قاسم الخ (درمختار و شامی ص ۴۰۸، ص ۴۰۹ جلد نمبر ۲، باب الولی)

الحیلۃ الناجزہ میں ہے: پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرے، اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے پہلے اجازت کا ہونا شرط ہے، لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں رہے گی، کما فی تنویر الابصار نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی ولہ اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عمّ فی الا صح و الا م والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد، ویفتی بعدم جوازہ اصلا اھ وایدہ صاحب الدر بقولہ وھو المختار للفتویٰ والعلامۃ الشامی وغیرہ بقول شمس الائمۃ وھذا اقرب الی الا حتیاط (الحیلۃ الناجزہ ص ۸۴ خیار کفاءت)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے۔

(سوال) زید غیر کفو غیر صحیح النسب نے اپنے کو شریف النسب بتلا کر بکر شریف سید کی بالغہ لڑکی ہندہ سے بوکالت۔ غیر ولی نکاح کیا اس صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) درمختار میں ہے: ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار لفساد الزمان الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے بلا اجازت ورضاء ولی کے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، پس جب کہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا تو فسخ کی ضرورت نہیں ہے (فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل ص ۲۰۹، ص ۲۱۰ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب.

غیر حافظ لڑکے کا نکاح حافظہ لڑکی سے:

(سوال ۲۶۹) غیر حافظ لڑکا حافظ قرآن لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن

پر کسی اور چیز کو رکھنا جائز نہیں لہذا نکاح نہیں ہوسکتا، آپ وضاحت فرمائیں بینوا توجروا۔؟

(الجواب) غیر حافظ لڑکا جب کہ دیندار متشرع ہوتو وہ حافظہ لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے، لڑکی کے حفظ اور اس کی دینداری کی وجہ سے اس کے مرتبہ میں اضافہ ہو جائے گا اور حفظ قرآن کی نسبت سے اس کا احترام بھی کرنا ہوگا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے نکاح جائز نہ ہو اور عورت مرد پر حاکم ہو جائے اور **الرجال قوامون علی النساء** کا حکم بدل جائے، سوال میں جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ قرآن مجید محسوس صورت میں ہوتو اس وقت قرآن مجید پر کوئی اور کتاب یا کوئی اور چیز رکھنا جائز نہ ہوگا، اور صورت مسئولہ میں یہ بات نہیں ہے ورنہ اس شخص کی دلیل کے پیش نظر اس حافظہ لڑکی کا بیت الخلاء جانا، استنجاء کرنا بھی جائز نہ ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کو بیت الخلاء میں لے جانا اور قرآن مجید کے سامنے ستر کھولنا لازم آئے گا حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں، بلا تکلف اس کے لئے یہ چیزیں جائز ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

عاقلہ بالغہ لڑکی کے باپ سے پوچھ کر اس کا نکاح قاضی نے پڑھا دیا تو ہوا یا نہیں؟:

(سوال ۲۷۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عاقلہ بالغہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا ہے مگر نکاح پڑھاتے وقت نکاح کی مجلس میں قاضی صاحب نے ہندہ کے باپ زید سے پوچھ کر نکاح پڑھا دیا اور کوئی وکیل وگواہ نہ تھے نہ اور کسی سے پوچھا گیا تو اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! جب باپ نے لڑکی سے اجازت لے کر قاضی کو نکاح پڑھانے کے لئے کہا اور قاضی نے مسلمانوں کے حضور نکاح پڑھایا تو نکاح صحیح ہوگیا، ہاں اگر لڑکی اپنے نکاح ہونے کی خبر سن کر انکار کردے کہ مجھے نکاح منظور نہیں ہے میں نے اجازت نہیں دی تھی تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت أو ثیبافان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جازوان ردته بطل کذا فی السراج الوهاج. فتاوی عالمگیری. الباب الرابع فی الاولیآء ج ۱ ص۲۸۷.

باب المہر والجھاز

خلوت سے پہلے طلاق یا موت کی صورت میں مہر:

(سوال ۲۷۱) لڑکی کی شادی ہوئی لیکن ابھی خاوند کے ہاں پہنچی نہیں تھی کہ وہ مر گیا یا اس نے طلاق دے دی (ہر دو صورت میں صحبت نہ ہوئی) تو عورت مہر کی حق دار ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں خاوند کے مرنے سے وہ کل مہر کی حق دار ہے اور طلاق کی صورت میں نصف مہر کی حق دار ہے۔(۱)

بعوض مہر جو چیزیں عورت کے نام لکھ دی جائیں ان کا مالک کون ہے:

(سوال ۲۷۲) زید نے نکاح کے وقت اپنی عورت کو زیور و مکان بعوض مہر دے دیا اور نکاح خوانی کے دفتر میں زیور مکان وغیرہ کو مہر کے عوض میں لکھوایا ہے جو اس وقت بھی نکاح خوانی کے دفتر میں درج ہے، اب شوہر ماں باپ دادا دادی اور دیگر اقرباء عورت کو وہ مکان دینا نہیں چاہتے اور اس کی حق تلفی کرنا چاہتے ہیں، عورت پریشان ہے، کیا مذکورہ عورت مکان اور زیور وغیرہ کی شرعاً حق دار ہے یا نہیں؟ شوہر اور اس کے ماں باپ اور اس کے رشتے دار عورت کو اس کا حق دینے سے انکار کریں تو وہ لوگ شرعاً گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب نکاح خوانی کے وقت زید اور اس کے والد کی رضا مندی سے شرعی گواہوں کی موجودگی میں زیورات اور مکان بعوض مہر عورت کو لکھ دیا تو ان زیورات اور مکان کی مالک عورت ہے اس کو نہ دینا حق تلفی اور ظلم ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں مہر لازم ہے یا نہیں:

(سوال ۲۷۳) ایک عاقلہ بالغہ لڑکی کی شادی ہوئی مگر رخصتی نہیں ہوئی، لڑکی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اگر طلاق دی جائے تو مہر لازم ہوگا یا نہیں؟ اور عدت کا خرچ دینا لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت کو رخصتی سے پہلے طلاق دے دی جائے تو وہ نصف مہر کی حق دار ہوتی ہے اس کے لئے عدت نہیں ہے لہذا عدت کا نفقہ بھی لازم نہیں، اگر لڑکی بعوض مہر طلاق کا مطالبہ کرے اور لڑکا منظور کر لے تو عورت نکاح سے خارج اور مہر ساقط ہو جائے گا، اس کو شریعت میں ''خلع'' کہتے ہیں۔ ویجب نصفه بطلاق قبل وطء وخلوة (قوله ویجب نصفه) ای نصف المهر المذکور (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۵۶ باب المهر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کے مرنے کے بعد اس کے والدین اس کا مہر معاف کر دیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۷۴) ہمارے شہر میں یہ عرف بنا ہوا ہے کہ شادی کے موقع پر جو مہر مؤجل طے ہوتا ہے وہ دلہن کے مر جانے کے بعد اس کے والدین معاف کر دیتے ہیں جس کو مرنے والی دلہن اچھی طرح جانتی ہے۔

---

(۱) والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت أحد الزوجین فتاویٰ عالمگیری الفصل الثانی فیما یتأکد بة المهر والمتعة ج ۱ ص ۳۰۳.

(الف) کیا اس طرح اس کے والدین کے معاف کردینے سے معاف ہوجائے گا؟

(ب) اگر معاف نہیں ہوتا تو پھر دلہن کے مرجانے کے بعد ادائیگی کی کیا صورت ہوگی، بینوا توجروا۔

(الجواب) مہر مؤجل بیوی کا قرض ہے اب مرنے کے بعد اس کے ورثاء (جن میں شوہر بھی داخل ہے) حق دار ہوں گے، بیوی کے ماں باپ کو اپنا حصہ نہ لینا ہو تو وہ دوسروں کو ہبہ کرسکتے ہیں "معاف کردیا" کہنا کافی نہ ہوگا، فتاویٰ رحیمیہ جلد اول کا مقدمہ ملاحظہ کیجئے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(نوٹ) اگر اولاد ہے تو شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا ورنہ نصف ملے گا۔

بدکار عورت مہر کی حق دار ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۷۵) ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے بچشم خود اپنی بیوی کو فعل بدکا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ان دونوں نے اقبال جرم بھی کیا ہے اس بنا پر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، عورت زانیہ ہے کیا وہ مہر پانے کی مستحق ہے؟ اور اسی طرح عدت کا خرچہ اس کو ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (الجواب) عورت بدکار اور ناشزہ ہو تو عدت کے خرچ کی مستحق نہیں ہے البتہ مہر کی حقدار ہے، صورت مذکورہ میں مہر ساقط نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رخصتی سے پہلے طلاق دے دی تو مہر لازم ہوگا۔ یا نہیں؟ اور ایسی عورت سے دوبارہ نکاح کرنا:

(سوال ۲۷۶) زید کی شادی ہوئی مگر شب عروسی سے قبل ہی لڑکی اپنے میکہ سے فرار ہوگئی یہ خبر جب زید کو پہنچی تو زید نے دو گواہوں کے سامنے یوں کہا، میں نے اس کو طلاق دے دی، طلاق دے دی، طلاق دے دی۔ اب نمبر ا زید مہر ادا کرے یا نہیں۔ نمبر ۲۔ دوبارہ زید اگر اسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ عدت لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے **وان طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى لقوله تعالىٰ وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن (هدايه اولين ص ۳۰۴ باب المهر)**

(۲) جب خلوت سے پہلے شوہر نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ میں نے اس کو طلاق دے دی، طلاق دے دی، طلاق دے دی، تو پہلی طلاق سے عورت نکاح سے نکل گئی اس کے لئے عدت بھی نہیں اس لئے دوسری اور تیسری طلاقیں واقع نہ ہوں گی، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہ لفظ کہا ہے کہ "میں نے تین طلاق دے دی"، تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی شرعی حلالہ کے بغیر عورت حلال نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے **واذا طلق الرجل امرأته ثلثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالا ولى ولم تقع الثانية والثالثة وذلك مثل ان يقول انت طالق طالق طالق لان كل واحد ايقاع على حدة اذلم يذكر فى آخر كلامه ما يغير صدره حتى يتو قف عليه فتقع الا ولى فى الحال فتصا دفها الثانية وهى مبانة (هدايه**

اولین ص ۳۵۱ فصل فی الطلاق قبل الدخول)فقط واللہ اعلم بالصواب .۱۸ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دے تو مہر اور عدت لازم ہے یا نہیں

(سوال ۲۷۷) دلہن رخصت تو ہوگئی اور دلہا کے ساتھ تنہائی اور خلوت صحیحہ بھی ہوئی مگر ہم بستری سے پہلے ہی کسی وجہ سے دلہانے طلاق دے دی تو مہر اور عدت لازم ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب خلوت صحیحہ (کامل خلوت) ہوگئی، جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو پورا مہر واجب ہوگا اور عدت بھی لازم ہوگی۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مہر فاطمی کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار کیا ہے؟:

(سوال ۲۷۸) مہر فاطمی کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار کیا ہے؟ تولے کے اعتبار سے کتنے تولے ہوتے ہیں؟ اگر روپے مقرر کرنا چاہے تو کتنے روپے مقرر کرے؟ اسی طرح اگر بیرون ملک پونڈ ڈالر وغیرہ مقرر کرنا چاہے تو کتنی مقرر کرے؟ ایک سو ساڑھے ستائیس روپیوں کو مہر فاطمی سمجھا جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمی کہتے ہیں، وہ چار سو مثقال چاندی تھی، ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے، لہذا چار سو مثقال چاندی کی مقدار ایک سو پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے۔

مظاہر حق میں ہے ''اور مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو مثقال چاندی کا ہے جس کے ڈیڑھ سو روپیہ (یعنی تولہ) ہوئے۔'' (مظاہر حق ج ۳ ص ۱۴۵، کتاب النکاح باب الصداق)

(اس زمانہ میں روپیہ چاندی کا ہوتا تھا اور اس کا وزن تقریباً ایک تولہ ہوتا تھا اس لئے ڈیڑھ سو روپیہ یعنی ڈیڑھ سو تولہ ہوا)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہم کا فتویٰ

(سوال) حضرت فاطمہؓ کا مہر کتنا تھا جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں؟

(الجواب) ۴۰۰ مثقال جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے۔ (ماھنامہ نظام جو لائی ۱۹۶۵ء مطابق ربیع الاول ۱۳۸۵ھ ص ۴۰ باب الاستفسار).

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں

''مہر فاطمی کی مقدار چار سو مثقال وارد ہے، مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے لہذا کل وزن ۱۵۰ تولہ ہوا، اور اتنی چاندی کی قیمت مروجہ دیکھنی چاہئے۔'' (انوار الباری شرح صحیح بخاری اردو ج ۴ ص ۶۱)

(۱) والخلوۃ مبتدء خبرہ قولہ الآتی کالوطء بلا مانع حسی کمرض لا حدھما یمنع الوطء وطبعی کوجود ثالث ...... وشرعی کاحرام الفرض او نفل الخ درمختار مع الشامی باب المھر مطلب فی احکام الخلوۃ ج ۲ ص ۴۶۵.

حضرت مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں

''حضرت فاطمہؓ کا مہر ڈیڑھ سو تولہ چاندی تھی'' (فضائل نکاح ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ ہتھوڑہ ضلع باندہ)

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی مدظلہ:

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کے مہر کی صحیح مقدار:۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر۔ راجح یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی مقرر کیا گیا تھا، جس کا وزن تقریباً ۱۵۰ تولہ ہوتے ہیں۔''

(معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں ص ۵۳، مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو)

مہر فاطمی کی مقدار میں (تولہ کے اعتبار سے) دیگر اقوال بھی ہیں، چنانچہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''اور مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم (کمافی عامة روایات الحدیث) اس کی مقدار تولہ کے حساب سے ایک سو ستائیس تولہ تین ماشہ ہوتی ہے۔'' (اوزان شرعیہ ص ۱۰ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۴۲۴)

اور آپ ہی کا دوسرا فتوی یہ ہے۔

''مہر فاطمی کی مقدار پانسو درہم ہے جس کا وزن رائج الوقت ایک سو پینتالیس تولہ دس ماشہ ہوا۔''

(فتاویٰ دارالعلوم، امداد المفتیین ج ۳۔ ۴ ص ۲۰۱ خیر الامور فی مقدار المہور) مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیو بند۔

یہ تین اقوال ہیں ان میں سے جس پر عمل کرنا چاہے کر سکتا ہے مگر بہتر اور احتیاط اس میں ہے کہ ایک سو پچاس تولہ چاندی مہر مقرر کی جائے (اور آج کل کے نئے تول کے اعتبار سے ایک تولہ ۶۶۴ ۱۱ گرام، ۱۱ گرام کا ہوتا ہے تو ۱۵۰ تولہ کے تقریباً ۶۰۰ ملی گرام۔ ۱۷۴۹ گرام ہوتے ہیں، کسر پوری کر کے ۱۷۵۰ گرام شمار کئے جائیں) اگر مہر میں ۱۵۰ تولہ چاندی (یا آج کے نئے تول کے اعتبار سے ۱۷۵۰ گرام چاندی) مقرر کی جائے یہی بہتر ہے، اور اگر مہر میں روپے مقرر کرنا چاہے تو چونکہ چاندی کے دام بازار میں کم وبیش ہوتے رہتے ہیں لہذا جس روز مہر مقرر کی جائے اس روز بازار میں چاندی کے جو دام ہوں اس کا حساب کر کے ایک سو پچاس تولہ (یا ۱۷۵۰ گرام) چاندی کی جتنی قیمت ہوا تنے روپے مقرر کئے جائیں تاکہ ادا کرتے وقت اختلاف نہ ہو، ہر ملک کے سکہ کا یہی حکم ہے، پونڈ ہو یا ڈالر یا اور کوئی سکہ۔

(نوٹ): مہر میں اگر چاندی کا حساب کر کے روپے مقرر کئے ہیں تو فی الحال مہر ادا کرے یا بعد میں ادا کرے، چونکہ روپے متعین کر دیئے ہیں لہذا جب بھی ادا کرے مقرر شدہ روپے ادا کرے اور اگر ۱۵۰ تولہ چاندی مقرر کی ہے تو جس وقت مہر ادا کرے اس وقت ۱۵۰ تولہ چاندی ادا کرے یا اس وقت چاندی کے جو دام ہوں اس کے حساب سے روپے ادا کرے۔)

ایک سو ساڑھے ستائیس روپیوں کو مہر فاطمی سمجھنا صحیح نہیں ہے، غالباً کسی زمانہ میں ۱۵۰ تولہ چاندی ایک سو ساڑھے ستائیس روپے میں آتی ہوگی، تو اس وقت ایک سو ساڑھے ستائیس روپے مہر فاطمی ہوگی، مگر آج کسی صورت میں نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح کے پیغام کے وقت لڑکی والوں کی طرف سے جہیز کے نام سے رقم طلب کی جاتی ہے اس موقعہ پر یہ رسم ختم کرنے کی نیت سے رقم کے بجائے مہر فاطمی پیشگی دینا کیسا ہے

(سوال ۲۷۹) ہمارے یہاں اور اطراف میں یہ دستور اور رواج ہے کہ جب لڑکے کی طرف سے کسی جگہ نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے تو لڑکی والوں کی طرف سے ایک رقم کا مطالبہ ''جہیز'' کے نام سے ہوتا ہے، لڑکی والے رقم وصول کر کے اس رقم سے دعوت اور لڑکی کے کپڑوں وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں، اور یہ رقم سال بہ سال بڑھتی جاتی ہے اس کے بغیر عموماً نکاح کا پیغام قبول نہیں کیا جاتا، اس رسم کی وجہ سے بہت سے لڑکے لڑکیاں نکاح سے محروم رہتے ہیں، ان کی حیثیت رقم دینے کے لائق نہیں ہوتی۔ تو شرعاً لڑکی والوں کی طرف سے رقم کا مطالبہ کرنا کیسا ہے، اس رسم کی ادائیگی میں ہزاروں روپے خرچ کئے جاتے ہیں مگر مہر بہت معمولی مقرر کی جاتی ہے، ہمارے ذہن میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے کہ مہر فاطمی کی سنت تقریباً متروک ہو رہی ہے، رسم کے طور پر جو رقم دی جاتی ہے اس کے بجائے مہر فاطمی پیشگی (نکاح سے قبل) لڑکی کو دے دی جائے تو ممکن ہے کہ جہیز کے نام پر رقم لینے کی رسم ختم ہو اور مہر فاطمی کی سنت زندہ ہو، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مہر فاطمی نکاح سے قبل دینا کیسا ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں، بینوا توجروا۔ (کوسمبا ضلع سورت)

(الجواب) آپ کا سوال پڑھ کر بہت افسوس اور دکھ ہوا جہیز کے نام سے جو سودے بازی کا رواج ہو رہا ہے یہ بہت ہی قابل ملامت اور لائق ترک ہے، اس رواج کا شریعت سے کوئی تعلق اور کوئی نسبت نہیں ہے، غیر اسلامی طریقہ ہے اور مزاج شریعت کے خلاف ہے، حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان اعظم النکاح برکة ایسره' مؤنة (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ کتاب النکاح)

گاؤں گاؤں اس رواج کے خلاف عملی قدم اٹھانا چاہئے اور لوگوں کو سنت کے مطابق نکاح کرنے کی ترغیب دینا چاہئے، غلط ماحول اور بے حیائی کا زمانہ ہے، گھر گھر ٹی وی کی لعنت آرہی ہے، بے پردگی کا دور دورہ ہے، لڑکے لڑکیاں آپس میں آزادانہ ملتے ہیں، زنا کے یہ اسباب اس نازک زمانہ میں بکثرت موجود ہیں، اگر نکاح میں اس قسم کی پابندیاں اور غلط رواج جاری رہیں گے تو زنا کاری اور زیادہ ہوگی اور دنیا میں عظیم فتنہ ہوگا اور بہت سے لڑکے لڑکیاں نکاح کی نعمت سے محروم رہیں گے۔

نکاح کے موقعہ پر لڑکی یا لڑکے والے کی طرف سے مہر کے علاوہ کسی اور چیز کا مطالبہ کرنا اور اس کا لینا دینا رشوت ہے، اور رشوت شریعت میں حرام ہے۔ درمختار میں ہے (اخذ اهل المرأة شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده) لانه رشوة (قوله عند التسلیم) ای بان ابی ان یسلمها اخوها او نحوه' حتی یأخذ شیئاً، وکذا لو ابی ان یزوجها فللزوج الاسترداد قائما او هالکاً لانه رشوة بزازیه (شامی ج ۲ ص ۵۰۳ باب المهر)

بوقت نکاح شوہر پر شرعاً مہر لازم ہوتا ہے، مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (تقریباً دو تولہ گیارہ ماشہ چاندی) ہیں، اگر حیثیت ہو تو مہر فاطمی مقرر کی جائے، حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدة النسأ حضرت فاطمة الزہراء

رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا وہ مہر فاطمی ہے، اس کی مقدار چار سو مثقال چاندی تھی ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے، لہذا چار سو مثقال چاندی کی مقدار ایک سو پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے، دوسرے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ چاندی کا قول بھی ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۱-۲۳۲ - ج ۸) دیگر بنات طاہرات اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین کا بھی (سوائے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے) یہی مہر تھا، یہ سنت تقریباً متروک العمل ہو رہی ہے رسم ورواج میں ہزاروں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں مگر مہر جو درحقیقت عورت کا شرعی حق ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ نہیں ہے، حیثیت ہوتے ہوئے بھی کم سے کم مہر مقرر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اگر نکاح سے پہلے مہر دے دیا جائے اور لڑکی والے اس سے متفق ہوں تو قبل از نکاح بھی مہر دیا جا سکتا ہے، درمختار اور شامی کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے، درمختار میں ہے (خطب بنت رجل وبعث الیها اشیاء ولم یزوجها ابوها فما بعث للمهر یسترد عینه قائماً) فقط وان تغیر بالا ستعمال (او قیمته هالكاً) لا نه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد الخ (قوله فما بعث للمهر) ای مما اتفقا علی انه من المهر (شامی ج ۲ ص ۵۰۱ باب المهر مطلب فیما یر سله الی الزوجة)

غایۃ الاوطار میں ہے: منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیاء کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ کیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسی کو پھیرے نہ اس کی قیمت کو اگر چہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت پھیر لے (واپس لے) اگر نہ موجود ہو اس واسطے پھیرے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہ ہوا، تو پھیر لینا جائز ہوا۔ (غایۃ الاوطار ص ۵۹ ج ۲)

صورت مسئولہ میں آپ نے مہر فاطمی پیشگی دینے کی جو رائے تحریر کی ہے اس پر عمل ہو سکتا ہے، جہیز کے نام سے جو کچھ لین دین ہوتا ہے وہ بالکل غلط رواج اور ظاہراً رشوت ہے، اس سے یہ صورت (جو آپ نے تحریر فرمائی ہے) بدرجہا بہتر ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس رواج کو ختم کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائیں، اور جگہ جگہ اصلاح معاشرہ کی کوشش کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

احتیاطی طور پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم کیا گیا ہو وہاں تجدید مہر ضروری نہیں ہے:

(سوال ۲۸۰) (الف) جن الفاظ کفر پر تجدید نکاح کا حکم مفتیان کرام نے دیا ہو اس میں مہر جدید ضروری ہے یا مہر سابق کافی ہے۔

(ب) اس تجدید نکاح میں عورت کو پورا اختیار حاصل ہے یا اسی شوہر کے ساتھ نکاح ضروری ہے؟

(ج) اگر اسی کے ساتھ نکاح ضروری نہیں تو عدت کے بعد دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(د) اور عدت کتنی گذارنی ہوگی؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! پہلے فتویٰ میں اس شخص کے کفر کا اور اسلام سے خارج ہو جانے کا حکم نہیں لگایا گیا ہے ایمان کا خطرہ میں پڑ جانا لکھا ہے، اور احتیاطاً وزجراً وتشدیداً تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم کیا ہے۔ درمختار میں ہے۔

وما فیه خلاف یؤمر بالا ستغفار والتوبة وتجدید النكاح (قوله والتوبة) ای تجدید

الاسلام (قولہ وتجدید النکاح) ای احتیاطاً الخ (شامی ج ۳ ص ۴۱۱ باب المرتد)

عامی شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ اب اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا۔ انتہا درجہ کی نفرت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے، یہ طلب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں، اس کی قدرت سے باہر ہے (معاذ اللہ) لہذا صورت میں تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم احتیاطاً ہے، اور تجدید نکاح کے لئے تجدید مہر ضروری نہیں، عورت اسی سے نکاح کرے، دوسرے سے نہیں کر سکتی، البتہ عورت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ تاوقت یہ کہ تجدید ایمان وتجدید نکاح پر شوہر آمادہ نہ ہو اور دوسری ناجائز وحرام حرکتوں سے باز نہ آوے اپنی ذات کو اس کے حوالہ نہ کرے۔ قال الشامی عن الفتح والتاکید خلاف الظاھر و علمت ان المرأۃ کالقاضی لا یحل ان تمکنہ اذا علمت منہ ماظاھرہ خلاف مدعاہ ص ۲۶۹ ج ۳ (امداد الفتاویٰ ص ۴۶۳ ج ۲ مطبوعہ دیو بند) (بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۸ ص ۲۱۲) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مرد کے زیورات مطلقہ کے پاس ہوں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۸۱) میرے گھر کے زیورات وغیرہ میری عورت کے پاس ہیں۔ میں طلب کر سکتا ہوں؟

(الجواب) زیورات وغیرہ جو کچھ عورت کو شادی کے وقت دیا گیا ہے۔ اگر وہ مہر کے عوض میں دیا ہو یا بطور عطیہ (بخشش) دیا ہو تو اس کی عورت مالک ہے۔ عاریۃً دیا گیا ہو تو اس کا مالک شوہر ہے۔ اگر کسی بات کی وضاحت نہ ہو تو اپنے ہاں کے دستور ورواج کا اعتبار ہوگا اور اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب.

بوقت نکاح عورت کو جو زیورات منجانب زوج دیئے جاتے ہیں وہ کس کی ملک ہیں؟:

(سوال ۲۸۲) ذاکرہ بیگم کو خاوند کی طرف سے جو زیورات شادی کے موقعہ پر دیئے گئے ان کا مالک کون ہے؟ ذاکرہ کے خاندان کا یہ دستور ہے کہ زیورات لڑکی کو بخشش کر دیئے جاتے ہیں، ذاکرہ کی بہن کو جو زیورات ملے ہیں وہ بھی بخشش ہیں، اب اگر نکاح کے رجسٹر میں بخشش کی تصریح نہ ہو تو خاندانی عرف کی بنا پر زیورات بخشش ہوں گے یا نہیں؟ اور ذاکرہ کے مرنے کے بعد ذاکرہ کے ورثاء میں تقسیم ہوگا یا زوج زیورات واپس لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ قوم کے عرف اور دستور کے تابع ہے صرف عورت کے گھر کے دستور پر موقوف نہیں ہبہ ہونے میں قوم یا زوجین کے گھرانے کا دستور دیکھا جائے گا اور اس کی مختلف صورتیں ہیں (پہلی صورت) زیورات بعوض مہر دیئے جاتے ہیں اگر زیورات مقدار مہر سے زائد ہوں تو زائد کو ہبہ (بخشش) کر دیا جاتا ہے، یا عاریۃً دیا جاتا ہے (۲) مہر باقی (مؤجل) اور زیورات بخشش، (۳) مہر مؤجل اور زیورات عاریۃً دیئے جاتے ہیں (۴) مہر معجل اور زیورات بخشش یا عاریۃً بخشش کا حکم یہ ہے کہ عورت مالک ہو جاتی ہے اور عاریۃ کا حکم یہ ہے کہ شوہر مالک رہتا ہے عورت کو صرف استعمال کرنے کا حق ہوتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں آپس میں جو معاملہ طے ہوا ہے اور نکاح خوانی کے رجسٹر میں بتراضیٔ

---

(۱) واذا بعث الزوج الی اھل زوجتہ اشیاء عند زفافھا منھا دیباج فلما زفت الیہ ارادان یسترد من المرأۃ الدیباج لیس لہ' ذلک اذا بعث الیہ علی جھۃ التملیک کذا فی فصول العامدیۃ، عالمگیری الفصل السادس عشر فی جھاز البنت ج ۱ ص ۳۲۷.

طرفین جولکھا گیا ہواس کے مطابق عمل کیا جائے گا، اختلاف کی صورت میں ہبہ کے شرعی گواہ پیش کرتے ہوں گے ورنہ زوج کا قول بالقسم تسلیم کیا جائے گا ولو بعث الی امرأة شیئاً ولم یذکر جهة عن الدفع غیر جهة المهر. الی قوله .فقالت هو المبعوث هدیة وقال هو من المهرا ومن الکسوة فالقول له بیمینه والبینة لها الخ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۹۹ . ۵۰۰ باب المهر مطلب فیما یرسله الی الزوجة)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(الجواب) یہ مسئلہ دراصل عرف ورواج کے تابع ہے ہمارے شہروں کا عرف تو یہ ہے کہ لڑکی کا باپ جوزیور وغیرہ جہیز میں دیتا ہے وہ لڑکی کو ملک کردیتا ہے اورلڑکی ہی کی مملوک سمجھے جاتے ہیں اور خاوند یا اس کے اقربا جوزیور چڑھاتے ہیں وہ خاوند کے ملک رہتے ہیں عورت اس کا استعمال عاریۃً کرتی ہے اس لئے تصرفات بیع وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوتا، تو جس جگہ یہی عرف ہے وہاں دولہا کی طرف سے جوزیورات چڑھائے گئے تھے وہ دولہا کی ملک اوراس کی میراث ہوں گے (فتاویٰ دارالعلوم (قدیم) ج ۸ ص ۹۰ ۔ ۷۰ ۔ ۸۰) حضرت مولانا مفتی شفیعؒ)

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ

''جواشیاء ماں باپ کی طرف سے دی جاویں وہ ملک زوجہ ہیں اور جواشیاء شوہر یا اس کے والدین کی طرف سے دی جاویں اس میں نیت کا اعتبار ہے جیسی نیت ہواور جس کے لئے نیت ہواس کی ملک ہے (فتاویٰ دارالعلوم مکمل و مدلل ج ۳ ص ۳۶۳)

آپ کا دوسرا فتویٰ:۔

(سوال) بعد نکاح کے زوجہ کو جوزیورات یا کپڑے وغیرہ مرد یعنی خاوند بطور چڑھاوا دیتا ہے بعد مرنے عورت کے، ایسے زیورات یا کپڑے وغیرہ ترکہ عورت کا ہوگا اور عورت متوفی کے ورثہ میں حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اگروہ زیور جوشوہر نے زوجہ کودیا ہے مہر میں ہے، یا اس کو ہبہ کردیا ہے تب تو وہ ملک زوجہ ہوگی اور بعد انتقال زوجہ زوج اس کو واپس نہیں لے سکتا بلکہ زوجہ کے ورثاء میں وہ زیور حسب حصص تقسیم کیا جاوے گا اور شوہر کو بھی اس میں سے اس کے حصہ کے موافق ملے گا۔ اوراگر وہ زیور جوزوجہ کوشوہر نے دیا ہے مہر میں نہ دیا تھا اور نہ ہبہ کیا تھا بلکہ عاریۃً دیا تھا تو شوہراس کو بعد انتقال واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ دارالعلوم مکمل و مدلل ج ۸ ص ۸۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ۔

والدین لڑکی کو جوجہیز دیتے ہیں اس کا مالک کون ہے:

(سوال ۲۸۳) لڑکی کواس کے ماں باپ جہیز میں زیور، کپڑے، سامان وغیرہ دیتے ہیں، لڑکی کے انتقال پر یہ اشیاء کس کوملیں گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ عرف کے تابع ہے ہمارے یہاں کا عرف یہ ہے کہ وہ لڑکی کو ہبۃً دیا جاتا ہے لہٰذا لڑکی کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کو ملے گا، شامی میں ہے۔ قال الشیخ الامام الاجل الشهید المختار للفتوی ان یحکم بکون الجهاز ملکاً لا عاریةً لانه الظاهر الغالب الا فی بلدة جرت العادة بدفع الکل عاریةً

فالقول للأب (شامی ج ا ص ۵۰۴ باب المهر مطلب فی دعویٰ الأب ان الجهازعارية)فقط واللہ اعلم بالصواب.

نکاح کے وقت بطور سلامی اور ہبۃً دی ہوئی چیز کا حکم:

(سوال ۲۸۴) عورت کو نکاح کے وقت سہیلیوں اور دوسرے رشتے داروں کی طرف سے بطور سلامی یا بطور بخشش زیور یا سامان وغیرہ جو ملا ہو یا عورت نے اپنی رقم سے خرید اہو اس کا مالک کون ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت کو جو کچھ اس کی سہیلیوں اور بھائی بہنوں اور رشتے داروں کی طرف سے سلامی یا ہبہ کے طور پر ملا ہو اس کی مالک عورت ہے اسی طرح جو چیزیں اپنے پیسوں سے خریدی ہوں اس کی مالک بھی عورت ہی ہے۔ (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب.

(۱) قلت من ذلک ما يبعثه اليها قبل الزفاف فی الا عيادو المواسم من نحوثياب وحلی وكذا ما يعطيها من ذلک او من دراهم او دنانير صبحة ليلة العرس ويسمى فی العرف صبحة فان ذلک تعورف فی زماننا كونه هدية .شامی باب المهر مطلب فيما مرسله الی الزوجة ج۲ ص ۵۰۱.

متفرقات نکاح

شوہر بیوی سے کتنے عرصہ تک جدا رہ سکتا ہے :

(سوال ۲۸۵) حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ بعد سلام مسنون، یہاں دوبئی میں ہندوستان کے بہت سے مسلمان بغرض ملازمت آئے ہوئے ہیں۔ بعض مقروض ہیں، شادی شدہ ہیں۔ ان کی عورتیں دیندار ہیں جن پر پورا اعتماد ہے۔ اور خاندانی عزت کا پورا خیال ہے۔ اپنے خویش و اقارب کے ساتھ رہتی ہیں تاہم ان کے حقوق کا مسئلہ درپیش رہتا ہے۔ جس سے پریشانی ہوتی ہے۔ قرض داری کا بوجھ ہلکا نہ ہو اور اپنا پوزیشن اچھا نہ ہو جائے اس وقت تک یہاں پر بلانا بھی مشکل ہے وقتاً فوقتاً آمدورفت بھی دشوار ہے۔ جس بناء پر سال دو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک ان سے دور رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ان حالات میں بیویوں سے دور رہنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عزیزان من! سلمکم اللہ تعالیٰ. بعد سلام مسنون عافیت طرفین مطلوب۔ بے شک عورت کی حاجت اور خواہش اور حقوق کا لحاظ ازبس ضروری ہے۔ جس طرح مرد کو عورت کی خواہش ہوتی ہے۔ عورت کو بھی مرد کی خواہش ہوتی ہے۔ بلکہ نسبۃً بہت زیادہ۔ فان لم تشتق نفسه الی الجماع لا یجوزله ترکه لان لها حقاً فی ذلک وعلیها مضرةً فی ترکه لان شهوتها اعظم من شهوته.

وقدروی ابو هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال فضلت شهوة النساء علی الرجل بتسعة وتسعین الا ان الله تعالیٰ القیٰ علیهن الحیاء. وقیل الشهوة عشرة اجزاء تسعة منها للنساء وواحدة للرجل. والقدر الذی لا یجوز ان یؤخر. الوطء عنه اربعة اشهر الا ان یکون له عذر...... التاقیت الذی وقته عمر ابن الخطاب رضی الله عنه للناس فی مغازیهم لیسبرون شهراً ویقیمون الشهر ویسیرون راجعین الیٰ اهلهم شهراً (غنیة الطالبین ص ۳۳ ج ۱) (یعنی) مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی جماع کا ترک کر دینا روا نہیں ہے۔ اس لئے کہ عورت کا مرد پر اس بات کا حق ہے۔ اور ترک جماع میں عورت کو ضرر (نقصان) پہنچتا ہے۔ کیونکہ عورت کی خواہش بہ نسبت مرد کے زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ننانوے ۹۹ درجہ زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ مگر حق تعالیٰ نے ان پر شرم و حیاء کا پردہ ڈال دیا ہے (اس وجہ سے شہوت مغلوب اور دبی رہتی ہے) بعض لوگوں کا قول ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں۔ عورتوں کو نو حصے۔ اور ایک حصہ مردوں کو۔ اور بدون عذر کے عورتوں سے چار ماہ تک علیحدگی روا نہیں ہے۔ اور اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے۔ اور عورت اس کو طلب کرے اور مرد باوجود استطاعت و قدرت کے نہ آوے تو حاکم کو چاہئے کہ عورت کے حسب خواہش دونوں میں تفریق کرادے۔ (غنیة الطالبین ص ۳۳ ج ۱ ص فصل فی آداب النکاح)

اس لئے فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں۔ کہ مرد عورت کی بلا اذن ورضاء کے چار ماہ سے زائد جدا نہ

رہے۔ "ویجب ان لا یبلغ له عدة الابر ضائها وطیب نفسها به الخ" (شامی ص ۵۴۷ ج ۲ باب القسم)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں (گلی کوچوں میں) گشت لگاتے تھے۔ کہ ایک مکان سے جوان عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ فراق شوہر میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

فواللہ لو لا اللہ تخشی عواقبه

لزحزح من هذا السریر جوانبه

یعنی قسم بخدا، اگر مجھ کو خوف خدا نہ ہوتا تو آج چارپائی کی چولیں ہلتی ہوئی ہوتیں۔

آپؓ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگی کہ کافی عرصہ ہوا میرا شوہر جہاد میں گیا ہے۔ اس کے فراق میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ محزون ہوئے۔ گھر آکر اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت تک صبر کر سکتی ہے؟ عرض کیا کہ چار ماہ۔ چنانچہ آپ نے فرمان جاری کیا کہ شادی شدہ فوجی کو چار ماہ ہونے پر اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی جائے۔" ثم قوله وهو اربعة اشهر یفید ان المراد ایلآء الحرة ویؤید ذالک وان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه لما سمع فی اللیلی اسرأة تقول: ۔"

فواللہ لو لا اللہ تخشیٰ عواقبه

لزحزح من هذا السریر جونبه

فسئل عنها. فاذا زوجها فی الجهاد. فسئل بنته حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنها . کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت اربعة اشهر .فامر امراء الا جناد ان لا یتخلف المتزوج عن اهله اکثر منها ولو لم یکن فی هذه المدة زیادة مضارة بها لما شرع اللہ تعالیٰ الفراق بالا یلآء فیها .(شامی ص ۵۴۸ ج ۲ باب القسم) واللہ اعلم بالصواب۔

ولیمہ کب مسنون ہے؟:

(سوال ۲۸۶)(۱) ولیمہ کب کرے؟ خلوت سے پہلے، یا خلوت کے بعد؟ (اور خلوت سے مراد صحبت ضروری ہے، یا محض دروازہ بند کرنا؟) براہ کرم تفصیل فرمائیں۔

(۲) نکاح ہونے کے بعد فوراً رخصتی سے یا خلوت سے پہلے دعوت طعام کھلانے سے ولیمہ کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) (۱) ولیمہ کی دعوت اجتماع زوجین کے بعد کھلائی جاتی ہے۔ دولھا، دلہن ملیں اس روز صبح کو یا دوسرے دن شادی کی خوشی میں پڑوسی، خویش واقارب اور دوست واحباب کو جمع کرے جن میں فقراء اور علماء بھی ہوں۔ خلوص نیت کے ساتھ حسب حیثیت جانور ذبح کر کے، یا کچھ کھانا پکا کر کھلائے۔ وولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظمیة وهی اذا بنی الرجل بامرأته ینبغی ان یدعو اجیران والا قرباء والا صدقاء ویذبح لهم ویضع لهم طعاماً (الیٰ قوله) ولا بأس بان یدعو یومئذ من الغد و بعد الغد ثم ینقطع العرس والولیمة کذا فی الظهیریة (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۹ ج ۶ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا

والضیافات مطبع احمد) ولیمہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔ مثلاً (الف) وقت عقد (ب) وقت عقد کے بعد بھی اور دخول کے بعد بھی (ج) دو دن کے بعد مکروہ ہے (مظاہر حق۔ کتاب النکاح ص ۱۴۹ ج ۳)

(۲) بعض کے نزدیک ہو جائے گی :۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال) ولیمہ کی مدت کب تک ہے؟

(الجواب) دو روز تک کی دعوت کو ولیمہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد دعوت دینے کو دعوت ولیمہ نہیں کہتے۔ **ولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وهی اذا بنی الرجل بامرائته ینبغی ان ید عوالجیران الخ** (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۹ ج ۶ باب الہدایا مطبع احمد) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نکاح کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دے دینے کی شرط لگانا:

(سوال ۲۸۷) شادی کے بعد چند برس گذرے۔ اولاد نہیں ہوئی۔ اس لئے دوسری شادی کرنا ہے۔ لیکن خطبے والوں کا اصرار ہے کہ پہلی بیوی کو طلاق دو تب ہو سکتا ہے۔ تو میں کیا کروں؟

(الجواب) اولاد نہ ہونا بیوی کا قصور نہیں ہے۔ اس لئے بلا قصور عورت کو طلاق دینا ظلم ہے خطبہ والوں کو ایسی بے جا شرط کرنا اور طلاق کے لئے مجبور کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ "**لا تسأل المرأة طلاق اختیها لتستفرغ صحفتها . ولتنکح فان لها ماقدرلها متفق علیه**" (مشکوٰۃ شریف باب اعلان النکاح والخطبة والشرط ص ۲۷۱) واللہ اعلم بالصواب.

ترک وطن کی شرط سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے؟:

(استفتاء ۲۸۸) لڑکی نے اس شرط پر شادی کی کہ وہ لندن نہ آئے۔ لڑکا ہر دو برس میں چار، چھ ماہ کے لئے آجایا کرے۔ شرط کے مطابق ایک مرتبہ آیا۔ اب تین برس ہوئے تاہم وہ نہ آیا۔ نہ آنے کی وجہ لکھ رہا ہے کہ آنے جانے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے، وطن آنے میں ملازمت بھی موقوف رہتی ہے۔ تو اب باوجود شرط قبول کرنے کے وہ لڑکی کو لندن بلائے تو گنجائش ہے؟

(الجواب) ہاں، شرط قبول کرنے کے باوجود عورت کو راضی کر کے بلا سکتا ہے۔ جبر نہیں کر سکتا۔ لڑکی جانا نہ چاہے تو خط و کتابت اور خرچ بند کر کے اس کو پریشان کرنا ناجائز ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ "**اذا تزوج الرجل امرأة وشرط لها . ان لا یخرجها من مصرها فلیس له ان یخرجها**......" یعنی جب مرد نے عورت سے اس شرط پر نکاح کیا۔ کہ اس کو وطن سے باہر نہیں لے جائے گا۔ تو اب عورت کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو نہیں جا سکتا۔ (**ترمذی شریف ص ۱۳۴ ج ۱ ابواب النکاح باب ماجآء فی الشرط عند عقدة النکاح**) اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ شرط جس کا پورا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے وہ شرط ہے جس پر نکاح کیا گیا ہو۔ (ایضاً ترمذی شریف ص ۱۳۴ ج ۱ ایضاً) اگر لندن جانے میں صحت، عزت، اور آبرو و دینداری کے بارے میں کوئی اندیشہ نہ ہو تو عورت کو جانے کے لئے اظہار رضامندی بہتر ہے۔ بلکہ بعض حالات میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شادی کے لئے قرض لینا:

(استفتاء جدید ۲۸۹) لڑکی اور لڑکا بالغ ہوگئے ہوں۔ اور شادی کے قابل ہوں مگر شادی کرنے کی حیثیت باپ میں نہیں ہے تو قرض لے سکتا ہے؟ یا حیثیت ہونے تک شادی مؤخر کرے؟ جب حیثیت ہو تب شادی کرے؟ حکم شرع کیا ہے؟ (بینوا توجروا)

(الجواب) اپنی یا بچوں کی شادی مؤخر کرنے میں ارتکاب معصیت کا اندیشہ ہو تو تاخیر نہ کی جائے۔ بقدر ضرورت (جو مسنون طریقہ سے شادی کرنے کے لئے کافی ہو جائے) قرض لینے کی شرعاً اجازت ہے ''شامی'' میں ہے (قولہ والا ستدانة له) لان ضمان ذالک علی اللہ تعالیٰ فقد روی الترمذی والنسائی وابن ماجة. ثلاث حق علی اللہ تعالیٰ. عونهم المکاتب الذی یرید الا داء، والناکح الذی یرید العفاف، والمجاهد فی سبیل اللہ تعالیٰ. (ص ۳۶۰ ج. ۲ کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب.

جس عورت سے شادی کرنا ہے اسے دیکھنا:

(سوال ۲۹۰) جوان عورت کو جس سے شادی کرنے کا خیال ہو پسند کرنے کے لئے دیکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پسند کرنے کی غرض سے دیکھنا مستحب اور جائز ہے۔ بشرطیکہ پیغام قبول کرنے کی توقع کی جا سکتی ہو اگر توقع نہ ہو تو اجازت نہیں ہے (قوله والنظر الیها قبله) ای وان خاف الشهوة کما صرحوا به فی المحیط والا باحة وهذا اذا اعلم انه یجاب فی نکاحها (شامی ج ۲ ص ۳۶۰ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب.

غائبانہ شادی کی صورتیں:

(سوال ۲۹۱) کیا غائبانہ شادی ہو سکتی ہے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاں، غائبانہ بھی شادی ہو سکتی ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے۔

(۱) مثلاً دولھا دلہن کو خط لکھے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں، جب دلہن کو خط پہنچے تو شرعی گواہوں کے سامنے پڑھا جائے۔ اور اسی مجلس میں دلہن کہہ دے کہ میں نے نکاح قبول کیا۔ تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(۲) یا دلہن دولہا کو خط لکھے کہ میں آپ سے نکاح کرتی ہوں۔ جب دولھا کو خط ملے تو شرعی گواہوں کو جمع کر کے ان کے سامنے خط پڑھا جائے اور دولھا کہے کہ میں نے نکاح قبول کیا۔

(۳) یا درمیان میں وکیل بنایا جائے اور وکیل ایجاب کے بعد مؤکل یا مؤکلہ کی جانب سے شرعی گواہوں کے سامنے نکاح قبول کرے۔

(۴) یا دلہن دولھا کو یا دولھا دلہن کو اپنے نکاح کا وکیل بذریعہ خط وغیرہ بنا دے۔ تو وکیل (دلہن ہو یا دولہا) شرعی گواہوں کے روبرو اس مضمون کو ادا کرے اور اپنے سے نکاح کر لیوے تو نکاح ہو جائے گا۔ (قوله بل غائب) الظاهر ان المراد به الغائب عن المجلس وان کان حاضراً فی البلد و صورته' ان یکتب الیها یخطبها. فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود و قراته علیهم وقالت زوجت نفسی منه، او تقول ان

فلانا کتب التی یخطبنی فاشهدوا انی زوجت نفسی منه اما لو لم تقل بحضر تهم سوی زوجت نفسی عن فلان لا ینعقد، لان سماع الشطرین شرط صحة النکاح الخ (شامی ص ۳۶۴ ج ۲ کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب.

زانیہ کی وضع حمل کے بعد شادی:

(سوال ۲۹۲) ایک آدمی نے ایک لڑکی سے زنا کیا۔ جس کی وجہ سے لڑکی کو حمل ٹھیر گیا اور ایک بچی ہوئی۔ اب بعد میں اس لڑکی کے والدین اس کا نکاح کردینا چاہتے ہیں اب جو زانی ہے وہ مالدار گھرانے کا ہے اور شراب نوش ہے۔ اور شادی شدہ ہے۔ اس کے بچے بھی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی شادی اس لڑکی سے کرادی جائے۔ اور اس لڑکی کی دوسری جگہ بھی بات چل رہی ہے۔ تو کس کے ساتھ شادی کرائی جائے۔ اس لڑکے کے ساتھ جو زانی ہے یا اس کے علاوہ کسی دوسرے سے۔ اور جو بچی ہوئی ہے اس کو کرشچن (عیسائی) لے گئے ہیں۔ اور شاید وہ اس کو کرشچن تعلیم (ان کی مذہبی تعلیم) بھی دیں گے۔ تو بچی کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بحالت حمل تو اسی بدکار لڑکے کے ساتھ شادی کرادینا مناسب تھا تاکہ بچی کی بھی حفاظت ہوجاتی، جب کہ یہ مصلحت نہ رہی اور لڑکا زانی شرابی بھی ہے۔ اور عیالدار بھی ہے نباہ ہو یا نہ ہو۔ اس لئے دوسرے نیک لڑکے سے شادی کرادی جائے۔ اگر میسر نہ ہو تو اس سے کردی جائے۔ بچی قبضہ میں کرسکتے ہو تو کوشش کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

''اپنی بستی چھوڑ کر دوسری بستی میں شادی نہیں کرنا چاہئے'' یہ قانون بنانا کیسا ہے

(سوال ۲۹۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ مسلمانوں کی ایک برادری کے چودہریوں نے اپنی برادری کے متعلق یہ قانون بنایا ہے کہ ہماری برادری کے ایک شہر والے دوسرے کسی شہر میں خواہ اپنی ہی برادری میں کیوں نہ ہو شادی نہیں کرسکتے اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کو برادری سے خارج (بائیکاٹ) کردیا جائے گا نہ کوئی اس سے بات چیت کرسکتا ہے نہ اسے ملازم رکھ سکتا ہے نہ اس سے کسی طرح کا ہمدردی کا معاملہ کیا جاسکتا ہے نہ اس کو سلام کیا جاسکتا ہے نہ اس کے سلام کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا قانون بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور سلام کا جواب دینے پر پابندی لگانا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسا قانون بنانا کہ ''اپنی بستی چھوڑ کر دوسری بستی میں شادی نہ کرے ورنہ بائیکاٹ کیا جائے گا'' درست نہیں ظلم ہے'' اسلام نے آزادی دے رکھی ہے کہ اپنی بستی میں شادی کرے یا دوسری بستی میں لہذا بستی کی قید لگانا شریعت کی دی ہوئی سہولت اور آزادی میں بے فائدہ دخل اندازی ہے لہذا ایسے قانون سے باز آجانا لازم ہے ورنہ تمام خرابی اور فتنہ وفساد کی ذمہ داری قانون سازوں کے سر عائد ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح کے موقعہ پر ختم قرآن:

(سوال ۲۹۴) ہمارے یہاں شادی بیاہ کے موقعہ پر ختم قرآن شریف کیا جاتا ہے، گویا اس موقع پر اموات کو ایصال

ثواب کیا جاتا ہے جس میں دوستوں عزیزوں کو خاص طور پر دعوت دی جاتی ہے کوئی میٹھی شئی تقسیم کی جاتی ہے یا شربت وغیرہ پلایا جاتا ہے، یہ شرعاً کیسا ہے۔

(الجواب) اس تقریب میں رسم ورواج کو بڑا دخل ہے، ایصال ثواب کے لئے دعوت دے کر لوگوں کو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے، یہ تداعی غیر مقصود کے لئے ہے خود پڑھ کر بخش سکتے ہیں، یہی طریقہ نام ونمود سے دور اور اموات کے لئے زیادہ نفع بخش ہے واطال فی ذلک فی المعراج وقال هذه الا فعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لا نهم لا يريدون وجه الله تعالیٰ (شامی ج ۱ ص ۸۴۸ کتاب الجنائز مطلب فی کراهة الضيافة من اهل الميت) فقط والله اعلم بالصواب.

بوقت نکاح چاول اور ناریل امام صاحب کو دینا:

(سوال ۲۹۵) ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت دلہن والے دولہا کے سامنے سوا پانچ سیر چاول اور ایک ناریل رکھتے ہیں اور دولہا سے پانچ روپے لیتے ہیں اس کے بعد امام صاحب نکاح پڑھاتے ہیں اور یہ چاول اور ناریل امام صاحب کو دیا جاتا ہے اور وہ نکاح خوانی کی اجرت پانچ روپے وصول کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے اور اس میں اعتقادی خرابی ہے لہذا واجب الترک ہے اس سے بچنا ضروری ہے توبہ کریں اور اپنے عقیدہ کی اصلاح کریں ورنہ گنہگار ہوں گے، نکاح خوانی کی اجرت جس نے دعوت دے کر نکاح خواں کو بلایا ہو وہ ادا کرے اور جو اجرت طے ہوئی ہے وہ لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کرنا:

(سوال ۲۹۶) عقد نکاح کے لئے بہترین جگہ کون سی ہے؟ آج کل یہ طریقہ چل رہا ہے کہ جہاں تبلیغی اجتماع ہوتا ہے وہاں دولہا اور لڑکی کا وکیل اور شاہدین پہنچ جاتے ہیں اس طرح ہر اجتماع میں کئی نکاح ہوتے ہیں کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ یہ بدعت تو نہیں ہوگا؟ کہ اپنی بستی اور اپنے محلّہ کو چھوڑ کر جہاں اجتماع ہوتا ہے وہاں جاتے ہیں اس کو سادگی کہا جاتا ہے وہاں علماء بھی ہوتے ہیں مگر کچھ نہیں کہتے، آپ اس پر روشنی ڈالیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) بہتر تو یہی ہے کہ اپنے گھر پر خوشی کی تقریب ہو قریبی رشتے دار بھی آسانی سے شریک ہو سکتے ہیں نکاح مسجد میں کیا جائے کہ یہ مستحب ہے مگر آج کل شادی کے رسوم ورواج اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اکثر مستورات کی نماز قضا ہوتی ہے اور فضول خرچی ہوتی ہے بسا اوقات اس کی وجہ سے انسان مقروض بھی ہو جاتا ہے لہذا اگر تبلیغی اجتماعات میں عقد نکاح کیا جائے تو غلط نہیں ہے بہت سی خرابیوں سے بچ جاتے ہیں اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی اس جگہ اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان اور اقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے اس لئے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہو سکتا ہے، غالباً اسی لئے علماء کچھ نہیں کہتے۔ فقط واللہ اعلم۔

نکاح کے رجسٹر میں نکاح کے اندراج کا حکم اور رجسٹر کا گم ہو جانا:

(سوال ۲۹۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک شخص کا نکاح ہوا چند سالوں سے میاں بیوی نا اتفاقی ہے شوہر طلاق دینا چاہتا ہے مہر کے بارے میں شدید اختلاف ہے بوقت نکاح کمیٹی کی جانب سے جو نکاح کا سرٹیفکٹ دیا گیا تھا جس میں پوری تفصیل درج تھی وہ سرٹیفکٹ بقول شوہر اور بیوی دونوں میں سے کسی کے پاس نہیں ہے اس لئے شوہر نے کمیٹی سے دوبارہ نکاح کے سرٹیفکٹ کی نقل طلب کی کمیٹی نے پرانا ریکارڈ بہت تلاش کیا مگر نہ ملا اس درمیان شوہر نے پوری کمیٹی کے نام کورٹ میں مقدمہ کر دیا کہ کمیٹی نے ریکارڈ چھپا دیا یا ضائع کر دیا ہے کورٹ نے پوری پنچ پر سنگین جرم عائد کر دیا ہے جس کی وجہ سے پوری قوم پریشان ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت کے اعتبار سے نکاح کا ریکارڈ رکھنے کا کیا حکم ہے کیا نکاح کے انعقاد کے لئے نکاح خوانی کے رجسٹر میں اندراج ضروری ہے؟ اگر نکاح کا ریکارڈ پنچ والوں سے گم ہو جائے تو کیا یہ جرم ہوگا۔؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح صحیح ہونے کے لئے ایجاب وقبول اور اس وقت دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے نکاح خوانی کے رجسٹر میں نکاح کا اندراج شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے، لیکن اب چونکہ مہر اور زیورات کے مقدمات ہونے لگے ہیں، نیز بیرونی سفر کے وقت حکومت نکاح کا ثبوت، سن، سال اور تاریخ کے ساتھ مطالبہ کرتی ہے اس لئے دنیوی طور پر اس کا منضبط کرنا ضروری ہو گیا ہے، جن لوگوں نے نکاح کے متعلق ضروری باتیں رجسٹر میں لکھیں اور سوء اتفاق سے وہ ان سے گم ہو گیا تو ان پر کوئی جرم عائد نہ ہوگا، بہت سی چیزیں گم ہو جاتی ہیں گاہے سرکاری کاغذات بھی گم ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان مہر کی بارے میں اختلاف ہے تو آپ کے خاندان میں مہر کے متعلق جو دستور ہے اس کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ دار العلوم میں ہے:

(سوال) نکاح میں اگر حاکم کی طرف سے تحریر کو ضروری قرار دیا جائے تو تحریر ضروری ہے یا نہیں؟ بغیر تحریر کے نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) بلا تحریر نکاح منعقد ہو جاوے گا، تحریر ضروری نہیں ہے، شرائط نکاح مثل شہود وغیرہ ہونے چاہیے۔ حاشیہ میں ہے والثانی اعنی الشروط الخاص انعقاد سماع اثنین بوصف خاص للایجاب والقبول الخ ورکنہ الایجاب والقبول حقیقۃً او حکماً (البحر الرائق ۳/۸۳، کتاب النکاح)(فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل ۷/۸۵، ۸۶)فقط واللہ اعلم۔

شب زفاف، مباشرت اور صحبت کے آداب:

(سوال ۲۹۸) شب زفاف میں بیوی سے پہلی ملاقات کے وقت کون سی دعاء پڑھنا چاہئے اور مباشرت وصحبت کے آداب کیا ہیں، امید ہے کہ اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔

(الجواب) شب زفاف میں پہلی ملاقات کے وقت بیوی کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعاء پڑھے۔ اللھم انی اسئلک من خیرھا وخیر ما جبلتھا علیہ واعوذبک من شرھا وشر ما جبلتھا علیہ۔ اس کے بعد دو

رکعت شکرانہ کی نماز پڑھیں مرد آگے کھڑا رہے عورت پیچھے، نماز کے بعد خیر و برکت مودت و محبت آپس میں میل جول اور اتفاق و اتحاد کے دعا کریں، غنیۃ الطالبین میں ہے۔

فاذا زفت الیہ اتبع ماروی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وذلک انہ جاءہ رجل فقال انی تزوجت بجاریۃ بکر وقد خشیت ان تکرھنی او تفرکنی فقال لہ ان الالف من اللہ والفرک من الشیطان واذا دخلت الیک فمرھا ان تصل خلفک رکعتین وقل اللھم بارک لی فی اھلی وبارک لاھلی فی اللھم ارزقنی منھم وارزقھم منی اللھم اجمع بیننا اذا جمعت فی خیر وفرق بیننا اذا فرقت الیٰ خیر . (غنیۃ الطالبین .مترجم ص ۹۷ ،آداب النکاح)

اور جب عورت اس کے گھر میں لائی جائے تو اس روایت کے مطابق عمل کرے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے پسند نہ کرے اور دشمن تصور کرے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس سے فرمایا محبت اللہ کی طرف سے ہے اور دشمنی شیطان کا فعل ہے جب عورت تیرے گھر میں آوے تو اس سے کہہ کہ تیرے پیچھے کھڑی ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور تو یہ دعا پڑھے۔ اللھم بارک لی فی اھلی...... اے اللہ میرے لئے میرے اہل میں برکت عطا فرما اور میرے اہل کے لئے مجھ میں برکت عطا فرما اے اللہ مجھے اس سے اور اسے مجھ سے روزی عطا فرما اے اللہ جب آپ ہمیں یکجا جمع کریں تو خیر کے ساتھ جمع کریں اور جب الگ فرمائیں تو خیر کے ساتھ جدا فرمائیں۔

پہلی ملاقات بڑے نیک جذبات اور اچھی تمناؤں کے ساتھ ہونا چاہئے اور زوجین اس نعمت کے حصول پر جتنا شکر کریں کم ہے، پہلی ملاقات کے شکریہ اور مسرت میں شریعت نے دعوت ولیمہ رکھی ہے، شوہر تلطف و محبت سے پیش آئے اپنا سکہ اور رعب جمانے کی فکر نہ کرے اور ہر طرح اس کی دلجوئی کرے کہ عورت کو مکمل سکون اور قلبی راحت حاصل ہو اور ایک دوسری میں انسیت پیدا ہو۔

جب شوہر مباشرت کا ارادہ کرے تو مباشرت سے پہلے عورت کو مانوس کرے، بوس و کنار ملاعبت وغیرہ جس طرح ہو سکے اسے بھی مباشرت کے لئے تیار کرے اور اس بات کا ہر مباشرت کے وقت خیال رکھے، فوراً ہی صحبت شروع نہ کردے اور بوقت صحبت اس بات کا خیال رکھے کہ عورت کی بھی شکم سیری ہو جائے، انزال کے بعد فوراً جدا نہ ہو جائے، اسی حالت پر رہے اور عورت کی خواہش پوری ہونے کا انتظار کرے ورنہ عورت کی طبیعت پر اس سے بڑا بار پیدا ہوگا، اور بسا اوقات اس کا خیال نہ کرنے سے آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے جو کبھی جدائیگی کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ویستحب لھا الملاعبۃ لھا قبل الجماع والا نتظار لھا بعد قضاء حاجتہ حتی تقضی حاجتھا فان ترک ذلک مضرۃ علیھا ربما افضیٰ الی البغضاء والمفارقۃ.(غنیۃ الطالبین ص ۹۸ آداب النکاح)

اور ادب یہ ہے کہ جماع سے پہلے عورت سے ملاعبت کرے اور یہ بھی جماع کا ادب ہے کہ عورت کی خواہش پوری ہونے کے انتظار کرے (اپنی خواہش پوری کر کے لاپرواہ نہ ہو جائے بلکہ عورت کی خواہش بھی پوری ہونے دے) ایسا نہ کرنے سے عورت کو رنج پہنچتا ہے جو عورت کی دشمنی اور اس کے جدا ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

بوقت صحبت قبلہ کی طرف رخ نہ کرے، سر ڈھانک لے، اور جتنا ہوسکے پردہ کے ساتھ صحبت کرے، کسی کے سامنے حتی کہ بالکل ناسمجھ بچہ کے سامنے بھی صحبت نہ کرے اور بوقت صحبت بقدر ضرورت ستر کھولے، غنیۃ الطالبین میں ہے۔

ولا یستقبل القبلة عند المجامعة ویغطی راسه ویستر عن العیون وان کان عن صبی طفل لانه روی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال اذا اتی احد کم اهله فلیستر فانه اذا لم یستر استحیت الملئکة وخرجت ویحضره الشیطٰن واذا کان بینهما ولد کان الشیطان فیه شریکاً (غنیة الطالبین ص ۹۸ کتاب النکاح)

جماع کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، سر کو ڈھانپ لے، ایسا پردہ کرے کہ کسی کی نظر نہ پڑے یہاں تک کہ بچہ بھی نہ دیکھ سکے کیونکہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو چھپ کر کرے، جو شخص صحبت کے وقت پردہ نہیں کرتا تو فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں اور وہاں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان حاضر ہو جاتا ہے اور جب ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس میں شریک ہوتا ہے۔

یہ احکام عام ہیں شب زفاف کے ساتھ خاص نہیں ہیں ہر مباشرت کے وقت ان پر عمل کریں۔

جب صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو اولاً بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے اللهم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا، دعاؤں کا ضرور اہتمام کرے ورنہ شیطان صحبت میں شریک ہو جاتا ہے اور بچہ پر شیطانی اثرات ہو جاتے ہیں، انزال کے وقت دل میں یہ دعاء پڑھے اللهم لا تجعل للشیطان فیما رزقتنا نصیباً .صحبت کے بعد یہ دعا پڑھے الحمد لله الذی خلق من المآء بشراً وجعله نسباً وصهراً غنیة الطالبین میں ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو ان احدکم اذا اراد ان یاتی اهله قال بسم الله اللهم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا ثم ان قدر ان یکون بینهما ولد فی ذٰلک لم یضره شیطان ابداً .الیٰ قوله. وکذلک یروی عن السلف انه اذا لم یسم عند الجماع التف الشیطان علی احلیله یطاء کما یطاء. (غنیة الطالبین ص ۹۶، ص ۹۷ ایضاً)

حضرت کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو کہے بسم اللہ...... شروع اللہ کے نام سے، یا اللہ ہمیں اور اس بچہ کو جو ہمیں آپ عطا فرمائیں شیطان سے دور رکھ، اگر ان کے مقدر میں اس نطفہ سے بچہ ہے تو شیطان اس بچہ سے دور رہے گا اور کبھی اسے رنج نہ پہنچا سکے گا الیٰ قولہ...... علمائے سلف سے روایت ہے اگر عورت سے قریب ہونے کے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کی مباشرت میں شریک ہوتا ہے انتھی صحبت کے بعد بدن پر جو ناپاکی لگی ہو اسے دھو لے اگر دوبارہ صحبت کا ارادہ ہو تو وضو کر کے صحبت کرے ورنہ غسل کرے، غسل کئے بغیر نہ سوئے البتہ کوئی عذر ہو تو سو سکتا ہے مگر صبح جلد اٹھ کر غسل کرے، نماز قضا نہ کرے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔

فاذافرغ من الجماع تنحی عنها وغسل مابه من الاذی وتوضأ ان اراد العود الیها والا اغتسل ولا ینام جنباً فانه مکروه وکذلک روی عن النبی صلی الله علیه وسلم الا ان یشق ذلک

علیہ لبرد او بعد حمام وماء او خوف ونحو ذلک فینام الی حین زوال ذلک (غنیة ص۹۷،ص۹۸ آداب النکاح)

جماع سے فارغ ہوکر بدن پر جونجاست لگی ہوا سے دھوئے اور اگر دوبارہ عورت کے پاس جانا چاہتا ہے تو وضو کرے ورنہ غسل کرنا افضل ہے غسل کے بغیر سو جانا مکروہ ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر سخت سردی کے باعث غسل نہ کر سکے یا حمام اور پانی فاصلہ پر ہو یا غسل کرنے میں کسی قسم کا خوف لاحق ہو تو ایسی صورت میں بلا غسل سو جانا جائز ہے۔

شوہر اپنی بیوی سے دل لگی، بوس وکنار، ملاعبت، صحبت اور اس کے بعد غسل جنابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں پر بھی اجر وثواب عطا فرماتے ہیں، غنیۃ الطالبین میں ایک حدیث ہے۔

قالت عائشة رضی اللہ عنها قد اعطی النساء کثیراً فمابا لکم یا معشر الرجال فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم قال مامن رجل اخذبید امرائته یرا ودها الا کتب اللہ تعالیٰ له حسنة فان عانقها فعشر حسنات فاذا اتتها کان خیراً من الدنیا وما فیها فاذا قام لیغتسل لم یمر الماء علیٰ شعرة من جسده الا تکتب له حسنة وتمحی عنه سیئة وترفع له درجة وما یعطیٰ بغسله خیر من الدنیا وما فیها وان اللہ عزوجل یباهی به الملائکة یقول انظروا الیٰ عبدی نام فی لیلة قرةیغتسل من الجنابة یتیقن بانی ربه اشهدوا بانی قد غفرت له. (غنیة الطالبین ص ۹۳،ص ۹۴، فصل فی آداب النکاح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ عورتوں کو تو بہت سا ثواب مل گیا مردوں کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیے یہ سن کر حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا مرد اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ کر اس کو مانوس کرتا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، جو مرد پیار سے اپنی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جب وہ عورت سے مباشرت کرتا ہے تو دنیا و مافیہا سے افضل ہوتا ہے، جب غسل کرتا ہے تو بدن کے جس بال پر سے پانی گذرتا ہے اس کے لئے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور غسل کرنے کے عوض میں جو چیز دی جاتی ہے وہ دنیا وما فیها سے بہتر ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ ایسی سردرات میں غسل جنابت کے لئے اٹھا ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں تم اس بات پر گواہ رہو کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

شب زفاف اور صحبت کے سلسلہ کی آپس کی جو پوشیدہ باتیں ہوں کسی سے ان کا تذکرہ نہ کریں، نہ مرد نہ عورت، یہ بے حیائی اور بے مروتی ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔

ولا یجوز له ان یحدث غیره بما جری بینه وبین اهله من امر الجماع ولا للمرأة ان تحدث بذلک للنساء لان ذلک سخف ودناءة وقبیح فی الشرع والعقل لما روی ابو هریرة رضی اللہ عنه فی حدیث فیه طول عن النبی صلی اللہ علیه وسلم الی ان قال ثم اقبل علی الرجال فقال هل منکم الرجل اذا اتی اهله فاغلق علیه بابه والقیٰ علیه ستره فاستتربستر اللہ قالوا نعم یارسول اللہ قال ثم یجلس بعد ذلک فیقول فعلت کذا فعلت کذا قال فسکتوا قال فاقبل علی

النساء فقال هل منكن من تحدث فسكتن فجثت فتاة علىٰ احد ركبتيها وتطاولت لرسول الله صلى الله عليه وسلم ليراها ويسمع كلامها فقالت انهم ليتحدثون وانهن ليستحدثنه فقال هل تدرون ماماثل ذلك انما مثل ذلك مثل شيطانة لقيت شيطاناً فى السكة فقضىٰ منها والناس ينظرون اليه. (غنية الطالبين ص ۹۰۹ ،ص ۱۰۰ ،فصل فى آداب النكاح)فقط والله اعلم بالصواب.

ترجمہ: مرد کے لئے جائز نہیں کہ جماع کے متعلق مخفی باتیں کسی سے بیان کرے، یہی حکم عورت کے لئے بھی ہے کیونکہ یہ بے وقوفی اور کمینہ پن ہے، شرع اور عقل دونوں اعتبار سے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے ایک موقع میں مردوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت دروازہ بند کر کے پردہ ڈال لیتا ہے اور چھپ کر یہ فعل کرتا ہے، صحابہؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ ایسے لوگ موجود ہیں، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے بعد وہ اپنے فعل کے متعلق لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا، ویسا کیا تو صحابہ خاموش رہے، پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ تم میں کوئی ایسی عورت ہے، جو اپنے شوہر کی خاص باتیں دوسری عورتوں کے سامنے بیان کرتی ہو؟ یہ سنکر عورتیں بھی خاموش رہیں کچھ دیر بعد ایک نوجوان اپنے زانو کے بل کھڑی ہوئی اور عرض کرنے لگی ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی تب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شیطان شیطانیہ سے کوچہ و بازار میں ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کر کے چل دیتا ہے حالانکہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

منگنی ہونے کے دوسال بعد لڑکے کا انکار:

(سوال ۲۹۹) میری بیٹی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ طے ہوا تھا، اس بات کو آج دوسال ہو رہے ہیں لیکن آج تک لڑکے والوں نے پیسوں کی تنگی کی وجہ سے عقد نہیں کیا، شادی سے پہلے لڑکی ایک حادثہ میں گر جانے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کی گئی تھی، ابھی الحمد للہ تندرست ہے لیکن لڑکے والوں کے یہاں جب شادی کے متعلق پوچھنے کے لئے گئے تو انہوں نے نیز لڑکے نے آمادگی ظاہر نہیں کی بلکہ انہوں نے کہا کہ تم اور ہم آج سے بے تعلق ہیں تم اپنی بیٹی کی شادی اپنی مرضی کے موافق کردو، ہماری برادری میں لڑکولکی کی کمی ہے، ان حالات میں سوال یہ ہے کہ اب ہم از روئے شرع لڑکے والوں سے لڑکی کا علاج کرانے میں جو خرچ ہوا ہے اس میں سے کچھ خرچ مانگ سکتے ہیں؟ یا شادی کے لئے مجبور کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس سلسلے میں کورٹ کا سہارا لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! منگنی یعنی شادی کرنے کا وعدہ اور قول وقرار اس پر دونوں جماعتوں کا قائم رہنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: واوفو بالعهد ان العهد كان مسئولاً O یعنی اور عہد (قول وقرار) پورے کرتے رہو، بے شک عہد کے متعلق پرسش ہونے والی ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل)

لہذا کسی شرعی سبب کے بغیر قول وقرار سے پھر جانا اور دوسال تک امید دلا کر پھر انکار کر دینا گناہ کا کام ہے، برادری کے ذمہ دار لوگوں کا فرض ہے کہ رشتہ کرانے کی پوری کوشش کریں، لیکن مجبور نہ کیا جائے، کوٹ کا سہارا لینا اور خرچ مانگنا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ۔

کتاب الرضاع

مدت رضاعت کتنی ہے۔اس کے بعد دودھ پلانے کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳۰۰) رضاعت کی مدت کتنی ہے۔یعنی کس مدت میں دودھ پینے سے نکاح کی حرمت کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(الجواب) بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے۔دو برس کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں حرام ہے،لیکن حرمت نکاح کے لئے ڈھائی سال کی مدت ہے۔یعنی ڈھائی برس کے اندر بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے گا تو وہ عورت اس کی ماں اور اس کی اولاد اس کے بہن بھائی اور عورت مرضعہ کا بھائی ،بچہ کا ماموں اور مرضعہ کی بہن بچہ کی خالہ اور مرضعہ کے ماں باپ اس بچہ کے نانی نانا اور اس کا شوہر (جس کی صحبت سے اس کے بچہ پیدا ہوا ہو اور دودھ اترا ہو) اس بچہ کا باپ اور اس کی اولاد (اس عورت کے بطن سے ہو یا اور عورت کے پیٹ سے ہو) اس کے بھائی بہن اور اس کا بھائی بچہ کا چچا اور اس کی بہن ،بچہ کی پھوپھی اور اسکے والدین بچہ کے دادا دادی بن گئے اور نکاح کی حرمت کا حکم ثابت ہوگا ،مرضعہ کا شوہر ،بچہ کا باپ تب ہی شمار ہوگا جب کہ وہ عورت اس کی صحبت سے بچہ جنے اور اس کے دودھ اترے۔لہذا اگر اس کی صحبت سے بچہ نہ ہوا اور دودھ نہ اترا تو دودھ پینے والے بچہ کی یہ عورت ماں تو بن جائے گی مگر اس کا شوہر رضاعی باپ نہ ہوگا (مگر وہ بچہ اور اس کی اولاد مدخولہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی دوسرے حرام نہ ہوں گے) مثلاً کسی حاملہ عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی یا شوہر کا انتقال ہو گیا جب بچہ پیدا ہو جائے گا اس کی عدت ختم ہو جائے گی اب اگر اس نے کسی سے نکاح کر لیا اور کسی بچہ نے اس کا دودھ پیا تو پہلا شوہر اس بچہ کا رضاعی باپ ہوگا۔دوسرا شوہر رضاعی باپ نہ ہوگا (مگر وہ لڑکا اور اس کی اولاد اس کی مدخولہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی دوسرے حرام نہ ہوں گے) ہاں جب دوسرے شوہر سے اس کے بچہ پیدا ہوگا پھر وہ عورت کسی بچہ کو دودھ پلائے گی تو پہلا شوہر نہیں بلکہ دوسرا شوہر اس بچہ کا رضاعی باپ شمار ہوگا کیونکہ دودھ اترنے کا سبب دوسرے شوہر کی صحبت اور تولد اولاد کا نتیجہ ہے (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۵۵۳ اول باب الرضاع۔فتاویٰ عالمگیری جلد اول۔جوہرہ ج ۲ ص ۹۶)

اپنی عورت کے سینے سے دودھ پینے میں کوئی حرج ہے:

(سوال ۳۰۱) مرد اپنی عورت کے سینہ (پستان) کو منہ میں لے کر چوسے اور منہ میں دودھ آجائے اور حلق سے اتر جائے تو عورت حرام ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں عورت مرد پر حرام نہیں ہوگی۔فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔اذا مص الرجل ثدی امرأته وشرب لبنها لم تحرم علیه امراته لماقلنا انه لا رضاع بعد الفصال (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۸۹ ایضاً مطبع نو لکشور لکھنؤ) لیکن عمداً ایسی حرکت کرنا جائز نہیں کیونکہ شیر خوارگی کے زمانہ میں تو بچہ کے لئے عورت کا دودھ جائز ہے۔مدت شیر خوارگی کے بعد عورت کا دودھ پینا حرام ہے۔

رضاعی بھانجی کا رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں:

(سوال ۳۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مثلاً رشیدہ کی دو لڑکیاں

ہیں (۱) حمیدہ (۲) ہاجرہ۔حمیدہ کی ایک لڑکی ہے اور ہاجرہ کا ایک لڑکا ہے۔ہاجرہ کے لڑکے قاسم نے اپنی نانی رشیدہ کا دودھ پیا ہے۔تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حمیدہ کی لڑکی کا نکاح ہاجرہ کے لڑکے قاسم سے درست ہے یا نہیں؟ کیا قاسم حمیدہ کی لڑکی کا رضاعی ماموں ہوتا ہے؟ اگر رضاعی ماموں ہو تو اس سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر قاسم نے مدت رضاعت میں (دوڈھائی برس کے اندر) اپنی نانی رشیدہ کا دودھ پیا ہے تو نانی اس کی رضاعی ماں اور اس کی خالہ حمیدہ اس کی رضاعی بہن اور اس کی لڑکی قاسم کی رضاعی بھانجی اور قاسم اس لڑکی کا رضاعی ماموں ہوتا ہے۔لہٰذا ان دونوں میں نکاح درست نہیں ہے۔

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔تحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصو لهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً. یعنی شیر خوار پر خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اس کی رضاعی ماں اور باپ اور ان دونوں کے اصول (ماں باپ اوپر تک) اور فروع (بیٹا بیٹی نیچے تک) حرام ہوجاتے ہیں یہ اصول وفروع نسبی ہوں یا رضاعی۔(ص ۴۸ ج ۲ کتاب الرضاع) واذا رضعت المرء ة صبیة حرمت علی زوجها و آبائه و ابنائه (المختار) فتکون المرضعة ام الرضیع واولادها اخوته واخواته من تقدم ومن تأخر فلا یجز ان یتزوج شیئاً من ولدها وولد ولدها وان سفل ! الخ والا ختیار شرح المختار ص ۱۱۸ ج ۳ کتاب الرضاع) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

شوہر اپنی بیوی کا دودھ پئے تو کیا حکم ہے :

(استفتاء ۳۰۳) ایک آدمی جان بوجھ کر اپنی بیوی کا سینہ اپنے منہ میں لیوے اور دودھ پئے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر عورت اپنے شوہر کے منہ میں سینہ رکھ کر دودھ پینے کے لئے اصرار کرے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بڑی عمر میں کسی عورت کا دودھ پینا جائز نہیں حرام ہے۔لیکن نکاح نہیں ٹوٹے گا۔گنہگار ہوگا (حوالہ اسی باب کے دوسرے سوال میں گذرا ہے ۔از مرتب)۔لہٰذا صورت مسئولہ میں مرد وعورت دونوں سخت گنہگار ہیں اور خدا ورسول (ﷺ) کے نافرمان ہیں۔ان کو اس ناپاک حرکت سے توبہ کرکے باز آنا ضروری ہے۔فقط واللہ اعلم۔

رضاعی بھتیجی سے نکاح ہوگیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۰۴) زید اور ابوبکر دونوں رضاعی بھائی ہیں ابوبکر کا اپنے رضاعی بھائی زید کی لڑکی سے نکاح ہوا ہے تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اب کیا صورت اختیار کی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) رضاعی بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے، حرام ہے، لہٰذا یہ نکاح درست نہیں ہوا، حدیث شریف میں ہے ان اللّٰہ حرم من الرضاعة ماحرم من النسب (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۳ باب المحرمات) ہدایہ اولین میں ہے ویحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب (ہدایہ اولین ص ۳۳۱ کتاب الرضاع) لہٰذا فوراً تفریق ضروری ہے۔اگر حقیقت پر پردہ ڈالنا ضروری ہو تو ان بناؤ کا بہانہ کرکے طلاق دے کر عورت کو جدا کردیا جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔۲۹ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ۔

رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں:

(سوال ۳۰۵) یاسمین بانو غلام محمد کی لڑکی ہے، عزیز الدین شیخ محمد طیب غلام محمد کا بھانجہ ہے، عزیز الدین نے یاسمین بانو کی نانی کا دودھ پیا ہے تو کیا عزیز الدین کا نکاح یاسمین بانو سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر عزیز الدین نے مدت رضاعت میں ڈھائی برس کے اندر) یاسمین بانو کی نانی کا دودھ پیا ہے تو یاسمین کی نانی اس کی رضاعی ماں بن گئی اور یاسمین کی ماں اس کی رضاعی بہن اور یاسمین بانو اس کی رضاعی بھانجی اور یہ (عزیز الدین) یاسمین بانو کا رضاعی ماموں بن گیا، اس لئے یاسمین بانو اور عزیز الدین کا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ (حوالہ بالا، از مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنے بھائی کی دودھ شریک بہن سے نکاح درست ہے یا نہیں:

(سوال ۳۰۶) رفیق کے بھائی نے ایک عورت کا دودھ پیا تھا وہ تو مر گیا ہے اب رفیق کی شادی اس دودھ پلانے والی عورت کی لڑکی کے ساتھ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جو اس کے بھائی کی دودھ شریک بہن ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں رفیق کی شادی اپنے بھائی کی دودھ شریک بہن سے درست ہے **وتحل اخت اخیه رضاعاً** (عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ کتاب الرضاع) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ۔

اپنی بہن کے رضاعی بھائی سے نکاح کرنا:

(سوال ۳۰۷) میری حقیقی خالہ نے میرے ایک چھوٹے بھائی اور بہن جو جوڑواں (توأمین) پیدا ہوئے تھے دودھ پلایا تھا، وہ دونوں بعد میں انتقال کر گئے ان دونوں بچوں سے بڑی میری ایک بہن جو حیات اور بالغ ہے کیا اس کا رشتہ ازدواج میری خالہ کے لڑکے سے شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں یہ رشتہ جائز ہے۔ دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے **وتحل اخت اخیه رضاعاً الخ** اور حلال ہے نکاح کرنا اپنے رضاعی بھائی کی بہن سے (عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ کتاب الرضاع) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رضاعی ماموں سے نکاح:

(سوال ۳۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاطمہ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی خالدہ کا دودھ ایام رضاعت میں پیا ہے، اس فاطمہ کا نکاح مذکورہ پھوپھی (جس کی لڑکی کا فاطمہ نے دودھ پیا ہے) کے لڑکے زید سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ فاطمہ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی (یعنی پھوپھی زاد بہن) خالدہ کا دودھ ایام رضاعت میں پیا ہے تو خالدہ اس کی رضاعی ماں بن گی اور خالدہ کا بھائی زید اس کا رضاعی ماموں ہو گیا، اس لئے فاطمہ کا نکاح زید سے نہیں ہوسکتا، فتاوی عالمگیری میں ہے **واخو المرضعة خاله واختها خالته** یعنی مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کا بھائی

رضیع کا (یعنی دودھ پینے والے بچہ کا) ماموں بن گیا اور مرضعہ کی بہن رضیع کی خالہ بن گئی، اس لئے ان دونوں میں نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کا پستان منہ میں لینا:

(سوال ۳۰۹) عمر بوقت صحبت غلبۂ شہوت سے اپنی نوجوان بیوی کے پستان منہ میں لیتا ہے، تو کیا عورت کا پستان کو منہ میں لینا جب کہ اس میں سے دودھ نہ نکلے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بچہ کی ولادت کی وجہ سے دودھ اتر آئے پھر یہ فعل کرے تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شہوت کے جوش میں پستان منہ میں لینے پر مجبور ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا، البتہ دودھ پینا حرام ہے، مگر اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی کہ مدت رضاعت نہیں ہے۔ **واذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم كذافي الهداية (عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ کتاب الرضاع) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

رضیع (دودھ پینے والے لڑکے) پر مرضعہ کی لڑکی حرام ہے چاہے وہ کئی سالوں کے بعد پیدا ہوئی ہو:

(سوال ۳۱۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ساجدہ اور ماجدہ دو حقیقی بہنیں ہیں، ساجدہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سالم ہے، ماجدہ نے اپنے بھانجے سالم کو دودھ پلایا، کئی سالوں کے بعد ماجدہ کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام زینب ہے، سالم اور زینب دونوں نکاح کے قابل ہو گئے ہیں، ماجدہ اپنی لڑکی زینب کا نکاح سالم سے کرنا چاہتی ہے، ہمارے یہاں اس بارے میں دو رائے ہیں، بعض لوگ اس نکاح کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض جائز کہتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ زینب کی ولادت بہت سالوں کے بعد ہوئی ہے آپ مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں، اجمال سے کام نہ لیں اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سالم نے مدت رضاعت (دو سال کی عمر کے اندر) میں ماجدہ کا دودھ پیا ہو تو ماجدہ سالم کی رضاعی ماں ہوگئی، اور ماجدہ کا شوہر اس کا رضاعی باپ، اور ماجدہ کی تمام اولاد چاہے سالم کو دودھ پلانے کے زمانہ کی ہو یا اس سے پہلے یا اس کے کئی سالوں کے بعد کی ہو وہ سب سالم کے رضاعی بھائی بہن ہیں چاہے ماجدہ نے ان کو دودھ پلایا ہو یا نہ پلایا ہو اور ان سب کے درمیان نکاح حرام ہے، لہٰذا سالم کا زینب سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:۔ **(واذا ارضعت المرأة صبية حرمت على زوجها وآبائه وبنائه) فتكون المرضعة ام الرضيع واولادها اخوته واخواته من تقدم ومن تأخر فلا يجوز ان يتزوج شيئا من ولدها وولدولدها وان سفلوا...... الخ (الاختيار لتعليل المختار ج ۳ ص ۱۱۸ كتاب الرضاع)**

در المنتقی فی شرح الملتقی میں ہے:

(ولا) حل (بين رضيع وولد مرضعته) سواء ارضعت ولدها اولا...... الى قوله...... (وان

سفعل) لانه ولد الا خ. (درر المنتقی علی هامش مجمع الا نهر ص ۳۷۲ ج ۱ کتاب الرضاع)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: تحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً. یعنی شیر خواہ پر خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اس کی رضاعی ماں اور باپ اور ان دونوں کے اصول (ان کے ماں باپ اوپر تک) اور فروع (بیٹا بیٹی آخر تک) حرام ہو جاتے ہیں، یہ اصول وفروع نسبی ہوں یا رضاعی (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۴۸ ج ۲ کتاب الرضاع

درمختار میں ہے (ولا) حل (بین الرضیعة وولد مرضعتها) ای التی ارضعتها (وولد ولدها) لانه ولدالاخ. شامی میں ہے: واطلقه فافادالتحریم وان لم ترضع ولدها النسبی. الی قوله. وشامی ایضاً مالو ولدته قبل ارضاعها للرضیعة او بعده ولو بسنین (درمختار و شامی ص ۵۶۱ ج ۲ باب الرضاع)

القول الجازم میں ہے: قاعدہ اول: شیر خوار پر اس کے رضاعی ماں اور باپ اور ان دونوں کے جملہ اصول و فروع نسبیہ ورضاعیہ حرام ہوں گے فی الهندیة تحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا (القول الجازم ص ۶)

ایک اور موقع پر تحریر فرمایا ہے: رضیع پر رضاعی ماں باپ اور ان دونوں کے اصول وفروع نسبیہ ورضاعیہ حرام ہوں گے، یہاں تک کہ مرضعہ کی نسبی اولا د خواہ رضیعہ کے رضاعی باپ سے ہو یا کسی دوسرے مرد سے ارضاع سے قبل کی ہو یا بعد کی رضیع پر حرام ہوگی الخ (القول الجازم فی بیان المحارم ص ۱۱ از حضرت العلامہ مولانا سعید احمد صاحب لکھنویؒ)

مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں سالم اور زینب کے درمیان نکاح بالکل حرام ہے، دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اور ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے دودھ پینے کا زمانہ ایک ہونا ضروری نہیں ہے:

(سوال ۱۱۳) صالحہ نے ناصر کو دودھ پلایا اور آٹھ دس سال کے بعد خدیجہ کو دودھ پلایا، اب ناصر اور خدیجہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ الگ الگ ہے لہذا نکاح ہوسکتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ناصر اور خدیجہ دونوں نے مدت رضاعت میں (دو سال کی عمر کے اندر اندر) دودھ پیا ہو تو دونوں آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں، چاہے دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ الگ الگ ہے، رضاعت کے ثبوت کے لئے ایک ہی زمانہ میں اور ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں ہے۔

درمختار میں ہے۔ (ولا حل بین رضیعی امرأة) بکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاب ۔ شامی میں ہے (قوله وان اختلف الزمن) کان ارضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنة مثلاً وکان کل منهما فی مدة الرضاع (درمختار وشامی ج ۲ ص ۵۶۱ باب الرضاع)

درالمنتقی فی شرح الملتقی میں ہے (ولا حل بین رضیع ثدی وان اختلف زمانهما) وان کان بین رضاعهما سنون لانهما اخوان.

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے (قوله ان)وصلية (اختلف زمانهما) ای سواء ارضعتهما فی زمان واحد او فی ازمنة متباعدة لان امهما واحدة (مجمع الا نهر ج ۱ ص ۳۷۷)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ نمبر ۱۴۔ایک لڑکا ایک لڑکی ہے دونوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہوسکتا خواہ ایک ہی زمانہ میں پیا ہو یا ایک نے پہلے دوسرے نے کئی برس کے بعد دونوں کا حکم ایک ہے (بہشتی زیور ص ۲۱ چوتھا حصہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپنی رضاعی والدہ کی اخیافی بہن (رضاعی خالہ) سے نکاح کرنا:

(سوال ۳۱۲)ایک بچہ نے مدت رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پیا، اب وہ بچہ بعد البلوغ اپنی رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔ ويحرم من الرضاع ما يحرم من النسب(هدايه اولين ص ۳۳۱ كتاب الرضاع) اور اپنی نسبی والدہ کی بہن۔حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی وہ اس کی خالہ ہے اور ہر ایک سے نکاح حرام ہے وتدخل فيها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات ای من الا بوين اومن الا ب اومن الام (هدايه اولين ص ۲۸۷ ایضاً) اسی طرح رضاعی والدہ کی بہن بھی (حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی) رضاعی خالہ ہے اور اس سے نکاح حرام ہے۔واخو المرضعة خاله واختها خالة ،دودھ پلانے والی عورت کا بھائی اس بچہ کا ماموں ہے اور اس عورت کی بہن اس بچہ کی خالہ ہے۔(عالمگیری بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۳۷۳/۱)جدید ترتیب کے مطابق ص ۲۵۱ ج ۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔مصحح۔

لہذا صورت مسئولہ میں وہ بچہ اپنی رضاعی والدہ کی اخیافی بہن (جو اس کی رضاعی خالہ ہے) سے نکاح نہیں کرسکتا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الطلاق

طلاق پر پابندی لگانا کیسا ہے :

(سوال ۳۱۳)ضلع کھیڑا کے سنی مسلمان بہورا برداران کی ایک کمیٹی چند مدت سے قائم کی ہے، جو قوم میں سماجی اصلاح کی کوشش کرنے کو اپنا مقصد اصلی ظاہر کرتی ہیں۔ اس میں ایک حصہ رواج طلاق جو مذکور قوم میں مروج ہے۔ یعنی بلا وجہ وعذر اور معمولی بات پر طلاق دے دیتے ہیں۔ انجام کار عورتوں کو زیادہ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے، جس بنا پر اس طریق کو کم کرنے کے لئے اور ضرورۃ استعمال کرنے کے لئے پابندی کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے۔ اور بلا عذر اور معمولی وجہ سے، طلاق دے وے تو اس پر جرمانہ (ڈنڈ) مقرر کیا ہے۔ اسی طرح وہ سزا جو منجانب کمیٹی مقرر شدہ مدت تک کوئی لڑکی بیاہ نہ کرے۔ اسی طرح سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) کرنا، اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کر کے اس سے لڑکی کو بیا ہے اور بائیکاٹ نہ کرے تو اس کو بھی مالی سزا (ڈنڈ) کی جائے۔ اب مذکورہ بالا بابت میں حسب ذیل رعا کی طرف آپ کی نگاہ مبذول کرا کر شرعی فیصلہ کا خواں ہوں۔

(۱) کیا شریعت میں مالی سزا (ڈنڈ) کرنا درست ہے؟ (۲) کیا اس طرح مطلق (طلاق دینے والے) کو لڑکی دینے پر پابندی عائد کرنا اور سماجی مقاطعہ کرنا درست ہے (۳) کیا کوئی شخص طلاق دیوے تو پنچ کے روبرو اس کو وجوہات کے اظہار پر مجبور کرنا درست ہے؟ مزید اینکہ دریافتگی یہ کہ اگر یہ طریق، طریق وڈنڈ پختگی سے عمل در آمد ہوتا رہے گا تو اندیشہ ہے مثلاً زید نے طلاق دی اب جب کمیٹی اس سے وجہ دریافت کرے گی تو خودغرضی کی بنا پر اور اپنے بچاؤ کی خاطر عورت پر کوئی الزام لگا دے جس بنا پر وہ بے چاری مطلقہ پنچ کے سامنے اپنی آبرو لٹا دے پھر اس کے ساتھ کوئی شادی کو آمادہ نہ ہوگا اور پنچ میں عورت کا باپ یا بھائی وغیرہ موجود ہوں تو وہ لوگ اپنی بہن بیٹی کے علانیہ عیب سن کر غضبناک ہوں تو فتنہ وفساد شروع ہو جائے گا اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بعض دفعہ طلاق دینے والے کے پاس معقول وجوہات ہوتے ہوئے محض اپنی شرم وحیا سے پنچ کے روبرو ان کو ظاہر کرنے سے وہ رکے گا۔ اس صورت میں وجہ ظاہر نہ کرنے کی وجہ سے بے چارہ ڈنڈ کا مستحق بنے گا اور وجوہات پیش کرنے پر شرمندگی لاحق ہوگی، تو دریافت طلب یہ کہ کمیٹی کا مذکورہ رویہ اور مالی سزا اور مقاطعہ کرنا شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اس کمیٹی کی ممبری کی فیس دینا اور اس طرح اور طریق سے امداد کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) مالی سز (ڈنڈ) درست نہیں (۲۔۳) طلاق دینے والے سے سماجی بائیکاٹ کرنا حتیٰ کہ نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے۔ تجہیز وتکفین میں شرکت نہ کی جائے، مناسب نہیں بجائے اصلاح کے اور خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اثمھما اکبر من نفعھما (قرآن) تعلیم، پند، وموعظت اور نصیحت اور اخلاقی دباؤ سے مذکورہ برائی کا دفعیہ ہوسکتا ہے۔ گاؤں گاؤں، گلی گلی، بازار بازار مجلس وعظ ونصیحت منعقد کر کے بلا وجہ اور معمولی بہانے سے طلاق دنے کی مذمت اور برائی بیان کی جائے۔ نیز ہینڈ بل (پرچے) شائع کر کے اس کا انسداد کیا جائے۔ ہاں طلاق فی نفسہ مباح ہے اور حق زوج ہے لیکن بدوں ضرورت شدیدہ اس حق کا استعمال کرنا خدائے پاک کو محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

مباح اشیاء میں سے سب سے زیادہ مبغوض (ناپسند) چیز طلاق ہے۔ایک حدیث میں ہے نکاح کرو اور طلاق نہ دو طلاق دینے سے عرش لرزتا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ تجیئی احدھم فیقول فعلت کذا کذا فیقول ما صنعت شیئاً قال ثم یجیئی احدھم فیقول ماترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ قال فیدنیہ منہ ویقول نعم انت قال الاعمش اراہ قال فیضمہ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۵۶ کتاب التوبہ باب تحریش الشیطن وبعثۃ سرایۃ الخ) یعنی شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے پھر اپنی فوج کو بہکانے اور فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے بھیجتا ہے۔تو ان میں سے اعلیٰ مرتبہ والا اس کے نزدیک وہ ہرتا ہے جو بڑا فتنہ کر کے آیا ہو۔اس کے معتقد یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور اپنی کارگذاریاں بیان کرتے ہیں، وہ کہتا رہتا ہے (تم نے کچھ نہیں کیا) یہاں تک کہ ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے اس کو چھوڑا ہی نہیں یہاں تک کہ اس کے اور اس کے بیوی بچوں کے درمیان جدائی ڈال دی تو شیطان ابلیس اس کو شاباشی دیتا ہے اور سینہ سے چمٹاتا ہے۔(مسلم شریف)

نکاح ایک نعمت ہے اور حفاظت دین کے لئے ایک بڑی گارنٹی ہے اور طلاق میں نعمت خداوندی (بیوی، شوہر اور دونوں کے خاندان کا میل جول وغیرہ) کی بیقدری اور ناشکری ہے۔خاندان میں برسوں تک عداوت اور دشمنی رہتی ہے خدائے پاک ناراض اور شیطان خوش ہوتا ہے، طلاق دینے میں عورت کو رنج وغم پہنچتا ہے اور بلاقصور کے تکلیف پہنچانا ظلم اور گناہ کا کام ہے

مباش درپئے آزار و ہر چہ خواہی کن
در شریعت ما غیر ایں گناہے نیست

اگر عورت بدصورت وبدسیرت ہو تو صبر کرنا چاہئے، اس کو الگ کر کے خانہ خرابی نہ کرنا چاہئے۔آنحضرت ﷺ نے عورت کو ضلع یعنی ٹیڑھی پسلی سے تعبیر فرما کر عورت کے ساتھ نرمی برتنے اور اس کی باتوں سے درگذر کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ تمام باتیں خوب جانتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ ناپسند عورت میں خدائے پاک نے برکتیں رکھی ہوں۔

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔اگر تم ان کو محبوب نہ رکھو (پسند نہ کرو عورتوں کو) تو ہوسکتا ہے کوئی چیز تم کو ناپسند ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی خوبیاں رکھی ہوں (سورۂ نساء) اسی طرح عورت کو بھی سمجھ سے کام لینا چاہئے اور خدائے تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہ کر خوشی خوشی زندگی گذارنی چاہئے۔

طلاق دینے والے سے وجہ دریافت کر سکتے ہیں لیکن اسے خفیہ بات کے افشاء اور اظہار عیب پر مجبور کرنا جائز نہیں، حالات سے واقف ہونے اور دونوں کے نزاع اور اختلاف دور کرنے کے لئے ان کے قریبی رشتہ دار زیادہ مناسب وموزوں ہیں۔وہ لوگ دونوں فریق کے باہم حالات سے واقف ہوتے ہیں اور ان سے خیرخواہی کی امید بھی ہوسکتی ہے، ان کو خاندان کی عزت وآبرو کا بھی پورا خیال ہوتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:۔

وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق

اللہ بینھما ان اللہ کان علیماً خبیراً. (سورۂ نساء ع ۶)

اگر تم (اوپر والوں) کو ان دونوں میاں بی بی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بی بی میں اتفاق فرما دیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور خبر والے ہیں۔ (بیان القرآن سورہ نساء)

اگر کمیٹی کے افراد میں زیادہ تر علماء ہوں اور علماء کی رائے و صلاح کے مطابق عمل کیا جاتا ہو تو اس کے ممبر بننے اور امداد کرنے میں حرج نہیں ہے۔

حالت حمل میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں

(سوال ۳۱۴) عورت کو حمل کی حالت میں طلاق ہوگی یا نہیں۔

(الجواب) جی ہاں! حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (سورہ طلاق)

عورت کے گستاخانہ کلمات سے نکاح پر کوئی اثر ہوتا ہے :

(سوال ۳۱۵) ایک شخص کی عورت وقتاً فوقتاً یہ الفاظ بولتی رہتی ہے "اللہ میاں سے ہم جتنے ڈرتے ہیں اتنا ہی زیادہ ڈراتا ہے، تو اس سے طلاق ہو کر عورت جدا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) الفاظ مذکورہ نہایت گستاخانہ اور قبیح ہیں، اس پر توبہ واجب ہے اور زجراً تجدید نکاح کا حکم کیا جائے مگر اس سے طلاق نہ ہوگی اور اس سے عورت نکاح سے نہ نکلے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح ثانی کرنے میں اگلی عورت کو طلاق دے کسی عذر کی بنا پر تو کیا حکم ہے

(سوال ۳۱۶) میری شادی کو تقریباً پندرہ سولہ برس ہوئے اور عورت "ٹی۔ بی" کی مریض ہے کوئی کام نہیں ہوتا اور اولاد بھی نہیں۔ دو برس سے میکہ میں ہے طلب کرنے پر نہیں آتی گھر میں والدہ ضعیف ہیں اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اب مجھے دوبارہ نکاح کرنا ہے اور نئے رشتے والے کہتے ہیں کہ عورت کو طلاق دے دو۔ ورنہ ہم نکاح نہیں کریں گے۔ جس بناء پر اس کو طلاق دوں تو گناہ تو نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ وجہ ظاہر ہے کہ عورت باوجود بلانے کے نہیں آتی۔ جواب سے نوازیں۔

(الجواب) بلا عذر شرعی اور بدون شدید مجبوری کے عورت کو طلاق دے کر ایذاء پہنچانا موجب گناہ ہے۔ صورت مسئولہ میں آپ معذور و مجبور ہیں۔ لہٰذا آپ گنہگار نہیں ہیں۔ لیکن نئے رشتے والوں کو یہ سزاوار نہیں کہ اگلی عوت کو طلاق دینے کی شرط کریں۔ جواز روئے حدیث شریف منع ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسئل المرءۃ طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا ولتنکح فان لھا ما قدرلھا. متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱ باب اعلان النکاح والخطبۃ

والشرط) فقط واللہ اعلم بالصواب .

حاملہ کی طلاق کے بارے میں :

(استفتاء ۳۱۷) ایک مرد نے اپنی عورت کو ناخوش گوار تعلق کی وجہ سے تین طلاق دی۔ عورت کو مہر اور نفقہ بھی دے دیا جس کی رسید وصول ہوگئی۔ اس بارے میں کوئی ناگواری بھی نہیں۔ حمل میں طلاق دی ہے تو طلاق ہوگی یا نہیں۔

(الجواب) حاملہ کو طلاق دی جائے تو واقع ہو جاتی ہے۔ حمل مانع طلاق نہیں۔ وطلاق الحامل یجوز عقب الجماع. (ھدایہ ص ۳۳۶ ج ۲ کتاب الطلاق باب طلاق السنة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

اپنی عورت کو زنا کرتے دیکھے تو کیا حکم ہے :

(استفتاء ۳۱۸) ایک مرد نے اپنی عورت کو بدکاری (زنا) کرتے دیکھا اب اس کو رکھے یا طلاق دے؟ طلاق نہ دے تو گنہگار ہے یا نہیں؟

(الجواب) مرد کو اس سے محبت ہو اور یقین ہو کہ دوبارہ اس فعل بد کا ارتکاب نہ کرے گی اور حقوق زوجیت میں فرق نہ آنے دے گی تو اس کو طلاق دینا ضروری اور واجب نہیں ہے۔ اس کو نکاح میں رکھے تو گنہگار نہیں۔ درمختار میں ہے۔ (لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ) یعنی شوہر پر بدکار عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارکہ میں اس قسم کا مقدمہ پیش ہوا تھا۔ آنحضرت (ﷺ) نے مشورہ دیا کہ اس کو چھوڑ دو۔ شوہر نے کہا کہ یہ مجھے محبوب ہے۔ تو حضور (ﷺ) نے فرمایا۔ کہ اس کو رکھ سکتے ہو۔ قوله لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا علیھا تسریح الفاجر الا اذا خاف ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس ان یتفرقا اھ مجتبی والفجور یعم الزناء وغیرہ وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لمن کانت زوجته لا ترد ید لامس وقد قال انی احبھا استمتع بھا اھ (درمختار مع الشامی ص ۳۷۷ ج ۵ کتاب الحضر والا باحة فصل فیی البیع) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بلا تلفظ محض سوچنے سے طلاق نہ ہوگی :

(سوال ۳۱۹) مرد اور عورت کی کبھی بنتی نہیں ہے۔ مرد کے کہنے پر عورت چلتی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے دماغ کبھی کبھی پریشان ہو جاتا ہے۔ مگر دل ہرگز چھٹی کرنے کو نہیں مانتا۔ اس لئے کہ رشتہ داریاں، اولادیں سب کچھ دیکھتے ہوئے موت تک نبھانے کا ارادہ ہوتا ہے مگر دل میں وسوسے آیا کرتے ہیں اور وسوسہ اندر ہی اندر طلاق، طلاق، طلاق کا ہوتا ہے۔ اس وقت تین طلاق دینے کی نیت بھی نہیں ہوتی۔ اور ان الفاظ کو زبان سے دہرائے بھی نہیں جاتے سوچ ہی سوچ میں یہ وسوسہ آتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں طلاقیں پڑ جاتی ہیں یا نہیں؟

(الجواب) بغیر زبانی تلفظ کے محض سوچنے سے اور دل کے وسوسوں سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۱)

---

(۱) وادنی الجھر اسماع غیرہ وادنی المخافتة اسماع نفسه ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق منطق کتسمیة علی ذبیحة ووجوب سجدة تلاوۃ وعناق وطلاق و استثناء الخ درمختار مع الشامی فصل فی القراۃ ج۱ ص ۵۳۵.

بلانیت وبدون اضافت طلاق کاحکم:

(سوال ۳۲۰) کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل ہیں۔
(۱) ایک شخص نے جب کہ وہ اپنے لڑکے کوتنبیہ کرر ہاتھااورلڑکے کی والدہ نے درمیان میں مداخلت کی۔تو اس نے اپنی زوجہ کوکہا۔کہ ''فارغطی'' ایک مرتبہ،اور پھر کہا کہ طلاق،طلاق،طلاق حالانکہ اس کی طلاق کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی اس کا روئے سخن اپنی زوجہ کی طرف تھااور نہ ہی اس نے اپنی زوجہ کوخطاب کیا۔کہ ''تجھ کوفارغطی'' بلکہ وہ تواپنے لڑکے کے لئے بات کرر ہاتھا۔اور درمیان میں یہ الفاظ کہہ گیااور نہ ہی ان الفاظ کے کہنے میں ''تجھ کو'' کہا۔تو آیااس بارے میں مرد کا قول معتبر سمجھا جاوے گا ؟(۲) مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگی یانہیں؟(۳) اگر طلاق واقع ہوئی تو رجعی ہوئی یا بائن؟ (۴) اگر بائن ہوئی تو کتنی واقع ہوئی؟(۵) اگر ایک طلاق واقع ہوئی تو مرد کورجوع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟(۶) اگر رجوع کاحق حاصل نہیں تو کیابغیر ''حلالہ'' کے اپنی زوجہ کواز سرنو نکاح پڑھ کرلاسکتا ہے؟

(الجواب) زوجہ کو''فارغطی'' کالفظ ایک مرتبہ کہاتو طلاق بائن واقع ہوگئی۔لفظ فارغطی کنایات میں سے ہے۔اس سے بلانیت طلاق بائن واقع ہونا متعارف ہے۔ چنانچہ امدادالفتاویٰ میں ہے۔یہ لفظ فارغطی کنایہ ہے۔اور چونکہ اس سے ایقاع بائن متعارف ہے۔اس لئے بلانیت اس سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی (ص ۳۹۳ ج ۲) فارغطی کے لفظ کے بعد طلاق صریح کالفظ تین بار بولا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ عورت جب مدخولہ ہوتو بائن طلاق کوصریح طلاق لاحق ہوتی ہے ۔الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة(درمختار مع الشامی ص ۶۴۵ ج ۲ باب الکنایات مطلب الصریح بلحق الصریح و البائن) لہذ ابعد کی دوصریح طلاق لاحق ہوکرطلاق ثلاثہ مغلظہ ہوگئی ۔بدون حلالہ عورت حلال نہیں ہوسکتی۔فان طلقها فلا تحل له' من بعد حتی تنکح زوجا غیره '.(قرآن حکیم)

صریح طلاق میں نیت شرط نہیں و لا یفتقر الیٰ نیة لانه صریح فیه لغلبة الا ستعمال.

(هدایه ص ۳۳۹ ج ۲) وصریح الطلاق لا یحتاذ الی النیة(المختار) لانه موضو ع له شرعاً فکان حقیقةً والحقیقة لا یحتاج الی نیة (الا ختیار شرح المختار ص ۱۲۵ ج ۳ کتاب الطلاق) لفظ الطلاق لا یستعمل الا فی الطلاق فذلک اللفظ صریح یقع به الطلاق من غیر نیة(فتاویٰ عالمگیری ص ۴۰۰ ج ۲)

لہذا فارغطی اور لفظ طلاق میں ڈرانے اور دھمکانے اور عدم نیت کی بات قابل قبول نہ ہوگی۔ وان قال تعمدته تخویفاً لم یصدق قضاء الا اذ اشهد علیه قبله به یفتی (درمختار مع الشامی ص ۵۹۲ ج ۲ باب الصریح مطلب الصریح نوعان الخ)

رہا طلاق میں اضافت کا شرط ہونا تو اضافت صریح ہونا شرط نہیں اضافت معنویہ بھی کافی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔ چنانچہ سوال میں مذکور ہے کہ زوجہ بڑبڑا رہی تھی تو زوج نے زوجہ کودھمکانے کے لئے کہا۔کہ ''فارغطی'' پھر کہا۔طلاق،طلاق،طلاق،دلالت حال اور مذاکرۂ طلاق اور قرائن اضافت معنویہ ہے۔(قوله لترکه الا ضافة)ای

المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة الخ ولا يلزم كون الاضافة بصريحة في كلامه (الیٰ) وظاهره انه لا يصدق في انه لم يرد امرأته للعرف (شامی ص ۵۹۰. ۵۹۱ ج ۲ مطلب الصریح نوعان الخ

لہذا عورت کے مطلقہ ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) واقع ہو گئی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) طلاق ثلثہ مغلظہ واقع ہوئی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) تین واقع ہوئی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) رجوع نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۶) شرعی حلالہ کے بغیر عورت حلال نہیں ہو سکتی۔ قولہ تعالیٰ: . فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره (سورۂ بقرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

مزید تشفی اور معلومات کے لئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ کے فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱)(سوال ۳۳/۹۲۰) شخصے زوجۂ خود را سہ طلاق بائن گفت واضافت بسوئے زوجہ نکرد بنا برآن زوجہ اش مطلقہ بائنہ خواہد شد یا نہ؟

(الجواب) دریں صورت سہ طلاق بر زوجۂ اش واقع شد۔ کمافی الدر المختار ولا يلزم كون الاضافة صريحة في كلامة (الی قوله) فهذا يدل على وقوعه وان لم يضفه الى المرأة صريحاً .(شامی ص ۴۳۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب . کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۳. ۴۵۴)

(۲)(سوال ۳۴/۹۲۱) زید کا نکاح ہندہ سے ہوا ہے۔ زید اور ہندہ میں لڑائی ہوئی۔ زید نے غصہ میں کہا۔ ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوگئی اور قرینہ اس کا موجود ہے کہ وہ شخص اپنی زوجہ کو کہہ رہا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ص ۴۵۵ ج ۳ ج)

(۳)(سوال ۱۴۳۲/۹۱۲) ایک شخص نے غصہ ہو کر لفظ طلاق کو تکرار کیا۔ یعنی تین مرتبہ سے زیادہ بولا بغیر خطاب کے۔ تو اس صورت میں اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی؟ بلا حلالہ اس کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) طلاق واقع ہوگئی اور تین طلاقیں پڑیں۔ وہ مغلظہ بائنہ ہوگئی۔ حلالہ کے بغیر اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور خطاب اگر چہ لفظوں میں نہیں، مگر مفہوم اور مقصد کے لحاظ سے خطاب موجود ہے۔ کیونکہ انسان ایسی حالت میں اپنی بیوی ہی کو طلاق دیا کرتا ہے۔ کما قال الفقهاء لان العادة ان من له امرأة اذ انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها الخ (ص ۴۳۰ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب . کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ. (فتاویٰ

دار العلوم دیوبند ص ۲۵۱ . ۲۵۲ ج ۳ .۴)

طلاق دینے پر مجبور کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۱) ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا دوسرے لوگ مجبور کرر ہے ہیں تو مجبور کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) بلاوجہ شرعی طلاق دینا، دلانا منع ہے کہ طلاق سے عورت کو تکلیف پہنچتی ہے اور بلاضرورت ایذا رسانی ناجائز اور گناہ ہے۔ شادی زن وشوہر کی راحت وآرام کے لئے ہوتی ہے، طلاق سے یہ سب ختم ہوجاتا ہے اور خاندان میں برسوں تک عداوت رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ لہذا ابلا شدید ضرورت کے نہ طلاق دے نہ طلاق دلوائے۔

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مباح چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز (ابغض المباحات) طلاق ہے: ایک حدیث میں ہے نکاح کرو اور طلاق نہ دو کہ طلاق سے عرش الٰہی لرز اٹھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ شیطان دریا میں پانی پر اپنا تخت بچھا کر اپنی فوج کو لوگوں کے بہکانے کے لئے اور فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے بھیجتا ہے۔ اس شیطانی فوج کے جو سپاہی میاں بیوی میں تفریق کراتے ہیں شیطان ان کو شاباش کہتا ہے اور سینہ سے لگاتا ہے کہ تو نے بہت خوب کام کیا۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۷۶ باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه لفتنة الناس الخ)

اگر مشکل وصورت یا کسی وجہ سے اس سے نفرت ہو تو اس کو نظر انداز کر کے خانہ بربادی نہ کرے، ہر شے کا انجام خدا کا معلوم ہے، ممکن ہے کہ اس ناپسندیدہ عورت میں خدا پاک نے تمہاری لئے خیر وبرکت رکھی ہو اور نئی دلھن جس کو تم پسند کرر ہے ہو اس میں کیا کیا برائیاں ہوں، تمہیں اس کا علم نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ فان کرهتمو هن فعسى ان تكرهو شيئا ويجعل الله فيه خيراً كثيرا (سورة نسآء) اگر تم عورتوں کو ناپسند کرو تو ممکن ہے کوئی چیز تم ناپسند کرو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی بڑی خوبی اور بھلائی رکھی ہو (اسی طرح سمجھ کر صبر کرو خدا پاک بہتری فرمائیں گے)

اس باتوں کو سمجھ کر جبراً طلاق دلانے والوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ کوئی اچھا کام نہیں کرر ہے ہیں بلکہ ایسا کام کرر ہے ہیں جس میں خدا اور رسول خدا ﷺ کی ناراضگی ہے اور شیطان کی خوشنودی ہے۔ اگر عورت قصوروار بداخلاق، نالائق ہو تب بھی طلاق دلانے کی کوشش نہ کی جائے جب کہ مرد اس سے خوش ہے اور محبت رکھتا ہے طلاق دینے پر رضا مند نہیں ہے تو جبراً طلاق دلانے پر بھی یہ محبت رکھے گا۔ بہت ممکن ہے اس محبت کی بنا پر گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جائے تو یاد رکھنا چاہئے اس گناہ کا سبب یہی لوگ ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری عورت احتیاط نہیں برتتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے طلاق دے دے۔ اس نے کہا مجھے اس سے محبت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس سے اپنا کام نکالتے رہو عن ابن عباس قال جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ان لى امرأة لا ترديد

لا مس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقھا قال انی احبھا قال فامسکھا اذا .(مشکوٰۃ ص ۲۸۷)(شامی ج ۲ ص ۴۰۲)تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۰۳)

شادی شدہ عورت زنا کرائے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۲۲)عورت زنا کرائے تو کیا طلاق واقع ہوگئی۔

(الجواب) زنا سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔البتہ بعض صورتوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہوکر عورت خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔جیسے کہ عورت اپنے شوہر کے لڑکے سے بدکاری کرے تو خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی لیکن نکاح نہیں ٹوٹے گا کما قال فی الدرالمختار (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۳۸۶۔۳۸۷ باب المحرمات)

معتوہ ومجنون کی طلاق معتبر ہے یا نہیں :

(سوال ۳۲۳)ایک شادی شدہ جس کی عمر اٹھارہ انیس برس کی ہے وہ مجنون سا ہے۔بچوں کی طرح بکتا ہے۔ایک دفعہ حالت بخار میں گھر والوں سے جھگڑا کرکے قبرستان گیا،وہاں سے گاؤں پنچایت آفس میں جاکر ایک کاغذ پر طلاق لکھی لیکن الفاظ درست نہ تھے۔وہ کاغذ جماعت کے آدمی کو دیا۔اس نے کہا کہ تحریر درست نہیں ہے،میرے کہنے کے مطابق لکھ۔اس نے لکھا۔بعدہ پنچایت کے آدمی کو اور اپنے خسر کو ایک ایک نقل دے دی،وہ عورت کو لے گئے،مجنون یہ ہونے کے بعد اٹھ کر اپنی ماں سے کہنے لگا کہ میری بیوی کو بلاؤ،تو اس کی والدہ نے کہا تو کیا بکواس کرتا ہے پھر پوری حقیقت کہہ دی۔تو مجنون کہنے لگا کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں،پنچایت کے آدمی نے جو لکھوایا وہ لکھا۔ڈاکٹر کی رائے ہے کہ یہ دیوانہ ہے اس کی سرٹیفکٹ بھی دی ہے تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جو صورت بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے تو یہ طلاق معتبر نہیں۔شرعی اصطلاح میں ایسے آدمی کو جو مغلوب العقل، قلیل الفہم، پراگندہ دماغ۔بے جوڑ باتیں کرے بے ڈھنگا ہو۔نہ ٹھیک سوچ سکے نہ ٹھیک کام کرسکے۔البتہ پاگلوں کی طرح مار دھاڑ اور گالی گلوچ نہ کرتا ہو ایسے شخص کو معتوہ کہا جاتا ہے اور معتوہ کی طلاق معتبر نہیں ہوتی۔حدیث شریف میں ہے۔ کل طلاق جائز الاطلاق المعتوہ والمغلوب علی عقلہ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۴ باب الخلع والطلاق)

یعنی ہر ایک طلاق جائز ہے مگر معتوہ اور مغلوب العقل کی طلاق۔

ان المعتوہ ھو القلیل الفھم المختلطاالکلام الفاسد التدبیر لکن لا یضرب ولا یشتم بخلاف المجنون ویدخل المبرسم المغمیٰ علیہ والمدھوش (بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹ کتاب الطلاق تحت قولہ لا طلاق الصبی والمجنون) انا لم نعتبر اقوال المعتوہ مع انہ لایلزم قیل ان یصلی الی حالۃ لایعلم فیھاما یقول ویریدہ الخ (شامی ج ۲ ص ۵۸۷ مطلب طلاق المدھوش)

دبر زوجہ میں وطی سے نکاح باقی رہتا ہے :

(سوال ۳۲۴)اگر اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرے تو نکاح بحال ہے یا نہیں؟

(الجواب) عورت کی دبر (جائے براز) میں وطی کرنا بالا جماع حرام اور گناہ کبیرہ ہے، صدق دل سے توبہ کرے، بارگاہ خداوندی میں عجز وانکساری سے اپنے گناہ کی معافی مانگے، یہ سنگین جرم ہے۔ لیکن بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوتی (۱)

حالت حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں :

(سوال ۳۲۵) ایک لڑکی سے میری شادی ہوئی۔ ایک برس پچیس دن ہوئے۔ اس کے والدین سے جھگڑا ہو گیا لڑکی کو مجبور کیا کہ وہ طلاق لے تو اس نے طلاق کا مطالبہ کیا۔ میں نے اس کو مورخہ ۶ ستمبر ۶۱ء کو طلاق دی ہے۔ اس کو دو ماہ کا حمل ہے باوجود اس کے اس نے طلاق لی تو طلاق اور عدت کا کیا حکم ہے۔

(الجواب) جب آپ نے طلاق دی تو طلاق ہو گئی، حالت حمل میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ (۲) وضع حمل سے عدت پوری ہو جاتی ہے۔ مہر باقی ہو تو اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ عدت کا خرچ بھی دینا ہوگا باہم کوئی مصالحت ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

زچگی کے زمانہ میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں :

(سوال ۳۲۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک آدمی نے بیوی سے جھگڑتے ہوئے تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق بول دیا، عورت حالت زچگی میں ہے اور ایک چھوٹا بچہ ہے جس کی ولادت کو ابھی ایک ماہ بھی نہیں ہوا ایسی حالت میں عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ ایک بچہ اور بھی چار سالہ ہے ان بچوں کی پرورش کس کے ذمہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مدخولہ عورت کو اس طرح تین الفاظ میں طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں (۳) اور زچگی کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے بچوں کی پرورش کا ذمہ دار باپ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر کسی شرعی عذر سے طلاق دے تو اس پر جرمانہ لگانا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۷) ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو اس کی بدخلقی اور خلاف شرع کام کرنے اور نا قابل برداشت عیوب کی بنا پر اس کو طلاق دے دی، کیا اس بناء پر بستی کے با اثر حضرات اس کو دوسری شادی کرنے سے روک سکتے ہیں؟ اور اس پر جرمانہ لگا سکتے ہیں؟ کیا شوہر شرعی عذر کی بنا پر طلاق دے تو گنہگار ہوگا؟ طلاق کے بعد شوہر چاہتا تھا کہ وہ عدت میرے گھر گذارے مگر وہ اپنے گھر چلی گئی اس صورت میں وہ عدت کے نفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ عورت کی بداخلاقی یا اور کسی شرعی وجہ سے شوہر نے طلاق دی ہے تو اس کو دوسری شادی سے روکنا یا جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے ظلم اور زیادتی ہے، شوہر کے مکان پر عدت گذارنے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو پھر بھی عورت اپنی باپ کے گھر عدت گذارنا چاہتی ہے تو نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی لیکن شوہر تبرعاً دے دے تو بہتر ہوگا، جب

---

(۱) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلون من اتی امرأتہ فی دبرھا مشکوٰۃ باب المباشرۃ ص ۲۷۱.
(۲) وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع ویطلقھا للسنۃ ثلاثۃ الخ فتاویٰ عالمگیری کتاب الطلاق ج ۱ ص ۳۷۸
(۳) متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو اوبغیر حرف الواؤ یتعدد الطلاق الخ فتاویٰ عالمگیری الفصل الاول فی الطلاق الصریح ج ۱ ص ۳۵۶

شرعی عذر کی وجہ سے طلاق دینا جائز ہے تو گنہگار کیسے ہوگا؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

والدین طلاق دینے پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت کی جائے یا نہیں :

(سوال ۳۲۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں اور ایک ہی جماعت اور قوم کے ہیں گاؤں سے بھاگ گئے اور باقاعدہ شادی کر لی اور اب دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں مگر لڑکے کے والدین اس شادی سے راضی نہیں ہیں اور لڑکے کو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اور طلاق دینے پر مجبور کرتے ہیں تو لڑکے کو والدین کی اطاعت کرتے ہوئے طلاق دینا ضروری ہے یا نہیں، لڑکی حاملہ ہو چکی ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) ازروئے حدیث حلال چیزوں میں سب سے زیادہ بری چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے، اور وصال زوجین کی قاطع ہے اور زوجین میں بوجہ تعلق و تعشق بعد طلاق زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور عورت حاملہ ہو چکی ہے تو اس میں بچہ کا بھی نقصان ہے اور عورت کی زندگی برباد ہونے اور گناہ میں مبتلا ہو جانے کا قوی امکان ہے اس لئے والدین کی ناراضگی کی بنا پر طلاق دینا واجب اور ضروری نہیں ہے، بلکہ طلاق نہ دینے میں مصلحت شرعیہ مضمر ہے، زوجہ میں خامی ہے تو زوج بھی خامی سے خالی نہیں ہے، زوجہ کی اصلاح ہو سکتی ہے لہذا والدین کو چاہئے کہ اپنی ضد سے باز آجائیں۔ قوله تعالیٰ فان کرهتموهن فعسیٰ ان تکرهوا شیئاً ویجعل الله فیه خیراً کثیراً. یعنی اگر تم ان عورتوں کو پسند نہ کرو تو ہو سکتا ہے کہ ایک خصلت تم کو پسند نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی رکھی ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے (اور اپنے اولاد کے لئے) پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دیں اور بچہ کا قصور معاف کر دیں۔ درپے آزار نہ ہوں۔ بزرگان دین فرماتے ہیں۔

مباش درپے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

یعنی: کسی کے درپے آزار نہ ہو اور جو چاہے کر ہماری شریعت میں اس سے بڑھ کر گناہ نہیں ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میری بیوی بدکار اور زانیہ ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا طلاق دے دے اس نے کہا مجھے اس سے محبت ہے۔ وہ خوبصورت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تو پھر طلاق دے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان)

اس لئے فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة یعنی زوج پر بدکار عورت کو طلاق دینا واجب نہیں ہے (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۲۰۲ کتاب الحضر والاباحة فصل فی البیع) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بلا وجہ طلاق دینے کی قباحت:

(سوال ۳۲۹) میرے بھائی نے ڈیڑھ سال پہلے شادی کی لیکن دو تین مہینے کے بعد طلاق دینے کی باتیں کرنے لگا گھر والوں نے اس کو سمجھایا اور پوچھا کہ طلاق دینے کی کیا وجہ ہے؟ تو کوئی وجہ نہیں بتائی بعد میں سمجھائے پر اپنے اس

ارادے سے باز آ گیا پھر چند ہفتوں کے بعد وہی طلاق دینے کی باتیں کرنے لگا پھر گھر والوں نے سمجھایا کہ بلاوجہ طلاق دینے میں والدین اور گھر والوں کی بدنامی ہے اور ان کی عزت کا سوال ہے لیکن وہ مانتا نہیں والدین فکرمند ہیں آپ مہربانی فرما کر طلاق دینے کے بارے میں جو مذمتیں ہیں ان کو تحریر فرمائیں اور والدین کو راضی رکھنے کی تاکید بھی تحریر فرمائیں تاکہ میرا بھائی اپنے ارادے سے باز آ جائے۔

(الجواب) عورت پہلے حرام تھی اللہ تعالیٰ کے قانون (نکاح) سے حلال ہوئی، رفیقۂ حیات بنی، گھر آباد ہوا، ایک دوسرے کے ہمدرد غم خوار اور وارث بن گئے، نصف دین کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے سند عطا فرمادی، اولاد پیدا ہونے پر نسل کے جاری ہونے کا ذریعہ حاصل ہو گیا، ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے بلاوجہ شرعی طلاق دینا کفران نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کو ازحد ناپسند اور مبغوض ہے زوجین کے متعلقین کو لازم ہے کہ خرابی دور کر کے گھر آباد کرانے کی ممکن کوشش کریں، لیکن اگر دونوں میں نفرت اور رنجش اس درجہ پیدا ہو گئی ہو کہ جس کی وجہ سے نباہ ہونا مشکل نظر آئے اور حقوق زوجین پامال ہوتے ہوں تو ان خرابیوں کے ساتھ جوڑا باقی رکھنا بلائے عظیم ہے اور ایسی صورت میں تفریق ناگزیر ہو جاتی ہے۔ جب معاملہ اس مرحلہ تک پہنچ جائے تو والدین کی عزت اور خاندان کی آبرو کا خیال کر کے گھر کو جہنم کا نمونہ بنائے رکھنا روا نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

طلاق کا مضمون مطالعہ کرنے سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں :

(سوال ۳۳۰) میری شادی کو دو تین سال کا عرصہ ہوا مگر ہم دونوں میں لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے ایک مرتبہ میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ رہا تھا اس میں طلاق کے مضمون کا مطالعہ کیا، مری طبیعت شکی ہے اس وقت سے خیال آتا ہے کہ شاید بیوی پر طلاق پڑ گئی اس وجہ سے میں پریشان ہوں جواب عنایت فرمائیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اپنی بیوی کے لئے طلاق کا لفظ بولا جائے تب طلاق واقع ہوتی ہے، قرآن کے ترجمہ میں یا کتابوں میں طلاق کا مضمون دیکھنے یا پڑھنے سے عورت پر طلاق نہیں ہوتی لو کرر مسائل الطلاق بحضر تها ولا ینوی لا تطلق (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۷۸ کتاب الطلاق) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وقوع طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا شرط نہیں :

(سوال ۳۳۱) میں نے اپنی زوجہ کو اسٹامپ پر لکھ کر طلاق دی اس وقت اس کو ایک مہینہ کا حمل تھا اور طلاق قبول کرنے کے لئے بالکل راضی نہ تھی، لیکن میں نے اس سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے اس کی صندوق میں ”تحریری طلاق نامہ“ رکھ دیا اور مہر کے پیسے بھی اس انداز سے کہ اس کو پتہ نہ چلے صندوق میں ڈال دیئے، عورت اس سے بالکل انجان اور بے خبر تھی جب اس نے اپنی صندوق کھولی تب اس کو اس کا علم ہوا، اس واقعہ کو ڈیڑھ سال ہو گیا، اور اس نے ابھی تک کسی سے نکاح نہیں کیا ہے، وضع حمل ہو چکا ہے اس کو پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہئے، جس وقت طلاق دی تھی اس وقت کوئی گواہ نہیں تھا اور میں نے منہ سے طلاق وغیرہ کچھ بولا نہیں ہے جس طرح اوپر مذکور ہے اسی طرح کیا ہے تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) طلاق نامہ میں کیا الفاظ لکھے ہیں اس کو دیکھنے کے بعد فیصلہ کیا جاسکتا ہے اگر اس میں تین طلاقوں کا ذکر

ہے تو عورت مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی [۱] اور اب بغیر شرعی حلالہ کے اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور اگر تین طلاقوں کا ذکر نہیں ہے تو تجدید نکاح سے کام بن جائے گا۔ حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور وقوع طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا شرط نہیں ہے بلا گواہوں کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ شوہر طلاق کا اقرار نہ کرتا ہو تو ثبوت طلاق کے لئے شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اگر عورت جانتی ہے کہ اس کو طلاق مل چکی ہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی ذات کو شوہر کے حوالہ کرے المرأة كالقاضى (شامی باب الصریح تحت قوله دين فقط والله اعلم بالصواب.
۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

غیر مدخولہ کو طلاق دینے کے بعد شوہر خلوت کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۳۲) ایک شخص نے اپنی عورت کو خلوت صحیحہ سے پہلے شرطیہ ایک طلاق دے دی جب مقامی علماء سے مسئلہ پوچھا گیا تو جواب وقوع طلاق بائنہ کا ملا۔ شوہر اس کے بعد کہنے لگا کہ ہماری میاں بیوی کی طرح خلوت ہوئی ہے لیکن میرے یا بیوی کے مکان پر نہیں بلکہ کسی اور جگہ خلوت ہوئی ہے عورت انکار کرتی ہے اور وہ نابالغہ ہے اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟ اور خلوت کے بارے میں کس کا قول معتبر ہوگا؟ اور اس لڑکی کی دوسری جگہ شادی کرنی ہو تو کیا تین طلاقیں دلوانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ رخصتی نہیں ہوئی اور خلوت کے گواہ بھی موجود نہیں ہیں عورت بھی انکار کرتی ہے اور وہ نابالغہ بھی ہے۔ [۲] تو شوہر کی بات کا اعتبار نہ ہوگا عورت ایک طلاق سے بائنہ ہوگئی، عدت بھی لازم نہیں، لہذا دوسرے سے نکاح درست ہے تین طلاقیں دلوانے کی حاجت نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق کے وقت بیوی سامنے نہ ہو تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ جھگڑا ہوا اور غصہ میں آکر ایک ہی سانس میں طلاق طلاق طلاق بول دیا اس وقت اس کی بیوی گھر میں نہیں تھی، عید کرنے میکے گئی تھی، زوجین میں کوئی جھگڑا نہیں تھا دونوں محبت سے رہتے تھے اور عورت خوشی خوشی اپنی میکے گئی تھی مذکور شخص کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، اس کی بیوی ابھی میکے میں ہے، عورت کے گھر والے اس کو سسرال بھیجنے سے انکار کرتے ہیں اور فتویٰ طلب کرتے ہیں، طلاق کے وقت گھر میں اس کی والدہ ہمشیرہ اور بھاوج تھیں۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی؟ زوجین ایک دوسرے کو چاہتے ہیں بہشتی زیور میں ہے کہ اگر نیت نہ ہو تو طلاق ہو نہیں سکتی فقط والسلام، بینوا توجروا۔ (سورت)

(الجواب) طلاق واقع ہونے کے لئے عورت کا سامنے ہونا یا طلاق کے الفاظ سنانا یا عورت کا نام لے کر طلاق دینا شرط نہیں ہے، پس اگر چہ شوہر نے عورت کا نام نہیں لیا مگر اگر دلالت حال اور قرآئن سے معلوم ہو جائے کہ ان کا مقصود

---

(۱) فروع كتب الطلاق ان مستبينا على نحو لوح وقع ان نوى وقيل مطلقا قال فى الشامية تح قوله مطلقا المراد به في الموصعين نوى اولم ينو الخ درمختار مع الشامى مطلب فى الطلاق بالكتابة ج. ۲ ص ۵۸۹
(۲) والخلوة بلا مانع حسى كمرض لأحدهما يمنع الوط و طبعى كو جود ثالث...... وشرعى كا حرام الفرض اونفل ومن الحسى رتق وقرن وعفل وصغر، درمختار مع الشامى مطلب فى احكام الخلوة ج. ۲ ص ۴۶۵.

اپنی عورت کو طلاق دینا تھا تو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی (قوله لتركه الاضافة) اى المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الا شارة الخ ولا يلزم كون الا ضافة صريحة فى كلامه . الى قوله . وظاهره انه لا يصدق فى انه لم يرد امرأته للعرف (شامی ج ۲ ص ۵۹۰ باب الصريح).

جھگڑا اگر چہ بھائی بہنوں کے ساتھ تھا بیوی کے ساتھ نہیں تھا مگر اس کا امکان ہے کہ شوہر نے بیوی کو طلاق دی ہو یہ سوچ کر کہ بیوی کی وجہ سے اس مکان میں رہنا پڑتا ہے اور بھائی بہنوں کے طعنے سننے پڑتے ہیں عورت نہ ہوتی تو کہیں بھی اپنی زندگی گذار لیتا اور اگر واقع میں ایسی کوئی بات نہیں تھی بھائی بہنوں سے جھگڑتے ہوئے بے اختیار طلاق کے الفاظ زبان سے نکل گئے ہیں، عورت کی وجہ سے نہ جھگڑا تھا اور نہ اس کا ذکر آیا تو طلاق کا حکم نہیں لگایا جائے گا ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

نوٹ: لفظ طلاق صریح لفاظ ہے نیت کا محتاج نہیں ہے البتہ الفاظ کنایات نیت کے محتاج ہیں ۔ بہشتی زیور کی عبارت میں اسی کا تذکرہ ہے ۔ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ ۔

غلط اقرار سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں :

(سوال ۳۳۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ محمد سعید نے اپنے دوستوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، دوستوں نے سوال کیا ۔ کیا تم نے اپنی عورت کو طلاق دے دی؟ تو محمد سعید نے کہا کہ ہاں میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ۔ دوستوں نے پھر سوال کیا کیسے طلاق دی؟ تو محمد سعید نے کہا جیسے اس عورت کو طلاق دی تھی، واقعات کی تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ محمد سعید کا اپنی بیوی سے جھگڑا تو ہوا ہے مگر طلاق نہیں دی ہے اور اس نے دوستوں کے سامنے غلط اقرار کیا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی؟ فقط بینوا توجروا ۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی (غلط اقرار سے بھی طلاق ہو جاتی ہے[1] دوبارہ یا سہ بارہ دوستوں کے جواب میں کہا کہ میں نے طلاق دے دی یہ پہلی طلاق کی خبر ہے جدید طلاق نہیں ہے لہذا عدت کے اندر محمد سعید رجوع کر سکتا ہے، نکاح جدید یا حلالہ کی ضرورت نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۹۷ ۔

شوہر طلاق کا اقرار کر کے منکر ہو جائے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۳۵) میرے شوہر نے میرے والد کے سامنے تین طلاقیں دیں اور دو آدمیوں کے سامنے طلاق دینے کا اقرار کیا ۔ اب وہ انکار کرتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے مجھے میرے والد صاحب اور ان دو شخصوں پر اعتماد ہے لہذا میں سمجھتی ہوں کہ مجھے طلاق واقع ہوگئی ہے اور میں شوہر پر حرام ہوگئی ہوں مگر شوہر انکار کرتا ہے تو میرے لئے کیا صورت ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں ۔ بینوا توجروا ۔

---

(۱) قوله اوهازلا اى فيقع قضآء وديانة كما يذ كر الشارح وبه صرح فى الخلاصه الخ وشامى (ج ۲ ص ۵۸۲ قبيل مطلب فى تعريف السكر ان وحكمه)

(الجواب) اگر تمہارے والدصاحب اور دونوں گواہ سچے معتبر ہوں اور تمہیں ان کی گواہی سے تین طلاقوں کا یقین یا ظن غالب ہو جائے تو ایسی صورت میں تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنی ذات شوہر کے حوالہ کرو اور شوہر کے ساتھ زن وشوئی کا معاملہ کرو، شوہر نہ مانے تو تمہیں لازم ہے کہ کچھ دے دلا کر رہائی حاصل کر کے اپنے کو حرام کاری (زنا) سے بچاء۔ شامی میں ہے والمرأة کا لقاضی اذا سمعته' او اخبر ها عدل لا یحل لها تمکینه. (ترجمہ) عورت مثل قاضی کے ہے جب کہ عورت خود طلاق سنے یا اس کو معتبر آدمی طلاق کی خبر دے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے (کہ شوہر کی بات مانے اور) شوہر کو اپنے او پر قابو دے۔ (شامی ج ۲ ص ۵۹۴ باب الصریح)

جس کو زبردستی نشہ آور چیز پلائی گئی اس کی طلاق کا حکم :

(سوال ۳۳۶) ایک شخص ہے جو بالکل شراب کا عادی نہیں ہے، بعضوں نے طلاق لینے کی غرض سے اس کو دھوکے سے شراب پلائی اور بحالت نشہ اس سے طلاق دلوائی تو یہ طلاق معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بحالت نشہ جو طلاق دی جاتی ہے وہ اگر چہ معتبر ہے اور واقع ہو جاتی ہے مگر جبراً اور دھوکے سے شراب پلا کر بحالت نشہ جو طلاق دلوائی گئی ہے وہ معتبر نہیں ہے (واختلف التصحیح فیمن سکر مکرها او مضطراً)(قوله واختلف التصحیح آه) فصحح فی التحفة وغیرها عدم الوقوع وجزم فی الخلاصة بالوقوع قال فی الفتح والا ول احسن لان موجب الوقوع عند زوال العقل لیس الا النسبب فی زواله بسبب محظور وهو منتف وفی النهر عن تصحیح القدوری انه التحقیق (درمختار والشامی ج ۲ ص ۵۸۳ کتاب الطلاق) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مجنون اور معتوہ کی طلاق کا حکم :

(سوال ۳۳۷) حاجی صاحب ایک عرصہ سے جنون میں مبتلا ہیں، کئی بار علاجاً شوٹ بھی لگوائے تاہم گاہے گاہے جنون کا شدید دورہ پڑتا ہے کبھی افاقہ ہو جائے مگر کامل افاقہ نہیں ہوتا فی الحال جب کہ پچاس فیصدی جنون کا اثر ہے حاجی صاحب نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو طلاق واقع ہو کر عورت مغلظہ ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب)(ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ مستیقظ) لقوله علیه الصلوة والسلام کل طلاق واقع الا طلاق الصبی والمعتوه وفی روایة الا طلاق الصبی والمجنون اه (الاختیار لتعلیل المختار ج ۳ ص ۱۲۴ کتاب الطلاق) واراد بالمجنون من فی عقله الاختلال فید خل المعتوه . واحسن الاقوال فی الفرق بینهما ان المعتوه هو القلیل الفهم المختلط الکلام الفاسد التدبیرولکن لا یضرب ولا یشتم بخلاف المجنون الخ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹ ایضاً تحت قوله لا طلاق الصبی والمجنون) وصرح الا صولیون بان حکمه کالصبی الا ان الدبوسی قال تجب علیه العبادات احتیاطاً ورده صدر الا سلام بان العته نوع جنون فیمنع وجوب اداء الحقوق جمیعاً ما بسطه' فی شرح التحریر (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۵۸۶ مطلب فی طلاق المد هوش) وکذا المعتوه لا یقع طلاقه ایضاً وهذا اذا کان فی حالة العته اما فی حالة الا فاقة فالصحیح انه واقع هکذا فی

الجوهرة النيرة (فتاوىٰ عالمگیری ج ۲ ص ۵۵ کتاب الطلاق) درمختار کتاب الحجر میں ہے
(وسببه الحجر) (صغر وجنون) يعم القوى والضعيف كما في المعتوه وحكمه كمميز كما سيجئى . الى قوله . مع ان طلاق المعتوه ايضا لا يصح كذا افاده ابن الكمال وتبعه الشارح
(درمختار مع الشامى ج۵ ص ۱۲۳ . ۱۳۴)

مذکورہ بالا احادیث اور روایات فقہیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہ ہوگی...... مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو۔

فتاویٰ دارالعلوم (عزیز الفتاویٰ) میں ہے۔

(الجواب) ...... حالت افاقہ میں اگر وہ تام العقل ہو جاتا ہو تو طلاق اس کی صحیح ہے۔ كما حققه الكمال قال فى الشامى فيحترز عمن يفيق احياناً اى يزول عنه ما به بالكلية وهذا كالعاقل البالغ فى تلك الحالة. شامى جلد خامس . كتاب الحجر . فقط والله اعلم بالصواب . كتبه . (العلامه مفتى) عزيز الرحمان عفى عنه (رحمه الله ج۳ . ۴ص ۲۹۵)

(الجواب) ...... اگر جنون سے افاقہ کامل حاصل ہونے کی حالت میں طلاق دیا ہے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے (فتاویٰ نظامیہ۔ مفتی محمد رکن الدین مفتی مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن ج ۲ ص ۲۶۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مطلقہ ثلثہ کو غیر مقلدوں کے فتویٰ کا سہارا لے کر رکھ لے تو ایسے شخص سے قطع تعلق کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۳۸) میرا چھوٹا بھائی اس نے اپنی عورت کو ۱۹۶۵ء میں طلاق مغلظہ دے دی اس کے دو ماہ بعد سامر دوی غیر مقلد کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے اپنی عورت کو بغیر نکاح کے رکھ لیا اور دو سال بعد ایک لڑکا پیدا ہوا، نیز اس نے رسول مقبول ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی اس نے (معاذ اللہ خاکم بدھن) کہا، کیا حضور ﷺ کو بھی طلاق کے بارے میں ایسی ہی سمجھ پڑی کہ تین دفعہ کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے، حضور ﷺ کی شان میں ایسا کہنے والا کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ان دو وجوہات کی بنا پر میں نے اور دوسرے بھائیوں نے اس وقت سے اس سے قطع تعلق کر رکھا ہے مگر دوسرے رشتہ دار کہتے ہیں کہ تم لوگ اس کے ساتھ تعلقات استوار کر لو اس کے اعمال اس کے ساتھ ہیں اس کی قبر میں وہ جواب دے گا، آپ براہ کرم جواب تحریر فرمائیں ہم لوگ کیا کرے مثل سابق قطع تعلق رکھیں یا تعلق قائم کر لیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں غیر مقلد سامر دوی کے نام نہاد فتویٰ کا (جو نصوص قطعیہ شرعیہ قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے) سہارا لے کر مطلقہ مغلظہ کو رکھ لینا قطعی حرام کاری وزنا کاری اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے اور اپنے حق مذہب حنفی نیز دیگر مذاہب حقہ شافعی مالکی اور حنبلی کے متفقہ فیصلہ کی خلاف ورزی ہے ایسے شخص کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے (شامی ج ۲ ص ۲۶۳ ليس للعامى ان يتحول من مذهب الى مذهب ويستوى فيه الحنفى والشافعى وقيل لمن انتقل الى مذهب الشافعى يتزوج له أخاف ان يموت مسلوب بمان لا هانة للدين لجيفة قذرة. شامى باب القبول (الشهادة) وعدمه ج۵ ص ۴۸۱) مزید برآں

اس نے یہ کہہ کر (معاذ اللہ) ''کیا حضور اکرم ﷺ کو بھی طلاق کے بارے میں ایسی ہی سمجھ پڑی کہ تین دفعہ طلاق کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے''حضور اقدس ﷺ کی شان میں صریح توہین کی ہے۔

لہذا ایسے شخص سے جب تک وہ اس عورت سے علیحدگی اختیار نہ کرلے اور تجدید ایمان نہ کرے قطع تعلق ضروری ہے تاکہ اس سے اور لوگوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔

ہم روزانہ وتر کی نماز میں خدا کے سامنے اقرار کرتے ہیں ونترک من یفجرک یعنی اے اللہ ہم علیحدہ ہوتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں ہر اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔

خطا کار لوگوں (فاسق معلن) سے تاوقتیکہ وہ باز نہ آئیں بات چیت سلام کلام میل جول ترک کر دینا آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر پیچھے رہ جانے والے تین صحابی رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے ان کی توبہ قبول ہونے تک سلام کلام میل جول ترک کر دیا تھا بخاری شریف میں ان کا واقعہ مفصلاً حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا ایک حصہ یہ ہے **ونهى رسول الله صلى الله عليه و سلم المسلمين عن كلامنا ايها الثلاثة من بين من تخلف عنه فاجتنبنا الناس وتغير والنا حتى تنكرت في نفسي الا رض فما هي التي اعرف فلبثنا على ذلك خمسين ليلةً(بخاری شریف ج۲ ص ۶۳۵ باب غزوة تبوک وهی غزوة العسره)(الاصح السير ج ۱ ص ۳۳۸) فقط والله اعلم بالصواب .**

ناحق طلاق دینے پر بائیکاٹ (قطع تعلق) کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۳۹) علماء کرام ومفتیان عظام کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ہماری جماعت میں آج کل طلاق دینے کا رواج بہت عام ہورہا ہے، معمولی معمولی باتوں پر طلاق دے دیتے ہیں جس بناء پر لڑکیوں پر ناحق ظلم ہورہا ہے بایں وجہ ہماری جماعت (برادری) والوں نے یہ طے کیا ہے کہ بلاوجہ اور ناحق کوئی شخص تین طلاق دے دے تو تین برس تک کوئی اس کو لڑکی نہ دے یہ قانون بنانا اور اس پر عمل کرانا ارکان جماعت کے لئے جائز ہے؟ اور اس دستور پر عمل کرنے میں مردوں کی حق تلفی تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک آنحضور ﷺ کا فرمان ہے کہ حق تعالیٰ کو تمام مباح چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض طلاق ہے ابغض الحلال الى الله الطلاق لیکن بعض دفعہ طلاق دینا ناگزیر ہوجاتا ہے لہذا اس پر پابندی لگانے سے اور طلاق کا دروازہ بند کردینے سے بڑی خرابی رونما ہوسکتی ہے مثلاً کبھی میاں بیوی میں سے کسی ایک کی بداخلاقی یا حماقت کیوجہ سے یا تنگی معاش کی وجہ سے شدید اختلاف پیدا ہوجاتا ہے اور دونوں میں اس قدر بعد ہوجاتا ہے کہ حقوق زوجین پامال ہونے لگتے ہیں ان حالات میں بہ جبر و اکراہ دونوں کو نکاح پر برقرار رکھنا بلائے عظیم ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے ومع ذلک لا يمكن سد هذا الباب (ای باب الطلاق) والتضييق فيه فانه قد يصير الزوجان متنا شزين اما لسوء خلقهما او لطموح عين احدهما الى حسن انسان اولضيق معيشتهما او لحرق واحد منهما ونحو ذلک من الا سباب فيكون ادامة هذا النظم مع ذلک بلا عظيما وحرجاً (حجة

اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۳۹۸ کتاب الطلاق)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ اگر عورت بد طینت ہے اور اس کے مزاج میں تشدد ہے اور زبان میں سختی ہے تو اس کے شوہر پر باوجود زمین کشادہ ہونے کے تنگ ہو جائے گی اور مقصد نکاح فوت ہو جائے گا بلکہ فساد سے بدل جائے گا

فلو کان بها جبلة سوء وفي خلقها وعادتها فظاظة وفيء لسانها بذاء ضاقت عليه الا رض بما رحبت وانقلب عليه المصلحة مفسدة (حجة الله البالغة ۲ ص ۳۶۰ الخطبة وما يتعلق بها)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ گلستان میں بد خلق بدزبان جھگڑالو عورت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

زن بد در سرائے مرد نکو
ہم دریں عالم است دوزخ او
زنہار از قرین بد زنہار
وقنا ربنا عذاب النار

(ترجمہ) بدخلق، بداطوار عورت نیک مرد کے گھر میں اسی دنیا میں اس کے لئے دوزخ ہے خدائے پاک برے جوڑے سے محفوظ رکھے اور عذاب دوزخ سے بچائے (گلستاں باب دوم دراخلاق درویشاں)

درحقیقت ایسی حالت میں زندگی دوزخ کا نمونہ بن جاتی ہے لہذا علیحدگی بہتر ہوتی ہے لیکن ایک طلاق دی جائے، اگر تین طلاق دینا چاہے تو تین طہر میں دے لیکن ایک ہی طلاق دینا بہتر ہے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا رواج غلط اور خلاف سنت ہے اس پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے اگر باز نہ آئے تو بااثر لوگ قطع تعلق اور بائیکاٹ کرلیں، لڑکی نہ دینے کا دستو اور پابندی ظلم اور گناہ کا باعث ہے لہذا ایسی قانون سازی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ فقط واللہ اعلم بالصوب

اکراہ کی ایک نادر صورت:

(سوال ۳۴۰) میاں بیوی دونوں معزز اور خاندانی ہیں کسی وجہ سے عورت کے دل میں شوہر کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوگئی وہ بضد طلاق کا مطالبہ کرتی تھی، شوہر اسے مطمئن کرنے کی غرض سے ہمراہ لے کر امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے دفتر میں حاضر ہوا اتفاق سے دفتر بند تھا واپسی میں عورت نے بے حد غضبناک ہوکر برقعہ نکال پھینکا اور آنکھیں نکال کر شوہر کا گریبان مضبوط پکڑ کر مصر ہوئی کہ طلاق دے دے لوگ جمع ہو گئے، شوہر نے اپنی بے عزتی اور عورت کی زبردستی کی وجہ سے طلاق نامہ لکھ دیا اس سے بھی وہ مطمئن نہیں ہوئی اور تین مرتبہ طلاق لکھوائی، شوہر نے زبان سے کچھ نہیں کہا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت اکراہ کی ہے یا نہیں؟ اور طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً۔ بصورت اکراہ جب کہ جان کا خطرہ لاحق ہو یا کسی عضو کے کٹ جانے کا اندیشہ ہو یا ضرب شدید (ناقابل برداشت مار) یا انتہائی ذلت کے خوف سے اگر طلاق زبانی (کلمات طلاق زبان سے بول کر) دی جائے تو وہ واقع ہو جاتی ہے اور زبان سے الفاظ طلاق بولے بغیر صرف طلاق کی تحریر لکھ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی پس صورت مسئولہ میں چونکہ شوہر ذی منصب وذی جاہ بھی ہے اور واقعہ تحریری طلاق کا ہے اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی

رہی یہ بات کہ صورت مسئولہ ''اکراہ'' کی صورت ہے اس کے لئے درج ذیل عبارتیں پیش ہیں۔

مفتی مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاوکرامۃ) حضرت علامہ سید اسعد المدنی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

(سوال)فی رجل تشاجر مع زوجته فقامت عليه ومسكته من زيق ثوبه وقطعت اثوابه وقالت طلقنی وما عرف يخلص نفسه منها الا بقوله البعيدة طالق ولم يقصد طلاقها وانما حيلة لخلاصة منها وكان قبل ذلک طلقها تطليقتين فهل تقع عليه هذه الطلقة ويلحق ماسبق ام كيف الحال ؟ افتونا.

(الجواب)نعم تقع عليها طلقة ثالثة ولا تعتبر هذه النية وقد اطال فی البحر الرائق بحثها، فراجع ان شئت وهی من قسم طلاق المكره ولا شک فی وقوعها والله اعلم (فتاوی اسعدية ج ۱ ص ۷۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ فی السوال اکراہ کی صورت ہے لہذا تحریر طلاق واقع نہ ہوگی......درمختار میں ہے۔

والثالث (كون الشيئ المكره به متلفا نفساً اوعضواً او موجباً غماً بعدم الرضا) وهذا ادنی مراتبه و هو يختلف باختلاف اشخاصه فان الا شراف يغمون بكلام خشن والارذال ربما لا يغمون الا بالضرب المبرح ابن كمال (درمختار مع الشامی ج۵ ص ۱۱۰ كتاب الا كراه)

غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے:۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی وجہ سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست ونابود کردے۔الی قولہ۔اور یہ یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا،اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے اس واسطے کہ اشراف غمگین ہوجاتے ہیں سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذاذکرہ ابن الکمال (غایۃ الوطار ج۴ ص ۸۱.۸۲)

درمختار میں دوسری جگہ ہے......والرابع...... (فلو اكره بقتل او ضرب شديد) متلف لا بسوط او بسوطين الا على المذاكير والعين بزازية (اوحبس) اوقيد مديدين بخلاف حبس يوم او قيده او ضرب غيرشديد الا لذی جاه (درمختار مع الشامی ج۵ ص ۱۱۰ كتاب الا كراه)

غایۃ الاوطار میں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:۔

ولوکرہ......تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہو بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات تناسل یا آنکھ پر البتہ متلف ہے......الی قولہ......اوحبس ......یا اکراہ ہو حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یک روز یا قید یک روز یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے۔مگر عزت دار کے حق میں البتہ اکراہ ہے۔کذافی الدر وغایۃ الا وطار ج۴ ص ۸۲)

البحر الرائق میں ہے وفی المحيط قال مشائخنا الا اذا كان الرجل صاحب منصب يعلم انه يتضرر بضرب سوط او حبس يوم فانه يكون اكراهاً ......الی قوله...... لا نه يختلف باختلاف احوال الناس فمنهم لا يتضررون بضرب سوط او بفرک اذنه لا سيمافی ملأ من الناس او بحضرة السلطان الخ (البحرالرائق ج۸ ص ۷۱ تکمله) اوقيد يوم لا يكون اكراهاً لانه لا يبالی به عادة الا اذا كان

ذامنصب یستضربه، فیکون اکراهاً فی حقه لزوال الرضی (ج۲ ص۱۰۵ کتاب الاکراه)

عینی شرح کنز میں ہے ولو اکراه بحبس یوم اوقید یوم او ضرب سوط لا یکون اکراهاً اذا کان ذا عزو مرتبة کتاب الاکراه.

مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر میں ہے والرابع (کون المکره به متلفاً نفساً او عضواً من الاعضاء او موجبا غماً یعدم الرضیٰ) لان من کان شریفاً یغتم بکلام خشن فیعدم مثل هذا فی حقه اکراها اذهوا شدله من الم الضرب من کان رذیلا فلا یغتم الا بضرب مولم اوبحبس شدید فلا یعد الضرب مرةً بسوط ولا لحبس ساعةً بل یوماً فی حقه اکراها لکون الاشخاص متفا وتا ولذا قید مایوجب الغم باعدام الرضی. (مجمع الانهر ج۲ ص ۴۳۰ کتاب الاکراه)

ان حوالہ جات سے بقدر مشترک یہ ثابت ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں چونکہ شوہر شریف النسب، ذی منصب اور ذی جاہ ہے اس لئے یہ صورت اکراہ کی ہے اور واقعہ تحریری طلاق کا ہے اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی، تحریری طلاق واقع نہ ہونے کے سلسلہ میں مزید تائید کے لئے ملاحظہ ہو۔

عارف باللہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ نے والد کی خفگی اور ناراضگی کو بھی اکراہ میں داخل فرمایا ہے، فتاویٰ دارالعلوم قدیم میں ہے۔

(سوال ۱۶۳۳/۸۸۹) مسماۃ بیگم جو کہ بندہ کی نکاح میں تھی والد صاحب کو چند آدمی نے کہا کہ اس کو (اپنے لڑکے کو) س سے (اس کی بیوی سے) علیحدہ کرا دیجئے، بندہ نے باادب والد صاحب کو یہ جواب دیا کہ میری حالت اس کو ترک کرنے سے ابتر ہو جائے گی، والد نے کہا تجھ سے کبھی نہ بولوں گا اس پر بندہ نے دو روپیہ کے کاغذ کا اسٹامپ خرید کر ایک پر طلاق نامہ لکھا گیا اور دوسرے پر مہر نامہ، اس وقت میری حالت ابتر اور خراب تھی مجھ کو خبر نہ تھی کہ کس حالت میں ہوں مجھ پر صدمہ پڑا ہوا تھا کبھی روتا تھا کبھی خاموش ہو جاتا تھا، یہ بات قسمیہ عرض ہے جہاں تک مجھ کو خیال ہے اس حالت میں مجھ سے لفظ طلاق دو مرتبہ نکل گیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) کاغذ کی لکھی ہوئی طلاق تو اس حالت عدم رضا میں نہیں واقع ہوئی مگر زبان سے دو مرتبہ طلاق کا لفظ نکلا اس سے دو طلاق رجعی واقع ہوگئی، عدت کے اندر رجوع کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم قدیم ج۳-۴ ص۲۴۲) فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۳؍رجب ۱۴۰۰ھ۔

خواب آور گولی کھا کر طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں:

(سوال ۳۴۱) ایک شخص بلا کسی ڈاکٹر وغیرہ کی تجویز کے خود اپنے طور پر خواب آور ٹیبلیٹ کھالیتا ہے چونکہ اس کے اندر مخدرات اجزا ہوتے ہیں اس کی وجہ سے دماغ پر وقتی طور پر اثر پڑتا ہے اور دماغی توازن پورا قائم نہیں رہتا اس حالت میں اس نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وھوالموفق للصواب: تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ خواب آور ٹیبلیٹ اجزا مخدرات وسمیات سے مرکب ہے ذرا سی بے احتیاطی سے خطرناک صورت پیدا ہو جاتی ہے اور ہلاکت تک کی نوبت آجاتی ہے لہذا حکیم حاذق اور ماہر

ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر اور ہدایت کے خلاف ان خواب آور گولیوں کا استعمال درست نہیں، اگر کوئی شخص ان کا استعمال کرے اور دماغی حالت خراب ہو جائے اور طلاق دے دے تو زجراً وقوع طلاق کا فتوی دیا جائے گا، نصاب الاحتساب قلمی میں ہے ذکر فی شرح الکرخی قالوا ان شرب النبیج یجوز للتداوی فاذا زال العقل لم یجز .الی قولہ . وذکر فی المحیط فی ھذا تفصیلا منقولا عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ان السکر من النبج حرام وان طلاق البنجی واقع فقال علیہ السلام من اکل البنج طار نور قلبہ ولا یعود الیہ الا ان یتوب ورجع الی قولہ. والدلیل علی ان النبج حرام ظاھر لان اھل الطب ذکروا النبج فی السموم والسم بانواعہ حرام فکذا البنج ولانہ مضریتولد منہ کثیر من الامراض یعرف ذلک فی کتب الطب .الی قولہ . وذکر فی الذخیرۃ: ذکر عبدالعزیز الترمذی قال سألت ابا حنیفۃ رحمہ اللہ وسفیان الثوری عن رجل شرب البنج فارتفع الی رأسہ فطلق امرأتہ قال ان کان حین یشرب یعلم ماھی فھی طالق وان کان حین یشرب لا یعلم انہ ماھو لا یطلق (نصاب الاحتساب باب نمبر ۳۶ ص ۷۴.۷۵)

ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم بہشتی زیور مسمی بہ ''طبی جوہر'' میں ہے۔

''اور حکم کشتہ جات اور سمیات کا بھی نکل آیا کہ بلا رائے طبیب حاذق ومعتمد علیہ ان کا استعمال درست نہیں۔ اور اگر حاذق ومعتمد علیہ طبیب کھلاوے تو درست ہے کیونکہ وہ کسی نفع کے لئے کھلاتا ہے'' حاشیہ میں ہے علی ہذا ان ڈاکٹری ادویات کا کھانا جو تیز ہیں اور سمیت بھی رکھتی ہیں جیسے اسٹیکیا (جوہر کچلہ) اور مارفیا وغیرہ کہ بلا تجویز ماہر اور معتمد ڈاکٹر کے جائز نہیں ہے۔ الخ (بہشتی زیور ص ۱۳۰۔۱۳۱ حصہ نہم) واللہ اعلم۔

طلاق کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۴۲) کسی کو شک ہو جائے کہ طلاق ایک دی ہے یا دو، تو کیا حکم ہے، ایک شمار ہوگی یا دو؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فقہاء کرام نے ارقام فرمایا ہے کہ شوہر نے قسم کھائی ہے مگر یہ یاد نہیں رہا کہ طلاق کی قسم کھائی ہے یا کسی اور چیز کی تو ایسی قسم لغو ہے، طلاق واقع نہ ہوگی اس لئے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور طلاق جو قاطع نکاح ہے مشکوک ہے اور قاعدہ ہے الیقین لا یزول بالشک ۔علی ہذا شوہر کو شک ہے کہ ایک طلاق دی ہے یا زیادہ (دو یا تین) تو اگر ایک یا دو میں شک ہے تو تحری کرے، جس طرف ظن غالب ہو اس کو اختیار کرے اگر دونوں جانب برابر گمان ہو تو اقل شمار ہوگی لیکن احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اکثر شمار کرے۔ اس لئے کہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ باب الفروج میں احتیاط اولیٰ ہے۔ علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او غیرہ لغا کما لو شک الطلاق ام لا ولو شک اطلق ام لا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل (درمختار) (قولہ بنی علی الاقل) ای کما ذکرہ الاسبیجابی الا ان یستیقن بالاکثر او یکون اکبر ظنہ وعن الامام الثانی اذا کان لا یدری اثلاث ام اقل یتحری وان استویا عمل باشد ذلک علیہ اشباہ عن البزازیۃ وعلی قول الثانی اقتصر قاضی خان ولعلہ لانہ یعمل بالاحتیاط خصوصاً فی باب الفروج اھ (شامی ج ۲ ص ۶۲۴ قبیل باب طلاق غیر المدخول بھا) فقط واللہ اعلم بالصواب .

اضافت معنویہ کی صورت میں طلاق دیانۃً وقضاءً واقع ہوتی ہے یا صرف قضاءً:

(سوال ۳۴۳) عام طور پر حضرات مفتی صاحبان کے مدونہ فتاویٰ میں تحریر ہے کہ بصورت اضافت معنویہ بیوی پر طلاق پڑتی ہے، عام طور سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ طلاق دیانۃً وقضاءً دونوں قسم کی پڑ جاتی ہے لیکن اس دیار میں بعض مولوی بصورت تفصیل جواب دیتے ہیں کہ اضافت معنویہ کی صورت میں مثل اقرار کاذب کا دیانۃً طلاق واقع نہیں ہوتی صرف قضاءً واقع ہوتی ہے، اگر یہی صورت ہے تو تفصیل کس کتاب میں ہے مع صفحہ تحریر فرمادیں، بینوا توجروا۔ (بنگلہ دیش)

(الجواب) وقوع طلاق کے لئے اضافت الی المنکوحہ شرط ہے خواہ اضافت صریحہ ہو یا معنویہ۔ درمختار میں ہے لم یقع لترکہ الا ضافۃ الیھا (قولہ لترکہ الا ضافۃ) ای المعنویۃ فانھا الشرط و الخطاب من الا ضافۃ المعنویۃ کذا الاشارۃ نحو ھذہ طالق و کذا نحو امرأ تی طالق و زینب طلاق اھ (شامی ج ۲ ص ۵۹۰ باب الصریح) صریحہ کی صورت میں قضاءً و دیانۃً طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اضافت معنویہ کی صورت میں اگر شوہر مزاحم اور منکر نہ ہو تو قضاءً و دیانۃً طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر شوہر مزاحم ہو اور انکار کرتا ہو اور حلفیہ بیان دیتا ہو کہ میں نے میری بیوی کو طلاق نہیں دی تو بوجہ احتمال دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی اور بوجہ قرائن و دلالت حال قضاءً طلاق واقع ہوگی، شامی میں بحرالرائق سے منقول ہے لو قال امرأۃ طالق او قال طلقت امرأ ۃً ثلثاً و قال لم اعن امرأ تی یصدق اھ و یفھم انہ لو لم یقل ذلک تطلق امرأتہ لان العادۃ ان من لہ امرأ ۃ انما یحلف بطلاقھا لا بطلاق غیرھا الخ۔ (شامی ج ۲ ص ۵۹۱ ایضاً)

و لو اقر بطلاق زوجتہ ظاناً الوقوع بافتاء المفتی فتبین عدمہ لم یقع کما فی القنیۃ (الاشباہ) قولہ لم یقع ای دیانۃ اما قضاءً فیقع کما فی القنیۃ لا قرارہ بہ (شرح حموی ص ۱۸۱ القاعدۃ السابعۃ عشر)

جب قاضی یا حاکم اس کو طلاق دے کر تفریق کا حکم نافذ کردے گا تو دیانۃً بھی عورت حرام ہوجائے گی عورت کو وقوع طلاق کا یقین ہوجائے تو اس کے لئے جائز نہ ہوگا کہ اس شوہر کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہے کہ "المرأ ۃ کالقاضی۔" فقط واللہ اعلم۔

بلاقصور طلاق دینا:

(سوال ۳۴۴) ایک شخص کی دو بیویاں ہیں وہ ایک بیوی کو بغیر کسی قصور اور خطا کے اس کو کچھ دے دلا کر طلاق دینا چاہتا ہے عورت اس طلاق پر خوش نہیں ہے وہ ساتھ رہنا چاہتی ہے تو مرد بلا کسی وجہ شرعی کے طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح ایک عبادت ہے اور میاں بیوی کے درمیان تادم حیات آپس میں میل محبت کے ساتھ رہنے اور عمدہ زندگی گذارنے کا معاہدہ بھی ہے لہذا بلا کسی قصور اور بلا وجہ شرعی کے طلاق دے دینا معاہدہ کی خلاف ورزی، ظلم اور ناانصافی ہے اگر بیوی کی کوئی عادت یا شکل وصورت ناپسند ہو جس کی بنا پر وہ اسے طلاق دے دینا چاہتا ہے تو یہ بھی

خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے اندر کچھی خوبیاں بھی ہوں گی چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (ترجمہ) اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کی ساتھ گذران کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئی کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر بڑی منفعت رکھدے (قرآن مجید) بہر حال بلا وجہ شرعی بیوی کو طلاق دینا ظلم اور قابل مواخذہ فعل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صرف شرعی شہادت پر طلاق کا فیصلہ کرنا صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۳۴۵) ذیل میں الاشباہ کی ایک عبارت پیش خدمت ہے جس کا حل مطلوب ہے قال تقبل شھادۃ الحسبۃ بلا دعویٰ فی طلاق المرأۃ الخ (الاشباہ ص ۲۱۳ شامی ص ۳۷۱ کتاب الشھادۃ)

اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ دو آدمی اہل شہادت سے اس کی گواہی دے دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو ان کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا چاہے میاں بیوی دونوں طلاق کا انکار کرتے ہوں، یہ حکم علی الاطلاق ہے یا اس کے واسطے کچھ شرائط وضوابط ہیں؟ اگر یہ حکم علی الاطلاق ہے تو پھر بڑی آسانی سے لوگ اس کو تفریق بین الزوجین کا بہانہ بنالیا کریں گے اس کا جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسطورہ میں احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ شہادت زور (جھوٹی شہادت) کی وعید شدید "لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار (یعنی جھوٹی شہادت دینے والے کے پاؤں اپنی جگہ سے (قیامت کے دن) ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کا فیصلہ نہ کردے) (ابن ماجہ ص ۱۷۳ ابواب الشہادت باب شہادۃ الزور) کے باجود جب گواہ متشرع عادل وثقہ ہوں اور صاحب معاملہ کے دشمن بھی نہ ہوں ایسے گواہ جب شہادت دیں کہ اس شخص نے ہمارے سامنے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی ہے اور قاضی یا مفتی کو پورا اطمینان ہوجائے کہ یہ لوگ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں تو ایسی شہادت دلیل شرعی اور حجت ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا درست ہے (ان ھذہ شھادۃ بحرمۃ الفرج وھو حق اللہ تعالیٰ) اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

اخبرنا عبدالرزاق قال اکبر نا ھشیم قال اخبرنی یزید بن زاویۃ انہ سمع الشعبی یسأل عن الرجل یشھد علیہ الرجلان انہ طلق امرأتہ ففرق بینھما بشھادتھما ثم تزوجھا احد الشاھدین بعد ما انقضت عدتھا ثم یرجع الشاھد الآخر فقال الشعبی لایلتفت الی رجوعہ اذا قضی الحاکم (مصنف عبدالرزاق ج۸ ص ۳۵۳)

یعنی امام شعبی سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے متعلق دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے قاضی نے اس شہادت کی بنا پر ان کے درمیان تفریق کردی، عورت کی عدت پوری ہونے کے بعد ایک گواہ نے اس عورت سے نکاح کرلیا پھر دوسرے گواہ نے اپنی شہادت سے رجوع کرلیا تو امام شعبیؒ نے فرمایا جب حاکم (اور قاضی) نے اس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا تو اب اس کے رجوع کا کوئی اعتبار نہیں ہے (اس وقت رجوع کر رہا ہے تو گویا یہ ثابت کر رہا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو یہ فاسق ہوا اور فاسق کی بات کا کوئی اعتبار نہیں اس نے پہلی جو بات کہی تھی اور اس کی بناء پر جو فیصلہ ہوا تھا وہ برقرار رہے گا)

رہا یہ اندیشہ کہ اس صورت میں طلاق کا دروازہ کھل جائے گا تو یہ بات طلاق مکرہ کے مسئلہ میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ محض اس احتمال کی بنا پر شرعی شہادت کو جو دلیل شرعی ہے اور حجت ہے رد کر دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ شہادت احیاء حق کا ذریعہ ہے اور اس پر ثبوت حقوق اللہ و حقوق العباد کا زیادہ تر مدار ہے، زانی کو رجم کرنا چور کا ہاتھ کاٹنا قاتل سے قصاص لینا شرعی شہادت کی بنا پر ہوتا ہے تو ایسی شرعی شہادت طلاق میں کیوں قابل قبول نہ ہو؟ شامی میں ہے والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبر عدل لا یحل لها تمکینه عورت قاضی کے مانند ہے کہ جب وہ خود سن لے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دی ہے یا ایک عادل ثقہ آدمی نے اس کو خبر دی کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہے تو اب عورت کے لئے حلال نہیں کہ مرد کو اپنے اوپر قابو دے (چاہے شوہر منکر ہو) (شامی ج ۲ ص ۵۹۴ باب الصریح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

مطلقہ کو اپنے گھر لا کر رکھنا کیسا ہے:

(سوال ۳۴۶) ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور پھر ایک سال بعد اسی عورت کو اپنے ہاں پناہ دیتا ہے اور اسی کے ہاتھوں کا کھاتا پیتا ہے اور اس کے ساتھ باتیں کرتا ہے کیا یہ جائز ہے، بینوا توجروا۔ (از جدہ)

(الجواب) اگر اس عورت کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو اس سے نکاح درست ہے نکاح کر کے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے بلا نکاح رکھنا اور اس کے ہاتھ کا کھانا پینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے:

(سوال ۳۴۷) طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے؟ جب کہ نکاح کے وقت عورت کی مرضی معلوم کی جاتی ہے، تو طلاق کے وقت کیوں معلوم نہیں کی جاتی؟ اور کبھی عورت علیحدہ ہونا چاہتی ہے وجہ بھی معقول ہے لیکن ضدی شوہر نہ طلاق دیتا ہے نہ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے ایسے وقت میں عورت کو کون سی راہ اختیار کرنا چاہئے، کیا اسلامی قوانین میں اس کا کوئی حل ہے؟ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

(الجواب) اللہ تعالیٰ نے مرد کو کامل العقل، معاملہ فہم اور دور اندیش بنایا ہے وہ جو فیصلہ کرتا ہے سوچ سمجھ کر اس کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کر کے اور نتائج کو سامنے رکھ کر کرتا ہے، جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کرتا، عورت کے اندر فطرتاً ان صفات کی کمی ہوتی ہے، وہ بہت جلد باز اور جذبات سے مغلوب ہو کر بہت جلد فیصلہ کر ڈالتی ہے، نتائج پر اس کی نظر نہیں ہوتی، اور ساتھ ساتھ اللہ نے مرد کو عورت پر فوقیت بخشی ہے، ارشاد خداوندی ہے وللرجال علیهن درجة اور مرد کا عورت کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے (سورۂ بقرہ پارہ نمبر۲) نیز ارشاد ہے الرجال قوامون علی النساء مرد عورتوں پر حاکم ہیں (سورۂ نساء پارہ نمبر ۵) ان وجوہات کی بنا پر شریعت نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے۔

آقا ملازم رکھتا ہے تو معاملہ دونوں کی رضامندی سے طے ہوتا ہے، لیکن جب ملازم آقا کے کام کا نہیں رہتا، دونوں میں ان بن ہو جاتی ہے تو آقا اسے علیحدہ کر دیتا ہے، ملازم رضامند ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جب ملازم کا دل ملازمت سے اچاٹ ہو جاتا ہے تو وہ استعفیٰ دے کر علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ دنیوی قاعدہ ہے جسے بخوشی قبول کیا جاتا ہے تو شرعی قانون قبول کرنے میں کیوں تامل ہے؟ شرعی قانون اس بارے میں یہ ہے کہ جب شوہر اور بیوی

میں اختلاف ہو جائے اور عورت جو چین اور سکون کا ذریعہ تھی بجائے اس کے وہ دردسر بن جائے اور وہ عورت جس کی وجہ سے گھر نمونۂ جنت بنتا ہے، بجائے اس کے نمونۂ جہنم بن جائے تو ان حالات میں وہ عورت اس عضو کی طرح ہے جس کو کیڑوں نے کھالیا ہو اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت پورے بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا رہتا ہو تو اب حقیقت میں وہ دانت دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہوتی ہے کہ اس کو اکھاڑ دیا جائے اور کاٹ دیا جائے اسی طرح یہاں سلامتی اور قلبی سکون اسی میں ہوتا ہے کہ اس عورت کو طلاق دے کر نجات حاصل کی جائے، اس لئے کہ نکاح کا مقصد ہی فوت ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ایسی عورت کی طرف رہنمائی ضروری ہے جس سے نکاح کرنا حکمت کے موافق ہو اور خانہ داری کی تمام مصلحتیں وہ پورے طور سے انجام دے سکے کیونکہ میاں بیوی میں صحبت لازمی شئی ہے، اور دونوں جانب سے حاجتیں ضروری ہیں، پس اگر عورت بدطینت ہے اور اس کی عادت میں سختی ہے اور اس کی زبان گندی ہے تو اس شخص پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو جائے گی اور مصلحت فساد اور خرابی سے بدل جائے گی۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۳۵۹۔۳۶۰ یہ حوالہ بھی گذرا ہے از مرتب)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو عورت بغیر کسی ضرورت شدید کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اور فرمایا خدا تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے لیکن اس کے باجود طلاق کے دروازے کو بالکل بند کر دینا اور اس میں تنگی کرنا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ کبھی خاوند اور بیوی میں مخالفت ہو جاتی ہے یا دونوں کی بداخلاقی سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا اجنبی انسان کے حسن کی طرف رغبت کرنے سے یا رزق کی تنگی کی وجہ سے یا دونوں میں سے کسی حماقت کی وجہ سے تفریق کی نوبت آجاتی ہے (نکاح کا مقصد فوت ہو جاتا ہے ایک دوسرے کے حقوق ضائع ہونے لگتے ہیں) ان حالات میں جوڑا قائم رہنا بلاء عظیم ہے اس لئے شریعت نے طلاق کی صورت بھی بحالت مجبوری رکھی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۳۹۷، ص ۳۹۸ حوالہ اسی باب میں، ناحق طلاق دینے پر بائیکاٹ کرنا کیسا ہے، کے عنوان کے تحت گذر گیا ہے از مرتب)۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

زن بددر سرائے مرد نکو
ہمدریں عالم است دوزخ او
زنہار از قرین بد زنہار
وقنا ربنا عذاب النار

اور اگر عورت مرد سے تنگ ہو جائے اور شوہر طلاق نہ دے تو اس کے لئے خلع کا معاملہ رکھا ہے یا پھر شرعی قاضی کی عدالت میں یا شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ داخل کر کے فسخ نکاح کی صورت رکھی ہے، براہ راست عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں ہے وجہ یہی ہے کہ وہ بہت جلد باز اور دوراندیش نہیں ہے، کمامر۔

نوٹ:

شرعی پنچایت ہندوستان میں کئی مقامات پر قائم ہے مثلاً امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے ماتحت کئی مقامات پر شرعی پنچایت ہے جہاں سے اس طرح کے ہزاروں فیصلے صادر ہوئے ہیں اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق مل جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اگر لفظ طلاق کے بغیر ''ایک دو تین'' کہے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۴۸) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ''ایک دو تین'' کہہ دے اور اس کے ساتھ لفظ طلاق نہ کہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) الفاظ مذکورہ طلاق کی نیت سے یا مذکراۂ طلاق کے وقت بولے ہوں تو تین طلاق واقع ہوں گی، اگر طلاق کی نیت بھی نہ ہو اور مذاکرۂ طلاق بھی نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: رجل قال لا مرأته ترا یکے اوقال ترا سه قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالىٰ طلقت ثلاثاً ولو قال تو یکے اوقال تو سه قال ابو القاسم رحمه الله تعالىٰ لا يقع الطلاق قال مولانا رضى الله عنه وينبغى ان يكون الجواب على التفصيل ان كان ذلك فى حال مذاكرة الطلاق يقع الطلاق وان لم يكن لا يقع الا بالنية كما لو قال بالعربية انت واحدة الخ (فتاویٰ قاضی خاں ج۲ ص ۲۱۴ مطبوعه نو لکشور)

بزازیہ میں ہے (نوع آخر) قال لها ترا یکے او ترا سه قال الصفار لا يقع شيئى وقال الصدر الشهد يقع بالنية وبه يفتى وقال القاضى ان كان فى حال مذاكرة الطلاق او الغضب يقع والا لا يقع بلانية كما فى العربية انت واحدة الخ (بزازيه علىٰ هامش الهندية ص ۱۹۷ ج۴ كتاب الطلاق، الثانى فى الكنايات وفيه اجناس)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے:۔

(سوال ۵۲۸) شخصے در حالت غضب زوجۂ خود را گفت یکے، دو، سہ'' بر و مادر و خواہر من ہستی بلا ذکر لفظ طلاق وبلا مذاکرۂ طلاق پس دریں صورت کدام طلاق واقع شود۔

(الجواب) بدون لفظ طلاق وبدون مذاکراۂ طلاق از لفظ یکے، دو، سہ مادر وخواہر من ہستی طلاق واقع نشود (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ص ۴۴۳، ص ۴۴۴ ج ۹) فقط واللہ اعلم۔

کیا زانیہ کو طلاق دینا ضروری ہے:

(سوال ۳۴۹) ایک شخص اپنی نوجوان بیوی کو چھوڑ کر بیرون ملک ملازمت کے لئے گیا، اس کی غیر موجودگی میں عورت نے شوہر کے بھتیجے اور بھانجے سے تین چار مرتبہ زنا کرایا، اس کو استقرار حمل بھی ہوگیا مگر اسے ساقط کرادیا، شوہر کو ان باتوں کا علم ہوا، وہ اپنے گھر واپس آیا اور عورت سے سخت ناراض ہے اور اس کو میکے بھیج دیا ہے اور اس کو بلانے کے لئے تیار نہیں ہو رہا ہے کچھ لوگ اسے سمجھا رہے ہیں مگر وہ بلانے کے لئے راضی نہیں ہے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا طلاق دینا ضروری ہے؟ اس کے تین چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یہ ثابت ہوجائے کہ عورت نے شوہر کی غیر موجودگی میں غلط کاریاں کی ہیں خاص کر شوہر کے قریبی اعزہ سے منہ کالا کیا ہے تو یہ بہت سنگین جرم اور گناہ کبیرہ ہے اگر اسلامی حکومت ہو اور شرعی طریقہ سے یہ ثابت ہوجائے کہ شادی شدہ مرد یا عورت نے زنا کیا ہے تو ان کو سنگسار کرنے کا حکم ہے، قرآن وحدیث میں زنا کی بہت ہی مذمت اور اس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ساتوں آسمانوں زمینیں شادی شدہ زنا کار پر لعنت کرتی ہیں اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرم گاہ سے ایسے سخت بدبو پھیلے گی کہ اہل جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے اور آگ کے عذاب کے ساتھ ان کی رسوائی جہنم میں بھی ہوتی رہے گی (رواہ البزار عن بریدۃ، مظہری بحوالہ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب ص ۴۶۳، ص ۴۶۴، ج ۵) (الترغیب والترہیب ص ۳۱۴ ج ۴)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا: لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن الخ. زنا کرنے والا زنا کرنے کے وقت مؤمن نہیں رہتا، چوری کرنے والا چوری کرنے کے وقت مؤمن نہیں رہتا اور شراب پینے والا شراب پینے کے وقت مؤمن نہیں رہتا الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق) ابوداؤد شریف میں یہ الفاظ ہیں، اذازنی العبد خرج منه الا یمان و کان فوقه کالظلة فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیه الا یمان. یعنی جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے قلب سے نکل جاتا ہے اور سائبان کی طرح اس کے سر پر آجاتا ہے، اور جب اس عمل بد سے فارغ ہوجاتا ہے تب ایمان لوٹ آتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ باب الکبائر)

لہٰذا اگر اس بات کا شرعی ثبوت ہوجائے کہ عورت نے شوہر کے غیر موجودگی میں بھتیجے اور بھانجے سے زنا کیا ہے تو یہ بہت ہی قابل مذمت اور گناہ کبیرہ ہے، ان سب پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ استغفار کریں اور آئندہ اس کے قریب بھی نہ جائیں، یہ سب بے پردگی اور آزادانہ ملنے کا نتیجہ ہے، غیر محرم بلا تکلف عورتوں کے پاس آتے جاتے ہیں اور معاشرہ میں اسے برا بھی نہیں سمجھا جاتا، اور پھر اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں، شوہر کا بھتیجہ اور بھانجہ بھی عورت کے لئے غیر محرم ہے، ان سے پردہ کرنا ضروری تھا، ان سے پردہ نہیں کیا اور آزادانہ ایک دوسرے سے ملتے رہے اس کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا، شریعت نے پردہ کا جو حکم دیا ہے اس میں سینکڑوں مصلحتیں ہیں مگر لوگ اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے بلکہ جو لوگ اس پر نکیر کرتے ہیں انہی کو برا بھلا کہا جاتا ہے، الغرض عورت نے اگر یہ حرکت کی ہو تو بہت ہی بری ہے تاہم شوہر پر واجب نہیں ہے کہ وہ ایسی عورت کو طلاق دے کر علیحدہ کردے شوہر اگر چاہے تو اسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا یقین یا ظن غالب ہو، درمختار میں ہے: لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا علیھا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس ان یتفرقا (درمختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۳ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)

طلاق ابغض المباحات ہے، طلاق کی وجہ سے بسا اوقات دوخاندانوں میں جھگڑوں کی بنیاد پڑ جاتی ہے، اگر بچے ہوں تو ان کی زندگی برباد ہوجاتی ہے، ان کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں ہو پاتی مرد اور عورت اگر دوسرا نکاح نہ کریں تو زنا

میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، معاشرہ میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور سب سے بڑھ کر اس سے ابلیس لعین بڑا خوش ہوتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس فاد ناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ یجئی احدھم فیقول فعلت کذا و کذا فیقول ما صنعت شیئاقال ثم یجئی احدھم فیقول ما ترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ قال (صلی اللہ علیہ وسلم) فید نیہ منہ ویقول نعم انت قال الاعمش اراہ قال فیلتزمہ ، رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص۱۸ باب فی الوسوسۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابلیس پانی (سمندر) پر اپنا تخت بچھاتا ہے پھر اپنے چیلوں کو بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں کو گناہ اور فتنوں میں مبتلا کریں، اور ابلیس کا سب سے زیادہ مقرب اور عزیز وہ چیلہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرے پس ایک چیلہ آتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایسا اور ویسا کیا، ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا آپ نے فرمایا پھر ایک چیلہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کے درمیان جھگڑے پیدا کئے، یہاں تک کہ ان میں تفریق ڈال دی، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، یہ سن کر ابلیس اس کو اپنے قریب کرتا ہے، اس کو گلے لگاتا ہے اور کہتا ہے **نعم انت** ،تو بہت اچھا ہے (تو نے بڑا کارنامہ انجام دیا (مشکوٰۃ شریف ص۱۸)

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ فاجرہ عورت کو جب کہ اس کے حقوق ادا کرنے کی امید ہو طلاق دے کر علیحدہ کر دینا واجب اور ضروری نہیں ہے اپنے ساتھ رکھ کر اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے، علیحدہ کر دینے میں اس کے آوارہ ہونے اور بگڑنے کے امکانات اور بڑھ سکتے ہیں۔

صورت مسئولہ میں اگر عورت صدق قلب سے توبہ کرتی ہو اور یقین دلاتی ہو کہ آئندہ اس قسم کی حرکت نہیں کرے گی اور شوہر کو بھی امید ہو کہ عورت آئندہ عفت اور پاک دامنی کے ساتھ رہے گی اور جن سے بدکاری کی ہے ان سے پردہ کرے گی، نیز شوہر کو امید ہو کہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں گے ان حالات میں اگر شوہر عورت کو طلاق نہ دے تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔

مذکورہ صورت میں شوہر نوجوان عورت کو چھوڑ کر پردیس چلا گیا یہ بھی مناسب نہیں ہے جس طرح مردوں میں جنسی خواہش ہوتی ہے عورتوں میں بھی ہوتی ہے بلکہ نسبتاً زیادہ، اور بے پردگی کی وجہ سے مردوں سے اختلاط کے مواقع پیش آتے ہیں تو شیطان کو گناہ میں مبتلا کرنے کا مزید موقع ملتا ہے، شوہر کو چاہئے کہ اس پہلو کو بھی مدنظر رکھے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیوی اور اس کی نند طلاق کا بیان دے اور شوہر کو کسی بات کا یقین نہ ہو تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳۵۰) ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا اس کے چند گھنٹوں بعد پھر کہا میں تجھے کل طلاق دے دوں گا، دوسرے روز شوہر نے اپنی والدہ کو مخاطب ہو کر کہا میں اس کو طلاق دے دوں گا (یہ جملہ دو مرتبہ کہا) اس کی بیوی کا بیان ہے کہ دوسرے روز میرے شوہر نے اس طرح کہا ہے "میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق

دیتا ہوں'' شوہر کی بہن کا بھی یہی بیان ہے، لیکن شوہر کی والدہ کا کہنا ہے کہ اسلم نے دوسرے روز بھی طلاق دے دوں گا ہی کہا ہے اور شوہر کا بیان ہے کہ مجھے پکا خیال نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا ہے تو صورت مسئولہ میں کس کی بات مانی جائے؟ کیا طلاق واقع ہوئی؟ اگر ہوئی تو کتنی اور کون سی؟ اور رجوع کی کیا صورت ہوگی؟ بیوی اور اس کی نند، دونوں دیندار پابند صوم وصلوٰۃ عادلہ ہیں، فقط والسلام، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بیوی اور اس کی نند کا بیان یہ ہے کہ شوہر نے اس طرح کہا ہے ''طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں'' بیوی اور اس کی نند دونوں دیندار عادلہ ہیں، نیز یہ قاعدہ بھی ہے **المرأۃ کالقاضی** اور باب فروج میں احتیاط بہتر بھی ہے اور شوہر کو کسی بات کا یقین نہیں ہے، اس لئے نزاع ختم کرنے کے لئے بہتر صورت یہی ہے کہ دو طلاق رجعی کے وقوع کا فیصلہ کیا جائے، طلاق دیانات کے قبیل سے ہے، اس میں عادل کی خبر (خواہ وہ عورتیں ہوں) مقبول ہے۔ امداد الفتاویٰ میں ہے۔

بعد نقل روایات می گویم کہ درصورت مسئولہ از دو حال خالی نیست یا زن مطلقہ راعدد طلاق یاد ست یا نہ اگر یاد ہست درحق او حجت باشد پس اگر یاد باشد او مغلظہ شد حسب علم خود پس اورا روا نیست کہ زوج رابر خود قدرت دہد چنانچہ روایت اولیٰ صریح است واگر یاد نیست صرف زنان حاضرہ خبر میدہند پس از دو حال خالی نیست یا ایشاں عادل اند یا فاسق یا مستور الحال، اگر عادل ہستند عمل برقول ایشاں واجب است زیرا کہ طلاق از دیانات است کہ اخبار عدل دراں مقبول است احتیاج شہادت نیست مگر عند القاضی و درصورت مسئولہ تحقیق فتویٰ است نہ قضاء چنانچہ قول رد المحتار درروایت اولیٰ او اخبرھا عدل دلیل صریح است بر بودن طلاق از دیانات وہمچنیں قولہ ایضاً درروایت ثانیہ درمختار ورد المحتار وان اخبرہ عدل الخ نص است دراکتفاء براخبار وشرط نہ بودن شہادت پس عدم صلاحیت محض زنان مر شہادت را دریں باب مضر نیست الخ امداد الفتاویٰ (ج ۲ ص ۳۴۹ مطبوعہ کراچی) فقط واللہ اعلم۔

غلط اقرار سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے:

(سوال ۳۵۱) میرا ایک دوست میرے پاس آیا اور کہا میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر آیا ہوں، میں نے کہا تم نے تین طلاق کیوں دے دیں؟ اگر طلاق دینا ہی تھا تو ایک طلاق دیتے، اس نے کہا وہ عورت مجھے بالکل نہیں چاہیے میں نے اس کو تین طلاق دے دی ہیں، ایک مہینہ کے بعد وہ کہتا ہے اس دن میں نے دو طلاق دی تھی، غصہ کی وجہ سے تم کو تین طلاق کا کہا، صورت مذکورہ میں دو طلاق ہوگی یا تین؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غلط اقرار سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، شامی میں ہے **ولو اقربا لطلاق کاذباً او ھازلا وقع قضاءً لا دیانۃً** ا ھ (شامی ص ۵۷۹ ج ۲ کتاب الطلاق قبیل **مطلب فی تعریف السکران وحکمہ**)

صورت مسئولہ میں آپ کے دوست نے ایک ماہ قبل آپ کے سامنے کہا تھا کہ میں نے تین طلاق دے دیں اور فی الحال بھی وہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس دن غصہ کی وجہ سے کہا تھا کہ تین طلاق دے دیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اب شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت تین طلاق سن لے اور شوہر انکار کرے تو اس صورت میں عورت کیا کرے :

(سوال ۳۵۲) میرا نام ذاکرہ ہے اور میرے شوہر کا نام محمد اقبال ہے، ہمارے دو بیٹے ہیں ایک سات سال کا دوسرا پانچ سال کا، شادی کو نو سال ہوئے ہیں، تین سال سے ہمارے درمیان تنازعہ چلتا ہے، وقفہ وقفہ سے چار مرتبہ طلاق کہا ہے، ایک دفعہ بہت پہلے کہا جس کو میرے شوہر کی ماں بہنیں بھی جانتی ہیں دوسری دفعہ میرے والد کو فون کیا اور کہا کہ میں تمہاری بیٹی کو طلاق دیتا ہوں، تیسری دفعہ ایک رات بہت دیر سے آئے میں نے ٹوکا تو کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیا اور آخری دفعہ ۲ جنوری ۱۹۹۳ء کو طلاق دی تھی، اب میرے شوہر کہتے ہیں کہ میں نے طلاق دی ہی نہیں، اب کیا حکم ہے؟ میں کیا کروں؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) لفظ ''طلاق'' طلاق صریح ہے اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ اور طلاق کے بعد ساتھ رہنے سے فعلاً رجعت کا ثبوت سمجھا جائے گا بایں وجہ بعد والی طلاق اگلی طلاق سے ملحق ہوگی، صورت مسئولہ میں آپ نے خود ''طلاق'' کے الفاظ چار مرتبہ وقفہ وقفہ سے سنے ہیں اور آپ کو پورا یقین ہے اور طلاق کے بعد ساتھ ہی رہتے رہے تو اب آپ کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنی ذات شوہر کے حوالے کریں اور ازدواجی تعلقات قائم رکھیں، آپ اپنے شوہر سے علیحدہ رہیں، آپ کے والدین بھی آپ کو شوہر کے پاس نہ بھیجیں، شامی میں ہے: **المرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینه**. عورت مثل قاضی کے ہے جب عورت خود طلاق سنے یا اس کو معتبر آدمی طلاق کی خبر دے تو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت دے (شامی ص ۵۹۴ ج ۲ باب الصریح)

مذکورہ صورت میں جب عورت حلفیہ طلاق کا بیان دے رہی ہے تو شوہر کو چاہئے کہ طلاق دینے کا اقرار کرے یا اب طلاق دے دے یہ حلال و حرام اور زندگی بھر کا معاملہ ہے اگر شوہر زبردستی اس کو اپنے پاس رکھے گا تو ہمیشہ نزاع اور شک وشبہ رہے گا اور شوہر گنہگار ہوگا، اگر خدانخواستہ شوہر نہ طلاق کا اقرار کرے، نہ اب طلاق دے اور طلاق کے شرعی گواہ بھی موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں عورت شوہر سے خلع کرے، کچھ دے دلا کر رہائی حاصل کرے، جماعت اور برادری کے سمجھدار دیندار حضرات شوہر کو سمجھا کر طلاق کا اقرار یا طلاق دینے یا خلع کر لینے پر آمادہ کریں، طلاق کا اقرار یا طلاق حاصل کئے یا خلع کے بغیر عورت کسی اور جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔

اگر لڑکی جوان ہو اور شوہر کے بغیر عصمت و عزت کی حفاظت کے ساتھ زندگی گذارنا دشوار ہو تو ایک صورت یہ ہے کہ موقع پا کر شوہر سے جبراً واکراہاً زبانی طلاق بائن کہلوائی جائے، یہ بالکل آخری درجہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کی بدزبانی کی وجہ سے والد بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور کرے تو طلاق دینا کیسا ہے :

(سوال ۳۵۳) میری بیوی کا میرے والدین کے ساتھ برتاؤ ٹھیک نہیں ہے، ان کے ساتھ زبان درازی کرتی ہے، گالی گلوچ تک بول دیتی ہے، میرے ساتھ بھی معاملہ ٹھیک نہیں ہے، والد اس سے تنگ آ چکے ہیں اور مجھے طلاق دینے پر مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر تو نے بیوی کو طلاق نہیں دی تو ہلاک و برباد ہو جائے گا، میں سخت الجھن میں ہوں دو چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی ہیں، ان حالات میں میرے لئے کیا حکم ہے، کیا میں طلاق دے سکتا ہوں؟ اس واقعہ سے

پہلے آٹھ مرتبہ اس کے ماں باپ کے گھر بھجوا چکا ہوں مگر اب بھی شرارت سے باز نہیں آتی! بینوا توجروا؟

(الجواب) بلا وجہ شرعی طلاق دینا کفران نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کو از حد ناپسند اور مبغوض ہے، اس سے شیطان خوش اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اگر حقیقت میں بیوی کا قصور نہ ہو اور والد اپنے بیٹے کو طلاق دینے پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے ایسی صورت میں طلاق دینا جائز نہ ہوگا والد کو بھی اپنی بات پر اصرار نہ کرنا چاہئے اور لڑکے کو طلاق دینے پر مجبور نہ کرنا چاہئے، طلاق دینے سے بچوں کی پرورش تعلیم وتربیت پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔

درمختار میں ہے: (وایقاعه مباح) عند العامة لا طلاق الایات اکمل (وقیل) قائله الکمال (الاصح حظره) ای منعه (درمختار)

شامی میں ہے: واما الطلاق فان الاصل فیه الحظر یعنی انه محظور الا لعارض یبیحه وهو معنی قولهم الاصل فیه الحظر والاباحة للحاجة الی الخلاص فاذا کان بلا سبب اصلاً لم یکن فیه حاجة الی الخلاص بل یکون حمقاً وسفاهة رأی ومجرد کفران النعمة واخلاص الایذاء بها وباهلها واولادها ولذا قالوا ان سببه الحاجة الی الخلاص عند تباین الاخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله . الی قوله. فحیث تجرد عن الحاجة المبیحةله شرعاًیبقی علی اصله من الحظرولهذا قال تعالیٰ فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلاً ای لا تطلبوا الفراق وعلیه حدیث ابغض الحلال الی الله الطلاق (شامی ۲ / ۵۷۱ . ۵۷۲ اول کتاب الطلاق)

البتہ اگر عورت ناشزہ ہو، بدزبان ہو، تنبیہ ونصیحت اور خاندان وجماعت کے سمجھدار، معاملہ فہم، انصاف پسند لوگوں کے سمجھانے کے باوجود اپنی بری عادتیں، زبان درازی وغیرہ چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو اور ان وجوہ کی بنیاد پر والد طلاق دینے پر مجبور کرتے ہوں اور آپ کو بھی سابق تجربات کی بنیاد پر اصلاح کی امید نہ ہو، اور آپ بھی فیمابینکم وبین اللہ طلاق دینا مناسب سمجھتے ہوں تو ان حالات میں طلاق دینا درست ہے مگر صرف ایک ہی طلاق دیں، تین طلاق ہرگز نہ دیں۔

درمختار میں ہے: بل یستحب لو موذیة ۔شامی میں ہے (قوله لو موذیة) اطلقه فشمل الموذیة له او لغیره بقولها او بفعلها (شامی ج ۲ / ۵۷۱ . ۵۷۲ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب .

عورت غیر مرد کے ساتھ چلی جائے تو نکاح پر اثر پڑے گا یا نہیں؟ اب شوہر اسے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟:

(سوال ۳۵۴) ایک شادی شدہ عورت پرائے مرد کے ساتھ چلی گئی، دوتین دن اس کے ساتھ رہی اس عورت کے تین بچے بھی ہیں، اس عورت کی اس حرکت سے اس کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟ شوہر کیا کرے، اپنے ساتھ رکھے یا طلاق دے دے، بچوں کی وجہ سے شوہر متفکر ہے امید ہے کہ آپ رہنمائی فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی عورت کو طلاق دینا شرعاً واجب نہیں ہے، حدیث میں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ (ﷺ) میری عورت بدکار ہے میں کیا کروں؟ فرمایا: طلاق دے دو، اس نے کہا انی احبها،

مجھے رسول اللہ محبت ہے فرمایا امسکھا اذاً، تب اسے رہنے دو۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان لی امرأۃ لا ترد ید لامس (ای لا یمنع نفسھا من یقصد ھا بفاحشۃ ویؤیدہ قولہ اللمس ...... الخ حاشیہ) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقھا قال انی احبھا قال امسکھا اذاً، رواہ ابو داؤد والنسائی الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان)

شامی میں ہے (قولہ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ) ولا علیھا تسریح الفاجر الا اذا خاف ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا اہ مجتبیٰ والفجور یعم الزنا وغیرہ وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لمن زوجتہ لا تردیدلا مس وقد قال انی احبھا استمتع بھا اہ (شامی ۳۷۷/۵، کتاب الحظر والا باحۃ، فصل فی البیع)

عورت دو تین دن غیر مرد کے ساتھ رہی، یہ فعل بنفسہ بہت بڑا گناہ ہے، عورت سچے دل سے توبہ استغفار کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، مگر اس حرکت سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوگا، شوہر کو عورت کی باتوں اور اس کی عادتوں سے اطمینان ہو اور اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہو تو بلا تکلف رکھ سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر پاگل ہے اور بیوی چار سال سے الگ رہتی ہے:

(سوال ۳۵۵) ایک عورت کی شادی ہوئی تقریباً سات سال سے شوہر کے پاگل ہو جانے سے بیوی اپنے بڑے بھائی کے یہاں چلی گئی دونوں کے درمیان جدائی ہوئے چار سال کا عرصہ گذر چکا، شوہر اس حد تک پاگل ہے کہ اپنی بیوی کو نہ جانتا ہے کہاں ہے؟ کون ہے؟ لہٰذا خرچہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس معاملہ میں شہر کے چند معتبر آدمیوں نے شوہر سے ملاقات کی تھی اور چند سوالات کئے تھے، جس میں اس کا ماموں بھی تھا (۱) ماموں نے پوچھا کیا تو مجھے پہچانتا ہے تو جواب دیا نہیں (۲) تمہاری بیوی کہاں ہے تو جواب دیا نہیں معلوم (۳) سوال کیا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، تو جواب دیا دے دی پھر سوال کیا تو کچھ جواب نہیں دیا، تو اس صورت میں عورت کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور دونوں کی جدائی چار سال سے ہے، تو دوسرے کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ صورت مسئولہ میں جب شوہر کے دماغ کی یہ حالت ہے تو مذکورہ صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، عورت اس سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ کیا طریقہ اختیار کرے اس کے لئے فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۳۱۱ سوال نمبر ۱۶۰۲ (جدید ترتیب کے مطابق، تنسیخ نکاح کے باب میں، بعنوان، شوہر مجنون ہو جائے تو کیا کرے سے دیکھیں۔ از مرتب) کے تحت جواب ہے وہ پورا جواب ملاحظہ کر کے اس کے مطابق عمل کرے فقط واللہ اعلم بالصواب، ۲۷ شوال ۱۴۱۶ھ۔

عورت نے خود تین طلاق شوہر سے سنی ہے لیکن مرد کو یاد نہیں ہے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۵۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت قسم کے ساتھ یہ بیان دیتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے تین صریح طلاق دی ہے، مرد کو کچھ یاد نہیں ہے، جب کہ شاہدوں کا کہنا دو صریح طلاق کا ہے، اس صورت

میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اب عورت اور مرد کو تعلق قائم کرنے کے لئے کیا صورت اختیار کرنی ہوگی؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! خاوند کو عدد طلاق یاد نہیں ہیں اور گواہ دو صریح طلاق دینا بیان کرتے ہیں تو قضاءً دو طلاقیں واقع ہوں گی، لیکن چونکہ عورت بذات خود وہاں موجود تھی اور اس نے اپنے کانوں سے تین طلاقیں سنی ہیں، اور بقسم بیان کرتی ہے کہ شوہر نے تین صریح طلاقیں دی ہیں لہذا عورت اپنے حق میں تین ہی طلاق واقعہ ہونا سمجھے اسے حلال نہیں کہ بدون حلالہ اپنی ذات کو شوہر کے حوالہ کرے، شامی میں ہے۔ **والمرأة كالقاضي اذا سمعته او اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه (ج ۲ ص ۵۹۴ باب الصريح)**

نیز امداد الفتاویٰ میں ہے: درصورت مسئولہ از دو حال خالی نیست یا زن مطلقہ را عدد طلاق یاد است یا نہ اگر یاد ہست درحق او حجت باشد پس اگر سہ بار شد مغلظہ شد حسب علم خود پس او را روا نیست کہ زوج خود را بر خود قدرت دہد (ج ۲ ص ۳۴۹) فقط واللہ اعلم بالصواب، ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ۔

طلاق دینے میں عجلت نہ کیجئے اور اکٹھی تین طلاق دے کر اپنا گھر برباد نہ کیجئے:

(سوال ۳۵۷) آج کل معمولی معمولی باتوں پر طلاق دے دی جاتی ہے، یہ کیسا ہے؟ کن حالات میں اسلام طلاق دینے کی اجازت دیتا ہے؟ اگر شوہر و بیوی میں اختلاف پیدا ہونے لگے تو اسلام اس صورت میں کیا رہنمائی کرتا ہے؟ اور اگر طلاق دیئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق دینے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! بلا وجہ شرعی طلاق نہ دینا چاہئے طلاق اللہ کو انتہائی ناپسند ہے۔ طلاق سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، شیطان خوش ہوتا ہے (**مسلم شریف ص ۳۷۶ ج ۲، باب تحريش الشيطان و بعثه سراياه الخ مشكوة شريف ص ۱۸، باب الوسوسه، فتاویٰ رحیمیه ص ۱۱۷ ج ۲ نیز ص ۲۸۰ ج ۸**) بلا وجہ شرعی طلاق دینے سے عرش الٰہی لرزتا ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۱۷ ج ۲ (اسی باب میں، طلاق پر پابندی لگانا کیسا ہے؟ کے عنوان سے دیکھیں۔ از مرتب) عورت بلا وجہ شرعی اگر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳ کتاب الطلاق) حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳ ایضاً)

لہذا بلا وجہ شرعی طلاق دینا سخت گناہ ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

نکاح اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، شوہر اور بیوی دونوں کو اس نعمت عظیم کی قدر کرنا چاہئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶۰ تا ص ۳۶۷ جلد ۸) صفحہ جدید ۱۵۸

خوشگوار زندگی اور نکاح کے مقاصد کے حصول کے لئے شوہر و بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کے حقوق معلوم کرنا اور ان حقوق کو ادا کرنا بہت ضروری ہے اسی سے ازدواجی زندگی میں سکون اور اطمینان پیدا ہوسکتا ہے قرآن و حدیث میں ان حقوق کو بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶۶ تا ص ۳۸۶ ج ۸) (جدید ترتیب کے مطابق کتاب النکاح میں اسلام میں نکاح کا مقام الخ کے عنوان سے دیکھیں۔ مرتب)

اگر خدا نا خواستہ شوہر اور بیوی میں اختلاف رونما ہوا گر شوہر کا قصور ہو تو بلا تاخیر اسے اپنی اصلاح کر لینا چاہئے اور بیوی کے حقوق ادا کرنا چاہئے اور اگر قصور بیوی کا ہو تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت یہ ہے کہ نرمی، محبت اور پوری ہمدردی اور دل سوزی سے بیوی کو سمجھائے، شوہر کی اطاعت پر جو وعدے ہیں وہ بتائے اور نافرمانی پر جو وعیدیں ہیں وہ سنائے، دونوں کا انجام سمجھائے، معصوم بچوں کا انجام سمجھائے یہ اصلاح کا پہلا درجہ ہے، اگر اس کوشش سے معاملہ سدھر جائے تو بہت خوب، ورنہ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اپنا بستر ہ اس سے علیحدہ کر لے، ممکن ہے کہ یہ ظاہری ترک تعلق، تعلق پختہ ہونے کا سبب بن جائے اور عورت اس کی وجہ سے اپنی بدخلقی اور نافرمانی سے باز آ جائے، لیکن یہ ترک صرف بستر ے کی حد تک ہو مکان کی جدائی نہ ہو، عورت کو مکان میں تنہا نہ چھوڑے، اور جو عورت اس شریفانہ سزا و تنبیہ سے بھی متاثر نہ ہو تو تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے معمولی طور پر مارنے کی اجازت ہے، جس سے اس کے بدن پر اثر نہ پڑے اور زخم وغیرہ نہ آئے، چہرہ پر ہرگز نہ مارے، اس سزا کی گنجائش تو ہے مگر شریف مرد اسے اختیار نہیں کرتے جیسا کہ حدیث میں ہے ولن یضرب خیارکم اچھے مرد مارنے کی سزا عورتوں کو نہ دیں گے چنانچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کہیں ایسا عمل منقول نہیں۔

اگر ان تین تدبیروں سے بھی کام نہ چلے اور آپس کا اختلاف ختم نہ ہو تو اب قرآنی ہدایت یہ ہے کہ مرد وعورت کے خاندان میں سے حکم (ثالث) مقرر ہوں اور وہ حکم دونوں میں اصلاح اور بھلائی کی نیت سے اخلاص کے ساتھ طرف داری کے جذبہ سے خالی ہو کر صلح کرانے کی کوشش کریں جس کی غلطی ثابت ہو اس کو اپنی غلطی کے اعتراف اور اس کے اصلاح کی تاکید کریں بہت ممکن ہے کہ صلاح کی شکل نکل آئے اور دونوں کا گھر آباد ہو جائے۔

اگر یہ حکم کوشش کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچیں کہ دونوں کا نباہ مشکل ہے، دونوں میں رنجش اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ حقوق زوجین پامال ہو رہے ہیں اور نبھاؤ کی کوئی شکل نظر نہ آتی ہو ایسی صورت حال کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں بہ جبر واکراہ (زبردستی) دونوں کو نکاح پر برقرار رکھنا بلاءِ عظیم ہے (ایسی نازک حالت میں طلاق دے دینا ہی مناسب ہے) (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۹۸ ج ۲ جدید ترتیب کے مطابق، ناحق طلاق دینے پر بائیکاٹ کرنا کیسا ہے، کے تحت دیکھیں (از مرتب) ہدایات قرآن مجید سورۂ نساء آیت نمبر ۳۴، نمبر ۳۵ پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۳ میں مذکور ہیں۔

جب شوہر طلاق دینے کا ارادہ کرے تو طلاق دینے کا احسن (سب سے بہتر) طریقہ یہ ہے کہ شوہر ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو صرف ایک طلاق دے، عدت گذر جانے پر عورت شوہر سے بالکل جدا ہو جاوے گی اور جہاں چاہے نکاح کر سکے گی، یہ طریقہ سب سے بہتر ہے، ایک طریقہ "طلاق حسن" کا بھی ہے کہ ہر ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک ایک طلاق دیتا رہے۔

آج کل مسلمانوں میں اکٹھی تین طلاق دے دینے کا جو رواج چل پڑا ہے بلکہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تین طلاق کے بغیر طلاق ہی نہیں ہوتی یہ بالکل غلط ہے، ایک طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اور عدت پوری ہونے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

جوش اور غصہ میں آ کر یا غلط فہمی کی وجہ سے تین طلاق دے دیتے ہیں جب جوش اور غصہ ختم ہو جاتا ہے یا

صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں اگر صرف ایک طلاق دیں تو ایسی پریشانی نہ ہوگی، ایک طلاق دینے کے بعد شوہر بیوی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو بہت آسان ہے، اگر عدت پوری نہ ہوئی ہو تو شوہر کا صرف رجوع کر لینا کافی ہے، رجوع کر لینے سے عورت اس کے نکاح میں حسب سابق قائم رہے گی اور اگر عدت پوری ہوگئی ہو اور دونوں ساتھ رہنے پر رضا مند ہوں تو دونوں کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرنا کافی ہوگا، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی، البتہ ان دونوں صورتوں میں اب شوہر صرف دو طلاق کا مالک رہے گا، آئندہ کبھی ایک طلاق اور دے گا تو پھر صرف ایک طلاق کا مالک رہے گا اور اگر کبھی ایک اور طلاق دے گا تو عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہو جائے گی شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی۔ اور اگر شوہر نے اکٹھی تین طلاق دے دیں تو شوہر گنہگار بھی ہوگا اور تین طلاق کے بعد دونوں اپنی رضامندی سے اپنا گھر آباد کرنا چاہیں تو شرعی حلالہ ضروری ہوگا، شرعی حلالہ کے بغیر یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، قرآن وحدیث سے یہی ثابت ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے: عن ابن شهاب قال اخبر نی عروة بن الزبير ان عائشة اخبرته ان امرأة رفاعة القرظی جاءت الیٰ رسول الله صلی الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانی نكحت بعده عبدالرحمن ابن الزبير القرظی وانما معه مثل الهدبة قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لعلک تريدين ان ترجعی الیٰ رفاعة لا (ای لا ترجعی اليه، مرقاة) حتی يذوق عسيلتک وتذوقی عسيلته'.

عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دے دی ہے (یعنی تین طلاق دے دی ہیں، مسلم شریف کی روایت میں صراحۃً تین طلاق دینے کا تذکرہ ہے) اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کیا اور ان کی حالت کپڑے کے پھندنے کی طرح ہے (یعنی جماع پر قدرت نہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شاید تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو۔ ابھی تم ان کے پاس نہیں جا سکتی (یعنی نکاح نہیں کر سکتی) یہاں تک کہ وہ (دوسرے شوہر) تمہارا مزہ چکھیں اور تم ان کا مزہ چکھو (مطلب یہ کہ وہ جماع کریں، اس کے بعد وہ طلاق دے دیں تو عدت پوری ہونے کے بعد تم پہلے شوہر۔ رفاعہ۔ سے نکاح کر سکتی ہو۔ (بخاری شريف ص ۷۹۱ ج ۲ باب من اجاز الطلاق الثلث) (مسلم شريف ج ۱ ص ۴۶۳)

بخاری شریف میں ایک روایت ہے: ۔عن عائشه رضی الله عنها ان رجلاً طلق امرأته ثلثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی الله عليه وسلم اتحل للاول قال لا حتی يذوق عسيلتها كما ذاق الاول (لفظه للبخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے سے نکاح کیا، دوسرے شوہر نے صحبت کئے بغیر طلاق دے دی، آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرلے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔ (بخاری شریف ص ۷۹۱ ج ۲، مسلم شریف ص ۴۶۳ ج ۱، فتاویٰ رحیمیہ

ص ۱۳۴،ص ۱۳۵ ج ۲ (جدید ترتیب کے مطابق ،رجوع کے باب میں ،تین طلاق کے بعد رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں کے عنوان کے تحت دیکھیں۔ازمرتب)

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں اور تین طلاق کے بعد عورت شوہر اول کے لئے شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی ،اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہوفتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۳۹۴ تا ص ۴۰۴ ج ۸ نیز ص ۲۸۳ تا ص ۳۰۰ جلد پنجم (جدید ترتیب کے مطابق طلاق ثلاثہ کے باب میں ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں بالا جماع واقع ہوجاتی ہیں ۔ الخ عنوان کے تحت دیکھیں ازمرتب) ص ۳۳۵ تا ص ۳۹۶ جلد ۵ ، نیز فتاویٰ رحیمیہ گجراتی ص ۸۷ تا ص ۱۸ ج ۲ نیا ایڈیشن)اس کے خلاف کرنے یا بیان کرنے والوں کے دھوکہ میں نہ آئیں اور زندگی حرام کاری میں گذار کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

لہذا مسلمانوں کو تین طلاق دینے کا طریقہ بالکل چھوڑ دینا چاہئے ،خاص کر غصہ کی حالت میں طلاق نہ دیں ،غصہ میں شیطان انسان پر مسلط ہوتا ہے اس وقت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور جب طلاق دینے پر آتا ہے تو تین سے کم پر ٹھیرتا ہی نہیں غصہ میں تین طلاق دے دینا جوانمردی اور پہلوانی نہیں بلکہ حقیقت میں پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے اوپر قابو رکھے۔حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب متفق علیہ . قوی اور پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے ،پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۳ ،کتاب الغضب والکبر فصل نمبر ۱)

اسی طرح مسلمانوں میں آج کل شراب نوشی کی عادت چل پڑی ہے اور شراب پینے کے بعد اکثر طلاق کے واقعات رونما ہوتے ہیں اور نشہ کی حالت میں اکثر تین طلاق دے دی جاتی ہیں جو واقع ہوجاتی ہیں اور اس کے بعد پریشانی ہوتی ہے،شریعت میں شراب پینا حرام ہے،شراب پینا پیشاب پینے کے برابر ہے،قرآن وحدیث میں شراب کی بے حد مذمت بیان کی گئی ہے،شراب پینے کے بعد انسان ماں بہن میں فرق نہیں کر پاتا ،عقل جیسی نعمت زائل ہوجاتی ہے اس لئے معاشرہ میں شراب نوشی کی عادت کو بھی ختم کرنے کی سخت ضرورت ہے ،بااثر لوگوں کو اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھانا چاہئے اور اس گناہ کبیرہ اور بری عادت سے مسلمانوں کو روکنے کی ہر ممکن تدبیر کرنی چاہئے۔

اگر طلاق دیئے بغیر چارہ نہ ہوتو مناسب یہ ہے کہ طلاق دینے سے قبل کسی مستند تجربہ کار عالم یا مفتی سے مشورہ کرلیں ،ان کے مشورہ پر عمل کریں انشاء اللہ پشیمانی نہ ہوگی۔

بسا اوقات لوگ طلاق کا معاملہ ''وکیل'' کے پاس لے جاتے ہیں ،وکیل بھی طلاق نامہ لکھنے میں عموماً تین طلاق لکھتے ہیں ان کو بھی اس سے احتراز کرنا چاہئے ،بہت ہی شدید ضرورت ہوتو صرف ایک طلاق لکھنے پر اکتفا کریں، عورت یا اس کے گھر والوں کا اصرار ہوتو ایک طلاق بائن لکھیں ،یہ مضمون اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ل جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں۔

بوقت ضرورت صرف ایک طلاق پر اکتفا کیجئے ایک دم تین طلاق دے کر اپنا گھر برباد نہ کیجئے:

(سوال ۳۵۸) تین طلاق دینے کے متعلق آپ کا جواب موصول ہوا، جزاکم اللہ، بہت عمدہ جواب ہے اور اس کی اشاعت کی بے حد ضرورت ہے اگر آپ جواب کا اختصار فرمادیں تو بہت مناسب ہوگا، انشاء اللہ اس کو پمفلٹ کی شکل میں طبع کرا کر خواب اشاعت کریں گے جزاکم اللہ تعالیٰ۔

(الجواب) بلاوجہ شرعی طلاق دینا سخت گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور شیطان کو خوش کرنا ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے شوہر اور بیوی میں ایسی رنجش ہوگئی ہو کہ ایک دوسرے کے حقوق پامال ہو رہے ہو اور طلاق کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ شوہر ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو صرف ایک طلاق دے غصہ اور جوش میں آکر تین طلاق دینے کا جو رواج چل پڑا ہے بلکہ بہت سے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ تین طلاق کے بغیر طلاق ہی نہیں ہوتی یہ بالکل غلط ہے، ایک طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اور شوہر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت پوری ہونے کے بعد عورت بائنہ (یعنی نکاح سے جدا) ہو جاتی ہے اور جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

جوش اور غصہ میں آکر تین طلاق دے دیتے ہیں جب جوش اور غصہ ختم ہوتا ہے تو پچھتانے اور پریشانی و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، اگر ایک طلاق دی ہوتی، اور اس کے بعد شوہر کا ارادہ بیوی کو اپنے پاس رکھنے کا ہو تو بہت آسان ہے صرف قولاً یا عملاً رجوع کر لینا کافی ہے، عورت اس کی نکاح میں رہے گی رجوع پر گواہ بنا لینا بہتر ہے اور اگر عدت پوری ہوگئی اور اس کے بعد دونوں کا ارادہ ساتھ رہنے کا ہو جائے تو دونوں کی رضا مندی سے تجدید نکاح (دوبارہ نکاح کرنا) کافی ہوگا، البتہ اس کے بعد شوہر دو طلاق کا مالک رہے گا۔

اور اگر شوہر نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو شوہر گنہگار ہوگا اور تین طلاق کے بعد دونوں اپنا گھر آباد کرنا چاہیں تو شرعی حلالہ ضروری ہوگا، شرعی حلالہ کے بغیر یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، قرآن و حدیث سے یہی ثابت ہے، بخاری شریف میں روایت ہے: عن عائشة رضی الله عنها ان رجلاً طلاق امرأته ثلثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی الله علیه وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول . حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اس عورت نے (عدت کے بعد) دوسرے شخص سے نکاح کیا، دوسرے شوہر نے صحبت کئے بغیر طلاق دے دی، نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کر لے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی (بخاری شریف ص ۷۹۱ ج ۲، باب من اجاز طلاق الثلث) (مسلم شریف ص ۴۶۳ ج ۱)

خلاصہ یہ کہ اگر طلاق دینا ہی پڑے تو صرف ایک طلاق دے، صرف ایک طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اور عدت پوری ہونے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر غصہ جاتا رہے اور شوہر کا ارادہ اپنے ساتھ رکھنے کا ہو جائے اور عدت پوری نہ ہوئی ہو تو صرف رجوع کر لینا کافی ہے، اور اگر عدت پوری ہوگئی ہو اور مرد

وعورت دونوں ساتھ رہنے پر راضی ہوں تو تجدید نکاح کر کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ حلالہ کی ضرورت نہیں، اور اگر شوہر نے تین طلاق دے دی ہوں تو شرعی حلالہ کے بغیر یہ عورت اس کے لئے کسی حال میں حلال نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صیغۂ حال سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے صیغۂ ماضی ضروری نہیں ہے:

(سوال ۳۵۹) ایک شخص نے اپنی بیوی کو مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو دو طلاق دی، اس کے بعد عورت اپنے والدین کے گھر چلی گئی، پھر شوہر نے مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۹۷ء کو اپنی بیوی کو رجسٹری خط لکھا جس میں اس نے اگلی دو طلاقوں کا اقرار کر کے تیسری طلاق دینے کے لئے یہ جملہ لکھا "اب میں تجھ کو تیسری طلاق دیتا ہوں۔" اس صورت میں بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوئیں؟ پھر ۱۸ فروری کو عورت کے والد یعنی اپنے خسر کو معافی نامہ لکھتا ہے تو کیا معافی مانگنے سے وہ عورت اس کے لئے حلال ہوگی؟ نیز شوہر کو کسی نے بتایا کہ تم نے تیسری طلاق کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا لہذا تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی تم رجوع کر سکتے ہو، تو کیا یہ صحیح ہے؟ مذکورہ الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں امید ہے کہ جواب عنایت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، صورت مسئولہ میں شوہر نے مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو دو طلاق دی اور شوہر کو ان دو طلاقوں کا اقرار بھی ہے، اس کے بعد اس نے اگلی دو طلاق کی عدت میں مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۹۷ء کو اپنی بیوی کو رجسٹری خط لکھا اس میں اس نے لکھا "اب میں تجھ کو تیسری طلاق دیتا ہوں۔" مذکورہ جملہ جو زمانۂ حال میں طلاق دینے پر دلالت کر رہا ہے اس جملہ سے تیسری طلاق واقع ہو جائے گی، لہذا پہلی دو طلاق اور اس کی عدت میں دی ہوئی تیسری طلاق مل کر اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی اور وہ عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر اپنے شوہر پر حرام ہو گئی، اب صرف معافی مانگنے سے حرام شدہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک شرعی حلالہ نہ ہو یہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔

ایسا لفظ جو زمانۂ حال میں طلاق دینے پر دلالت کرتا ہو اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے۔(باب الصریح) (صریحه مالم یستعمل الا فیه) ولو بالفارسية كطلقتك، وانت طالق ومطلقة)...... (ويقع بها) اى بهذه الالفاظ وما بمعنا ها من الصريح.

ردالمحتار میں ہے (قوله وما بمعنا ها من الصريح) اى مثل ما سيذكر من نحو كونى طالقاً واطلقى ويا مطلقة بالتشديد وكذ المضارع اذا غلب فى الحال مثل اطلقك كما فى البحر الخ (درمختار ورد المحتار المعروف به شامى ص ۵۹۰، ص ۵۹۱ ج ۲، باب الصريح)

نیز درمختار میں ہے: (وفى اختارى نفسك......)(تبين) بواحدة (ان قالت اخترت) نفسى (اوانا اختار نفسى) استحساناً...... الخ.

شامی میں ہے(قوله استحساناً) راجع الى قوله اوانا اختار نفسى اى لو ذكرت بلفظ المضارع سواء ذكرت انا اولا ففى القياس لا يقع لانه وعد، ووجه الا ستحسان قول عائشة رضى الله عنها لما خيرها النبى صلى الله عليه وسلم بل اختار الله ورسوله' واعتبره' صلى الله عليه وسلم

جوابا،ولا ن المضارع حقیقة فی الحال مجاز فی الا ستقبال کما هو احد المذاهب..... الخ.(درمختار و شامی ج ۲ ص ۶۵۷ ، باب تفویض الطلاق)

فتح القدیر میں ہے:ولا یقع باطلقک الااذا غلب فی الحال ،(فتح القدیر مع کفایة وعنایة ص ۷ ج ۴)باب ایقاع الطلاق.

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:قالت لزوجها من باتو نمی باشم فقال الزوج مباش فقالت بدست تواست مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم ، طلاق میکنم وکرر ثلاثاً طلقت ثلاثاً(حاشیه میں هے .۵ ۱.ای.اطلق اطلق)

(عالمگیری ج ا ص ۳۸۴ مصری فصل نمبر ۷ باب نمبر ۲ کتاب الطلاق)

فتاویٰ دار العلوم میں ہے:

(سوال)زید کا لڑکا خالد اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں......خالد اور اس کے باپ نے متعدد مرتبہ یہ کلمہ کہا......اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟

(الجواب)جب کہ خالد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں تو اس سے ایک طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوئی، پس اگر خالد نے تین مرتبہ یا زیادہ مرتبہ یہ کلمہ کہا تو اس کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہوگئی اور وہ عورت خالد کے نکاح سے خارج ہوگئی۔(فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ص ۱۳۴، ص ۱۳۵ ج ۹)

فتاویٰ دار العلوم قدیم میں ہے۔

(سوال)ایک شخص نے اپنی زوجہ منکوحہ کو طلاق نامہ تحریر اس مضمون کا لکھا......آج بتاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں کو قید زوجیت اور نکاح سے خارج اور آزاد کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟ رجعت درست ہے یا حلالہ کی ضرورت ہے......الخ۔

(الجواب)اقول وبہ نستعین زید کی منکوحہ پر تین طلاق واقع ہوگئی لقوله علیه السلام ثلث جدهن جد وهزلهن هزل و عد منهن الطلاق ،اور بعد تین طلاق کے حرام مغلظہ ہونا مطلقہ کا اور نہ حلال ہونا شوہر اول کے لئے نص قطعی میں منصوص ہے......الخ۔

فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۲۴۹ ج ۳، ۴۔عزیز الفتاویٰ۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ ایسا لفظ جو زمانۂ حال طلاق دینے پر دلالت کرتا ہو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے وقوع طلاق کے لئے صیغۂ ماضی ہی ہونا ضروری نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔۲۹ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ۔

باب ما یتعلق فی طلاق الصریح

نکاح سے علیٰحدہ کرتا ہوں، اور علیٰحدہ کی ہے۔ اس طرح لکھنے سے کون سی طلاق ہوگی؟:

(سوال ۳۶۰) ایک آدمی نے طلاق نامہ میں حسب ذیل الفاظ لکھے ہوں...... میرے نکاح سے علیٰحدہ کرتا ہوں، یا اس کو میرے نکاح سے علیٰحدہ کی ہے۔'' تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رجعی طلاق ہوئی۔ جس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں رجوع صحیح ہے۔ اور عورت کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اگر عدت کی مدت گذر جائے تو بائنہ ہو جائے گی۔ پھر بدون نکاح کے حلال نہ ہوگی۔ البتہ حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

طلاق، طلاق، اور تیرے گھر چلی جا، ان الفاظ سے کون سی طلاق ہے:

(سوال ۳۶۱) میرے دوست نے اس کی عورت کو دو بار طلاق دی۔ یعنی طلاق طلاق کہا۔ اور پھر کہا چلی جا تیرے گھر۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ میں نے طلاق دی۔ اب تو اپنے گھر چلی جا۔ تو میرے دوست کی عورت بدون عدت گذارے اور بغیر تجدید نکاح کے اس کے گھر واپس آسکتی ہے؟ یا عدت اور تجدید نکاح ضروری ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں لفظ طلاق دو بار بولا ہے۔ اور ''چلی جا'' بدون نیت طلاق کے کہا ہے تو دو طلاق رجعی ہوئی اور عدت میں رجعت صحیح ہے۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر عدت گذر گئی تو بدون نکاح کے حلال نہیں ہے۔ (۲) **فقط واللہ اعلم بالصواب۔**

خدا کے واسطے اس کو طلاق دی اس جملہ سے کون سی طلاق ہوئی

(سوال ۳۶۲) ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے اور اس کی تاریخ نہیں لکھی۔ اور اس کو یاد ہے کہ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۷۵ء کو دی ہے۔ تو اب عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ وہ آدمی عورت کو لینے آیا ہے مگر عورت راضی نہیں ہے طلاق نامہ کی نقل میں دو گواہوں کے دستخط موجود ہیں۔ طلاق نامہ یہ ہے:۔ ''میں خدا کے واسطے فلاں بنت فلاں کو جس کو میں نے شرع کے مطابق کوئی تکلیف نہیں دی اور اس کو وہ بھی قبول کرتی ہے۔ اس نے میرے پاس طلاق چاہی تو میں نے انکار کیا۔ تاہم وہ طلاق چاہتی ہے۔ تو میں نے مجبوراً خدا کو حاضر و ناظر رکھ کر خدا کے واسطے اس کو طلاق دی۔ جس میں میرا قصور نہیں!

گواہوں کے دستخط (۱)...... (۲)......

(الجواب) طلاق نامہ کی عبارت سے طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے (۳)، اگر عدت میں رجعت کر لی تو عورت نکاح میں

---

(۱) چونکہ ہمارے ہاں یہ لفظ طلاق کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے بلا کسی نیت کے اس سے طلاق واقع ہوگی۔ وقد مران الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت لکن لما غلب استعمال حلال اللہ فی البائن عند العرب والفرس وقع به البائن ولولا ذلک لو قع به الرجعی شامی باب الکنایات تحت قوله حرام. ج. ۲ ص ۶۳۸.

(۲۔۳) صریحه مالم یستعمل الا فیه ولو بالفارسیة کطلقتک وانت طالق ومطلقة...... ویقع بها ای بهذه الالفاظ وما بمعناها من الصریح درمختار مع الشامی اول باب الصریح ج. ۲ ص ، ۵۹۰

ہے اور شوہر کو حق ہے کہ وہ اس کو لے جائے اور اگر عدت گذر گئی اور رجعت بھی نہیں کی ہے تو عورت مطلقہ بائنہ ہو جائے گی یعنی نکاح سے خارج ہو جائے گی اور شوہر کا اس پر کوئی حق نہ رہے گا۔ ہاں اگر عورت راضی ہو۔ تو نکاح دوبارہ کیا جاسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بجائے طلاق کے ''طلاع'' کہے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۶۳) میاں بیوی میں نزاع (جھگڑا) ہونے پر مرد نے پڑوس میں سے ایک ضعیفہ کو گواہ بنا کر عورت کو غصہ میں تین طلاق دی ہے۔ دوسری دو عورتیں اور ایک مرد بھی پڑوس کے مکان میں تھے انہوں نے بھی الفاظ طلاق سنے اور پورے گاؤں میں طلاق کا چرچا عام ہے۔ تین چار روز بعد جماعت کے لوگوں نے عورت کے ساتھ تعلق رکھتے ہوئے دیکھ کر اس کو بلا کر پوچھا کہ طلاق دینے کے بعد عورت کے ساتھ کیوں تعلق رکھتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے باریکی رکھ کر طلاق دی ہے۔ عورت کو دھمکانے کے لئے بجائے طلاق کے طلاع کہا ہے اور سامعین کہہ رہے ہیں طلاق کہا تھا تو مذکورہ صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) حرف کی غلطی سے طلاق کے بجائے طلاع کہہ دیا فرق نہیں آتا۔[1] طلاق پڑ جائے گی۔ باقی نیت اور ارادہ کا اعتبار عنداللہ تو ہو سکتا ہے لیکن معاملہ اگر اسلامی عدالت میں جائے تو اسلامی جج (قاضی) الفاظ پر فیصلہ کرے گا۔ نیت پر فیصلہ نہیں کرے گا۔ البتہ اس نے ان الفاظ کے کہنے سے پہلے کم سے کم دو آدمی گواہ بنا لئے تھے اور ان سے کہہ دیا تھا کہ میں یہ لفظ محض دھمکانے اور ڈرانے کے لئے کہوں گا۔ اور یہ گواہ اس کی گواہی دیں تو بے شک قاضی کا فیصلہ بھی یہی ہوگا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ فی الدر المختار وان قال تعمدته، تخویفاً لم یصدق قضاءً الا اذا اشهد علیه قبله. به یفتی (ص ۵۹۱ ج ۲ باب الصریح ج ۲ ص ۵۹۲) فقط واللہ اعلم بالصواب.

انگریزی میں ''ڈائی ورس'' DIVORCE تین مرتبہ لکھا تو کتنی طلاق واقع ہوں گی:

(سوال ۳۶۴) میاں بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، بیوی نے اپنے والد کو فون کیا آپ آکر مجھے یہاں سے لے جائیں، والد آکر اپنی بیٹی کو اور نواسے کو لے گیا بچہ کی عمر تین سال ہے، بیوی کے جانے کے بعد شوہر نے بیوی پر ایک خط لکھا جس میں اس نے تین مرتبہ DIVORCE ''ڈائی ورس'' ''ڈائی ورس'' ''ڈائی ورس'' لکھا لفظ ''طلاق'' نہیں لکھا، بعد میں یہ خبر عام ہونے لگی کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جب مرد نے یہ سنا تو اس نے ایک خط بیوی کو اور ایک خط خسر کو لکھا اس میں اس نے لکھا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دینے کا بالکل ارادہ نہیں کیا تھا صرف ڈرانے اور دھمکانے کے لئے وہ خط لکھا تھا پس شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ (ساؤتھ افریقہ)

(الجواب) ہوالموفق للصواب:۔ طلاق نامہ سامنے نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ لفظ <DIVORCE> ''ڈائی ورس'' وہاں (افریقہ) کے عرف میں طلاق صریح ہے یا کنایہ؟ یا اصل تو کنایہ ہے مگر طلاق میں غلبۂ استعمال سے صریح کے حکم میں ہو گیا ہے؟ لہٰذا کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے یہ تو وہاں کے علمائے کرام کا کام ہے جو یہ جانتے ہوں کہ یہ لفظ

---

(۱) قال الشامی ویدخل طلاع وتلاع وطلاک وتلاک ... شامی ص ۵۹۱ ج ۵ ...... ۳

طلاق صریح کا ہے یا کنایۂ طلاق کا یا کثرت استعمال سے صریح کے حکم میں ہوگیا ہے۔

اگر لفظ ''ڈائی ورس'' وہاں کی زبان میں طلاق کے لئے موضوع ہے اور طلاق ہی میں مستعمل ہے تو اگرچہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے انگریزی کا ہے تاہم اس سے طلاق واقع ہوجائے گی ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی دومرتبہ کہنے سے دو طلاقیں رجعی اور تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی اور عورت مغلظہ بائنہ ہوجائے گی اور شوہر کا یہ قول کہ میری طلاق کی نیت نہیں تھی ڈرانا مقصود تھا مسموع نہیں ہے۔

اور اگر یہ لفظ کنایۂ طلاق ہے طلاق کے لئے موضوع نہیں ہے مگر طلاق اور غیر طلاق کا احتمال رکھتا ہے یعنی اس لفظ سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی مستعمل ہو تو ایقاع طلاق کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے، طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، البتہ دلالت حال، مذاکرۂ طلاق، نزاع زوجین شوہر کا غصہ وغیرہ قرائن قویہ سے ظن غالب ہوجائے کہ طلاق دینے کا ہی قصد تھا۔ تو وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا ان قرائن قویہ کی موجودگی میں شوہر نیت طلاق کا انکار کرے تو اس کی بات قضاءً معتبر نہ ہوگی۔

اور اگر لفظ ''ڈائی ورس'' اصل میں تو کنایہ ہے طلاق کے لئے موضوع نہیں ہے لیکن طلاق میں غلبۂ استعمال سے صریح کے حکم میں ہوگیا ہے تو نیت کا محتاج نہیں ہے بلا نیت طلاق بائن واقع ہوجائے گی اگر بائن متعارف ہو جس طرح لفظ ''فارغخطی'' میں بائن متعارف ہے، ورنہ رجعی ہوگی جیسے لفظ ''چھوڑ دی'' میں رجعی متعارف ہے درمختار میں ہے باب الصریح (**صریحه مالم یستعمل الا فیه) ولو بالفارسیة (قوله مالم یستعمل الا فیه) فما لا یستعمل فیها الا فی الطلاق فهو صریح یقع بلا نیة وما استعمل فیها استعمال الطلاق وغیره فحکمه حکم کنایات العربیة فی جمیع الاحکام بحر (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۵۹۰ باب الصریح)**

دوسری جگہ ہے **(باب الکنایات) (کنایته) عند الفقهاء (مالم یوضع له) ای الطلاق (واحتمله وغیره) فالکنایات لا تطلق بها قضاءً (الابنیة اودلالة الحال) وهی مذاکرة الطلاق اوالغضب (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۶۳۵، ص ۶۳۶ باب الکنایات)**

(نوٹ) جس صورت میں قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے عورت کو بھی وقوع طلاق پر ہی عمل کرنا ہوگا کہ '' المرأة کالقاضی '' مصرح ہے اور جب قاضی یا اس کا قائم مقام (پنچایت وغیرہ) طلاق نافذ کر کے تفریق کا حکم دے گا تو دیانۃً بھی طلاق ہوئے گی فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ۔

اگر لفظ ''ایک دو تین'' کسی مقام کے عرف میں طلاق ہی کے لئے مستعمل ہو تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳۶۵) بعد سلام مسنون! خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ ہمارے شہر گودھرا میں میاں بیوی کی تکرار یا جھگڑوں میں عام طور پر شوہر لفظ ''ایک دو تین'' زبان سے نکال دیتا ہے، اس کے ساتھ لفظ ''طلاق'' نہیں اگر یہ لفظ گودھرا شہر کے عرف میں اتنا عام ہوچکا ہے کہ سننے والے اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ فلاں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، نیز گودھرا کے اکثر علماء کا رجحان اسی طرف ہے کہ گودھرا کے عرف میں لفظ ''ایک دو تین'' کثرت استعمال کی وجہ سے

صریح کے حکم میں آ گیا ہے، لہذا اس لفظ سے عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی، نیز عوام کا بھی یہی حال ہے کہ ان الفاظ کے استعمال کے بعد ان امور کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جو طلاق کے بعد عمل میں آتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان الفاظ کا کیا حکم ہے؟ کیا عرف کی وجہ سے یہ لفظ طلاق صریح کے حکم میں ہوگا؟ اور اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوگی یا نہیں؟ امید ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر سوال میں درج شدہ باتیں صحیح ہوں اور مقامی علماء کی تحقیق یہ ہو کہ گودھرا کے عرف میں یہ لفظ طلاق ہی کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور لوگ اس سے طلاق ہی مراد لیتے ہیں تو حسب سوال آپ کے یہاں کے عرف کے مطابق احکام جاری ہوں گے، عرف بدلنے سے حکم بدلتا ہے، شامی میں ہے: **وقد مر ان الصریح ماغلب فی العرف استعماله فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفاً الا فیه من ای لغة کانت وهذا فی عرف زماننا کذالک فوجب اعتباره صریحاً کما افتیٰ المتاخرون فی انت علی حرام بانه طلاق بائن للعرف بلا نیة مع ان المنصوص علیه عند المتقدمین توقفه علی النیة الخ (شامی ج۲ ص ۵۹۴ باب الصریح)**

نیز شامی میں ہے: **وان کان الحرام فی الاصل کنایة یقع بها البائن لانه لما غلب استعماله فی الطلاق لم یبق کنایة ولذالم یتوقف علی النیة اودلالة الحال .الی قوله . ثم فرق بینه وبین سرحتک فان سرحتک کنایة لکنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی الصریح فاذاقال** رہا کردم **ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً وما ذاک الا لانه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق وقد مر ان الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت (شامی ج ۲ ص ۶۳۸ باب الکنایات)**

لہذا جب صورت مسئولہ میں آپ کے یہاں کے عرف کے اعتبار سے یہ الفاظ صریح کے حکم میں ہو گئے ہوں، علماء کی یہی تحقیق ہو تو آپ کے یہاں کے عرف کے اعتبار سے ان الفاظ سے بلانیت طلاق بھی تین طلاق واقع ہوں گی ڈرانے اور دھمکانے کا بہانہ مسموع نہ ہوگا اور اسی میں احتیاط ہے کہ باب فروج میں احتیاط پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

شامی میں ہے: **لانه یعمل بالاحتیاط خصوصاً فی باب الفروج (شامی ج ۱ ص ۶۲۴ قبیل باب طلاق غیر المدخول بها)**. فتاویٰ خیریہ میں ایک جواب میں تحریر فرمایا ہے: **لا یقبل قوله (ای قول الزوج) علی ماعلیه الاعتماد والفتویٰ احتیاطاً فی امرالفروج فی زمان غلب فیه علی الناس الفساد ، والله اعلم .(فتاویٰ خیریه ص ۴۳ ج ۱ ، کتاب الطلاق)فقط والله اعلم بالصواب .**

”میں نے تجھ کو چھوڑ دی“ یہ جملہ متعدد بار بولا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳۶۶) میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے تھے، بیوی بچوں کو لے کر اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور بیوی کا بیان ہے کہ شوہر نے متعدد بار یہ لفظ اس کے سامنے بولا ہے۔ میں نے تجھ کو چھوڑ دی شوہر سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہ یہ لفظ متعدد بار بولا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لفظ ”چھوڑ دی“ کثرت استعمال کی وجہ سے صریح کے حکم میں ہے، اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے،

شامی میں ہے:فاذا قال رها کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله' کنایة (شامی ص ۶۳۸ باب الکنایات) کے مطابق عورت پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائیں گی۔واللہ اعلم۔

عورت نے کہا''مجھے طلاق دے دو''شوہر نے کہا''دی''طلاق ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ۳۶۷)شوہر اور بیوی میں جھگڑا ہو رہا تھا،جھگڑے کے دوران بیوی نے شوہر سے کہا مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا ہے،تم مجھے طلاق دے دو،شوہر نے جواب میں کہا''دی''اس کے بعد پھر عورت نے کہا''مجھے طلاق دے دو''شوہر نے دوبارہ اس کے جواب میں کہا''جا میں نے دے دی''مذکورہ صورت میں عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟شوہر لفظ ''طلاق''نہیں بولا ہے،اگر مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوئی ہو تو کتنی ہوئی؟بینوا توجروا۔

(الجواب)اگر کوئی بات کسی سوال کی جواب میں کہی جائے تو جواب اعادہ مافی السوال کو متضمن ہوتا ہے،لہذا شوہر نے اگر چہ جواب میں لفظ طلاق استعمال نہیں کیا ہے مگر جواب میں یہ لفظ موجود سمجھا جائے گا،اور دو مرتبہ سوال و جواب ہوا ہے اس لئے صورت مسئولہ میں عورت پر دو طلاق رجعی واقع ہو گئیں عدت میں شوہر کو حق رجعت حاصل ہے عورت راضی ہو یا نہ ہو شوہر رجوع کر سکتا ہے۔

درمختار میں ہے:قالت لزوجها طلقنی فقال فعلت طلقت فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخری (درمختار)

ردالمحتار میں ہے (قوله فقال فعلت) ای طلقت بقرینة الطلب ، والجواب یتضمن اعادة مافی السوال (درمختار ورد المحتار ص ۶۳۳ ج ۲ قبیل باب الکنایات) فقط واللہ اعلم بالصواب

باب مایتعلق با الکنایة

عورت کو ماں بہن جیسی کہنا:

(سوال ۳۶۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری بیوی بار بار کہتی تھی۔ کہ "تم میرا کیا کرو گے؟ چھٹی کردو گے۔" بعدہٗ ایک دن دوپہر کے وقت اس نے یہی کہا کہ "تم کیا کرو گے؟ چھٹی کردو گے۔ چھٹی کرنا ہو تو کردو۔" میں نے غصہ کی حالت میں تین بار بول دیا کہ "تو آج سے میری ماں، بہن کے برابر" تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیوی ساتھ رہنا چاہتی ہے! تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب کہ مذاکرۂ طلاق کے موقعہ پر "یعنی چھٹی کرنا ہو تو کردو" کے جواب میں یہ الفاظ کہے ہیں۔ تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ کیونکہ یہ الفاظ طلاق کنایہ سے ہیں۔ اس لئے پہلے لفظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ دوسری اور تیسری مرتبہ کہے ہوئے الفاظ لغو ہوں گے بموجب ضابطہ " **البائن لایلحق البائن**." لہٰذا ازوجین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ **ولو قال انت علی مثل الی او کامی یرجع الی نیته فان قال اردت الطلاق فهو طلاق (هدایه ص ۳۹۰ ج ۲ باب الظهار) لا یقع بها الطلاق لا الا بالنیة او بدلالة الحال (هدایه ص ۳۵۳ ج ۲ باب ایقاع الطلاق اما الضرب الثانی الخ) فقط والله اعلم بالصواب** .

فارغخطی سے طلاق بائنہ بلانیت:

(سوال ۳۶۹) ایک شخص نے لڑتے جھگڑتے اپنی بیوی سے کہا۔ اب تو میں صرف برائے نام ہی تیرا خاوند ہو۔ اس پر بیوی نے پوچھا۔ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ جواب میں خاوند نے کہا۔ فارغخطی۔ طلاق، طلاق، طلاق، صورت مسئولہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں طلاق ثلثہ مغلظہ واقع ہوئی۔ لفظ فارغخطی کنایہ ہے اس سے بلانیت طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ (**لانه فی العرف طلاق بائن**) چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے یہ لفظ فارغخطی کنایہ ہے۔ اور چونکہ اس سے ایقاع طلاق بائن متعارف ہے۔ اس لئے بلانیت اس سے طلاق بائن واقع ہوجائے گی (ص ۳۹۳ ج ۲) فارغخطی کے لفظ کے بعد تین لفظ صریح طلاق کے بولے گئیں ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ عورت مدخولہ ہو تو بائن کو صریح لاحق ہوتی ہے۔ **الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة (درمختار مع الشامی ص ۶۴۵ ج ۲ باب الکنایات مطلب الصریح یلحق الصریح والبائن)** لہٰذا بعد کی دو صریح طلاق لاحق ہوکر طلاق مغلظہ ہوگئی۔ اگر عدم اضافت کا شبہ ہو تو اضافت صریحہ ضروری نہیں اضافت معنویہ کافی ہے۔ جس کے لئے دلالت حال (یعنی) قرینہ موجود ہے۔ **(قوله لترکه الاضافة) ای المعنویةفانها الشرط والخطاب من الاضافة بالمعنویة وکذا الاشارة الخ ولایلزم کون الاضافة صریحةفی کلامه (الیٰ) فهذا یدل علی وقوعه وان لم یضفه الی المرأة صریحاً (شامی ج ۲ ص ۵۹۰ ۔ ۵۹۱ باب الصریح)** لہٰذا طلاق واقع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔ **فقط والله اعلم بالصواب** .

''فارغخطی'' لفظ تین مرتبہ کہنے سے کون سی طلاق ہوئی:

(سوال ۳۷۰) قریباً دوسال ہوئے ایک شخص نے اپنی عورت کو ان الفاظ سے طلاق دی ہے۔ (۱) فارغخطی دی (۲) فارغخطی دی (۳) فارغخطی دی۔ اس وقت عورت حاملہ تھی۔ فی الحال سوا برس کا بچہ ہے۔ دوسرے اور دو بچے ہیں اس لئے عورت شوہر کے ہاں جانا چاہتی ہے اور خاوند رکھنا چاہتا ہے۔ تو شرعاً اس کی کوئی سبیل ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسؤلہ میں ''فارغخطی'' کے پہلے لفظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ دوسری تیسری واقع نہیں ہوئی۔ فقہ کا قاعدہ ہے **لا یلحق البائن البائن** دوبارہ نکاح کرکے دونوں رہ سکتے ہیں حلالہ کی ضرورت نہیں (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۶۲۶ ۔ [۱]) **فقط واللہ اعلم بالصواب.**

تعریف طلاق بائن:

(سوال ۳۷۱) ایک طلاق بائن کسے کہتے ہیں۔

(الجواب) بائن ایسی طلاق جس میں رجعت نہ ہوسکے تجدید نکاح کے بغیر رکھنا درست نہ ہو۔ ایک طلاق بائن سے عورت نکاح سے نکل جاتی ہے۔ [۲]

شوہر نے کہا ''جب تم مجھ سے چھٹی (علیحدہ) ہونا چاہو تو بچوں کو بددعا دینا'' اس جملہ کا شرعی حکم:

(سوال ۳۷۲) ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا جب تم مجھ سے چھٹی ہونا چاہو تو بچوں کو بددعا دینا تو تم مجھ سے چھٹی ہوجاؤ گی، ان الفاظ کے کہنے کے وقت شوہر کا مقصد عورت کو طلاق دینے کا اختیار دینا تھا، عورت نے ابھی تک اختیار کو استعمال نہیں کیا ہے، تو کیا شوہر طلاق کا اختیار واپس لے سکتا ہے؟ اور اگر عورت اپنے اختیار کو استعمال کرے تو کون سی طلاق واقع ہوگی؟ رجعی یا بائن؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب عورت کو طلاق کا اختیار دینے کی غرض سے کہا گیا ہے کہ جب تم چھٹی ہونا چاہو تو بچوں کو بددعا دینا تو عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگیا عورت جب بچوں کو بددعا دے گی تو چھٹی ہوجائے گی یعنی طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ لفظ ''چھٹی ہونا'' کنایہ ہے مگر غلبۂ استعمال سے صریح کے حکم میں ہے اس لئے طلاق رجعی واقع ہوگی، عدت کے اندر رجوع جائز ہے اور بعد عدت تبراضی زوجین تجدید نکاح درست ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے اور اب شوہر اپنے اختیار کو واپس نہیں لے سکتا **وان قال طلقی نفسک فلیس له ان یرجع عنه لان فیه معنی الیمین لانه**

---

(۱) وضاحت: فارغ خطی چونکہ اب ہمارے ہاں طلاق ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے بلانیت بولنے سے طلاق ہوگی۔ اگر تین مرتبہ بولا تو تین ہی مرتبہ طلاق واقع ہوگی لہذا حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح درست نہ ہوگا۔ **وقدمر ان الصریح مالم یستعمل الا فیه من ای لغة کانت الخ شامی باب الکنایات ج۲ ص ۶۳۸ صریحه مالم یستعمل الا فیه ولو بالفارسیة قال فی الشامیة ولو بالفارسیة فما لا یستعمل فیها إلا فی الطلاق فهو صریح یقع بلا نیه. شامی باب الصریح ج۲ ص ۵۹۰**

(۲) **والطلاق البائن هو الذی لا یملک الزوج فیه استرجاع المرأة الأبعقد جدید لسان العرب باب الباء ج۱ ص ۵۶۰.**

تعلیق الطلاق بتطلیقها والیمین تصرف لازم)هدایه اولین ص ۳۶۱ باب تفویض الطلاق)ولو قال لها انت طالق اذا شئت او اذا ماشئت او متی شئت او متی ماشئت فردت الا مر لم یکن رداًو لا یقتصرعلی المجلس (هدایه ج ۲ ص ۳۶۳ ایضاً) فاذا قال رها کردم ای سرحتک (چھوڑدی) یقع الرجعی مع ان اصله کنا یة (شامی ج ۲ ص ۶۳۸ باب الکنایات)فقط و الله اعلم بالصواب .

’’اب یہ عورت میری بیوی نہیں ہے‘‘ اس جملہ کا حکم:

(سوال ۳۷۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:۔شوہر و بیوی کے مابین تو تو میں میں ہوئی اور کافی کشیدگی ہوئی محلّہ کے کچھ افراد جس میں چار مرد اور چھ عورتیں شامل ہیں اس مقصد سے جمع ہوئے کہ سمجھا بجھا کر شوہر و بیوی میں صلح کرادی جائے ،چنانچہ لوگوں نے بیوی کو سمجھایا اور اس کو خاموش کیا، جب شوہر کو سمجھانے چلے تو شوہر نے جھٹک کر جواب دیا کہ اب یہ عورت میری بیوی نہیں ماں بہن ہے۔ یہ الفاظ سن کر ایک شخص نے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ ’’کیا کہتے ہوا ایسامت کہوورنہ طلاق ہوجائے گی‘‘ ،اس پر شوہر نے کہاہاں ہاں میں نے طلاق دیدی، طلاق کا لفظ صرف ایک بار کہا ہے اب کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ عنایت فرمائیں؟

(الجواب)شوہر کے الفاظ ’’اب یہ عورت میری بیوی نہیں میری ماں بہن ہے۔‘‘ بہ نیت طلاق کہے گئے ہیں اس لئے طلاق بائن واقع ہوگئی اور یہ الفاظ جواباً کہے گئے ہیں کہ ’’ہاں ہاں میں نے طلاق دے دی‘‘ اگر جدید طلاق مان لی جائے تو دو طلاق بائنہ شمار ہوں گی ،بتراضی طرفین عدت میں اور عدت کے بعد بھی نکاح ہوسکتا ہے،حلالہ کی ضرورت نہیں ہے ۔الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۶۴۵ باب الکنایات) اور اب یہ شوہر صرف ایک طلاق کا مالک رہے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق رجعی عدت کے اندر بھی بائن ہوسکتی ہے:

(سوال ۳۷۴) رجعی طلاق دے دی پھر کہا کہ میں رجوع کرنے والا نہیں ہوں، دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ایسی صورت میں خاوند کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر نے رجعی طلاق کے بعد کنائی الفاظ استعمال کئے ہیں پس اگر جدید طلاق کی نیت نہیں ہے تو رجعی طلاق بائن بن جائے گی اور رجوع کرنے کا حق ختم ہوجائے گا اور اگر جدید طلاق کی نیت ہے تو دونوں طلاقیں بائن شمار ہوں گی رجوع نہیں کرسکے گا لوقال لامرائته انت طلاق ثم قال للناس من برمن حرام است وعنی به الا ول او لا نیة له فقد جعل الرجعی بائناًوان عنی به الا بتداء فهی طلاق آخر بائن.(خلاصة الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۶)فقط و الله اعلم بالصواب.

بیوی کو ماں کہہ دیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۷۵) نادانی وجہالت کی وجہ سے خاوند نے اپنی بیوی کے پستان منہ میں لیتے ہوئے بیوی کو ’’اماں‘‘ تین چار بار کہہ دیا ہو تو کیا بیوی حرام ہوجائے گی اور تین طلاق پڑجائیں گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں غلبہ شہوت اور فرط محبت میں بیوی کے پستان منہ میں لیتے ہوئے ماں کہہ دیا اس سے عورت حرام نہیں ہوئی اور طلاق بھی واقع نہ ہوگی، عورت بدستور اس کی بیوی ہے اور اس کے لئے حلال ہے، لیکن یہ حرکت اس کے لئے زیبا نہیں فقط واللہ اعلم۔

شوہر سے زبردستی طلاق بائن کہلوائی گئی تو واقع ہوئی یا نہیں:-

(سوال ۳۷۶) میرا ارادہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا بالکل نہیں ہے، نہ تو میں نے کبھی اپنی بیوی کو طلاق دینے کو سوچا ہے، لیکن تاریخ ۲۲/۱/۹۶ کو مجھ سے یہ زبردستی کہلوایا گیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دیتا ہوں، اور جس وقت مجھ سے یہ زبردستی کہلوایا گیا، اس وقت میں طلاق بائن کا مطلب (معنی) سمجھتا نہیں تھا۔ اور اس وقت میرا ارادہ اپنی بیوی کو ایک طلاق بھی نہیں دینے کا تھا تو کیا میری بیوی پر یہ طلاق واقع ہوگئی ہے، اور اگر نہیں ہوئی ہے تو میں اپنی بیوی سے رشتہ جوڑ سکتا ہوں اور اس کی صورت کیا ہے؟ اور طلاق بائن میں عدت گذارنا ضروری ہے اور کتنی؟ اور اگر عدت نہ گذارنی ہو تو اس کی کیا صورت ہے؟

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ صورت مسئولہ میں جب آپ نے اپنی زبان سے طلاق بائن دے دی تو آپ کی عورت پر طلاق بائن واقع ہوگئی[1] اور وہ آپ کے نکاح سے نکل گئی۔ زبانی بتایا گیا کہ شوہر اور بیوی کے درمیان خلوت ہوچکی ہے، دونوں ایک جگہ جمع ہوچکے ہیں لہذا عورت پر عدت لازم ہے اگر حمل نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض (ماہواری) ہیں، اگر شوہر اور بیوی دونوں ساتھ رہنے کے لئے راضی ہوں تو تجدید نکاح یعنی نئے سرے سے نکاح کرنا ضروری ہے تجدید نکاح کے بغیر ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، اگر دونوں تجدید نکاح کر کے ساتھ رہنے لگے تو آئندہ شوہر دو طلاق کا مالک رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں، گھر سے نکل جا کہنے سے طلاق پڑے گی یا نہیں؟:

(سوال ۳۷۷) ہماری بڑی بہن کا نکاح بمبئی میں ہوا ہے، زوجین کا آپس میں نزاع رہتا تھا، چنانچہ ہماری چھوٹی بہن جن کا قیام بمبئی میں ہے ان کا فون آیا کہ بڑی بہن کے غیر مسلم پڑوسی نے بتایا کہ تمہارے بہنوئی نے تمہاری بہن کو دوسری مرتبہ یہ لفظ کہا ہے، کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں، اور تو گھر سے نکل جا، یہ الفاظ حالت غضب میں کہے گئے، چنانچہ بہن کے فون کے مطابق میں بمبئی گیا اور بڑی بہن سے ملا اور حالات معلوم کئے تو انہوں نے اقرار کیا کہ میرے شوہر نے یہ الفاظ بولے ہیں، اور یہ بھی کہا کہ وہ تو یہ الفاظ بولتے ہی رہتے ہیں، اس کے بعد میں نے بڑے بہنوئی سے روبرو ملاقات کی تو انہوں نے اقرار کیا کہ پہلی مرتبہ میں یہ لفظ فلاں تاریخ کو اور دوسری مرتبہ فلاں تاریخ کو بولا (اور ان کا یہ بولنا غصہ کی حالت میں تھا) اور ساتھ ساتھ ان کا یہ کہنا ہے کہ دو مرتبہ سے طلاق نہیں ہوتی، تین مرتبہ کہنا ضروری ہے، اور یہ بھی کہا کہ وقوع طلاق کے لئے سوچ سمجھ کر اور دھیان کے ساتھ کہنا ضروری ہے، غصہ کی حالت میں کہنے سے طلاق نہیں ہوگی، اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات ایک عالم سے معلوم کی تو گذارش ہے کہ اس کا

---

(۱) لا یقع بها الطلاق الا بالنیة او بدلالة الحال ...... خلیةبریة بتة بتلةبائن حرام، فتاویٰ عالمگیری الفصل الخامس فی الکنایات ج. ۱ ص ۳۷۶

جواب عطا کریں:

(الجواب) حامداومصلیاومسلما۔فتاویٰ دارالعلوم قدیم میں ہے۔

(سـوال) زید اپنی بیوی ہندہ کو اس کے گھر لینے گیا، ہندہ نے چلنے سے انکار کردیا، اس وقت زید نے کہا، اس وقت میرے ساتھ نہ چلوگی تو آج سے مجھ سے کوئی واسطہ کوئی تعلق کوئی سروکار عمر بھر نہ ہوگا اس پر ہندہ نے جانے سے انکار کر دیا اور زید نے تین مرتبہ یہ لفظ کہے، ہم سے تم سے کوئی تعلق نہیں، اور ہندہ کے ورثاء سے کہا کہ ہمارے زیور واپس کردو اور ہمارے جہیز کے برتن واپس منگالو۔

(الجواب) زید کا قول ہم سے تم سے کوئی تعلق نہیں، یہ کنایۂ طلاق ہے **صرح به فی العالمگیرية والخلاصه حيث قال لم يبق بيني وبينک عمل اوشئی وامثال ذلک** اور یہ کنایہ قسم ثانی میں داخل ہے جس کا حکم یہ ہے کہ نیت پر موقوف ہے، اگر زید نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت کی ہے جیسا کہ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی اور اگر نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہوئی، زید سے حلف لے کر دریافت کیا جاسکتا ہے **قال فی الدر المختار، وفی الغضب توقف الا ولان ای نوی وقع والالا وقال قبله باسطر والقول بيمينه فی عدم النية ويكفی تحليفها له فی منزل فان ابی رافعته الی الحاكم فان نكل فرق بينهما ، فقط كتبه (مولانا مفتی (محمد شفيع غفرله' (فتاوی دار العلوم قديم ج۳، ۴ص ۱۱ ۳ امداد المفتيين)**

امدادالفتاویٰ میں ہے:

(سوال) تب شوہر نے کہا نکل جا ہم سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں کوئی چھیلا تلاش کرلے چاہے بازار میں جاکے رہو، عورت اس سے کنارہ کش ہوگئی اس کے گھر نہیں جاتی اور شوہر کہتا ہے کہ غصہ میں کہہ دیا معاف کرالخ۔

(الجواب) یہ کنایات ہے اس قسم سے ہے جو محتمل ہے ردو جواب اور محتمل سب وجواب ہیں اور حالت ہے غضب کی اس لئے مدار وقوع طلاق کا نیت پر ہوگا اگر طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن ہوگا اور نیت نہ کی تو کچھ نہ ہوگا، (امداد الفتاویٰ ص ۳۷۴ ج ۲)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے،

(سوال) میرے دوست نے اس کی عورت کو دو بار طلاق دی یعنی طلاق طلاق کہا اور پھر کہا چلی جا تیرے گھر...الخ۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں لفظ طلاق دو بار بولا ہے، اور ''چلی جا'' بدون نیت طلاق کے کہا ہے تو طلاق رجعی ہوئی (فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم ص ۱۴۰) جدید ترتیب کے مطابق ص ۲۹۳/ج۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نیز امدادن الفتاویٰ میں ہے:

(الجواب) لفظ ''نکل جا'' میں مطلقاً حاجت نیت کی ہے الخ (امدادالفتاویٰ ج ۲ ص ۳۷۷)

مندرجہ بالا حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ سوال میں درج شدہ الفاظ میں طلاق نیت پر موقوف ہے لہذا صورت مسئولہ میں اگر شوہر نے یہ الفاظ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں اور تو گھر سے نکل جا، طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی، شوہر کو قسم دے کر دریافت کیا جاسکتا ہے، **لا يلحق البائن البائن (درمختار مع رد المحتار ۲/ ۶۴۲ باب الكنايات)**

نوٹ:

اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو پہلی مرتبہ جس تاریخ کو یہ لفظ کہے ہے اسی تاریخ سے عدت کی ابتدا ہو جائے گی، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اب تو اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا کیا اس جملہ سے طلاق پڑ جائے گی :

(سوال ۳۷۸) ایک مرد نے اپنی بیوی سے ناراض ہوکر یہ خط لکھا ہے: جس دل میں پیار ابھرا تھا اب تو اس دل میں نفرت بھر کے رکھی ہے، اب تو اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا، (معاذ اللہ) تو کیا ان الفاظ کے کہنے سے اس مرد کا نکاح اس عورت سے باقی رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! نفرت کے الفاظ سے طلاق تو واقع نہ ہوگی لیکن اس جملہ سے کہ "اب تو اس نفرت کو خدا بھی نہیں مٹا سکتا" (معاذ اللہ) اس کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا، لہٰذا تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

"مجھے نہیں چاہئے" سے کیا طلاق واقع ہوگی؟:

(سوال ۳۷۹) ایک شخص اپنی زوجہ پر بلاوجہ بہت ہی ظلم کرتا ہے، ایک دن زوجہ کے رشتہ دار اس کو اپنے گھر لے آئے اس کے بعد اس کے شوہر نے دوسروں کی معرفت بیوی کو گھر جلد واپس بھیجنے پر اصرار کیا تو عورت کے رشتہ داروں نے کہا، ہمارے یہاں ہفتہ عشرہ میں شادی ہے اس کے بعد ہم بھیجیں گے تو شوہر نے دوسروں کی معرفت کہلوایا کہ جلد بھیج دو ورنہ شادی کے بعد مجھے نہیں چاہئے تو کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگی (جب کہ شادی کے بعد بھیجے) اگر ہوئی تو کون سی؟ یہ معاملہ حالت غضب وناراضگی میں ہو رہا ہے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! صورت مسئولہ میں طلاق واقع نہ ہوگی، **ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۷۵ الفصل الخامس فی الکنایات)** لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو بھیج دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ مئی ۱۹۶۶ء۔

"آزاد" کردی بحکم صریح ہے:

(سوال ۳۸۰) "آزاد کرنا" یا "آزاد پھرنا" کو حضرت تھانویؒ نے فتاویٰ میں صریح لکھا ہے (امداد الفتاویٰ۔ کتاب الطلاق)

لیکن گجرات کا عرف اس بارے میں کیا ہے، بعض گجراتی عرف سے واقفین کی رائے ہے کہ یہاں کے عرف میں کنایہ ہے، لہٰذا آپ کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟ المستفتی (مفتی) سعید احمد پالن پوری (صاحب زید مجدہم)

(الجواب) بندہ کی رائے یہ ہے کہ لفظ آزاد کردی بھی مانند گذاشتم وچھوڑ دی کے ملحق بصریح ہے۔[1]

---

(۱) فاذا قال رها کردم ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کنایة ایضاً وما ذاک الا لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق وقد مر ان الصریح مالم یستعمل الا فی الطلاق من ای لغة کانت لکن لما غلب استعمال حلال اللہ فی البائن عند العرب والفرس وقع به البائن ولو لا ذلک لوقع به الرجعی وشامی باب الکنایات ج. ۲ ص ۶۳/۸. فقط والسلام.

طلاق معلق

بیوی شوہر سے جوا چھوڑ دینے پر طلاق کی قسم لے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳۸۱) زید قمار (جوا) کھیلتا ہے اس وجہ سے اس کی بیوی اس سے ناراض رہتی ہے، ایک دن بیوی نے کہا آپ جوا چھوڑ دیجئے اور میری طلاق کی قسم کھائیے تو زید نے کہا مجھے طلاق کی قسم منظور ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یمین منعقد ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو پھر جوا کھیلنے کی صورت میں طلاق واقع ہوگی؟ اگر ہوگی تو کون سی واقع ہوگی؟ اگر ایک طلاق رجعی ہو تو رجوع کا کیا طریق ہے؟ جو طریقہ ہو اس سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر جوا کھیلے گا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی،[1] عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، رجوع کی صورت یہ ہے کہ مجامعت کرے یا زبان سے کہہ دے کہ میں بیوی کو واپس لیتا ہوں تو رجوع درست ہو جائے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ **الرجعة هی استدامة الملک القائم فی العدة بنحو راجعتک وردتک و امسکتک بلا نية لانه صريح وبالفعل مع الكراهة بكل مايوجب حرمة المصاهرة كمس الخ** (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۷۲۸ . ۷۲۹ باب الرجعه) فقط واللہ اعلم بالصواب .

''اگر تو میری اجازت کی بغیر میکے گئی تو میرے لئے حرام'' اس جملہ کا حکم؟:

(سوال ۳۸۲) لڑکی کو سسرال والوں نے میکہ جانے سے روک دیا لیکن لڑکی کا برابر اصرار رہا کہ میں جاؤں گی جب شوہر نے دیکھا کہ یہ میکے چلی جائے گی تو اس نے کہہ دیا ''اگر تو میری اجازت کے بغیر میکے گئی تو میرے لئے حرام'' اس کے بعد اس نے عہد کر لیا کہ میں نہیں جاؤں گی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میاں بیوی میں صلح ہو جائے تو بیوی میکے جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت شوہر کی اجازت سے میکے جائے گی تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اس کی اجازت کے بغیر جائے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) ''تیری بہن یا ماں کے گھر جائے تو تین طلاق'' اس جملہ کا حکم، (۲) وقوع ثلثہ سے بچنے کی تدبیر:

(سوال ۳۸۳) زید کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا تو بیوی نے غصہ میں کہا ''مجھے چھوڑ دو تو میں چلی جاؤں'' زید نے دھمکی کے لئے (کہ اس کے بعد وہ سنبھل جائے اور جھگڑا نہ کرے) غصہ میں یہ الفاظ کہے ''تو تیری بہن کے گھر جائے تو تین طلاق اور تیری ماں کے گھر جائے تب بھی تین طلاق'' اس کے بعد زید کی بیوی ''جاتی ہوں'' کہہ کر پچھلے دروازے تک پہونچی تو پڑوس نے اسے روک کر گھر میں بٹھا دیا، زید کی بیوی غصہ میں تھی ''میں شام تک جاؤں گی'' اس طرح بولتی رہی

---

[1] انما يصح فی الملک لقوله لمنکوحته ان زرت فانت طالق او مضافا اليه کان نکحتک فانت طالق فيقع بعده قال فی البحر تحت قوله فيقع بعده ای يقع الطلاق بعد وجود الشرط الخ . بحر الرائق باب التعليق ج ۴ ص ۸ .

تو زید نے کہا چپ رہ اگر تو نے تیری بہن یا ماں کے گھر میں قدم رکھا تو تیرا انجام آجائے گا لہٰذا سوچ سمجھ کر قدم نکالنا پھر جب اس کو ہوش آیا تو اپنی بہن اور ماں کے گھر نہیں گئی، ان الفاظ سے ان کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ اور شرط پوری ہونے پر تین طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں؟ اور ایسی کوئی تدبیر ہے کہ شرط پوری ہو جائے اور تین طلاق واقع نہ ہوں، فقط

(الجواب) صورت مسئلہ میں بیوی اس وقت نکاح سے خارج نہیں ہوئی مگر جب وہ (بیوی) بہن یا ماں کے گھر جائے گی تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور شوہر کے لئے حرام ہو جائے گی، بدون شرعی حلالہ کے حلال نہ ہوگی و اذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لا مرأته ان دخلت فانت طالق (هدایه اولین ج ۲ ص ۳۶۵ باب الایمان فی الطلاق)

اور تین طلاقوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ شوہر ایک طلاق رجعی دے کر بیوی کو الگ کر دے۔ عدت کے بعد (تین حیض گذرنے کے بعد اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد) ماں یا بہن کی یہاں جاوے اس سے تعلیق اور شرط پوری ہو جائے گی اور تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ شرط پوری ہونے کے وقت نکاح میں نہیں ہے، اس کے بعد شوہر سے نکاح کر لے، اب ماں یا بہن کے یہاں جانے سے نکاح پر اثر نہ پڑے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی درمختار میں ہے وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً لکن ان وجد فی الملک طلقت وعتق والالا. فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها (درمختار ج ۲ ص ۶۹۰ باب التعلیق) فقط واللہ اعلم.

”میں سلمیٰ سے جب بھی نکاح کروں اس کو تین طلاق“ اس جملہ کا حکم:

(سوال ۳۸۴) زید نے سلمیٰ کو تین بار طلاق دی اس کے بعد ایک تحریر دی کہ ”میں جب بھی سلمیٰ سے نکاح کروں تو اس کو تین طلاق“ اور اس پر زید نے دستخط کر دیئے عدت کے بعد سلمیٰ کا بکر سے نکاح ہو گیا، کسی وجہ سے بکر نے سلمیٰ کو تین طلاقیں دے دیں، اب زید سلمیٰ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا زید سلمیٰ سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ زید نے از خود یا لوگوں کے کہنے سے یہ لکھ دیا ہے کہ میں سلمیٰ سے جب بھی نکاح کروں اس کو تین طلاق اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں تو اب جب بھی نکاح کرے گا طلاقیں ہو جائیں گی۔ ہدایہ میں ہے۔ ففی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط انحلت وانتهت الیمین ...... (الا فی کلمة کلما الخ (ص ۳۶۶ باب الایمان فی الطلاق) فقط واللہ اعلم بالصواب.

معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق کی قسم کھائی تو کون سی طلاق واقع ہوگی:

(سوال ۳۸۵) ایک مدرسہ میں مدرسین نے متفق ہو کر مدرسہ کی کمیٹی سے تنخواہ میں اضافہ کی درخواست دی، کمیٹی کے اراکین نے ان کی درخواست پر توجہ نہیں کی اس پر تمام مدرسین نے آپس میں معاہدہ کیا ”اگر کمیٹی نے کسی مدرس کو علیحدہ کیا یا تنخواہ میں اضافہ کے مطالبہ کو پورا نہیں کیا تو کوئی بھی مدرس مدرسہ میں حاضر نہیں ہوگا، اگر کوئی بھی مدرس اس معاہدہ

کی خلاف ورزی کرے گا تو ہم طلاق کی قسم کھاتے ہیں اوراس پر سب نے دستخط کئے اب اگر کوئی مدرس اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کی بیوی پر کتنی اور کون سی طلاق واقع ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مذکورہ واقعہ بہت افسوس ناک ہے اہل علم سے اس قسم کی حرکت صادر ہونا بہت ہی قابل مذمت اور لائق افسوس ہے، حق تو یہ ہے کہ علماء کو دینی خدمت لوجہ اللہ کرنا چاہئے، حالات کے اعتبار سے فقہاء رحمہم اللہ نے اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے مگر اسے مقصود نہ بنانا چاہئے، مقصود تو دینی خدمت لوجہ اللہ ہونا چاہئے اور بادل ناخواستہ اگر تنخواہ لی جائے تو اسے دینی خدمت کا عوض سمجھ کر نہ لیا جائے، اکابرین مجبوری کی حالت میں تنخواہ لیتے اور فرماتے کہ خدا کرے کہ اس پر مؤاخذہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ اہل علم کو صحیح سمجھ عطا فرمائیں آمین۔

مدرسین میں سے جس جس کو گھریلو اخراجات اور کثیر العیال ہونے کی وجہ سے پریشانی ہو گذران نہ ہوتا ہو تو مدرسہ کے منتظمین کے سامنے صحیح طریقہ سے اپنی بات پیش کرنا چاہئے، مدرسین کی بیویوں کا کیا قصور تھا کہ اس مطالبہ کے لئے طلاق کی قسم کھائی گئی، یہ حرکت بہت ہی قابل مذمت ہے، بیوی کو بلاوجہ شرعی طلاق دینا ظلم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے، اللہ کو ناراض کرنا اور شیطان کو خوش کرنا ہے، تمام مباحات میں سب سے زیادہ مبغوض طلاق ہے علماء کو ایسی حرکتوں سے بہت بچنا چاہئے، نیز مدرسہ کی کمیٹی کے اراکین پر بھی لازم ہے کہ وہ مدرسین کی علمی صلاحیت، مرتبہ محنت اور ضروریات کا خیال رکھ کر تنخواہ مقرر کریں، ان کے ساتھ دنیا کے ملازموں جیسا معاملہ نہ کریں ان کے علمی مرتبہ کو پیش نظر رکھیں، ان کی بات پر توجہ نہ دینا اور ایسا برتاؤ کرنا کہ مدرسین اس قسم کا معاہدہ کر بیٹھیں، مدرسہ کی کمیٹی کے لئے بھی ازحد قابل شرم ہے، خاص کر اس صورت میں جب کہ ان کے پاس تنخواہ (مشاہرہ) میں اضافہ کرنے کی گنجائش بھی ہو، اگر گنجائش نہ ہو تو کوشش کریں، ضرورت ہو تو چندہ کریں، الغرض مذکورہ واقعہ مدرسہ کی کمیٹی اور مدرسین دونوں کے لئے قابل شرم وافسوس ہے۔

صورت مذکورہ میں جب کہ مدرسین مجبور ہو کر غلطی کر چکے ہیں تو کوئی معاملہ فہم شخص آپس میں صلح کرانے اور معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کرے تا کہ مدرسین کی بیویوں پر طلاق واقع نہ ہو اور اگر کسی طرح معاملہ نہ سلجھے تو چونکہ معاہدہ میں صرف یہ لکھا گیا ہے کہ "طلاق کی قسم کھاتے ہیں" لفظ طلاق کے ساتھ کوئی عدد نہیں لکھا گیا ہے اس لئے اگر کوئی مدرس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، عدت کے اندر اندر رجوع کا حق حاصل ہوگا اور آئندہ صرف دو طلاق کا مالک رہے گا۔ طلاق سے بچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ سب مدرسین استعفیٰ دے دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین شرطیں پائے جانے پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی:

(سوال ۳۸۶) ایک شخص نے اپنی بیوی سے تین جملے کہے (۱) اگر تو نے فلاں شخص سے میری اجازت کے بغیر بات چیت کی یا کسی قسم کا تعلق رکھا تو تجھے طلاق، (۲) اگر تو میری اجازت کے بغیر فلاں جگہ گئی تو تجھے طلاق، (۳) اگر کبھی تو نے میری اجازت کے بغیر اپنی بہن کو خط لکھا تو تجھے طلاق۔ عورت نے ان تینوں باتوں کی پرواہ نہیں کی اور شوہر کی اجازت کے بغیر تینوں کام ایک ہی دن میں کر ڈالے، تو اب کیا حکم ہے؟ کیا عورت پر طلاق واقع ہوگی؟ اگر ہوگی تو کون

سی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں شوہر نے تین مختلف کاموں پر ایک ایک طلاق کو معلق کیا ہے تو ہر شرط کے تحقق پر ایک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور سوال کے بموجب عورت نے ایک ہی دن میں تینوں کام کر ڈالے، لہٰذا مذکورہ صورت میں تینوں شرطوں کے تحقق کی وجہ سے عورت پر تین طلاق واقع ہوگئیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ۔درمختار میں ہے: (وتنحل) اليمين (بعد) وجود (الشرط مطلقاً) لكن ان وجد في الملك طلقت عتق والا لا (قوله لكن ان وجد في الملك طلقت) اطلق الملك فشمل مااذا وجد في العدة (درمختار وشامی ص ۶۹۰ ج ۲ باب التعليق) فقط والله اعلم بالصواب .

''میرے گھر واپس مت آنا اگر آئے گی تو سمجھ لے طلاق ہو جائے گی'' اس جملہ کا حکم اور رجوع کا طریقہ:

(سوال ۳۸۷) میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا اور میرے گھر واپس مت آنا اگر واپس آئی تو سمجھ لے کہ تجھے طلاق ہو جائے گی، لڑکی اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی، ماں باپ نے کچھ دن لڑکی کو اپنے گھر رکھا اور پھر ایک روز لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر چھوڑ آئے، لڑکا اپنی بیوی کو رکھنا تو چاہتا ہے لیکن کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو مذکورہ بالا الفاظ کہے ہیں اس لئے اس کی تحقیق کر لینا چاہئے کہ اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ لڑکے سے جب پوچھا گیا کہ تم نے یہ الفاظ کس نیت سے کہے تھے تو اس نے جواب دیا کہ اس وقت میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی بلکہ بیوی کو ڈرانا اور دھمکانا مقصود تھا، اور ان الفاظ کہنے کے وقت عورت کی طرف سے نہ طلاق کا مطالبہ تھا اور نہ طلاق کا مذاکرہ تھا، عورت کا بھی یہی بیان ہے کہ میں اس وقت بالکل خاموش تھی تو مذکورہ صورت کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب شوہر کا بیان یہ ہے کہ جب میں نے ''چلی جا'' کہا اس وقت یہ عورت کی طرف سے طلاق کا مطالبہ تھا نہ طلاق کا مذاکرہ (بیوی کا بھی یہی بیان ہے) اور نہ میری نیت طلاق دینے کی تھی، محض بیوی کو ڈرانا اور دھمکانا مقصود تھا، اس لئے اس لفظ ''چلی جا'' سے تو طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اس کے بعد شوہر نے جو کہا ہے'' اور میرے گھر واپس مت آنا اگر واپس آئی تو سمجھ لے کہ تجھے طلاق ہو جائے گی، یہ شرطیہ طلاق ہے، عورت شوہر کے گھر آئے گی تو طلاق واقع ہوگی اور صورت مسئولہ میں عورت شوہر کے گھر چلی گئی ہے، لہٰذا ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، عدت کی اندر اندر (بیوی راضی ہو یا نہ ہو) شوہر کے رجعت کا حق حاصل ہے اگر رجوع کر لے گا تو بیوی اس کے نکاح میں آجائے گی اور اگر شوہر عدت میں رجوع نہ کرے اور عدت گذر جائے تو عورت مطلقہ بائنہ ہو جائے گی، اس کے بعد بتراضی طرفین تجدید نکاح کر کے ساتھ رہ سکیں گے، لیکن آئندہ یہ بات خیال میں رہے کہ اب شوہر صرف دو طلاق کا مالک رہے گا۔

اگر شوہر رجوع کرنا چاہئے تو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دو چار شخصوں کے سامنے زبان سے یوں کہہ دے'' میں نے اپنی بیوی کو رجوع کر لیا اور اس کو اپنے نکاح میں قائم رکھی'' یا بیوی سے کہہ دے میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں تجھ

کو نہ چھوڑوں گا'' تو رجعت صحیح ہو جائے گی، اور بیوی اس کے نکاح میں رہے گی۔ اور رجعت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہ کہے لیکن اس سے صحبت کر لے یا بوسہ لے لے یا شہوت سے ہاتھ لگا لے تو اس سے بھی رجعت ہو جائے گی۔ اور بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، ہدایہ اولین میں ہے: واذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت بذلك اولم ترض ، لقوله تعالىٰ فامسكوهن بمعروف من غير فصل ولا بد من قيام العدة لان الرجعة استدامة الملك الا ترى انه سمى امساكاً وهو الا بقاء وانما يتحقق لاستدامة في العدة لانه لاملك بعد انقضائها والرجعة ان يقول راجعتك او راجعت امرأتي وهذا صريح في الرجعة ولا خلاف بين الا ئمة قال اويطأ ها اويقبلها او يلمسها بشهوة او ينظر الىٰ فرجها بشهوة وهذا عندنا . الىٰ قوله . ويستحب ان يشهد على الرجعةشاهدين فان لم يشهد صحت الرجعة (هدايه اولين ج ۲ ص ۳۷۴، ۳۷۵ باب الرجعة)فقط والله اعلم بالصواب.

شرطیہ طلاق میں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا بائن:

(سوال ۳۸۸) اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا جائے مثلاً یوں کہا ''تو نے فلاں شخص سے بات کی تو تجھے طلاق'' تو شرط پائے جانے پر کون سی طلاق واقع ہوگی؟ طلاق رجعی یا بائن؟ بعض سمجھتے ہیں کہ شرطیہ طلاق میں طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) تعلیق بالشرط میں اگر لفظ صریح بولا ہو جیسا کہ صورت مسئولہ میں تو شرط کے تحقق کے بعد طلاق رجعی واقع ہوگی بائنہ نہیں، البتہ الفاظ کنایہ میں سے کوئی لفظ بہ نیت طلاق بولا ہو تو اس وقت طلاق بائنہ ہوگی جیسے یوں کہے، اگر تو فلاں شخص سے بات کرے تو تجھ کو فارغ خطی یا یوں کہا ''تو مجھ پر حرام'' یا یوں کہا ''تیرے میرے درمیان کوئی واسطہ نہیں'' یا یوں کہا ''تجھے طلاق بائن'' اسی طرح اگر ایک طلاق معلق کرے تو ایک واقع ہوگی دو معلق کرے تو دو طلاق اور تین معلق کرے تو تین واقع ہوں گی۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:

(سوال ۷۰۶) طلاق تعلیق میں شرط پوری ہونے پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر صریح طلاق معلق کی ہے تو بعد تحقق شرط رجعی طلاق واقع ہوگی اور اگر بائن کو معلق کیا ہے تو بائنہ واقع ہوگی غرض جیسی طلاق معلق کی ہے بوقت تحقق ویسی ہی واقع ہوگی، حاشیہ میں ہے: (۳) واذا اضافه الى الشرط وقع عقيب الشرط مثل ان يقول لا مرأته ان دخلت الدار فانت طالق (هدايه باب الا يمان في الطلاق ص ۳۶۴ ج ۲) الطلاق علىٰ ضربين صريح وكناية فالصريح قوله انت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي الخ واذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائناً مثل ان يقول انت طالق بائن (هدايه باب ايقاع الطلاق ج ۲ ص ۳۳۸ وج ۲ ص ۳۳۹)(فتاوىٰ دارالعلوم مدلل ومكمل ج ۱۰ ص ۹۱)فقط والله اعلم بالصواب.

طلاق بالکتابت

طلاق مکروہ بالکتابۃ صحیح ہے یا نہیں:

(سوال ۳۸۹) عورت رہنا نہیں چاہتی اور مرد طلاق نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں عورت کے رشتہ داروں نے مرد کو تنہائی میں گھیر کر ڈرایا اور طلاق لکھوائی۔ مرد نے جان کے خطرہ سے طلاق لکھ دی ہے۔ منہ سے طلاق کا لفظ نہیں بولا۔ تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اس طرح بہ جبر و اکراہ طلاق لکھائی مگر منہ سے لفظ طلاق نہیں بولا ہے۔ تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وفی البحر ان المراد الا کراہ علی التلفظ بالطلاق . فلو اکرہ ان یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة با عتبار الحاجة والا حاجة هنا (مطلب فی الا کراہ علی التوکیل بالطلاق رد المختار علی درا لمختار ص ۵۷۹ ج ا مطلب فی المسائل التی تصح مع الاکراہ) فقط و الله اعلم بالصواب .

عورت کو طلاق کی اطلاع یا عورت کی منظوری:

(سوال ۳۹۰) ایک آدمی نے اپنی عورت کو بذریعہ رجسٹری ڈاک طلاق بھیجی۔ لیکن عورت نے وصول نہ کیا اور واپس کردی نیز عورت کو طلاق کی خبر نہیں تو یہ طلاق شرعاً صحیح ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) طلاق میں اگر کوئی شرط نہ لگائی ہو تو جیسے ہی طلاق دے گا طلاق پڑ جائے گی۔ عورت کو خبر ہونا یا عورت کا منظور کرنا ضروری نہیں ہے۔ پس جیسے ہی وہ طلاق نامہ لکھے گا طلاق پڑ جائے گی۔ عورت رجسٹری وصول کرے یا واپس کردے۔ البتہ اگر یہ لکھا تھا کہ جب یہ طلاق نامہ عورت کو مل جائے تب طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق نامہ ملنے پر طلاق پڑے گی اس سے پہلے نہیں۔ (۱)

براہ ڈاک طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں:

(سوال ۳۹۱) میں نے اپنی عورت کو اس کی بداخلاقی کی بنا پر ایک طلاق بائن لکھ کر بذریعہ ڈاک دوسرے گاؤں روانہ کی تھی۔ جہاں اس کے والدین رہتے ہیں۔ لیکن اس نے طلاق نامہ نہیں لیا، واپس کیا۔ اس کے بعد یہاں کے شہر قاضی کے ساتھ طلاق نامہ بھیجا وہ بھی واپس آیا ہے۔ مہر اور عدت کا حق قاضی کے ہاں جمع کرادیا ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ عورت کے والدین، خویش و اقارب کہتے ہیں کہ تحریری طلاق نہیں ہوتی ہے اور جہاں تک مہر اور عورت کا خرچ عورت تک نہ پہنچے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) تحریری طلاق زبانی طلاق کی طرح ہے، یعنی جو حکم زبان سے بولنے کا ہے وہی حکم تحریر کا ہے۔ البتہ حالت

---

(۱) فروع ، کتب الطلاق ان مستبيناً على نحو لوح وقع ان نوى وقيل مطلقاً ...... ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كان يكتب يا فلانه اذا اتاک کتابی هذا فانت طالق طلقت لو صول الكتاب جوهرة درمختار مع الشامی ، مطلب فی الطلاق بالكتابة.

اکراہ میں یعنی جبراً لکھوانے کی صورت میں جب تک زبان سے طلاق نہ کہے طلاق نہیں ہوتی۔ لہذا جب آپ نے بخوشی اور بسلامتی عقل وہوش وحواس عورت کو طلاق نامہ تحریر کر کے بھیجا ہے تو طلاق پڑگئی۔ طلاق کے پڑجانے کے لئے عورت تک ''طلاق نامہ'' پہنچنا اور طلاق کی خبر ہونا شرط نہیں۔ ''شامی'' میں ہے۔ **فان کتب اما بعد فانت طالق فلما کتب هذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة (ج ۲ ص ۵۸۹ حوالہ گذشتہ از مرتب)**

ہاں اگر طلاق نامہ میں لکھا ہے کہ جب تیرے پاس یہ طلاق نامہ پہنچ جائے تب تجھے طلاق ہے۔ تو جب طلاق نامہ پہنچے گا تب ہی طلاق ہوگی ورنہ طلاق نہ پڑے گی۔ شامی میں ہے **وان علق طلاقها بمجیئی الکتاب بان کتب اذا جاء ک کتابی فانت طالق فجاء ها الکتب فقرأه ولم تقرء یقع الطلاق (ج ۲ ص ۵۸۹ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

وقوع طلاق کے لئے طلاق نامہ میں دستخط شرط ہے:

(سوال ۳۹۲) طلاق نامہ میں خاوند وشاہدین کے دستخط نہ ہوں تو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ طلاق نامہ دوسرے سے لکھوایا شوہر کا پختہ ارادہ ہے۔

(الجواب) جب طلاق نامہ طلاق کے قصد سے تحریر کرایا ہے تو جیسی اور جتنی طلاق تحریر کرائی ہیں وہ واقع ہو جائیں گی چاہے دستخط کرے یا نا کرے۔ (۱)

الفاظ کنایہ خط میں لکھے تو وقوع طلاق کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳۹۳) میری شادی ایک شخص سے ہوئی، میرے چار بیٹے ہیں۔ جھگڑا ہونے کی وجہ سے میکہ چلی گئی اس نے مجھ پر تین خط لکھے۔ ایک خط میں تحریر کیا ہے میں تجھے کیوں بلاؤں تیرا لڑکا ہو جو بلائے۔ دوسرے خط میں لکھا ہے کہ اس سے بہتر ہے کہ طلاق دوں۔ تیسرے خط میں لکھا ہے میں تجھے رکھنے والا نہیں ہوں تو دوسرے سے شادی کر لے آج سے طلاق لکھ دیتا ہوں تو میری نہیں ایسی کو طلاق دینا اچھا ہے۔ یہ میرے لائق نہیں۔ اس طرح تین خطوط لکھے اور اس کے ہاتھ کے تحریر کردہ ہیں تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) خاوند اس تحریر کا اعتراف کرے تو طلاق ہو جائے گی اور عورت نکاح سے خارج ہو جائے گی۔ عدت کے بعد دوسرے سے نکاح درست ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (۲)

طلق، طلق، طلق لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں:

(سوال ۳۹۴) ایک شخص نے شراب کے نشہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ تکرار اور جھگڑے کے وقت ''طلق،

---

(۱) **ولو استکتب من اخر کتابا بطلاقها او قرأه علی الزوج فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به الیها فأتاها وقع ان اقرأ لزوج أنه کتابه، حوالہ بالا.**

(۲) شوہر کے ان الفاظ سے کہ، میں تجھے رکھنے والا نہیں ہوں، تو دوسری شادی کر لے..... تو میرے لائق نہیں، ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی ہے **وبابتغی الا زواج تقع واحدة بائنة فتاویٰ عالمگیری الفصل الخامس فی الکنایات ج ۱ ص ۳۷۵** ان الفاظ کے لکھنے سے کہ آج سے طلاق لکھ دیتا ہوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس طرح دونوں مل کر دو طلاقیں ہوئی۔

طلق ،طلق'' یہ الفاظ ایک کاغذ پر لکھ کروہ کاغذ بیوی کو دیدیا اس پر شوہر نے اپنے دستخط کئے ہیں،اس کاغذ پر اس نے اپنی بیوی کا نام نہیں لکھا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو کتنی ؟ جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے(درمختار ج۲ص ۵۷۹،۵۸۰)[1] نیز وقوع طلاق کے لئے عورت کی طرف صریح اضافت کرنا بھی شرط نہیں، اضافت معنویہ بھی کافی ہے (شامی ص ۵۹۰، ۵۹۱ ج ۲ باب الصریح) الفاظ مصحفہ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے (ویقع بها)ای بهذه الا لفاظ وما بمعنا ها من الصريح ويد خل نحوه طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک اوطلاق (درمختار مع شامی ص ۵۹۱ ج۲ ،باب الصريح)

صورت مسئولہ میں بیوی کے ساتھ تکرار اور جھگڑا ہوا اور اس وقت شوہر نے مذکورہ الفاظ لکھے ہیں، دلالت حال اور قرائن اضافت معنویہ ہے لہذا مندرجہ بالا حوالجات کے پیش نظر عورت پر تین طلاق واقع ہوگئیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہوکر اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ،شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق حسن کہے مگر طلاق طلاق لکھ دے تو کیا حکم ہے

(سوال ۳۹۵)ایک شخص نے مندرجہ ذیل طلاق نامہ لکھ کر بھیجا ہے''میں نے اپنی بیوی کے ساتھ نباہنے کی بہت کوشش کی مگر میں کامیاب نہیں ہوا،میری بیوی مجھ سے محبت نہیں کرتی ، مجھے صدمہ پہنچاتی ہے،تکلیف دیتی ہے سمجھانے کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتی ، بہت غور وفکر کے بعد ان وجوہات کی وجہ سے میں اپنی بیوی کو طلاق حسن کے مطابق پہلی طلاق دیتا ہوں (۱) طلاق (۲) طلاق (۳) طلاق۔دستخط۔

مندرجہ بالا طلاق نامہ کے متعلق کیا حکم ہے،شوہر اپنی بیوی کو لے جانا چاہتا ہے تو میاں بیوی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں؟اگر طلاق پڑ جاتی ہو تو عدت کب پوری ہوگی؟ عورت حاملہ ہے۔فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر نے طلاق نامہ میں''طلاق حسن'' کا لفظ تو استعمال کیا ہے مگر یہ شخص طلاق حسن کے مطابق طلاق دینے کے طریقہ سے واقف نہیں ہے،طلاق حسن کا طریقہ یہ ہے کہ مدخول بہا کو ایسی طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دے،دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

ہدایہ اولین میں ہے:والحسن هو طلاق السنة وهو ان يطلق المد خول بها ثلثا فی ثلثة اطهار ...... الى قوله ...... ولنا قوله عليه السلام فى حديث ابن عمر رضى الله عنهما ان السنة ان يستقبل الطهر استقبالاً فيطلقها لكل قرء تطليقة الخ (هدايه اولين ص ۳۳۵ كتاب الطلاق باب طلاق السنة) اگر شوہر ایسے طہر جس میں صحبت نہ کی صرف یہ جملہ لکھتا''طلاق حسن کے مطابق پہلی طلاق دیتا ہوں'' اور آئندہ دو طہروں میں ایک ایک طلاق دیتا تو طلاق حسن ہوتی مگر اس نے یہ جملہ لکھنے کے بعد نمبر لگا کر طلاق، طلاق، طلاق لکھ دیا ہے، یہ طلاق حسن نہیں ہے بلکہ طلاق بدعی ہے اور الصریح یلحق الصریح کے پیش نظر تین طلاق واقع ہوں گی

---

(۱) ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ..... اوسكران الخ كتاب الطلاق مطلب فى تعريف السكران وحكمه)

،اور چوتھی لغو ہوگی ،لہذ اصورت مذکورہ میں عورت مطلقہ مغلظہ ہوکر اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ،اب شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی ۔وطلاق البدعة ان یطلقها ثلثا بکلمة واحدة او ثلثافی طهرواحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق و کان عاصیاً (هدایه اولین ص ۳۳۵ کتاب الطلاق باب طلاق السنة)

عورت حمل سے ہے تو بچہ پیدا ہونے پر اس کی عدت پوری ہوگی ،قرآن مجید میں ہے ، واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن ترجمہ :۔اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہوجانا ہے (قرآن مجید ، پارہ نمبر ۲۸ سورۂ طلاق)عالمگیری میں ہے عدة الحامل ان تضع حملها کذافی (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۸ ج ۲ باب فی العدة) .فقط واللہ اعلم بالصواب .

تو جہاں چاہے پھر سکتی ہے اس جملہ سے کون سی طلاق ہوگی :

(سوال ۳۹۶)میرے دوست نے اپنی عورت کو فارغ خطی (طلاق) لکھ دی ہے ۔جس میں یہ ہے ۔"تو جہاں چاہے پھر سکتی ہے ۔تو میری بہن کے برابر ہے ۔تو اب سے علیحدہ ہے ،تو جو چاہے کر سکتی ہے ،طلاق ،طلاق ،طلاق ۔" اور نشہ میں یہ تحریر کیا ہے ۔اب نشہ اترنے پر افسوس کر رہا ہے ۔اب وہ اپنی عورت کو نکاح میں واپس لانا چاہتا ہے ۔تو شرعی حکم کیا ہے ۔؟

(الجواب)بحالت نشہ جو طلاق دی ہے وہ واقع ہوگئی ۔"ہدایہ" میں ہے ۔" طلاق السکران واقع" لہذ اصورت مسئلہ میں تین طلاقیں پڑ گئیں اور عورت نکاح سے خارج ہوکر حرام ہوگئی ہے ۔واللہ اعلم بالصواب ۔

طلاق ثلاثہ

بغیر نیتِ طلاق، طلاق، طلاق، طلاق کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے

(سوال ۳۹۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو دھمکانے کے طور پر کہہ دیا کہ ''چلی جا'' اور بغیر نیت طلاق زبان سے طلاق، طلاق، طلاق، کہہ دیا۔ حالانکہ اس کی طلاق کی نیت نہیں۔ تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو رجعی واقع ہوئی یا بائن؟ اور کتنی طلاق واقع ہوئی؟ مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر رجوع کا حق حاصل نہیں ہے تو کیا وہ بغیر حلالہ کے از سر نو نکاح پڑھ کر اپنی عورت کو واپس لاسکتا ہے؟ امید ہے کہ حکم شرعی واضح فرما کر عنداللہ، ماجور ہوں اور ہمیں مشکور فرمائیں گے۔

(الجواب) اللھم ھدایۃ الحق و الصواب ! زوج نے گو دھمکانے کے لئے بیوی سے یہ کہا ہے۔ ''چلی جا'' اگر پیشتر سے طلاق ذکر تھا یا غصہ میں کہا تو ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی۔ اندرون عدت ہو یا بیرون عدت؟ نکاح کی ضرورت ہے اگر عورت رضامند ہو، اور یہ لفظ کنایہ کا ہے۔ طلاق بائن ہوگی، رجعی نہ ہوگی کہ حق رجعت حاصل ہو۔ اور یہ لفظ کہ طلاق، طلاق، طلاق۔ ان سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ چونکہ طلاق میں اضافت ضروری ہے۔ بغیر اضافت طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ یہاں اضافت نہیں ہے۔ چونکہ ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے اگر پیشتر سے طلاق کا ذکر تھا۔ یا غصہ میں کہا ہے۔ لہذا نکاح کرادیا جائے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ ایک پڑسکتی ہے۔

جو حکم لکھا ہے وہ دریافت طلب سوال کا لکھا ہے اور نفس الامر میں واقعہ یہ نہیں ہے تو حکم بھی یہ نہیں ہے۔ جو واقعہ ہوگا وہ حکم ہوگا۔ فکذا فی کتب الفقہ. واللہ اعلم بالصواب .

کتبہ۔ مظفر احمد قادری۔ مفتی جامعہ مظفریہ برکات العلوم داتا گنج ضلع بدایوں (یو۔ پی) (تاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۹ جنوری ۱۹۷۲ء)

الجواب حق وصواب۔ شفیع احمد عفی عنہ۔ خادم جامعہ مظفریہ برکات العلوم۔

(الجواب) (۱) لفظ ''چلی جا'' یہ کنایات میں سے ہے کہ اس میں نیت شرط ہے۔ لہذا اگر عورت کو دھمکانے اور ڈرانے کے لئے ''چلی جا'' کہا ہے اور طلاق کی نیت نہیں ہے تو طلاق نہ ہوگی۔

(والکنایات ثلاث ما یحتمل الرد اوما یصلح للسب اولا ولا) فنحو اخرجی واذھبی وقومی الخ (درمختار) ای من ھذا لمکان لینقطع الشر فیکون ردا لانہ طلقھا فیکون جواباً رحمتی .(شامی ص ۶۳۷ ج ۲ باب الکنایات) (امداد الفتاوی ص ۳۷۷ ج ۲) لیکن اس کے بعد ''طلاق'' تین بار بولا گیا ہے۔ اس لئے تین طلاق واقع ہونے کا حکم دے دیا جاوے گا۔ باقی یہ کہ اس کی طلاق کی نیت نہیں تو حقیقت یہ ہے کہ لفظ ''طلاق'' طلاق دینے کے لئے صریح ہے نیت کا محتاج نہیں ہے۔ ولا یفتقر الی نیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الا ستعمال (ھدایہ ص ۳۳۹ ج ۲ باب ایقاع الطلاق) وصریح الطلاق لا یحتاج الیٰ نیۃ (المختار) لانہ موضوع لہ شرعاً فکان حقیقۃ والحقیقۃ لا یحتاج الی النیۃ (الا ختیار شرح المختار ص ۱۲۵ ج ۳ کتاب الطلاق) لفظ الطلاق لا یستعمل الا فی الطلاق فذالک اللفظ

صریح یقع بہ الطلاق من غیر نیة (فتاویٰ عالمگیری ص ۴۰۰ ج ۲ کتاب الطلاق مطبوعہ ہند) ایسے ہی ڈرانے اور دھمکانے کی بات قابل قبول نہیں۔ وان قال تعمدته تخویفاً لم یصدق قضاءً الا اذا اشهد علیه قبله به یفتی (درمختار مع الشامی ص ۵۹۲ ج ۲ باب الصریح) البتہ وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے۔ یعنی نسبت کرنا۔ یعنی نام لے کر یا اشارہ کر کے یا خطاب کرتے ہوئے طلاق کو بیوی کی طرف منسوب کرنا۔ مثلاً بیوی کا نام ہندہ ہے تو کہے کہ ہندہ کو طلاق یا بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہے کہ اس کو طلاق یا خطاب کرتے ہوئے تجھے طلاق یا تم کو طلاق۔ لیکن اضافت صریحہ لازم نہیں ہے اضافت معنویہ جو قرائن اور مذاکرہ اور دلالت حالیہ سے ثابت ہو وہ کافی ہے! (قوله لتركه الاضافة ای المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة الخ ولا يلزم كون الاضافة صريحة فی كلامه (الیٰ) وظاهره انه لا يصدق فی انه لم يرد امرأته للعرف! (شامی ص ۵۹۰. ۵۹۱ ج ۲ ایضاً) والله اعلم بالصواب.

ایک ساتھ تین طلاق دینے کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳۹۸) ''مسلمان خاوند'' نامی ایک کتاب پڑھی جس میں ہے کہ حنفی مذہب میں اجتماعاً ایک مجلس میں تین طلاق دینا حرام ہے؟

(الجواب) ہاں حنفی مذہب میں تین طلاق یکبارگی دینا حرام و بدعت ہے۔ حدیث میں ہے۔ اخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق امراته ثلث تطلیقات جمیعاً فقام غضبان ثم قال یلعب بکتاب الله عزوجل وانا بین اظهر کم حتی قام رجل فقال یارسول الله الا اقتله (نسائی شریف ج ۲ ص ۳۶ کتاب الطلاق الثلث المجموعه وما فیه من التغلیظ)

یعنی آنحضرت ﷺ کو خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق ایک ساتھ دے دی ہیں۔ آنحضرت ﷺ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کہ کیا کتاب اللہ سے کھیل کیا جاتا ہے؟ حالانکہ ابھی میں تم میں موجود ہوں۔ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہ (ﷺ) کیا میں اس کو قتل نہ کردوں (نسائی شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر قلت یارسول الله ارایت لو طلقتها ثلاثا قال اذا قد عصیت ربک وبانت منک امرأتک (زجاجة المصابیح ج ۲ ص ۴۷۰ باب الخلع والطلاق)

یعنی ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) میں اپنی عورت کو تین طلاق دوں تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تب تو تو اپنے رب کا نافرمان بنا اور تیری عورت بائنہ ہو جائے گی۔ (زجاجۃ المصابیح)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مجتمعاً تین طلاق دینا قرآن کے ساتھ مذاق کرنے کے برابر ہے۔ خدا کی نافرمانی اور رسول کی ناراضگی کا سبب ہے۔ لہذا ناجائز اور گناہ کا کام ہے لیکن طلاق ہو جاتی ہے (بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۹)[1] (ہدایہ ج ۲ ص ۳۳۵ در مختار مع الشامی ج ۲ ص ۵۷۶)

---

(۱) والمرادبها هنا الحرمة لانهم صرحوا بعصيانه ومراده بهذا القسم ما ليس حسنا ولا أحسن، كتاب الطلاق تحت قوله وثلاثا فی طهر الخ)

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک بھی مجتمعاً تین طلاق دینا ناجائز ہے۔ہاں امام شافعی جواز کے قائل ہیں لیکن خلاف اولیٰ مانتے ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین طلاق سے حکم حرمت ثابت ہوتا ہے :

(سوال ۳۹۹)''انڈین ویوز''۱۱۹کتوبر۱۹۶۰ء کے شمارہ میں پرپٹوریا(PARITORIYA) کے جناب اسماعیل اعظم عابد نے آپ کے ایک فتویٰ پر تنقید کی ہے۔فتویٰ اور تنقید دونوں عرض خدمت ہے ملاحظہ فرما کر خلاصہ درج فرمائیں؟

فتویٰ:

اپنے حنفی مذہب میں اجتماعاً ایک مجلس میں تین طلاق دینا بدعت وحرام ہے۔(چند حدیثیں نقل کرنے کے بعد تحریر ہے)مذکور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے۔

تبصرہ وتنقید:

ہم جیسے جہلا وعوام کی سمجھ میں یہ بات غیر قانونی ہے کہ ایک کام جس میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہے،جس میں کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے،جس میں نبی کریم ﷺ کی ناراضگی پائی جاتی ہے اور جس کام کو خود حضرت ابوحنیفہ حرام کہتے ہیں باوجود ان کے وہ جائز ہے اور طلاق ہوجاتی ہے یہ کس طرح ممکن ہے۔قرآن حکیم میں شراب نوشی،سود لینا یہ بھی حرام ہے۔لیکن آج تک کسی عالم نے ایسا نہیں بتلایا کہ یہ سب کام حرام ہیں۔اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے لیکن جائز ہے تو پھر طلاق کی بابت کیوں جواز کا حکم صادر کرتے ہیں۔

(الجواب)بے شک حنفی مذہب میں ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بدعت وحرام ہے۔ **الطلاق ثلثا مجتمعاً بدعة حرام (تفسیر مظھری ج ۱ ص ۳۰۳ تحت قوله الطلاقا مرتان الخ)** الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو ان کے احکام میں تفصیل ہے مگر اس پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی جائیں تو تینوں طلاقیں پڑجائیں گی اور عورت مطلقہ مغلظہ ہوجائے گی۔شامی میں ہے۔ **وذهب جمهور الصحابه والتابعين ومن بعدهم من الائمة المسلمين الیٰ انه يقع ثلثاً ج ا ص ۵۷۶ کتاب الطلاق)**

(۱)حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں تین طلاق دوں تو رجوع جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں عورت تجھ سے علیحدہ ہوجائے گی اور تو اپنے رب کا نافرمان ہوگا (تفسیر مظہری ج ا ص ۳۰۱ تحت قولہ الطلاق مرتان الخ)

(۲) عن عبادة بن الصامت ان اباه طلق امراة له الف تطليقه فانطلق عبادة فسال رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال بانت بثلث فی معصية الله (شرح النقاية ج ۲ ص ۲۸)

یعنی عبادہ بن صامت کے والد نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دیں،حضرت عبادہ نے آنحضرت ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی نافرمانی بھی ہوئی۔ساتھ ساتھ تین طلاقیں بھی پڑ گئیں (حوالہ مذکور،نیز زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۷۰ کتاب الطلاق والخلع)

(۳)عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاء رجل فقال انه طلق امراته ثلاثا قال فسكت حتىٰ ظننت انه رادها اليه ثم قال ينطلق احد كم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله قال ومن يتق الله يجعل له مخرجاً وانك لم تتق الله فلا اجدلك مخرجا عصيت ربك وبانت منك امراتك الخ(ابو داؤد شريف ج ۱ ص ۳۰۶ كتاب الطلاق باب بقية فسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث)

(۴) حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو سوطلاقیں دیں پھر حضرت ابن عباس کے پاس حکم پوچھنے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا تو اپنے رب کا نافرمان ہوا اور تجھ سے تیری عورت جدا ہوگئی(طحاوی شریف باب الرجل يطلق وامرأته ثلاثا معاً)

(۵)مؤطا امام مالک میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے(ص ۱۹۹ اول كتاب الطلاق) تین طلاق ہوئی اس پر اجماع صحابہ ہے(شرح معانی الآثار ج۲ ص ۴۲ اول كتاب الطلاق) تین طلاق ہوئی اس پر اجماع صحابہ ہے(شرح معانی الآثار ج۲ ص ۳۲ باب الرجل يطلق امرأته ثلاثا معاً)

(۶) فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ فان فعل وقع الطلاق وكان عاصياً ۔یعنی یہ طلاق بالاجماع واقع ہوجاتی ہے اور طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے (ج ۱ ص ۳۴۹ مطلب الطلاق البدعی)(فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۳۶)

یہ تنقید وتبصرہ کرنے والے صاحب جب عالم نہیں قرآن وحدیث اور فقہ واصول فقہ، تفسیر وحدیث وغیرہ علوم انہوں نے نہیں پڑھے تو ان علوم سے ان کو مس ہے تو ان کو دینی احکام میں اور ایسے نازک مسائل میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی ایسے لوگوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں! آج کل کے تعلیم یافتہ ایسے متکبر ہوتے ہیں کہ انگریزی پڑھ کر اپنے کو دین کا بھی محقق سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ میں رائے دیتے ہیں مولویوں کی تو ہستی کیا ہے؟ رسول کی بات بھی رد کردیتے ہیں(محاسن اسلام ص ۴۹)

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں وانما حق العوام ان يؤمنوا ويسلموا ويشغلوا بعبادتهم ومعايشهم ويتركوا العلم للعلماء فالعامى لوزنى و سرق كان خيراً له من ان يتكلم فى العلم فانه من تكلم فى الله وفى دينه من غير اتقان العلم وقع فى الكفر من حيث لا يدرى كمن يركب لجة البحر وهو لا يعرف السباحة(احياء العلوم ج۳ ص ۳۴ بيان تفصيل مداخل الشيطان الى القلب) یعنی۔عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اسلام لاکر اپنی عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں۔اس کو علماء کے حوالے کردیں۔عامی شخص کا علمی سلسلہ میں حجت کرنا زنا اور چوری سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کیونکہ وہ شخص جو دینی علوم میں بصیرت پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اس کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے

وہ کفر ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اور سمندر میں اپنی ناؤ ڈال دے (احیاء العلوم)۔
عام مسلمانوں کو شرعی حکم معلوم کر کے ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ باریکیوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔
حدیث شریف میں ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھ علمی دقائق بتلائیے۔ آپ ﷺ نے چند سوالات کئے۔ (۱) تو خدا کی معرفت حاصل کر چکا (۲) تو نے اللہ کے کتنے حقوق ادا کئے (۳) تجھے موت کا علم ہے (۴) تو موت کی تیاری کر چکا؟ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو جا اولاً بنیاد مضبوط کر پھر آ تو میں تجھے علمی حقائق سے باخبر کروں (جامع بیان العلم ص ۱۳۳) غرض علمی باتوں میں مداخلت عوام کا کام نہیں ہے۔ جہاں تک صورت مسئولہ کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ یہاں تنقید کی بنیاد ہی غلط ہے فتوے میں ''جائز ہے'' کا لفظ نہیں ہے۔ غور فرمائیں ایک ساتھ تین طلاقیں دے دینے کو میں نے جائز نہیں لکھا۔ تنقید کرنے والے صاحب نے لفظ جائز اپنی طرف سے بڑھایا ہے اور یہ اضافہ کر کے غلط طریق سے شراب و سود کی مثال دی ہے یہ مثال یہاں بے محل بے موقع اور نامناسب ہے، میں نے تو تین طلاق اجتماعاً کو ناجائز اور گناہ کا کام تحریر کیا ہے۔
میرے الفاظ یہ ہیں:۔
مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتماعاً تین طلاق دینا قرآن کریم کے ساتھ مذاق کرنے کے برابر ہے نیز خدا کی اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کا سبب ہے لہذا ناجائز اور گناہ کا کام ہے مگر طلاق ہو جاتی ہے۔ طلاق ہونے کے دلائل اوپر لکھ چکا ہوں، اجتماعاً تین طلاق ناجائز اور حرام ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ چنانچہ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا شرعاً منع ہے۔ گناہ کا کام ہے۔ لیکن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (حدیث)

(۲) ظہار (یعنی عورت کو ماں کی طرح اپنے اوپر حرام قرار دینا) شرعاً منع اور گناہ ہے بعض علماء گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ظہار کرنے کو منکراً من القول وزوراً فرمایا ہے۔ مگر ظہار ہو جاتا ہے اور کفارہ ظہار لازم آتا ہے۔ (قرآن کریم)

(۳) حلالہ کے لئے شرط کر کے نکاح کرنا کرانا ناجائز اور موجب لعنت ہے۔ لیکن نکاح صحیح ہے۔
(۴) حالت حیض میں وطی حرام ہے لیکن حلالہ کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔
(۵) حرام مال سے حج کرنا حرام ہے لیکن حج ہو جاتا ہے (اگر چہ غیر مقبول ہے)
(۶) بدون خاوند و محرم کے عورت کو حج کے لئے جانا حرام ہے لیکن حج ہو جاتا ہے۔
(۷) حالت عدت میں عورت کو حج کے لئے جانا جائز نہیں گناہ ہے تاہم حج ہو جاتا ہے۔
(۸) مسافر کے لئے بجائے دو رکعت کے چار رکعت پڑھنا ناجائز ہے گناہ ہے، لیکن نماز ہو جاتی ہے (بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو) اگر چہ واجب الاعادہ ہوتی ہے۔
(۹) آب زمزم سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اور بعض کے نزدیک حرام ہے لیکن استنجاء پاک ہو جاتا ہے۔
(۱۰) مسجد میں غسل جنابت کرنا حرام ہے، لیکن غسل ہو جاتا ہے۔
(۱۱) حالت نجاست میں قرآن پاک لکھنا حرام ہے۔ لیکن جو لکھا گیا وہ قرآن ہے اس میں تلاوت موجب

ثواب ہے اور اس کی بے حرمتی حرام۔

(۱۲) زنا حرام ہے، مگر اس حرام سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر چیز کی ایک تاثیر ہے۔ جب وہ بات عمل میں آتی ہے تو وہ اپنا اثر لامحالہ کرتی ہے۔ عمل صحیح طور پر ہوا ہو یا غلط طریقہ پر مثلاً عمداً قتل کرنا حرام ہے۔ مگر قتل لامحالہ ہو جاتا ہے۔

(۱۳) زہر کھا کر مرنا حرام ہے لیکن پھر بھی مر جاتا ہے۔

(۱۴) اسی طرح ایک ساتھ تین طلاق دینا حرام ہے، لیکن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور عورت مغلظہ ہو جاتی ہے جو حلالہ کے بغیر دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی ہے۔ اب سمجھ میں نہ آئے تو قصور کس کا ہے۔

گر نہ	بیند بروز	شپرہ	چشم
چشمۂ	آفتاب	راچہ	گناہ

اگر چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کی روشنی نہ دیکھ سکے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور؟

الفاظ طلاق کے سننے میں شاہدین کا اختلاف ہو تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۹۹) ایک شخص دو گواہ کے روبرو اس طرح کہے کہ میں نے عورت کو ان دونوں گواہوں کے سامنے طلاق دی۔ طلاق دی، طلاق دی۔ گواہوں میں سے ایک نے تینوں طلاقیں سنیں اور دوسرے نے نہیں سنیں تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) تین طلاقیں ہو گئیں۔ طلاق پڑنے کے لئے اتنی آواز سے کہنا کافی ہے کہ خود سن لے۔ گواہوں کا سننا ضروری نہیں ہے۔ (۱)

”تجھے تین طلاق“ اور تجھے طلاق ہے اس طرح کہنے سے کتنی طلاق ہو گی :

(سوال ۴۰۰) ایک آدمی کے یہاں خانہ جنگی ہوئی اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”تجھے تین بار طلاق“ پھر ایک مرتبہ کہا کہ ”تجھے طلاق ہے“ تو اس صورت میں طلاق مغلظہ ہے یا بائن؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور طلاق مغلظہ ہو گئی۔ (۲)

طلاق میں مرد و عورت اختلاف کریں تو کس کی بات قبول کی جائے :

(سوال ۴۰۱) ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی وہ اپنے میکہ چلی گئی۔ لیکن دو برس کے بعد مرد کہتا ہے کہ اس کو دو ۲ طلاق دی ہیں۔ اور عورت کہتی ہے کہ تین طلاق دی ہیں۔ اور گواہ دونوں کے نہیں تو کس کی بات مانی جائے؟ دو برس کا خرچ بھی نہیں دیا ہے۔

(الجواب) جب طلاق کو دو برس ہو گئے اور عدت ختم ہو گئی تو عورت اور مرد ہر ایک آزاد ہو گیا۔ یعنی اب یہ شوہر اس

(۱) وادنی الجهر اسماع غيره وادنى المخافتة اسماع نفسه ويجرى ذلك المذكور فى كل ما يتعلق بنطق كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق درمختار مع الشامى فصل فى القرأة ج ۱ ص ۵۳۵۔

(۲) فالذى يعود الى العدد ان يطلقها ثلاثا فى طهر و احد بكلمة واحدة او بكلمات متفرقة الخ فتاوىٰ عالمگيرى كتاب الطلاق ج ۱ ص ۳۷۹۔

عورت سے اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔ اب شوہر کے قول کے مطابق عورت کو حلالہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن عورت کو تین طلاق دینے کا یقین ہے تو عورت کے قول کے مطابق جب تک وہ کسی اور شخص سے نکاح اور مجامعت کے بعد طلاق حاصل نہیں نہ کرلیں اس شوہر سے نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ایسی صورت میں عورت کو اپنے یقین پر عمل کرنا پڑے گا۔ اور اس کے لئے جائز نہ ہوگا کہ حلالہ کے بغیر اس شوہر سے نکاح کی اجازت دے دے۔ **والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینه (شامی ص ۵۹۴ ج ۲ باب الصریح)**

طلاق ثلثہ مغلظہ اور شرعی حلالہ:

(سوال ۴۰۲) ایک صاحب نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے طلاق دے دی ہے۔ حالانکہ ان کی دماغی حالت اللہ کے فضل وکرم سے بہت اچھی ہے۔ انہیں اس بات کا اچھی طرح خیال ہے۔ میں نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ تین تین طلاقیں دی ہیں۔ یعنی آج تین طلاقیں دے دینے کے دو چار روز بعد پھر تین طلاقیں دی تھیں۔ دیگر ان کی بیوی طلاق کے وقت حاملہ تھی تو حاملہ ہونے کے سبب طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو پھر یہ صاحب اپنی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ طلاق قائم ہونے پر حاملہ طلاق والی بیوی کے بارے میں حمل سے فارغ ہونے کے بعد عدت میں بیٹھنا ہے یا نہیں؟ اور اگر بیٹھنا ہے تو کتنی مدت؟ حلالہ کرنے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور کیا طریقہ ہے؟ درج کریں!

(الجواب) صورت مسئولہ میں تین طلاق واقع ہو کر عورت شوہر پر حرام ہوگئی عدت بچہ پیدا ہونے پر پوری ہوجائے گی۔ حمل کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ حمل مانع طلاق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ **واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (سورۂ طلاق) تفسیر جلالین (سورۂ طلاق ص ۳۶۲ مطبع مجبوری) ہدایہ میں ہے وطلاق الحامل الخ ((۳۳۶ ج ۲)**

اب شرعی حلالہ کے بغیر عورت اس شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ شرعی حلالہ یہ ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کرے وہ اس سے جماع کرے پھر یہ شوہر مرجائے یا کسی وجہ سے طلاق دے دے تو عدت گذار کر یہ عورت پہلے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ مگر واضح رہے کہ حلالہ کرنا۔ یعنی اس سمجھوتہ پر نکاح کرنا کہ صحبت کر کے وہ اس کو طلاق دے دے گا۔ یہ بہت بڑی بات ہے اور گناہ کا کام ہے۔ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ ایسے شرطیہ نکاح سے راضی نہیں۔ لہذا ابلا شرعی مجبوری کی ایسا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غصہ کی تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں:

(سوال ۴۰۳) ایک شخص نے غصہ میں اپنی عورت کو تین طلاق دے دیں اور کہا کہ تو میرے بھائی کے ہاں چلی جا اور گواہ جنہوں نے یہ سنا، وہ عورت کے پہلے شوہر کی دو بالغ لڑکیاں ہیں اور اس کے رہنے کی جھونپڑی کے پیچھے دو عورتیں رہتی ہیں انہوں نے بھی اپنے گھر میں سنا کہ طلاق دے دی اور وہ بھی گواہ ہیں اور جس کو طلاق دی اس نے جواب دیا کہ اب سے تیرے گھر کا پانی میرے لئے حرام ہے تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) اگر یہ بات صحیح ہے کہ مرد نے عورت کو تین طلاق دے دی ہیں تو وقوع طلاق کے لئے گواہ کا ہونا شرط نہیں

ہے، بدوں گواہ کے بھی طلاق ہوجاتی ہے، ہاں خاوند انکار کرے کہ میں نے طلاق نہیں دی تب ثبوت طلاق کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ فقط عورتوں کی گواہی ناکافی ہے ان پر طلاق کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب کہ عورت نے خود بھی تین طلاق کے الفاظ سنے ہیں اور اس کے سامنے طلاق دی گئی ہے اور لڑکیاں بھی طلاق دیئے جانے کا کہہ رہی ہیں اور عورت کو یقین ہے کہ مجھ کو طلاق مل چکی ہے تو وہ اپنے آپ کو مطلقہ اور شوہر کے لئے حرام ہی سمجھے اس کو جائز نہیں ہے کہ اپنی ذات کو شوہر کے حوالہ کردے اور شوہر کے ساتھ بیوی کی طرح رہے۔ ایسا کرے گی تو یہ بھی گنہگار اور شوہر بھی گنہگار ہوگا۔ **لان المرأة كالقاضي باب الصريح ص ۵۹۴ فقط واللہ اعلم بالصواب.**

تجھ کو ''ایک طلاق دو طلاق'' اس جملہ کو بار بار دہرایا تو کتنی واقع ہوں گی :

(سوال ۴۰۴) بعد سلام مسنون عرض ہے کہ زید نے اپنی منکوحہ ہندہ کو مندرجہ ذیل الفاظ سے طلاق دی ہے ''ایک طلاق دو طلاق'' اور اس جملہ کو بار بار دہرایا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق مع العدد کی تکرار سے تکرار عدد معتبر ہوگا یا نہیں؟ یا تعدد (عدد) کی تکرار لغو شمار ہوگی؟ وضاحت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں، خط کشیدہ الفاظ ہی معرض بحث ہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں لفظ طلاق عدد کے ساتھ مقرون ہے لہذا جمع ہو کر تین طلاقیں واقع ہوں گی (**والطلاق يقع بعد د قرن به لابه نفسه عند ذكر العدد وعند عدمه الوقوع بالصيغة (درمختار) وفي رد المحتار. اى متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد الخ (درمختار و الشامي ج۲ ص ۶۲۷ باب الطلاق عن المدخول بها مطلب الطلاق يقع بعد قون به لابه**)

مزید اطمینان کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو:۔

(سوال ۳۲۰) تم کو ایک طلاق دی دو طلاق دی ایک ایک طلاق دی دو طلاق دی اس کہنے سے آیا دو طلاق واقع ہوں گی یا تین جمع کر کے؟

(الجواب) اس صورت میں جمع ہو کر تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ فقط **كتبه (المفتي) عزيز الرحمان (رحمه الله)(فتاویٰ دار العلوم مکمل ومدلل ج ۹ ص ۲۴۱ کتاب الطلاق).**

آپ کا دوسرا فتویٰ:

(سوال ۴۰۵) شخصے با زوجۂ خود کہ مدخول بہا است منازعت نمودہ گفت ترا ایک طلاق، دو طلاق دادم برو، بلا سکوت درمیان ہر دو جملہ، پس دریں صورت زوجۂ مطلقہ سہ طلاق گردید یا مطلقہ بیک طلاق شد یا مطلقہ بدو طلاق، لیکن طالق می گوید کہ نیت من دو طلاق است از عبارت قاضی خاں ولو قال ترا ایک طلاق وسکت ثم **قال و دو طلاق طلقت ثلاثا ولو قال دو طلاق بغير حرف العطف ان نوى العطف طلقت ثلاثا وان لم ينو لا يقع الا واحدة (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية كتاب الطلاق ج ۱ ص ۴۶۰)** ایں قدر مستفادمی شود کہ

درحالت سکوت طالق دوطلاق راا گر نیت عطف کرد سہ طلاق خواہد شد وگرنہ یک طلاق لیکن اگر بلاسکوت وبلاعطف گوید سہ طلاق خواہد شد یانہ؟ بینوابالدلیل توجروا۔

(الجواب) ازعبارت شامی کہ درذیل مذکورست ہم وقوع سہ طلاق درصورت مذکورہ واضح می شود، واحتیاط ہم دریں است کہ حکم وقوع سہ طلاق کردہ شود۔ قال فی الشامی فی قوله انت طالق لا بل ثنتين الخ ولو كانت مدخولةً تقع ثلث لانه اخبرانه غلط في ايقاع الواحدة ورجع عنها الى ايقاع الثنتين بدلها فصح ايقاعها دون رجوعه (رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۷)(از فتاویٰ دارالعلوم مکمل ومدلل ج ۹ ص ۳۰۶۔۳۰۷)فقط و الله اعلم.

''ایک دوتین طلاق''اس جملہ کا حکم:

(سوال ۴۰۶) حاجی محمد نذیر کی لڑکی اپنے سسرال سے میکے چلی آئی اس بات پر محمد نذیر اوراس کی زوجہ مریم میں جھگڑا ہونے لگا،محمد نذیر نے کہا کہ لڑکی کواس کے سسرال چھوڑ آؤ،مریم نے انکار کیااس پر محمد نذیر نے غصہ میں آکر اپنی زوجہ مریم سے کہا،تجھ کو''ایک دوتین طلاق ہے'' دریافت طلب امر یہ ہے کہ مریم کوطلاق ہوئی یانہیں؟اور ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی،بینواتوجروا۔

(الجواب)صورت مذکورہ میں تین طلاقیں شمار ہوں گی اورعورت تین طلاقوں سے بائنہ مغلظہ ہوگئی (شامی ج ۲ ص ۶۲۶ حوالہ گذشتہ ازمرتب۔)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں بالاجماع واقع ہوجاتی ہیں اوراسی طرح غصہ کی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے۔

(سوال ۴۰۷) محترم مکرم حضرت مفتی صاحب مدظلہ،بعد سلام مسنون!عرض ہے کہ ہمارے محلّہ میں ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کوتین طلاق دےدی اس کے بعد وہ سامرود جا کر غیر مقلدوں کے پاس سے فتویٰ لے کر آیا ہے اس فتویٰ میں ہے کہ آپ کے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہی نہیں ہوتی اور ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہے،شامی اورامدادالفتاویٰ وغیرہ کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں مفتی کفایت اللہ صاحب اورآپ کا فتویٰ بھی فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔سامرود کے اس فتویٰ کی وجہ سے یہاں انتشار ہے بعض لوگ اس کے اوپر عمل کرنے کے لئے آمادہ بھی کررہے ہیں،آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل فتویٰ عنایت فرمائیں۔بینواتوجروا (سورت)

(الجواب) غیر مقلد کا جواب دربارۂ طلاق غضبان وطلاق ثلثہ قطعاً غلط ہے،اور جوحوالے دیئے گئے ہیں وہ دھوکہ دہی اور فریب کاری پر مبنی ہیں۔امدادالفتاویٰ یا اور کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غصہ کی حالت طلاق ہوتی ہی نہیں،یہ سفید جھوٹ ہے لعنة الله على الكاذبين کا بھی ان کوخیال نہیں ہے۔امداد الفتاویٰ میں تصریح ہے کہ حالت غصہ میں اپنے قول وفعل یعنی اپنے کہنے اور کرنے پر مطلع رہااور سمجھتا ہو کہ میں کیا کررہا

ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں تو اس کی طلاق واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہاں غصہ کی وجہ سے مجنون (پاگل) ہوگیا اپنے کہنے اور کرنے کی خبر نہیں رہی تو طلاق وغیرہ کوئی فعل معتبر نہیں (امداد الفتاوی جلد دوم)

طلاق عام طور پر غصہ ہی میں دی جاتی ہے، پیار ومحبت اور خوشی میں کون طلاق دیتا ہے؟ الا ماشاء اللہ جب غصہ کی حالت میں لین دین خرید وفروخت نکاح رجعت معتبر ہیں تو طلاق کیوں معتبر نہ ہوگی؟ حدیث میں تو یہاں تک ہے **ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعة** یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں ارادہ وغیر ارادہ کا فرق نہیں، نکاح، طلاق، رجعت (یعنی طلاق سے رجوع کرنا) مطلب یہ ہے کہ ہنسی اور مذاق میں بھی نکاح ہوجاتا ہے، طلاق بھی ہوجاتی ہے، اور رجوع بھی معتبر ہوتا ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۸۴ باب الخلع والطلاق)

دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال ۱) زید نے بحالت غضب وبیماری تپ ولرزہ اپنی زوجہ کو تین مرتبہ بہ تکرار یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، آیا زید کی زوجہ کسی طرح اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں زید کی زوجہ پر تین طلاق واقع ہوگئی، بدون حلالہ کے زید اس سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا، الخ (فتاوی دار العلوم مدلل ج۹ ص ۵۵)

(سوال ۲) ایک شخص نے تکرار میں اپنی زوجہ کو کہا کہ میں نے تم کو سوطلاقیں دیں اب وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے غصہ کی حالت میں بلانیت طلاق یہ الفاظ کہے تھے تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔

(الجواب) صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ بدون نیت کے طلاق واقع ہوجاتی ہے اور غصہ کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے بلکہ ظاہر ہے کہ اکثر غصہ ہی سبب طلاق دینے کا ہوتا ہے الخ (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج۹ ص ۴۹)

(سوال ۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں بہن کہہ دے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر غصہ کی حالت میں تین طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں اور پھر رکھنا اس عورت کا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اپنی زوجہ کو صرف یہ کہنے سے کہ تو میری ماں بہن ہے طلاق واقع نہیں ہوتی، وہ عورت بدستور اس کی زوجہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص غصہ میں تین طلاق اپنی زوجہ کو دیوے تو تین طلاق اس پر واقع ہوجاتی ہیں بدون حلالہ کے اس سے نکاح نہیں کرسکتا (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ص ۳۶۸)

(سوال ۴) زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو بتکرار خانگی ناراض ہوکر غصہ میں آکر تین مرتبہ ایک ہی وقت میں طلاق دی حالانکہ اس کی نیت بوجہ عیالداری کے مصمم ارادہ جدا کرنے کا نہ تھا لیکن بوجہ غصہ شدید کے ایسا اس زید سے ہوا اب زید اپنی منکوحہ ہندہ مطلقہ کو پھر اپنی زوجیت میں واپس لینا چاہتا ہے، بدون حلالہ کے واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس صورت میں حلالہ کی ضرورت ہے، بدون حلالہ کے زید ہندہ مطلقہ ثلثہ سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا۔ (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج۹ ص ۳۶۵)

شامی میں غصہ کی تین حالتیں بیان کرکے تینوں کا حکم بیان فرمایا ہے۔

(پہلی حالت):

غصہ کی وجہ سے عقل میں فتور (خلل) نہیں آیا کیا کررہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے اس سے وہ باخبر ہے تو طلاق واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور عام طور پر غصہ ایسا ہی ہوتا ہے **احدها ان یحصل له مبادئ الغضب لا یتغیر علقه ویعلم ما یقول ویقصده وهذا لااشكال فیه.**

(دوسری حالت):

شدت غضب کی وجہ سے مجنون اور پاگل سا ہو گیا اور اس کو اپنے کہنے اور کرنے کی کچھ خبر نہ رہی تو اس کی طلاق معتبر نہ ہوگی اسی طرح خرید وفروخت وغیرہ ذمہ دارانہ کوئی فعل معتبر نہیں ہوتا اور یہ صورت نادر الوقوع ہے تاہم شرعی شہادت سے ثابت ہو جانے پر عدم وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا (والثانی ان یبلغ النهایة فلا یعلم ما یقول ولا یریده فهذا لا ریب انه لا ینفذ شیئی عن اقواله (شامی ج ۲ ص ۵۸۷)

(تیسری حالت):

بین بین اور درمیانی حالت ہے۔ اس میں تردد ہے غایۃ سے علامہ شامیؒ نے وقوع طلاق کا قول نقل کیا ہے والثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصیر کالمجنون فهذا محل النظر والا دلة تدل علی عدم نفوذ اقواله اھ ملخصاً من شرح الحنبلیة لکن اشار فی الغایة الی مخالفته فی الثالث حیث قال ویقع طلاق من غضب خلافاً لابن القیم وهذا الموافق عندنا اھ (شامی ج۲ ص ۵۸۷ مطلب طلاق مدهوش) باب الفروج میں یہی قول احوط اور فتویٰ کے لئے مختار ہے...... یہ علامہ شامی کا فیصلہ غیر مقلد نے جو قول ان کی طرف منسوب کیا ہے وہ قول ان کا نہیں ہے اور نہ اس پر انہوں نے فتوی دیا ہے، پھر ان کی طرف اس کو منسوب کرنا کہاں کی دیانت ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ بھی غلط اور کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں، یہ عقیدہ خوارج، شیعہ اور روافض کا ہے اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، شرح الوقایہ میں ہے وعندنا الثلث دفعة سنی الوقوع ای وقوعها مذهب اهل السنة وعند الروافض لا یقع. یعنی ہم اہل سنت کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں البتہ روافض اس کے خلاف ہیں۔ (شرح الوقایه ج۲ ص ۷۰ کتاب الطلاق)

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے وذهب جماعةمنهم الظاهرة والشیعةالی ان الطلاق الثلث مرسلة لا یقع الا واحدة ایک جماعت جن میں ظاہریہ اور شیعہ ہیں ان کا مسلک یہ ہے کہ مجموعی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ (طحطاوی علی الدر المختار ج۲ ص ۱۲۶ ایضاً)

بہر حال تین طلاق کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا اور ان کا آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے، دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے قرآن شریف میں ہے الطلاق مرتان جس طلاق کے

بعد رجوع کر سکتے ہیں وہ دو ہی طلاقیں ہیں یعنی ایک سے دو تک رجوع جائز ہے۔ الطلاق ای التطليق الذی يراجع بعده مرتان ای اثنتان (تفسير جلالين ص ۳۳) آگے تیسری طلاق کے متعلق ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره (سورة بقره پ ۲) فان طلقها الزوج بعد اثنتين فلا تحل له من بعد الطلقة الثالثة حتى تنكح زوجا غيره. ترجمہ: پھر اگر مرد عورت کو (دو طلاق کے بعد) تیسری طلاق دے تو اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرے (تفسیر جلالین ص ۳۴)

احکام القرآن میں ہے فالكتاب والسنة واجماع السلف الصالحين توجب ايقاع الثلث معاً وان كانت معصية. قرآن وسنت اور اجماع سلف کا یہی فیصلہ ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ یکبارگی تین طلاقیں دینا معصیت ہے، (احكام القرآني الجصاص ج ۱ ص ۴۵۹ باب عدد الطلاق)

تفسیر مظہری میں ہے لکنهم اجمعوا على انه من قال لا مرأته انت طالق ثلثاً يقع ثلاثاً بالاجماع. ترجمہ: جمہور علماء کا قول ہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں مجتمعاً دے گا تو بالاجماع تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی (مظہری ج ۱ ص ۳۰۰ تحت قولہ الطلاق مرتان)

فتح القدیر میں ہے وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن تبعهم ائمة المسلمين الى انه يقع ثلثاً. ترجمہ: جمہور صحابہ وتابعین اور بعد کے ائمہ مسلمین اس کے قائل ہیں کہ تین طلاقیں ہو جاتی ہیں (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۰ کتاب الطلاق)

اور اسی کتاب میں ہے کہ تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم اجماعی اور حق ہے لہذا اس کے خلاف کرنے میں سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں اور اگر کوئی قاضی شرع اس کے خلاف فتویٰ دے تو وہ معتبر نہیں مردود و باطل ہے کیونکہ تین طلاقیں واقع ہو جانے کا مسئلہ اجتہادی نہیں اجماعی ہے (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۰)

البحر الرائق میں ہے ولا حاجة الى الاشتغال بالادلة علىٰ رد قول من انكر وقوع الثلاث جملة لانه مخالف للاجماع كما حكاه فى المعراج ولذا قالوا لو حكم حاكم بان الثلاث بفم واحدة لم ينفذ حكمه لانه خلاف لا اختلاف.

یعنی: جو مجموعی تین طلاقوں کے وقوع کا قائل نہیں اس کے قول کو رد کرنے کے لئے دلائل اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم فیصلہ کرے کہ ایک مرتبہ کی دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہیں تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا اس لئے کہ یہ خلاف ہے (جو مذموم ہے) اختلاف نہیں (جو رحمت اور پسندیدہ ہے) بحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۹ . ۲۴۰ كتاب الطلاق تحت قوله وثلاثا فی طهر الخ.

عینی شرح بخاری میں ہے:۔ ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعد هم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنيفة واصحابه ومالک واصحابه والشافعی واصحابه واسحق وابو ثور وابو عبيد وآخرون كثيرون علی ان من طلق امرأته ثلثاً وقعن ولكنه يا ثم وقالوا من خالف

فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنة وانما تعلق به اھل البدعة ومن لا یلتفت الیه الشذوذه عن الجماعة .

یعنی : جمہور علماء تابعین اور ان کی بعد کے علماء، فقہاء، محدثین اور امام اوزاعیؒ اور امام نخعیؒ اور امام ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب، امام اسحٰقؒ، امام ابوثور، امام ابوعبیدؒ اور دیگر فقہاء قائل ہیں کہ : جو کوئی اپنی عورت کو تین طلاقیں دے گا وہ پڑ جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ اور ان حضرات کا قول ہے کہ جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کا مخالف ہے اور اہل بدعت (روافض) میں داخل ہے، اس کا قول ہرگز قابل اعتبار نہیں، اس قول کو اہل بدعت اور ایسے لوگوں نے اختیار کیا ہے جن کا کوئی اعتبار اور مقام نہیں، جماعت سے الگ ہونے کی وجہ سے (عینی شرح بخاری ج ۹ ص ۵۳۷ کتاب الطلاق باب من اجاز طلاق الثلث)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے وذھب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدھم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلث. یعنی جمہور صحابہ تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ مسلمین قائل ہیں کہ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں (ج ۳ ص ۲۸۴ باب المطلقة ثلاثا)

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں وقد اختلف العلماء فیمن قال لا مرأته انت طالق ثلثاًفقال الشافعی وابو حنیفة واحمد وجما ھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث. اور جو شخص اپنی بیوی کو کہے ''انت طالق ثلثا'' تجھے تین طلاقیں۔ اس کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے، امام شافعیؒ، اما ابوحنفیہ اور امام احمد اور جمہور علماء سلفاً وخلفاً فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (نووی شرح مسلم ج ا ص ۴۷۸ باب طلاق الثلاث)

زادالمعاد میں ہے وھذا(ای وقوع الثلث بکلمة واحدة) قول الائمة الا ربعة وجمهور التابعین و کثیر من الصحابة رضی الله عنه اجمعین . ایک مجلس کی تین طلاقوں کا وقوع ائمہ اربعہ اور جمہور تابعین اور بے شمار صحابہ کا قول ہے۔ (ج ۴ ص ۲۵۵)

شامی میں ہے، وذھب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدھم من ائمه المسلمین الی انه یقع ثلث ۔ جمہور صحابہ تابعین اور بعد کے ائمہ مسلمین اس طرف گئے ہیں کہ (یعنی اس کے قائل ہیں کہ) تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں (شامی ج ۲ ص ۵۷٦ کتاب الطلاق)

زجاجۃ المصابیح میں ہے وذھب جمهور العلماء من التابعین ومن بعدھم ومنهم الا وزاعی والنخعی والثوری وابو حنیفة واصحابه ومالک واصحابه والشافی واصحابه واحمد واصحابه واسحق وابو ثورو آخرون کثیرون علی ان من طلق امرأته ثلثاً وقعن ولکنه یا ثم وقالو من خالف فیه فھو شاذ مخالف لا ھل السنة والجماعة (زجاجة المصابیح ج ۲ ص ۴۶۹ .. ۴۷۰ باب الخلع والطلاق)

ہدایۃ المجتہد میں ہے۔ جمهور فقهاء الا مصار علی ان الطلاق بلفظ الثلث حکمه حکم الطلاقة الثلثة . یعنی جمہور فقہاء امصار قائل ہیں کہ ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے دینے کا حکم وہی ہے جو تین مرتبہ میں تین طلاقیں دینے کا حکم ہے (ہدایۃ المجتہد للعلامۃ ابن رشید ج ۲ ص ٦)

فتاویٰ اسعدی میں ہے۔

(سوال)فی رجل قال لزوجته انت طالق ثلثا ثم قال من فور لا بل اثنین کیف الحکم افتونا ۔
(الجواب)وقع علیها ثلاث تطلیقات (ترجمہ)۔
(سوال)ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق ثلثا تجھے تین طلاقیں، پھر فوراً کہا نہیں نہیں ''دوطلاق''، تو کیا حکم ہوگا؟
(الجواب)عورت پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں ۔(فتاویٰ اسعدیہ ج ا ص ۵۳)

ہدایہ میں ہے وطلاق البدعة ان یطلقها ثلثاً بکلمة واحدةاو ثلثا فی طهر واحد فان فعل ذلک وقع الطلاق و کان عاصیا یعنی طلاق بدعی یہ ہے کہ عورت کو بیک لفظ تین طلاقیں دے دے، یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے ۔اگر ایسا کیا تو طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور گنہگار ہوگا (هدایہ اولین ص ۳۳۵ کتاب الطلاق باب طلاق السنة)(فتاوی قاضی خان ج ا ص ۴۵۴)(فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۵۴)(الجوهرة النیرة ج ۲ ص ۱۰۰)(مجمع الانهر ج ۲ ص ۳۸۲)(شرح نقایه ج ۲ ص ۲۸)(رحمة الامةفی اختلاف الائمه ص ۲۱۸)

فتاویٰ خیریہ میں ہے(سئل) فی شخص طلق زوجه ثلثاً مجتمعا فی کلمة واحدة فهل یقعن ام لا . وهل اذا رفع الی الحاکم حنفی المذهب یجوز له تنفیذ الحکم بعد الوقوع اصلاً اوبو قوع واحدة او یجب علیه ان یبطله و هل اذا نفذه نفذ ام لا؟(اجاب) نعم یقعن یعنی الثلاث فی قول عامة العلماء المشهورین من فقهاء الا مصار ولا عبرة بمن خالفهم فی ذلک او حکم بقول مخالفهم والرد علی لمخاف القائل بعدم وقوع شیئی او وقوع واحدة فقط مشهور واذا حکم حاکم بعدم وقوع الطلاق المذکورة لا ینفذ حکمه کما هو مقر مسطور ففی الخلاصة او بان لا یقع شئی لا تنفذ و فی التبیین وغیره فی کتاب القضاء ان القضاء وقع باطلا لمخالفته الکتاب والسنة والاجماع فلا یعود صحیحاً بالتنفیذ (فتاوی خیریه ج ا ص ۴۳ کتاب الطلاق ومطالبه)

(خلاصۂ سوال وجواب):

(سوال ۴۰۸) کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو واقع ہوں گی یا نہیں؟ اگر وہ شخص اپنا معاملہ حنفی المذہب قاضی کی عدالت میں پیش کرے تو کیا حاکم کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بالکل طلاق نہ ہونے کا (جو شیعوں کا مسلک ہے)یا ایک طلاق واقع ہونے کا (جو غیر مقلدوں کا مذہب ہے) فیصلہ کرے؟ اگر وہ ایک طلاق کو نافذ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا؟
(الجواب)ہاں تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی ،فقہاء امصار اور مشہور علماء کے قول کی بنا پر اور جب کوئی حاکم مذکورہ طلاقوں کے عدم وقوع کا فیصلہ کرے تو اس کا حکم اور فیصلہ نافذ نہ ہوگا جیسا کہ ہماری کتابوں میں مصرح ہے چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ اور ہمارے علماء کی بے شمار کتابوں میں تصریح ہے کہ جو شخص اس مرد کے بارے میں جس نے اپنی عورت کو

مجموعی تین طلاقیں دیں ایک طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کرے یا یہ فیصلہ کرے کہ ایک طلاق بھی نہیں ہوئی تو اس کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا اور تبیین وغیرہ میں ہے کہ اگر ہزار ہا قاضی بھی اس کی خلاف فیصلہ کریں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، کتاب وسنت اور اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے (ج ۱ ص ۴۳)

اسی فتاوی خیریہ میں دوسرا سوال ہے۔

(سئل مرة اخری) فی رجل طلق زوجته ثلثاً مجتمعاً فی کلمة واحدة فافتاه حنبلی المذهب بعدم الوقوع فاستمر معاشرا لزوجته بسبب الفتوی المذکورة مدة سنین فهل یعمل بافتاء الحنبلی المذکور ام لا ولو اتصل حکم منه فکیف الحال (اجاب) لا عبرة بالفتوی المذکورة ولا ینفذ قضاء القاضی بذلک ولو نفذالف قاضی ویفترض علی حکام المسلمن ان یفرقوا بینهما . قال بعض العلماء وحکی عن الحجاج بن ارطاة وطائفة من الشیعة والظاهریه انه لا یقع منها الا واحدة واختاره من المتاخرین من لا یعبأ به فافتی به واقتدیٰ به من اضله الله تعالیٰ والله اعلم (فتاویٰ خیریة ج ۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱) کتاب الطلاق ومطالبہ)

خلاصہ سوال وجواب:

(سوال ۴۰۹) ایک شخص نے ایک لفظ میں مجموعی تین طلاقیں دے دیں اس کو ایک حنبلی المذہب مفتی نے عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دیا اس فتویٰ کی وجہ سے وہ شخص اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ چند سال رہا، کیا حنبلی المذہب عالم کے اس فتویٰ پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے مطابق قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو تو کیا حکم ہوگا؟

(الجواب) مذکورہ فتویٰ بالکل غیر معتبر ہے اور اس کے مطابق قاضی کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا اگرچہ ہزار ہا قاضی مل کر فیصلہ کریں (نص قطعی کے خلاف ہونے کی بناپر) اور حاکموں پر لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دیں۔ حجاج بن ارطاہ اور شیعہ وظاہر یہ کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول کو متاخرین میں سے ایسے لوگوں نے اختیار کر کے اس پر فتویٰ دیا ہے جن کا کوئی اعتبار اور مقام نہیں، اور جن لوگوں کو اللہ نے گمراہ کیا انہوں نے اس فتویٰ پر عمل کیا اور ان کی اقتداء کی۔ واللہ اعلم (فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۴۴)

امام بخاریؒ کے نزدیک بھی بیک وقت ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس کے متعلق آپ نے ایک باب باندھا ہے " باب من اجاز طلاق الثلث" اس کے تحت احادیث لائے ہیں، منجملہ ان کے ایک حدیث یہ ہے عن عائشةؓ ان رجلاً طلق امرأته ثلثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی الله علیه وسلم اتحل للاول؟ قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۹۱)(مسلم شریف ج ۱ ص ۴۶۳)

یعنی ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے دوسرے سے نکاح کیا اس نے صحبت کئے بغیر طلاق دے دی، آنحضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کے لئے یہ حلال ہوگئی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی (بخاری ومسلم)

یہ حدیث طلاق ثلثہ کے بیک وقت نافذ ہونے میں ظاہر ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے فالتمسک بظاہر قوله طلقها ثلثاً فانه ظاهر فی کونها مجموعة (ج۹ ص ۳۲۱ باب من اجاز طلاق الثلاث) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے مطابقته للترجمة فی قوله طلق امرأته ثلثاً فانه ظاهر فی کونها مجموعة (عمدة القاری ج ۲۰ ص ۲۳۷ ایضاً)

سنن کبریٰ میں'' باب امضاء الثلث وان کن مجموعات '' کے ماتحت یہی حدیث لائے ہیں عن عائشة رضی الله عنها ان رجلاً طلق ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی الله علیه وسلم أتحل للاول قال لا حتی تذوق عسلیته کما ذاق الاول (ج۷ ص ۳۳۴) عین الہدایہ میں ہے۔ دین وقرآن ہم کو حضرات صحابہ سے پہنچا ہے اور سوائے مبتدع فاسق کے کوئی یہ گمان نہیں کرے گا کہ صحابہ نے کچھ تحریف وتبدیل کی، بلکہ عین سنت رسول (ﷺ) پر موافق علم وفقہ کے چلتے تھے، اور بلا شبہ حضرت عمرؓ اور سب صحابہ نے اجماع کیا کہ جب تینوں طلاقیں یکبارگی دیں تو واقع ہوئیں، تو کبھی یہ مخالف سنت کے نہیں ہوگا بلکہ حضرت عمر وعثمان وعلی و دیگر صحابہ علماء فقہاء نے سنت پر اتفاق کیا اور ان کا اجماع قطعی حجت ہے (عین الہدایہ)

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ جمہور صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، فقہاء علماء، محدثین ومشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یکبارگی اور مجلس واحد کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عدم وقوع کا قول مردود اور باطل ہے۔

یہ بھی بالکل بے اصل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاست کے طور پر تین طلاقوں کا حکم نافذ فرمایا بلکہ وہ شرعی حکم اور فتویٰ تھا، قرآن وحدیث کے موافق تھا اور تمام صحابہ کا اجماع اور اتفاقی فیصلہ تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بھی صحابہ اسی کے موافق فتوی دیا کرتے تھے کسی ایک صحابی کا بھی خلاف منقول نہیں ہے فمن ادعی فعلیه البیان اور یہ بھی بے اصل اور من گھڑت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اس فتوی پر آخری عمر میں پچھتاتے تھے۔

غیر مقلد نے اپنے جواب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کے فتوی کا ذکر کیا ہے اور عوام الناس کو گمراہ کرنا چاہا ہے۔ ان کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

(سوال ۱) زید نے اپنی بیوی کو حالت غضب میں تین طلاقیں ایک وقت میں دے دیں اور بلا حلالہ کے نکاح جدید کے ساتھ رجوع کیا، آیا زید کی رجعت کسی امام نے ائمہ اربعہ میں سے جائز رکھی ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۲۲) ایک وقت میں اگر تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں واقع ہوں گی، یہی مذہب ہے جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مسلمین کا، البتہ فرقہ امامیہ کے نزدیک ایک طلاق شمار کی جاتی ہے لیکن یہ بالاتفاق مردود ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ بحضرۃ صحابہ میں خود اس پر شاہد ہے فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر کان لهم فیه اناءة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدهم من ائمة المسلمین الی انه یقع ثلث . پس مذہب اہل سنت والجماعت کے موافق اس شخص کو قبل التحلیل رجوع حرام ہے (کفایت المفتی ج۶ ص ۳۲۱)

(۲) (جواب ۳۲۳) ائمہ اربعہ یعنی امام حنیفہؒ وامام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور جماہیر اہل سنت والجماعت اس امر کے قائل ہیں کہ تین طلاق دینے سے تینوں پڑ جاتی ہیں، خواہ ایک لفظ سے دی جائیں یا ایک جلسہ

ہیں یا ایک طہر میں ......الخ (کفایت المفتی ج ۶ ص ۳۲۲)

(۳) ایک مفصل فتویٰ میں وقوع طلاق ثلثہ پر تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں "پس ان تمام عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ ایک کلمہ یا ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہی حکم قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہو گیا اور ائمہ اربعہ بھی اسی کے قائل ہیں اور سلفاً وخلفاً علمائے امت کا یہی مذہب ہے اور اس کا مخالف اہل سنت والجماعت سے جدا ہے اور اس کا قول غیر معتبر ہے۔ الخ (کفایت المفتی ج ۶ ص ۳۳۱)

غیر مقلد نے لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے میرے فتوی کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم میں وقوع طلاق ثلثہ کے متعلق متعدد فتاویٰ موجود ہیں۔ **جدید ترتیب کے مطابق جلد ہشتم میں ملاحظہ ہو**

مزید اطمینان کے لئے اکابرین علماء وفقہاء کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

(۱) علماء ہند کے استاذ کبیر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کا فتوی اگر سہ طلاق داد خواہ یکبار خواہ متفرق باز در نکاح نمی تواند آورد تا وقتیکہ حلالہ نہ کند۔

ترجمہ: اگر تین طلاق دے دے چاہے ایک ساتھ یا جدا جدا تو جب تک حلالہ نہ کرے دوبارہ نکاح میں نہیں لاسکتا (فتاویٰ عزیزی ج ۳ ص ۲۰)

ایک مجلس میں تین طلاق دے کر خاوند رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اس کے متعلق محدث جلیل فقیہ امت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں:

(الجواب) تین طلاقیں اس صورت میں واقع ہو گئیں سوائے حلالہ کے کوئی تدبیر اس کی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ حصہ دوم، مطبع ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی)

مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

"تین طلاق دینے کا بیان"

"اگر کسی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو اب وہ عورت بالکل اس مرد کے لئے حرام ہو گئی اب اگر پھر سے نکاح کرے تب بھی عورت کو اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۲۷ حصہ چہارم)

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے فتاویٰ۔

(۱) (خلاصہ سوال) ایک مجلس کی تین طلاق ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سیاسی حکم قائم کیا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) جو مسلمان صحابہؓ کے اجماع اور حضرت عمرؓ کے فتویٰ کی نسبت ایسا کہے وہ جاہل اور گمراہ ہے حضرت عمرؓ نے نصوص شرعیہ کی بنا پر ایسا حکم فرمایا ہے اور صحابہ کا اجماع اس پر بدون دریافت ماخذ کیسے ہو سکتا ہے؟ شامی میں لکھا ہے

قال فی فتح القدیر بعد سوق الا حادیث الدالة علیه الی ان قال وقد یثبت النقل عن اکثرهم بایقاع الثلث ولم یظهر لهم مخالف فما ذا بعد الحق الا الضلال (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۵ کتاب الطلاق.

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حضرت عمرؓ نے شرعی حکم نافذ فرمایا ہے۔ جس پر احادیث صحیح دال ہیں اور ان کے

حکم کا اس وقت صحابہ میں سے کوئی مخالف نہ ہوا، پس یہ عین حکم شرعی ہے لہذا فرمایا صاحب فتح القدیر نے آخر میں فما ذا بعد الحق الا الضلال یعنی حق وقوع ثلاث ہے اور جو اس کا خلاف بعد اس اجماع اور وضوح حق کے کرے وہ گمراہ ہے۔ فقط فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ج ۹ ص ۳۲۶۔۳۲۷۔

(۲) (سوال ۳۷۹) زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو ایک ہی جلسہ میں متواتر تین طلاقیں دیں اور اب وہ رجوع کرنا چاہتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ (امرتسری) وغیرہ کے فتووں کو استدلال میں پیش کرتا ہے، ایسی صورت میں رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) تین طلاق کے بعد عورت مغلظہ بائنہ ہو جاتی ہے اور بلا حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے کہ نص قطعی سے یہ ثابت ہے اور اجماع امت اس پر ہے، کسی کا خلاف اس میں معتبر نہیں ہے، زید کو رجوع کرنا اپنی زوجہ کو بلا حلالہ کے درست نہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ج ۹ ص ۳۳۶)

(۳) اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(الجواب) بے شک جس نے تین طلاق میں ایک طلاق کا فتویٰ دیا اس نے سخت غلطی کی اور جمہور صحابہ وائمہ کا خلاف کیا اور نص قطعی کو چھوڑا وہ شخص امامت کے قابل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز پڑھیں، وہ بے شک زانی ہے اور اس کو زانی کہنا صحیح ہے، بلکہ زانی سے بدتر ہے کہ مطلقہ ثلاث کو بغیر حلالہ رجوع کر کے اس سے وطی کرتا ہے جو نص وصریح کے قطعی خلاف ہے الخ۔ (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۹ ص ۳۲۶)

(۴) ایک شخص نے تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے عورت سے نکاح کرلیا اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

(الجواب) تین طلاق کے بعد بدون حلالہ کے اس مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره . الآیۃ پس صورت مسئولہ میں جب کہ تین طلاق دینا تحریر، تقریر وشاہدین سے ثابت ہے تو اس مرد کو اپنی عورت مطلقہ سے بدون حلالہ کے نکاح کرنا حرام ہے اور تعزیر اس کی یہ ہے کہ اس عورت کو اس سے علیحدہ کردیا جائے اور وہ شخص نکاح کرنے والا اور اس کے معاونین جو اس نکاح میں شریک ہوئے یا جس نے نکاح پڑھا وہ گنہگار ہوئے سب توبہ کریں اور آئندہ اس فعل کا ارتکاب نہ کریں۔

واضح ہو کہ تین طلاق اگر شوہر ایک دفعہ دے وے وہ تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں، اور یہ اجماعی مسئلہ ہے اس کے خلاف کو علامہ صاحب فتح القدیر نے گمراہی اور ضلالت لکھا ہے اور صحابہ سے لے کر آج تک اس پر اجماع ہے اور شرزمہ قلیلہ متبعۂ ہواء کے خلاف کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے کتاب الطلاق میں اس کی تحقیق محقق ابن ہمام صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ سے نقل فرمائی ہے (شامی ج ۲ ص ۵۷۶) (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ص ۳۰۳ ج ۹ ص ۳۰۴)

(۵) (سوال ۳۳۷) شہر قصور میں ایک مولوی صاحب کچھ مدت سے قیام پذیر ہیں جنہوں نے یہ فتویٰ جاری کر رکھا ہے کہ جس عورت کو دفعۃً واحدۃً تین طلاق دی جاوے یعنی مطلقہ ثلاثہ کے خاوند کو رجوع بلا حلالہ درست ہے، اس صورت میں شرعی فتویٰ کیا ہے؟

(الجواب) یہ فتویٰ بالکل غلط اور خلاف نص قطعی ہے اور جمہور ائمہ کے مذہب کے خلاف ہے مطلقہ ثلثہ کو بدون حلالہ کے حلال کرنا گویا کلام اللہ کا مقابلہ کرنا ہے کہ کلام اللہ میں تیسری طلاق کے بعد صاف حکم ہے کہ بدون حلالہ کے وہ عورت مطلقہ ثلثہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہے خواہ تین طلاق ایک دفعہ دی ہوں یا متفرق طور سے قال اللہ تعالیٰ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره** اور علامہ محقق ابن ہمامؒ نے ان لوگوں کی پوری تردید فرمائی ہے جو تین طلاق کے بعد بلا حلالہ کے شوہر اول کے لئے مطلقہ ثلثہ کو جائز کہتے ہیں اور آخر میں یہ لکھا ہے **وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلث لم يظهر لهم مخالف فما ذا بعد الحق الا الضلال** پس معلوم ہوا کہ فتویٰ جواز نکاح کا بلا حلالہ کے صورت مذکورہ میں دینا عین ضلالت اور گمراہی ہے اس فتویٰ دینے والے کے فتویٰ کو ہرگز اہل اسلام کو نہ ماننا چاہئے ۔ فقط ۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ج ۹ ص ۳۰۸ ۔ ۳۰۹)

غیر مقلدوں کے پیشوا شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ اپنے ایک رسالہ "الهدية السنية" میں طلاق ثلثہ کے متعلق اپنے اور اپنے والد کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

"اور ہمارے نزدیک شیخ الاسلام ابن القیم اور ان کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اہل حق اہل السنہ کے امام و پیشوا ہیں، اور ان دونوں بزرگوں کی کتابیں ہمیں نہایت عزیز ہیں ۔ لیکن ہر مسئلہ میں ہم ان کے بھی مقلد اور پیرو نہیں ہیں ۔ اور متعدد مسائل میں ان سے ہمارا اختلاف معلوم و معروف ہے، منجملہ ان کے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا مسئلہ ہے اس میں ہم (ان دونوں بزرگوں کی تحقیق کے خلاف) ائمہ اربعہ کے متفقہ مسلک کا اتباع کرتے ہیں ۔ الخ (بحوالہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات ۔ مصنفہ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ ص ۶۳ ۔ ۶۴)۔

طلاق ثلثہ کے متعلق علماء عرب کا ایک اہم فتویٰ

سعودی حکومت کی طرف سے ایک مجلس " **اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والا فتاء** " قائم ہے جس میں پورے ملک کے علماء و صلحاء شریک ہیں جس کے تحت مختلف مسائل پر وہ بحث کر کے اپنا آخری فیصلہ دیتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کیا ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں عہد نبوی میں تین ہی سمجھی جاتی رہی ہیں اور اس پر عمل ہوتا رہا ہے اور اسی کے مطابق حضرت عمرؓ نے اسے باقاعدہ قانونی شکل دیدی اور پھر پوری امت اس پر عمل کرتی رہی ہے، تمام روایتوں کو نقل کرنے کے بعد مجلس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ " **القول بوقوع الطلاق الثلث بلفظ واحد ثلاثاً** " (ایک جملہ میں تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں) (ماخوذ از ماہنامہ جامعہ "الرشاد" اعظم گڑھ جلد دو شمارہ نمبر ۷ ابابت جون ۱۹۸۲ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ) (اور پندرہ روزہ "گلشن" مالیگاؤں جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۴ ۔ ۱۵) لہذا اسامرودی غیر مقلد کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے رجوع کر لینے یا تجدید نکاح سے عورت حلال نہ ہوگی بلکہ عورت کے لئے اس فتویٰ پر عمل کرنے سے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، شامی میں ہے کہ ایک حنفی المسلک نے اہل حدیث (غیر مقلد) کی لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا اس نے کہا اگر تو اپنا مذہب چھوڑ دے یعنی امام کے پیچھے قرأت اور رفع یدین کر کے تو پیغام منظور ہے اس حنفی المسلک نے

شرط منظور کرلی اور نکاح ہوگیا شیخ وقت امام ابوبکر جوز جانی نے یہ سنا تو افسوس کیا اور فرمایا "النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النزع لا نه استخف بالمذهب الذی هو حق عنده و ترکه لا جل جیفة منتنة" یعنی نکاح تو جائز ہے لیکن مجھے اس شخص کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے کہ اس نے ایک عورت کے خاطر اس مذہب کی توہین کی جسے وہ آج تک حق سمجھتا تھا محض عورت کے خاطر اسے چھوڑ دیا۔ (شامی ج ۲ ص ۲۶۳ باب التعزیر فیما اذا ارتحل الی غیر مذهبه) فقط واللہ اعلم بالصواب وهو الهادی الی الصراط المستقیم.

مرد نے تین طلاقیں دیں عورت نے دو سنی تو کتنی طلاقیں واقع ہوں گی :

(سوال ۴۱۰) ایک شخص نے اپنی بیوی کو چلتے رکشا میں آپس میں گرما گرمی ہونے کی وجہ سے تین طلاقیں دے دیں۔ رکشا چل رہا تھا اس وجہ سے اس کی بیوی نے صرف دو طلاق سنی ہیں اور وہ قرآن اٹھا کر قسم کھانے کے لئے تیار ہے کہ مجھے صرف دو طلاق دی ہیں اب اس معاملہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ کتنی طلاقیں ہوئی ہیں اس وقت صرف یہ دو ہی تھے، اس لئے کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب شوہر نے بحالت غصہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور وہ جانتا ہے کہ میں نے تین طلاق دی ہیں تو عورت مغلظہ ہو کر شوہر پر حرام ہوگئی اگر چہ عورت نے دو طلاقیں سنی ہوں، عورت سنے یا نہ سنے طلاق ہو جاتی ہے وقوع طلاق کے لئے عورت کا سننا شرط نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں

(قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں)

(سوال ۱۱۴) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ میں کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟ ہمارے یہاں غیر مقلدوں نے فتنہ پھیلا رکھا ہے اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین واقع نہیں ہوتیں، ایک ہی واقع ہوتی ہے، رجعت جائز ہے۔ بعض دنیا پرست اور آزاد لوگ ان کے پروپیگنڈے میں آکر ان کے فتووں پر عمل کرتے ہوئے مطلقہ ثلثہ کو رکھ لیتے ہیں، غیر مقلدین احادیث پیش کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل فتویٰ کی ضرورت ہے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے، قرآن واحادیث اور اجماع صحابہ، علماء سلف، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم بزرگان دین کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔

تین طلاقوں کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر نکاح درست نہیں اور آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے، دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے، صحیح مذہب کے خلاف غیر مقلدوں کے فتوے کا سہارا لینے سے حرام شدہ عورت حلال نہیں ہوسکتی، قرآن شریف میں ہے **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** (سورۃ بقرہ) ترجمہ:۔ طلاق دوبار ہے اس کے بعد یا تو بیوی کو رجوع کر کے بھلے طریقہ سے روک لے، یا اچھے طریقہ سے چھوڑ دے۔

تمام مفسرین اس آیت کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ شروع اسلام میں لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بے حد وحساب طلاقیں دے دیتے، کوئی یہ کرتا تھا کہ بیوی کو طلاق دے دی اور جب اس کی عدت ختم ہونے پر آئی تو اس سے رجعت کرلی پھر دوسری طلاق دے دی اور ستانے کے ارادہ سے پھر رجعت کرلی اس پر یہ حکم نازل ہوا (**تفسیر مظہری بحواله بغوی عن عروه ج ۱ ص ۲۹۲** اردو) (**روح المعانی، بحواله موطا مالک و مسند شافعی وسنن ترمذی عن عروه ج ۲ ص ۱۳۵ . ۱۳۶**) اس آیت نے آکر یہ بتلایا کہ طلاق رجعی دو ہیں یعنی ایسی طلاق جس کے بعد شوہر کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے صرف دو ہے۔ اس کے بعد اگر تیسری طلاق دے دی تو اب شوہر کا رجوع کا حق ختم ہوگیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** (دو کے بعد اگر تیسری طلاق بھی دے دی تو اب یہ عورت حلال ہو ہی نہیں سکتی تاوقتیکہ کسی اور سے نکاح نہ کرے) یعنی زمانۂ جاہلیت کی طرح طلاق دیتے رہو اور رجوع کرتے رہو یہ صحیح نہیں ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ''مرتان'' بمعنی ''اثنان'' ہے یعنی طلاق رجعی دو ہیں چاہے یہ دو الگ الگ طہر میں دی جائیں یا ایک طہر میں، الگ الگ مجلس میں دی جائیں یا ایک مجلس میں، الگ الگ لفظوں میں دی جائیں یا ایک ہی لفظ میں۔ آیت کریمہ کا یہ مطلب اس کے شان نزول کے زیادہ موافق ہے اور یہی مطلب عبارت قرآن کے زیادہ لائق ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔ **وهذا يدل على ان معنى (مرتان) اثنان ...... ولعله الیق بالنظم ...... واوفق بسبب**

النزول (ج ۲ ص ۱۳۵ روح المعانی) حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ الطلاق مرتان کے بعد تیسری طلاق کہاں مذکور ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "التسریح باحسان هو الثالثة" تسریح باحسان یہی تیسری طلاق ہے (روح المعانی بحواله ابو داؤد ج ۲ ص ۱۳۵، تفسیر مظهری بحواله ابو داؤد و سنن سعید بن منصور وابن مرویه ج ۱ ص ۵۰۳ اردو)

اور قرآن مجید میں بھی "مرتان" کا لفظ "اثنان" کے معنی میں استعمال ہوا ہے ارشاد ربانی ہے "نوتها اجرها مرتین" (سورۂ احزاب پ ۲۲) اور قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، اس اصول کے پیش نظر "الطلاق مرتان" میں بھی یہی معنی لینا مناسب ہیں چنانچہ یہی معنی امام بخاری نے بھی سمجھے ہیں اور اپنی مشہور کتاب صحیح بخاری میں یکبارگی طلاق ثلثہ کے وقوع کے جائز ہونے پر مستقل باب قائم کیا ہے اور ترجمۃ الباب میں اسی آیت کو ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو "باب من اجاز طلاق الثلاث لقول الله تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان" (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۹۱) تو اب قرآنی حکم کا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن طلاقوں کی ترتیب نہیں، تعداد بیان کررہا ہے۔ وہ یہ بیان کررہا ہے کہ کتنی طلاقوں تک مرد کو حق رجوع رہتا ہے اور کتنی طلاقوں کے بعد نہیں رہتا۔ طلاق تو مرد کا حق ہے جسے وہ نکاح کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، اسے وہ الگ الگ استعمال کرے یا دفعۃ استعمال کرڈالے، جب اور جیسے بھی استعمال کرے گا وہ حق ختم ہوجائے گا، اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ اپنے تین روپیوں کو تین مختلف وقتوں میں خرچ کریں یا ایک ہی وقت میں سودا خرید ڈالیں دونوں صورتوں میں یہ روپے آپ کی ملک سے خارج ہوجائیں گے، چنانچہ علامہ ابن حزم نے بھی آیت کے یہی معنی مراد لئے ہیں، فرماتے ہیں:

واما قولهم معنی قوله الطلاق مرتان ان معناه مرة بعد مرة فخطأ بل هذه الآية كقوله تعالى نوتها اجرها مرتين ای مضاعفًا معاً الخ (محلی ابن حزم ج ۱۰ ص ۱۶۸) وقوله (الطلاق مرتان) يدل على صحة الجمع بين الا ثنين اذا حملت كلمة مرتان على الاثنتين كما فی قوله تعالیٰ (نؤتها اجرها مرتين) والقرآن يفسر بعضه بعضاً وهكذا فهم البخاری معنی الآية حتی ذكرها فی باب من اجاز الثلث بلفظ واحد وكذا ابن حزم وايده الكرمانی لانه لايو جد من يفرق بين الا ثنين والثلاث فی صحة الوقوع (کتاب الأ شفاق فی حکم الطلاق ص ۳۸ للعلامة الکوثری)

جو لوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل نہیں وہ اس آیت میں "مرتان" کا ترجمہ "اثنان" نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک "مرتان" کا ترجمہ "مرةً بعد مرة" ہے یعنی طلاق یکبارگی نہیں دے سکتے بلکہ یکے بعد دیگرے دینی پڑے گی اس صورت میں ایک ساتھ دو یا تین طلاق کے وقوع کا جواز آیت سے نہیں ہوتا لیکن محض اتنا کہہ دینے سے اس کا دعویٰ مدلل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مجلس واحد میں تین طلاقیں پڑتی ہی نہیں چاہے ایک جملہ میں دی ہوں یا الگ الگ جملوں میں، لیکن ان کی دلیل سے تو یہ ثابت ہورہا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ "تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق، تجھ کو طلاق" تو تینوں کو پڑجانا چاہئے کیونکہ کہ تیسری اس وقت واقع کی گئی جب کہ دو طلاقیں ایک کے بعد ایک کرکے دے ڈالی گئیں۔ یہ بالکل وہی ترتیب ہے جو قرآن سے معلوم ہوئی۔ اس ترتیب کے پائے جانے پر بھی ان کا یہ کہنا کہ ایک ہی طلاق واقع ہوئی واضح کرتا ہے کہ ان کا استدلال فقط مغالطہ ہے جسے وہ فریق مقابل کے خلاف بطور حربہ استعمال کررہے) ہیں۔ باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ یکے بعد دیگرے الگ الگ مجلس میں

طلاق دینی چاہئے۔ تو ان سے عرض ہے کہ ایت میں مرۃً بعد مرۃ والامعنی لینے کی صورت میں بھی مجلس کا الگ ہونا ضروری ثابت نہیں ہوتا، صرف فعل کا الگ ہونا معلوم ہوتا ہے جو اس طرح بھی ممکن ہے کہ ایک ہی مجلس میں الگ الگ دے دے۔ اب روایات ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ قرآن کا صحیح مفہوم کیا ہے اور حق کدھر ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہونے کا ثبوت احادیث سے:

اگر آیت مذکورہ کا مطب یہ ہوتا کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں دینے سے واقع نہیں ہوتیں تو آپ ﷺ کے ارشادات سے یقیناً اس کی تائید ہوتی اس لئے کہ آپ کے ارشادات قرآن مجید کی تشریح ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ۔(ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے اتارا ہے کہ آپ لوگوں کے لئے اس کی توضیح فرمادیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے) حالانکہ اس باب میں حضور اکرم ﷺ کے جو ارشادات اور فیصلے کتب حدیث میں مذکور ہیں ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس طرح طلاق دینا شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہے اور اس کی وجہ سے طلاق دینے والا گنہگار رہوتا ہے۔ اب آپ ﷺ کے ارشادات اور فیصلے ملاحظہ ہوں۔

(۱) اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وھب قال اخبرنا مخرمة عن ابیه قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلث تطلیقات جمیعاً فقام غضباناً ثم قال یلعب بکتاب اللّٰہ وانا بین اظھر کم حتی قام رجل وقال یا رسول اللّٰہ الا اقتله (نسائی شریف ج ۲ ص ۳۶)(شکوٰۃ شریف ص ۲۸۴ باب المطلقة الثلاثا)(اغاثة اللھفان ص ۳۵۴)

ترجمہ۔ محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دیں ہیں، آنحضرت ﷺ نے غضبناک ہو کر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اسے قتل نہ کردوں؟

حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں مجتمعاً واقع ہو جاتی ہیں اگر واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت ﷺ غضب ناک نہ ہوتے اور فرمادیتے کوئی حرج نہیں رجوع کرلو۔ قاضی ابوبکر ابن العربی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عویمر عجلانیؓ کی تین طلاقوں کی طرح (ان کا واقعہ آگے آرہا ہے) اس شخص کی بھی تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا۔ **فلم یردہ النبی ﷺ بل امضاہ کما فی حدیث عویمر العجلانی فی اللعان حیث امضیٰ طلاقه الثلث ولم یردہ** (تھذیب سنن ابی داؤد طبع مصر ج ۳ ص ۱۲۹ از عمدة الاثاث)

ترجمہ:۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اسے رد نہیں کیا بلکہ انہیں نافذ فرمادیا جس طرح عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کی تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا اور رد نہیں کیا تھا۔ (بحوالہ معارف القرآن ج ۱ ص ۵۶۵ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ۔

(۲) حدثنا علی بن محمد بن عبید الحافظ نا محمد بن شاذان الجوھری نامعلّی بن منصور نا سعیب بن رزیق ان عطاء الخراسانی حدثھم عن الحسن قال فاعبد اللّٰہ بن عمر انه طلق

امرأتہ تطلیقة وھی حائض ثم اراد ان یتبعھا بتطلیقتین اخریین عند القرائن فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فقال یا ابن عمر ما ھکذا امرک اللہ انک قد اخطأت السنة ۔ والسنة ان تستقبل الطھر فیطلق لکل قروء قال فامرنی رسول اللہ ﷺ فراجعتھا ثم قال اذآ ھی طھرت فطلق عند ذلک او امسک فقلت یارسول اللہ ارأیت لو انی طلقتھا ثلثاً أکان یحل لی ان اراجعھا قال لا ۔ کانت تبین منک وتکون معصیة (سنن دار قطنی ج۲ ص۴۳۸)(زاد المعاد ج۲ ص ۲۵۷)(مصنف ابن ابی شیبة بحوالہ عینی شرح کنز ص ۱۴۱)(سنن دار قطنی ج۴ ص ۳۱ مطبوعہ قاھرة)

یعنی حضرت حسن کا بیان ہے کہ ہم سے حضرت ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی پھر ارادہ کیا کہ دو طہروں میں بقیہ دو طلاقیں دے دیں گے، حضور اقدس ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابن عمر! اس طرح اللہ نے تم کو حکم نہیں کیا ہے، تم نے سنت طریقہ کے خلاف کیا (کہ حالت حیض میں طلاق دے دی) سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کیا جائے اور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مجھے رجوع کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ میں نے رجوع کرلیا پھر فرمایا جب وہ پاک ہوجاوے تو تم کو اختیار ہے چاہو تو طلاق دے دینا یا اس کو روکے رکھنا، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اگر میں نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو کیا میرے لئے رجوع کرنا جائز ہوتا؟ حضور نے فرمایا نہیں اس صوت میں بیوی تم سے جدا ہوجاتی اور تمہارا یہ فعل (تین طلاقیں ایک ساتھ دینا) گناہ ہوتا (دار قطنی ج۲ ص ۴۳۸) اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے صراحۃً فرمایا کہ اگر تم نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو رجوع کرنا جائز نہ ہوتا، اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وقوع طلاق ثلث کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور اس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

وقال اللیث عن نافع کان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثا قال لو طلقت مرة او مرتین (لکان لک الرجعة) فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا (ای بالمراجعة) فان طلقھا ثلاثاً حرمت حتی تنکح زوجاً غیرہ ۔

ترجمہ:۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس شخص کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا جس نے تین طلاقیں دی ہوں، تو فرماتے اگر تو نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی (تو رجوع کرسکتا تھا) اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ کو اس کا (یعنی رجعت کا) حکم دیا تھا لہٰذا اگر تین طلاق دے دے تو عورت حرام ہوجائے گی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے (اور دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہوجائے تو عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہوجائے گی)(بخاری شریف ج۲ ص ۷۹۲ باب من اجاز طلاق الثلث نیز ج۲ ص ۸۰۳)

مسلم شریف میں بھی آپ کا فتویٰ منقول ہے۔

وکان عبداللہ اذآ سئل عن ذلک قال لا حدھم اما انت طلقت امرأتک مرة او مرتین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا وان کنت طلقتھا ثلاثاً فقد حرمت علیک حتی

تنکح زوجاً غیرک وعصیت اللہ فیما امرک من طلاق امرأتک (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۷۶ باب طلاق الثلث)

صحیحین کی مذکورہ روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ فرمان "فان" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا" اس مذکورۃ الصدر واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اوپر مفصل دارقطنی کے حوالہ سے ذکر کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ان دونوں فتووں سے جن کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے دارقطنی کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

دارقطنی کی اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اس میں عطا خراسانی نے چند زیادتیاں کی ہیں اور ان میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی اور عطاء خراسانی خود ضعیف ہیں جس روایت کو یا کیلئے بیان کریں وہ مقبول نہیں ہوتی۔ مگر علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی کا اسے ضعیف کہنا مردود ہے کیونکہ عطاء خراسانی کی موافقت سند اور متن دونوں میں شعیب ابن رزیق نے کی ہے جسے طبرانی نے نقل کیا ہے۔ (تفسیر مظھری عربی ج ۱ ص ۳۰۱ اردو ج ۱ ص ۴۹۵) (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۸ کتاب الطلاق باب طلاق السنۃ)

عطاء خراسانی کے متعلق محدث جلیل علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی دامت برکاتہم کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو۔

"اکابر حدیث و ماہرین رجال وائمۂ مسلمین نے ان سے (عطاء خراسانی سے) روایت کی ہے بلکہ ان کے شاگردوں میں ایسے حضرات بھی ہیں جن کا کسی سے روایت کر لینا اس کی ثقاہت کی کافی سند ہے جیسے شعبہ و مالک اور ان کے علاوہ امام ابوحنیفہ، معمر، سفیان ثوری، امام اوزاعی نے بھی ان سے روایت کی ہے اور ماہرین رجال میں سے وہ لوگ جن کی شرطیں بہت سخت ہیں ان لوگوں نے عطاء کی توثیق کی ہے مثلاً امام نسائی نے ان کو لاباس بہ کہا ہے اور ابو حاتم نے ثقہ محتج بہ (یعنی معتبر اور ان سے حجت پکڑنا جائز) کہا ہے۔ (ان حضرات کے علاوہ امام احمد اور ابن معین اور عجلی نے کہا ہے ثقہ اور یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے ثقۃ معروف بالفتوی والجھاد (معتبر ہیں فتویٰ اور جہاد میں مشہور ہیں) اور دار قطنی نے کہا ثقۃ فی نفسہ الا انہ لم یدرک ابن عباس (بجائے خود ثقہ ہیں مگر انہوں نے ابن عباس کو نہیں پایا ہے) اور ترمذی نے کہا عطاء ثقۃ روی عنہ مالک ومعمر ولم اسمع احداً من المتقدمین تکلم فیہ (یعنی عطاء ثقہ معتبر ہیں ان سے مالک و معمر نے حدیث سنی ہے اور میں نے سنا ہی نہیں کہ متقدمین میں سے کسی نے عطاء کے بارے میں کلام کیا ہو) اور ترمذی نے ان کی بعض احادیث کو حسن صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی القول المسدد ص ۴۵ میں عطاء کی ایک روایت کو قوی کہا ہے۔ بخاری کے سوا جملہ اصحاب صحابہ نے ان کی روایتیں لی ہیں اور امام مسلم نے تو احتجاج بھی کیا ہے۔ الیٰ قولہ حاصل کلام یہ کہ حدیث مذکور کی اسناد قوی ہے اور اس حدیث سے احتجاج صحیح ہے اور بعض لوگوں نے اس کی اسناد میں جو کلام کیا ہے نہایت لغو اور اصول محدثین سے ناواقفیت پر مبنی ہیں" (اعلام مرفوعہ ص ۹.....۱۰)

(۳) حدثنا احمد بن محمد بن سعیدنا یحییٰ بن اسما عیل الجریری نا حسین بن اسماعیل الجریری نا یونس بن بکیر نا عمر و بن شمر عن عمران بن مسلم و ابراھیم بن عبدالاعلی عن سوید غفلۃ قال لما مات علی رضی اللہ عنہ جاء ت عائشۃ بنت خلیفۃ الخثعمیۃ امرأۃ الحسن بن علی فقالت لہ لتھنک الا مارۃ فقال لھا تھنینی بموت امیر المؤمنین انطلقی فانت طالق ثلاثاً فتقنعت بثو بھا او قالت انی لم ارد الا خیراً فبعث الیھا بمتعۃ عشرۃ آلاف وبقیۃ صداقھا

فلما وضع بين يديها بكت وقالت متاع قليل من جيب مفارق فاخبره الكرسلو فبكى وقال لو لا انى ابنت الطلاق لها لراجعتها لكنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ايما رجل طلق امرأته ثلاثاً عند كل طهر تطليقة او عند رأس كل شهر تطليقة او طلقها ثلاثاً جميعاً لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره (سنن دار قطني ج ۲ ص ۴۳۸ كتاب الطلاق والخلع والا يلاء.)(بیهقی ج ۷ص ۳۳۶ باب ماجآء فی امضاء الطلاق الثلاث) اس کی سند کے متعلق ابن رجب فرماتے ہیں " اسناده صحيح" کہ اس کی سند صحیح (بحوالہ الاشفاق) اس روایات کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک موقع پر اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو اس لفظ سے طلاق دی انطلقی فانت طالق ثلثاً تو چلی جا تجھ کو تین طلاق ہے، عائشہ چلی گئیں، بعد میں حضرت حسنؓ کو معلوم ہوا کہ عائشہ کو جدائی کا بہت غم ہے تو روئے اور فرمایا ''اگر میں نے بائنہ طلاق نہ دی ہوتی تو رجوع کر لیتا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے (اور ایک دوسری روایت میں ہے اگر میں نے اپنے والد سے اور انہوں نے میرے جد امجد آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہوتا) کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق اس طرح دے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے یا ہر مہینہ کے شروع میں ایک طلاق دے یا تین طلاق ایک ساتھ دے دے تو جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی (اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ نہ سنا ہوتا تو میں رجوع کر لیتا۔)

(۴) حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے فلما فرغا قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها طلقها ثلاثاً یعنی جب حضرت عویمرؓ اور ان کی بیوی لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمرؓ نے فرمایا اگر اب میں اس کو اپنے ساتھ رکھوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے جھوٹ بولا، پھر انہوں نے اپنی اہلیہ کو تین طلاقیں دے دیں (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۹۱ باب من اجاز طلاق الثلث . نیز ج ۲ ص ۸۰۰)(مسلم شریف ج ۱ ص ۴۸۹)(نسائی شریف ج ۲ ص ۸۱ باب الرخصة فی ذلک ای الثلاث المجموعه) (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۳۱۲)(موطا امام مالک ص ۲۰۶)

حضرت عویمر عجلانیؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں واقع کیں، اور کسی بھی روایت میں یہ وارد نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے نکیر فرمائی ہو اور تین کو ایک قرار دیا ہو۔ حضور ﷺ کا سکوت فرمانا وقوع طلاق ثلاثہ کی بین دلیل ہے، اور اتنی واضح دلیل ہے کہ ابن حزم ظاہریؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا" ولولا وقوع الثلاث مجموعة لا نكر ذلك عليه" اگر ایک ساتھ تین طلاق واقع نہ کرنا صحیح نہ ہوتا حضور ﷺ ضرور اس پر نکیر فرماتے۔ اور بخاریؒ نے بھی اس حدیث کو "باب من اجاز طلاق الثلاث" میں ذکر کیا ہے۔ گویا امام بخاریؒ اس حدیث سے طلاق ثلاثہ کا وقوع تسلیم کرتے ہیں اور بطور استدلال اس حدیث کو اس باب میں ذکر فرما رہے ہیں۔ امام نسائیؒ نے پہلے ایک باب قائم فرمایا" الثلاث المجموعة و ما فيه من التغليظ" اور اس کے بعد باب قائم فرمایا " باب الرخصة فی ذلک " اور اس دوسرے باب میں حضرت عویمرؓ کی مذکورہ حدیث کو بیان کیا۔ ابوداؤد نے بھی اس کی روایت کی ہے اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت عویمرؓ کے واقعہ ہی کے متعلق ہے اس میں یہ بھی تصریح ہے۔

عن ابن شهاب عن سهل بن سعد فی هذا الخبر قال: فطاتها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلی الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلی الله عليه وسلم.

یعنی عویمرؓ نے اپنی اہلیہ کوحضور کے سامنے تین طلاقیں دے دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو نافذ فرمادیا (تین کوایک قرار نہیں دیا) (ابوداؤد شریف ج۱ص۳۱۳باب اللعان)

(۵) حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث جوسنن ابن ماجہ میں ذکر کی گئی ہے اور ابن ماجہ نے خوداس حدیث سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کیا ہے انہوں نے ایک باب کاعنوان یہ قائم کیا ہے " باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد" (یعنی یہ باب ہے اس شخص کے بارے میں جس نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں) اوراس باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے " حدثنا محمد ...... عن عامر الشعبی قال قلت لفاطمة بنت قيس حدثینی عن طلاقک قالت طلقنی زوجی ثلاثاً وهو خارج الی اليمن فاجازذلک رسول الله صلی الله عليه وسلم " یعنی عامر شعبی کہتے ہیں میں نے فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا کہ اپنی طلاق کا قصہ مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے وہیں سے انہوں نے مجھ کوتین طلاقیں بھیج دیں۔ آنحضور ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کے واقع ہوجانے کا فتویٰ دیا (ابن ماجہ ص ۱۴۷)

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ والے اس واقعہ کونسائی نے بھی " باب الرخصة فی ذلک" (ای الثلاث المجموعة) میں اس سند سے ذکر کیا ہے۔ قال حدثنی ابو سلمة قال حدثتنی فاطمة بنت قيس ان ابا عمرو بن حفص المخزومی طلقها ثلاثاً فانطلق خالد بن الوليد فی نفر من مخزوم الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان ابا عمرو بن حفص المخزومی طلق فاطمة ثلاثاً...... الخ (نسائی شريف ج ۲ ص ۸۲) ابوداؤد نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے (ج ۱ ص ۳۱۹)

دارقطنی میں بھی یہی روایت ان الفاظ سے مروی ہے۔ حدثنا ابو عبيد القاسم بن اسماعيل ...... نا سلمة بن ابی سلمة عن ابيه انه ذكر عنده ان الطلاق الثلاث بمرة مكروه فقال طلاق حفص بن عمرو بن المغيرة فاطمة بنت قيس بكلمة واحدة ثلاثاً فلم يبلغنا ان النبی صلی الله عليه وسلم عاب ذلک عليه (دار قطنی ج۲ ص ۴۲۹ ص ۴۳۰ کتاب الطلاق والخلع الخ)

خلاصہ یہ کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ کوان کے شوہر نے تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دی تھیں اورحضور اقدس ﷺ نے ان کو تین ہی گردانا تھا۔ علامہ ابن حزم نے بھی اسی کوراجح قرار دیا ہے اور جن روایتوں سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے ان کا جواب دیا ہے (محلی ج۱۰ص ۱۷۱۔۱۷۲ کتاب الطلاق)

(۶) دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ عن علی قال سمع النبی صلی الله عليه وسلم رجلاً طلق البتة فغضب وقال تتخذون آيات الله هزواً. و دين الله هزواً ولعباً من طلاق البتة الزمناه ثلاثاً لا تحل له حتی تنكح زوجاً غيره (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۳۳ کتاب اطلاق والخلع) (اغاثة اللهفان ص ۳۵۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص کے متعلق سنا کہ انہوں نے ''طلاق البتہ'' دی ہے (لفظ البتہ سے ایک طلاق مراد ہوتی ہے اور تین طلاقوں کی بھی نیت ہو سکتی ہے) حضور اکرم غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو کھیل اور مذاق بناتے ہیں جو کوئی طلاق البتہ دے گا ہم اس کے ذمہ تین لازم کر دیں گے (پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی) یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے (دار قطنی ج۲ص ۴۳۳۔)

غور کیجئے! حضور ناراض ہوئے مگر اس کے باوجود فرمایا کہ جو طلاق البتہ دے گا ہم تین لازم کر دیں گے۔ اسی کی تائید میں ایک اور روایت ملاحظہ کیجئے۔

(۷) دار قطنی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ محمد بن مخلد..... قال سمعت معاذ بن جبل رضی اللہ عنه یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول یا معاذ من طلق للبدعة واحدةً او اثنتین او ثلثاً الزمناه . یعنی! حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص بدعی طریقے پر طلاق دے گا چاہے ایک طلاق دے یا دو طلاقیں یا تین طلاقیں دے گا تو ہم وہ اس پر لازم کر دیں گے۔(دار قطنی ج ۲ ص ۴۴۳. ۴۴۴ ایضاً)(اغاثة اللهفان ص ۳۵۵. ۳۵۶).

(۸) عن ابراهیم بن عبید اللہ بن عبادة بن الصامت عن ابیه عن جده قال طلق بعض آبائی امرأته الفاً فانطلق بنوه الی رسول اللہ ﷺ فقالوا یا رسول اللہ (ﷺ) ان ابانا طلق امنا الفاً فهل له من مخرج فقال ان اباکم لم یتق اللہ فیجعل له من امره مخرجاً بانت منه بثلاث علی غیر السنة وتسع مائة وسبعة وتسعون اثم فی عنقه (دار قطنی ج۲ ص ۴۳۳ ایضاً)(زاد المعاد ج۳ ص ۳۳۰).

مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت بایں الفاظ مروی ہے۔ عن عبادة بن الصامت ان اباه طلق امرأته ألف تطليقة فانطلق عبادة فسأ له صلی اللہ علیه وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بانت بثلاث فی معصیة اللہ تعالیٰ وبقی تسعما ئة وسبع وتسعون عدواناً وظلماً ان شاء عذبه اللہ وان شاء غفرله(مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۳)(فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے اپنی زوجہ کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں، حضرت عبادہؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی بیوی تین طلاقوں سے بائن ہوگئی اور نو سو ستانوے ۹۹۷ ظلم اور عدوان ہوئیں، اللہ چاہے تو اس ظلم کی سزا دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے (یہ حدیث طبرانی نے بھی روایت کی ہے)۔

دار قطنی نے بعض جدی روایت کیا ہے اور مصنف عبدالرزاق میں بعض آبائی ہے۔ فتح القدیر میں علامہ ابن ہمامؒ نے بھی مصنف عبدالرزاق سے بعض آبائی نقل ہے۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ واقعہ حضرت عبادہؓ کے والد کا ہوگا۔[1] بہر حال واقعہ جس کا بھی ہو معاملہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک دم ہزار طلاقیں دے دی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے وقوع ثلاثہ کو تسلیم فرمایا اور بقیہ کو گناہ قرار دیا۔

(۱) مگر حضرت عبادۃ کے والد کا شمار صحابہ میں سے نہیں ہے۔

(۹) امام بخاریؒ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ان رجلاً طلاق امرأته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاؤل قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (بخاری شریف ج۲ ص ۷۹۱ باب من اجاز طلاق الثلاث)(مسلم شریف).

یعنی ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں پھر اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا اس نے صحبت کئے بغیر طلاق دے دی، آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کے لئے یہ عورت حلال ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرلے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

یہ حدیث طلاق ثلاثہ کے بیک وقت نافذ ہونے میں ظاہر ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

فالتمسک بظاهر قوله طلقها ثلاثاً فانه ظاهر فی کونها مجموعة (ج۹ ص ۳۲۱ باب من اجاز طلاق الثلث). (عمدة القاری شرح) صحیح بخاری میں ہے:۔

مطابقته للترجمة فی قوله طلق امرأته ثلاثاً فانه ظاهر فی کونها مجموعة (ج۱۰ ص ۲۳۷) سنن کبریٰ میں ''باب امضاء الثلاث وان کن مجموعات'' کے ماتحت حدیث لائے ہیں:۔

عن عائشة رضی الله عنها ان رجلاً طلاق ثلاثاً فتزوجت فسئل النبی صلی الله علیه وسلم أتحل للأول قال لا حتی تذوق عسیلته کما ذاق الاول (ج۷ ص ۳۳۴)

(۱۰) عن صفوان بن عمر الطائی ان امرأة کانت تبغض زوجها فوجدته نائماً فاخذت شفراة وجلست علی صدره ثم حرکته وقالت لتطلقنی ثلاثاً اولا ذبحنک فنا شدها الله فابت فطلقها ثلاثاً ثم جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فسأله عن ذلک فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا قیلولة فی الطلاق. رواه محمد باسناده (زجاجة المصابیح ج۲ ص ۲۷۴ باب الخلع والطلاق)(انوار السنن ص ۱۸۴)

صفوان بن عمر سے روایت ہے کہ ایک عورت کو خاوند ناپسند تھا (ایک مرتبہ) اس کو سوتا ہوا پاکر اس کی سینے پر بیٹھ گئی اور چھری اس کے سینے پر رکھ کر کہنے لگی کہ مجھے تین طلاقیں دے دے ورنہ تجھے ذبح کردوں گی، خاوند نے قسم دی کہ میں تجھے بعد میں طلاق دے دوں گا لیکن اس نے انکار کردیا (مجبور ہوکر) اس نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''طلاق میں چشم پوشی نہیں۔'' تلک عشرة کاملة.

غیر مقلدوں کے مستدلات پر ایک نظر

(۱) حدیث ابن عباسؓ:

آثار صحابہ نقل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین جن دو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں اس کے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے۔ پہلی حدیث مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی جاتی ہے اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس کا مضمون یہ ہے:۔

"ابو الصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اور عہد فاروقی کے ابتداء میں تین طلاقیں ایک تھیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ لیکن جب لوگ نے بکثرت طلاق دینا شروع کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے تینوں کو نافذ کر دیا۔" (مسلم شریف)

پہلا جواب:

اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ کے متعلق ہے۔ عام نہیں ہے۔

عورتیں دو قسم کی ہیں (۱) غیر مدخولہ (جس کے ساتھ ہم بستری نہ ہوئی ہو) (۲) مدخولہ (جس کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو) غیر مدخولہ عورت کو اگر الگ الگ لفظوں میں اس طرح طلاق دی جائے "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔" تو پہلے ہی لفظ سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے یعنی نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسی عورت پر عدت بھی لازم نہیں ہوتی۔ جب یہ عورت پہلے ہی لفظ سے بائنہ ہوگی اور اس پر عدت بھی نہیں تو اس کے بعد وہ طلاق کا محل نہ رہی اس بنا پر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوتی ہے اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا کہ اگر تین طلاق دی جائیں تو ایک شمار ہوتی۔ حضور اکرم ﷺ، صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی سالوں میں غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی اور ایسی غیر مدخولہ کو ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تین طلاق ہی ہوں گی (کہ انت طالق ثلثا کہہ کر طلاق دی ہے اور یہ لفظ نکاح قائم ہونے کی حالت میں بولا ہے) (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۶) (۱)

دوسرا جواب:

حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی، استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی

---

(۱) عن طاؤس من ان رجلا یقال له ابو الصهباء كان كثير السوال كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وصدر من امارة عمر قال ابن عباس بلى كان الرجل ان طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وصدرا من امارة عمر فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها قال اجيزوهن علهم باب بقية نسخ المراجعة بعقد التطليقات الثلث.

اور اس زمانہ میں لوگوں میں تدین اور تقویٰ، خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا، دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا، آخرت میں جوابدہی اور آخرت کے عذاب کا اتنا استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہوکر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کرتا اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔ مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے ان میں تقویٰ وخوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے:

حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے **حبلک علی غاربک** (تیری رسی تیری گردن پر ہے) عمر بن خطابؓ نے اپنے عامل کو لکھا کہ " **ان مرہ ان یوفینی بمکۃ فی الموسم** " اس کو کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے، حضرت عمرؓ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ اس آدمی (عراقی) نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا **من انت** تم کون ہو؟ اس نے کہا **انا الرجل الذی امرت ان اجلب علیک** میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانہ میں طلب فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا " **حبلک علیٰ غاربک** " سے تیری کیا نیت تھی؟ اس شخص نے کہا " **یا امیر المؤ نین لو استحلفتنی فی غیر ھذا الموضع ما صدقتک اردت بھذا الفراق** " اے امیر المؤمنین آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملہ سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علیحدہ ہوگئی (موطا امام مالک ص ۲۰۰ ما جاء فی الخلیۃ والبریۃ واشباہ ذلک)

غور کیجئے! یہ عراقی ایک عورت کے لئے جھوٹی قسم کھانے کے لئے اور دروغ بیانی کے لئے تیار تھا مگر کعبۃ اللہ اور حرم شریف کی عظمت وتقدس کا خیال رکھتے ہوئے کذب بیانی سے احتراز کیا۔ حضرت عمرؓ نے عوام کی جب یہ حالت دیکھی نیز آپ کی نظر اس حدیث پر بھی تھی۔ **اکرموا اصحابی ثم الذی یلونھم ثم الذین یلو نھم ثم یظھر الکذب**. یعنی جیسے جیسے عہد نبوت سے دوری ہوتی جائے گی دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھ کر صحابہ سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی لوگ عورت کو الگ کردینے کی نیت سے تین طلاقیں دیں گے اور پھر غلط بیانی کر کے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ آپ نے اس چور دروازے کو بند کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کردی جس میں انہیں دیر کرنا چاہئے تھی اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا ہم اسے تین ہی قرار دیں گے۔ صحابہ کرام نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کی مخالفت نہ کی۔ چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں:۔

" **فخاطب عمر رضی اللہ عنہ بذلک الناس جمیعاً وفیھم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی عنھم الذین قد علموا ما تقدم من ذلک فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکرہ علیہ منھم منکر ولم ید فعہ دافع.** "

حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ سب لوگوں کو خطاب کیا ان میں وہ صحابہ کرام بھی تھے جو اس بات سے واقف تھے کہ مطلقۂ ثلاث کا عہد نبوی میں کیا حکم تھا پھر بھی ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت عمرؓ کے ارشاد کو رد نہیں کیا۔ (طحاوی شریف ج ۲ ص ۲۹ باب الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا معاً)

محقق علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:۔ **لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمر حين امضى الثلاث وهى يكفى فى الاجماع.** یعنی کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کی موجودگی میں تین طلاق کا فیصلہ کیا ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمرؓ کا خلاف کیا ہو۔ اور اس قدر بات اجماع کے لئے کافی ہے (حاشیہ ابوداؤد ج ا ص ۳۰۶ باب بقیۃ نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلث)۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"**فاختلف العلماء فى جوابه وتاويله فالأصح ان معناه انه كان فى الامر الاول اذا قال لها انت طالق انت طالق انت طالق ولم ينو تاكيداً ولا استينافاً يحكم بطلقة لقلة ارادتهم الاستيناف بذلك فحمل على الغالب الذى هو ارادة التاكيد فلما كان فى زمن عمر رضى الله عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم ارادة الاستيناف بها حملت الاطلاق على الثلاث عملاً بالغالب السابق الى الفهم**(نووى ج ا ص ۴۷۸ باب طلاق الثلاث)

یعنی: حدیث ابن عباس کی بالکل صحیح تاویل اور اس کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی انت طالق، انت طلاق، انت طلاق کہہ کر طلاق دیتا تو عموماً اس زمانہ میں دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی تھی۔ استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کر دیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بنا پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا (نووی شرح مسلم ج ا ص ۴۷۸)

یہ ہے حدیث ابن عباس کا مطلب محدثین کی نظر میں۔ اور یہی تشریح اور مقصد صحیح ہے۔ جو مطلب غیر مقلدین بیان کرتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے خود تین طلاقوں کے نفاذ کا فتویٰ دیا ہے جو ہم انشاء اللہ عنقریب مفصل ذکر کریں گے۔

علامہ ابن قیمؒ نے بھی باوجود اس تشدد و تصلب کے جو ان کو اس مسئلہ میں تھا حضرت ابن عباسؓ کے اس فتویٰ کا کہ "ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں اور اس کے بعد رجعت جائز نہیں" انکار نہیں کیا بلکہ اس فتویٰ کی ثابت ہونے کا صاف اقرار کیا ہے لکھتے ہیں۔ **فقد صح بلاشک عن ابن مسعود وعلى وابن عباس الالزام بالثلاث ان اوقعها جملة** " یعنی حضرت ابن مسعود، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے اکٹھی تین طلاقوں کا لازم کرنا بے شک وشبہ ثابت ہے (اغاثة اللفهان ص ۱۷۹) اور ایسا ہی اعلام الموقعین میں بھی ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۲) حدیث رکانہؓ:

غیر مقلدوں کو حدیث رکانہؓ پر بڑا ناز ہے مگر خود حضرت رکانہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دی تھی (جس میں ایک سے تین طلاقوں تک کی گنجائش ہے ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک اور تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوتی ہیں) پھر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور حضرت رکانہ نے کہا واللہ ما اردت الا واحدۃ (خدا کی قسم میں نے لفظ البتۃ سے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا واللہ ما اردت الا واحدۃً (اللہ کی قسم تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟) تو حضرت رکانہؓ نے کہا واللہ ما اردت الا واحدۃً۔ تب آنحضور ﷺ نے فرمایا جو تم نے نیت کی ہے اسی کا اعتبار ہے۔ حدیث رکانہ یہ ہے:۔

عن عبداللہ بن یزید بن رکانہ عن ابیہ عن جدہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انی طلقت امرأتی البتۃ فقال ما اردت بھا قلت واحدۃً قال واللہ قلت واللہ قال فھو ما اردت (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۴۰ باب فی الرجل طلق امرأتہ البتتہ)۔

وفی سنن ابن ماجہ : عن عبد اللہ بن علی بن زیدبن رکانہ عن ابیہ عن جدہ انہ طلق امرأتہ البتۃ فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ فقال ما اردت بھا؟ قال واحدۃً: قال واللہ ما اردت بھا الا واحدۃً؟ قال واللہ ما اردت بھا الا واحدۃً قال فردھا علیہ (ابن ماجہ شریف ج ۱ ص ۱۴۹ مجتبائی دھلی باب طلاق البتتہ)(ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۷ مجتبائی)

اگر ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو قسم دے کر ایک طلاق کی نیت متعین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ حضور فرمادیتے ایک کی نیت ہو یا تین کی، ایک ہی شمار ہوگی، سوال وجواب اور قسم لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر تین کی نیت ہوتی تو تین واقع ہوجاتیں لہٰذا یہ بات قطعاً غلط ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے ایک واقع ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث کی امام ابوداؤد، ابن حبان، حاکم، دارقطنی، اورطنافسی نے تصحیح کی ہے اس کے بالمقابل غیر مقلد اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مسند احمد کی جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ قابل استدلال نہیں ہے اس لئے کہ کسی محدث نے اس کی تصحیح وتحسین نہیں کی ہے بلکہ اس کی تضعیف کی ہے اور اس کو حد درجہ کمزور بتایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس حدیث کو ذکر کرکے فرمایا ہے ''وھو معلول ایضاً'' یہ حدیث بھی معلول یعنی ضعیف ہے (ص ۳۱۹) اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو داؤد بن الحصین کے مناکیر میں شمار کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں یہ روایت نقل کرکے لکھا ہے "وقدروی ابو داؤد من وجہ آخر احسن منہ ان رکانۃ طلق امرأتہ سھیمۃ البتتہ" یعنی ابوداؤد نے ایک دوسرے طریقے سے جو مسند احمد کے طریقہ سے بہتر ہے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دی تھی (بلوغ المرام ص ۱۲۹) امام ابوداؤد فرماتے ہیں وحدیث نافع بن عجیر وعبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ عن ابیہ عن جدہ ان رکانۃ طلق امرأتہ البتۃ فردھا الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح لانھم ولد الرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانۃ انما طلق امرأتہ البتۃ فجعلھا النبی صلی اللہ علیہ

وسلم واحدةً.

یعنی: نافع بن عجیر کی روایت کہ ''رکانہؓ نے اپنی اہلیہ کو لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دی اور حضور نے ان کی طرف ان کی اہلیہ کو واپس کر دیا'' یہ روایت زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اس روایت کے راوی خود حضرت رکانہ کی اولاد (یعنی گھر والے) ہیں اور گھر والے گھر میں پیش آنے والے معاملات کو بہتر جانتے ہیں ان کا بیان یہ ہے کہ رکانہ نے اپنی اہلیہ کو لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دی تھی جس کو حضور نے (قسم لینے کے بعد) ایک قرار دیا (ابو داؤد شریف ص ۳۰۶ باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث)

امام نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں:۔ واما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانة طلقها ثلاثاً فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمنا انه طلقها البتة ولفظ البتة محتمل للواحدة والثلاث ولعل صاحب هذاه الرواية الضعيفة اعتقد ان لفظ البتة يقتضى الثلاث فرواه بالمعنى الذى فهمه وغلط فى ذلك (نووى شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ باب طلاق الثلاث)

یعنی: رہی وہ روایت جس کو مخالفین بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہؓ نے تین طلاقیں دی تھیں اور حضور نے اس کو ایک قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے مجہول راویوں سے مروی ہے اور حضرت رکانہ کی طلاق کے سلسلہ میں صحیح روایت وہی ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا کہ انہوں نے لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دی تھی اور لفظ ''البتۃ'' ایک اور تین دونوں کا احتمال رکھتا ہے (مدار نیت پر ہے) اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک ہوتی ہے جیسے حضرت رکانہؓ نے ایک کی نیت کی تھی اور اس کو قسمیہ بیان کیا تھا اور اگر تین کی نیت ہو تو تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ سمجھا ہو کہ لفظ ''البتۃ'' کا مقتضیٰ تین طلاقیں ہیں تو یہ سمجھ کر روایت بالمعنی کر دی (کہ حضرت رکانہؓ نے تین طلاقیں دیں) مگر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ راوی نے اس کے سمجھنے اور روایت بالمعنی کرنے میں غلطی کی (نووی شرح مسلم شریف ج ۱ ص ۴۷۸)

یہ ہے حدیث رکانہ کی حقیقت محدثین کی نظر میں ۔ اب بھی اس حدیث کو پیش کرنا اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پر ، حماقت تو دیکھیئے

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور فتاویٰ

خالق نے اپنے رسول کو منصب تشریعی سے نوازا تھا اس کے رسول نے اپنے صحابہ کو منصب اجتہاد سے نوازدیا اور اس طرح یہ نعمت جو رسول کے حصہ میں آئی تھی امت کا بھی اس میں ایک حصہ لگ گیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے اور رسول کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتا اسی طرح رسول اپنے اور اپنے صحابہؓ کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے، درحقیقت یہ انتہائی نادانی اور کجروی ہے کہ جو جماعت امت اور اس کے رسول کے درمیان واسطہ ہے، جو اس کے اقوال وافعال ہم تک پہنچانے والی ہے اسی پر اعتماد نہ کیا جائے، اگر خدا کا رسول خود اپنی حیات میں ان پر اعتماد کر چکا ہے، بادشاہوں اور قبائل کفار سے گفت وشنید انہی کے معرفت کی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ امت ان پر اعتماد نہ کرے ایک عالم گیر دین جس جماعت سے نکلتا ہے اگر وہی جماعت ناقابل اعتماد ہے تو پھر آئندہ اس دین کا خدا حافظ۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حدیث میں فرقۂ ناجیہ کی علامت " ما انا علیه و اصحابی" بتلا کر صحابہ کرام کی سنت کو ایک مستقل حیثیت دے دی گئی ہے، جس طرح رسول کا طریقہ خدا تعالیٰ کے طریقہ سے علیحدہ نہیں ٹھیک اسی طرح صحابۂ کرام کی سنت آنحضرت ﷺ کی سنت سے الگ نہیں اس لئے فرقۂ ناجیہ کی بڑی علامت یہ ہے کہ وہ ان دونوں طریق کی جو درحقیقت ایک ہی ہیں اپنے اپنے مرتبہ میں بزرگی اور احترام کی قائل ہو، بلکہ اس پر گامزن بھی ہو۔ خوارج نے صرف سنت رسول کو لیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو کافر ٹھہرایا یہی ان کے ناحق ہونے کی پہلی علامت ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ ثقفی قریش کی جانب سے شرائط صلح پر گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں تو جن الفاظ میں صحابۂ کرام کی وفاداری کا نقشہ انہوں نے قریش کے سامنے کھینچا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک کافر کے قلب پر اس کا کتنا گہرا اثر پڑا تھا۔ وہ کہتا ہے:۔

"میں نے قیصر وکسریٰ ونجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن جو والہانہ عقیدت کا منظر یہاں دیکھا کہیں نہیں دیکھا، جب محمد (ﷺ) بات کرتے ہیں تو گردنیں جھک جاتی ہیں اور محفل پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو جاتا ہے نظر بھر کر کوئی شخص انکی طرف دیکھ نہیں سکتا، آپ کے وضو کا پانی اور آپ کا بلغم زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ وہ اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں اور اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔"

اسی لئے اس قوم کے احساس خودداری اور وفا شعاری کی داستانیں پڑھنے والے مسلم وغیر مسلم اس پر متفق ہیں کہ اس سے زیادہ اطاعت اور فرمان برداری کا ثبوت دنیا کی کسی قوم نے پیش نہیں کیا اور نہ پیش کرسکتی ہے۔

صحابہ کرام کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سب سے پہلے (بعد کتاب اللہ کے) آنحضرت ﷺ ہی کی سنت تلاش کیا کرتے تھے اگر وہ نہ ملتی تو اس کے بعد اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے اور اگر اس کے بعد بھی آپ کی سنت ہاتھ آجاتی تو اسی کی اتباع کرتے اور اپنے قول سے رجوع کر لیتے۔ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں بتایا جاسکتا جہاں کسی صحابی نے آنحضرت ﷺ کا کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ سنا ہو اور اس کے ثبوت کے بعد پھر اس کے خلاف فیصلہ کرنے کا اپنے دل میں خطرہ بھی محسوس کیا ہو۔

اس لئے موجودہ مسئلہ میں بھی صحابہ کے فتاویٰ کیا ہیں ۔ یہ معلوم ہوجانے کے بعد اتنی بات بخوبی ثابت

ہوجائے گی کہ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں چھ حضرات فتویٰ کا کام کرتے تھے تین مہاجرین میں سے اور تین انصار میں سے۔ (۱) **عمر فاروقؓ (۲) عثمان بن عفانؓ (۳) علی مرتضیٰؓ (۴) ابی بن کعبؓ (۵) معاذ بن جبلؓ (۶) زید بن ثابتؓ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)** اور مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ تمام صحابۂ کرام کا علم انہی چھ حضرات پر منتہی ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو انہی چھ حضرات کو جمع کر کے مشورہ لیتے تھے، صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں بھی یہی حضرات فتویٰ میں مرجع خلائق سمجھے جاتے تھے، پھر فاروق اعظم کے عہد میں بھی یہی صورت باقی رہی کہ فتویٰ انہی حضرات کا چلتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۹ بحوالہ ثمرات الاوراق ص ۱۹۲)

اب صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں جن میں مذکورۃ الصدر چھ صحابیوں میں سے چار کے فتاویٰ موجود ہیں اور باقی دو میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت، روایات مرفوعہ کے ماتحت نمبر ۷ پر گذر چکی ہے۔ صرف حضرت ابی بن کعبؓ سے اس باب میں کچھ منقول نہیں لیکن وقوع ثلاث کے خلاف بھی ان کا فتویٰ نہیں ہے ان کے علاوہ گیارہ صحابیوں کے فتاویٰ ہیں کیا اس کے بعد بھی اب یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں؟

علامہ ابن قیمؒ نے سات صحابہ مکثرین اور جلیل القدر صحابہ تھے گنوائے ہیں (۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۴) حضرت عائشہؓ (۵) حضرت زید بن ثابتؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان ساتوں حضرات کے فتاویٰ وقوع ثلاث کے بارے میں موجود ہیں۔ فتاویٰ ملاحظہ فرمانے سے پہلے اتنا اور جان لیجئے کہ غیر مقلدین کے مسلم پیشوا اور مقتدیٰ حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کا اقرار ہے کہ صحابۂ کرام کا کوئی حکم اور فتویٰ نص کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

''صحابہ کی یہ عادت تھی کہ بلا حکم اور بلا اجازت رسول ﷺ کے کوئی شرعی اور دین کا حکم محض اپنی طرف سے قائم و جاری نہیں کرتے تھے۔'' (مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۵۸)

لہٰذا اگر صحابۂ کرام کا کوئی حکم اور فیصلہ نص کے خلاف معلوم ہو تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ کوئی ناسخ حکم ان کے علم میں ضرور ہوگا جو ہم تک روایتاً نہیں پہنچا۔

(۱) خلیفۂ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آثار:

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ قال کان عمرؓ اذا اتی برجل قد طلق امرأته ثلاثاً فی مجلس او جعه ضرباً وفرق بینهما (مصنف ابن ابی شبة ج ۵ ص ۱۱ من کره ان یطلق الرجل امرأته ثلاثا الخ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور دونوں میں تفریق کردیتے۔

(۲) وکان عمر بن الخطاب اذا اتی برجل طلق امرأته الفاً فقال له عمر رضی اللّٰه عنه اطلقت؟ فقال انما کنت العب فعلاه عمر بالدرة وقال انما یکفیک من من ذلک ثلاث (محلی ابن حزم ج۱۰ ص ۱۷۲ کتاب الطلاق) (سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۴ باب ماجآء امضاء الطلاق) (زاد المعاد بحواله عبد الرزاق ج۲ ص ۲۵۹) (مصنف ابن شیبة ج۵ ص ۱۲) (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۲۹۳، ۲۲۴)

یعنی: زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس لایا گیا اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی تھیں۔ اس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا'' کیا تو نے اتنی طلاقیں دی ہیں؟ اس نے کہا میں تو مذاق کر رہا تھا حضرت عمرؓ نے اسے درے سے سزا دی اور فرمایا کہ تجھ کو ایک ہزار میں سے صرف تین کافی تھیں۔

(۳) حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک سرکاری خط لکھا اس میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ومن قال انت طالق ثلثاً فهی ثلاث. جو شخص یوں کہے'' تجھے تین طلاق'' تو تین واقع ہوں گی (سنن سعید بن منصور ج۳ ص ۲۵۹ قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۰۶۹)

(۲) خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

روی وکیع عن معاویة بن ابی یحییٰ انه قال جاء رجل الیٰ عثمان بن عفان فقال طلقت امرأتی الفاً فقال بانت منک بثلاث (محلیٰ ابن حزم ج۱۰ ص ۱۷۲ کتاب الطلاق) (زاد المعاد بحواله عبدالرزاق ج۲ ص ۲۵۹) (فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰) (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۴) کے حاشیہ میں ہے:۔ فی المحلی : ومن طریق وکیع عن جعفر بن برقان عن معاویة ابن ابی یحییٰ قال : جاء رجل الیٰ عثمان بن عفان فقال: طلقت امرأتی الفاً .فقال بانت منک بثلاث. ۱۰ ۱۸۲ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۴ باب الرجل طلق امرأته ثلاثاً معاً) (طحاوی ج۲ ص ۳۰)

یعنی: معاویہ ابن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں آپ نے جواب دیا:'' بانت منک بثلاث'' تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔

(۳) خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آثار:

(۱) روی وکیع عن حبیب بن ابی ثابت قال جاء رجل الیٰ علی بن ابی طالب قال انی طلقت امرأتی ألفا فقال له علی بانت منک بثلاث (محلی بن حزم ج۱۰ ص ۱۷۲ کتاب الطلاق) (سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۵ حواله بالا) (زاد المعاد ج۲ ص ۲۵۹) (مصنف ابن ابیشیبة ج۵ ص ۱۲) (ایضاً ج۵ ص ۱۴) (فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰) (طحاوی شریف ج ص ۳۰)

حبیب ابن ابی ثابتؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں حضرت علیؓ کا یہی مسلک بیان کیا ہے کہ وہ طلاق ثلثہ کے وقوع کے قائل تھے۔ (نیل الاوطار ج۶ ص ۲۴۵ باب ماجآء فی طلاق البتۃ وجمع الثلث الخ)

(۲) وعن الأعمش انه كان بالكوفة شيخ ...... الىٰ قوله ...... فاخرج كتا به فاذا فيه بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما سمعت على بن ابى طالب يقول اذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً فى مجلس واحد فقد بانت منه (ولا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره قلت ويحك هذا غير الذى تقول قال الصحيح هو هذا ولكن هولآء ارادونى على ذلک (سنن بيهقى ج۲ ص ۲۴۵ باب ماجآء فى امضآء الطلاق الثلاث وان كن مجموعات)

ترجمہ: (اعمش کوفی سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ کوفہ کے ایک شیخ کہتے تھے کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو اس کو ایک طلاق کی طرف رد کر دیا جائے گا۔ میں نے شیخ سے کہا تم نے حضرت علیؓ سے یہ کہاں سنا ہے؟ شیخ نے کہا میں اپنی کتاب نکالتا ہوں اس میں موجود ہے) شیخ نے کتاب نکال کر پیش کی اس میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے بعد یہ لکھا تھا کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے جب کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو عورت اس سے جدا ہو جائے گی پھر جب تک دوسرے زوج سے نکاح نہ کرے طلاق دینے والے کے لئے حلال نہ ہوگی، میں نے کہا افسوس ہے کہ یہ تو تمہارے بیان کرنے کے خلاف ہے تو شیخ نے کہا صحیح یہی ہے لیکن لوگوں نے مجھے مجبور کیا تھا اس لئے میں نے اس کو اس طرح بیان کیا۔ (بیہقی ج۶ ص ۲۴۵)

(۳) مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ **عن شريک بن ابى نمر قال جاء رجل الىٰ على رضى الله عنه فقال انى طلقت امرأتى عدد العرفج قال تاخذ من العرفج ثلاثاً و تدع سائره.**

ترجمہ: شریک بن ابی نمر سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو عرفج کے درختوں کے برابر طلاقیں دے دی ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان میں سے تین لے لو اور باقی کو چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۴ باب المطلق ثلاثا)

(۴) عن الحكم ان علياً وابن مسعود وزيد بن ثابت قالوا اذا طلق البكر ثلاثاً فجمعها لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره فان فرقها بانت بالاولىٰ.

حکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ اگر غیر مدخولہ منکوحہ کو تین طلاقیں ایک لفظ سے (انت طالق ثلاثا، تجھے تین طلاق) دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور یہ عورت شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اگر الگ الگ لفظوں سے طلاق دے تو پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہو جائیں گی (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۶ بب طلاق البکر)

(۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے آثار:

(۱) عن مسروق عن عبداللہ (یعنی ابن مسعود انه قال لمن طلق امرأته مائةً بانت بثلاث و سائر ذلک عدوان (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۱۲ باب المطلق ثلاثا) (طحاوی شریف ج ۲ ص ۳۰ باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا معاً) (سنن بیهقی ج ۷ ص ۳۳۲)

(۲) واخرج ابن حزم بطریق عبدالرزاق...... عن علقمة عن ابن مسعودؓ انه قال لرجل طلق امرأته تسعاً وتسعین ثلاث تبینها وسائر هن عدوان (محلی ج ۱۰ ص ۱۷۲) (مصنف ابن ابی شیبة ج ۵ ص ۱۲) (زاد المعاد ج ۲ ص ۲۵۹)

مسروق اور علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جس نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دی تھیں (اور ایک دوسرے شخص سے جس نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دیں تھیں) فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی جدا ہوگئی۔ اور بقیہ طلاقیں ظلم، عدوان اور زیادتی ہیں۔

(۳) مالک انه بلغه ان رجلاً جاء الیٰ عبداللہ بن مسعود فقال انی طلقت امرأتی بمائتی تطلیقات فقال ابن مسعود فماذا قیل ذلک قال قیل لی انها قد بانت منی فقال ابن مسعود صدقوا۔ الخ (مؤطا امام مالک ص ۱۹۹ ما جاء فی البتة) (فتح القدیر بحواله مؤطا امام مالک ج ۳ ص ۳۳۰ کتاب الطلاق باب طلاق السنة)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو دو سو ۲۰۰ طلاقیں دے دی ہیں، ابن مسعودؓ نے دریافت فرمایا کہ تم کو دوسروں (مفتیوں) کی جانب سے کیا جواب دیا گیا؟ اس نے کہا مجھے یہ جواب ملا کہ وہ عورت مجھ سے بائنہ ہوگئی، ابن مسعودؓ نے فرمایا وہ لوگ صحیح کہتے ہیں (حکم شرعی ایسا ہی ہے جیسا وہ کہتے ہیں۔)

(۴) عن علقمة قال جاء رجل الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی تسعة وتسعین وانی سألت فقیل لی قد بانت منی فقال ابن مسعود لقد احبوا ان یفرقوا بینک وبینها قال فما تقول رحمک اللہ فظن انه سیر خص له فقال ثلث تبینها منک وسائرها عدوان (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۹۵ باب المطلق ثلاثا)

علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے آ کر کہا میں نے اپنی بیوی کو ننانوے ۹۹ طلاقیں دے دیں، میں نے مسئلہ دریافت کیا تو مجھے جواب ملا کہ عورت مجھ سے جدا ہوگئی۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا ان لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ تم دونوں میں تفریق کر دیں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس نے یہ گمان کیا کہ شاید ابن مسعودؓ رخصت دے دیں گے (اور رجعت کا حکم دے دیں گے) ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں سے وہ تم سے جدا ہوگئی اور بقیہ طلاقیں ظلم اور زیادتیاں ہیں (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۹۵)

(۵)عن مطرف عن الحکم عن ابن عباس وابن مسعود قالا فی رجل طلق امرأته ' ثلاثا قبل ان یدخل بها، لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۲ فی الرجل تزوج المرأة ثم یطلقها)(طحاوی شریف ج ۲ ص ۳۰)

حکم، ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آثار وفتاویٰ:

(۱) ابو داؤد شریف میں ہے: حدثنا اسماعیل نا ایوب عن عبد اللّٰہ بن کثیر عن مجاهد قال کنت عند ابن عباس فجاءه' رجل فقال انه طلق امرأته' ثلاثاً قال فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ثم قال ینطلق احد کم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللّٰہ قال ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجاً وانک لم تتق اللّٰہ فلا اجد لک مخرجاً عصیت ربک وبانت منک امرأتک......

قال ابو داؤد روی هذا الحدیث حمید الأعرج وغیره عن مجاهد عن ابن عباس و رواه شعبة عن عمرو بن مرة عن سعید بن جبیرعن ابن عباس و ایوب وابن جریج جمیعاً عن عکرمة بن خالد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وابن جریج عن عبدالحمید بن رافع عن عطاء عن ابن عباس و رواه الأعمش عن مالک بن الحارث عن ابن عباس وابن جریج عن عمروبن دینار عن ابن عباس کلهم قالوا فی الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منک نحو حدیث اسماعیل عن ایوب عن عبداللّٰہ بن کثیر .(ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۶ باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث)(فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰)(سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۷)

مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ وہ اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دے آیا ہے، ابن عباسؓ چپ رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ رجعت کا حکم دے دیں گے پھر فرمایا لوگ پہلے حماقت پر سوار ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اے ابن عباس! اے ابن عباس! بیشک خدا نے فرمایا کہ جو خدا سے ڈرے اس کے لئے چھٹکارے کی صورت ہوتی ہے اور تو نے خدا کا خوف نہیں کیا اس لئے تیرے واسطے کوئی مخلص نہیں ہے تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔

اس کے بعد امام ابوداؤد نے بیان فرمایا کہ ان ان حضرات نے ابن عباسؓ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ تمام رواۃ متفقہ طور پر یہ نقل فرما رہے ہیں کہ ابن عباسؓ نے تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا۔ اور فتویٰ دیا کہ عورت جدا ہوگئی۔(ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۶)

(۲)حدثنا ابراهیم بن مرزوق...... عن مالک بن الحارث قال جاء رجل الیٰ ابن عباس فقال ان عمی طلق امرأته ثلاثاً فقال ان عمک عصی اللّٰہ فاثمه' اللّٰہ واطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجاً فقلت کیف تریٰ فی رجل یحلها له فقال من یخادع اللّٰہ یخادعه (طحاوی شریف ج ۲ ص

۲۹ باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا معاً)(مصنف ابن ابی شیبه ج۵ ص ۱۱)(فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۲)(سنن سعید بن منصور ج۳ ص ۲۵۸ قسم اول رقم الحدیث نمبر ۱۰۶۴.۱۰۶۵)(اغاثة اللهفان ص ۱۴۶ مبحث التحلیل فصل فی الآثار)

مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور کہا میرے چچا اپنی عورت کو دفعۃً تین طلاقیں دے بیٹھے ہیں ابن عباسؓ نے فرمایا تیرے چچا نے خدا کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی اور آپ نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکالی۔ مالک بن الحارث فرماتے ہیں میں نے عرض کیا آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس عورت کو اس شوہر کے لئے حلال کرے آپ نے فرمایا جو اللہ سے چالبازی کرے گا اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا۔

(۳)مالک انه بلغه ان رجلاً قال لا بن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فما ذا تریٰ علی فقال له ابن عباس طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزواً(مؤطا امام مالک ص ۱۹۹ باب ماجآء فی البتة)(فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰)(زاد المعاد ج۲ ص ۲۵۹ بحواله مصنف عبد الرزاق)(طحاوی ج۲ ص ۳۰)(دار قطنی ج۲ ص ۴۳۰)

ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے تو عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے ۹۷ طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیات کا تمسخر کیا۔

(۴)قال وحدثنا ابن المبارک انا سفیان وعبد الرزاق عن الثوری عن عمرو بن مرة عن سعید بن جبیر قال جاء ابن عباس رجل فقال طلقت امرأتی الفاً فقال ابن عباس ثلاث تحرمها علیک وبقیتها علیک وزراً تخذت آیات اللّٰه هزواً (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۷.۳۹۸)(دارقطنی ج۲ ص ۴۳۰)(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۱۳) (محلیٰ ابن حزم ج۱۰ ص ۱۷۲)(سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۲)

(۵)حدثنا ابو محمد بن صاعد ......عن سعید بن جبیر و مجاهد عن ابن عباس انه سئل عن رجل طلق امرأته عدد النجوم فقال أخطأ السنة حرمت علیه امرأته (دارقطنی ج۲ ص ۴۳۳)

(۶)سئل ابن عباس عن رجل طلق امرأته عدد النجوم قال انما یکفیه رأس الجوزاء (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۶)

ابن عباسؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی عورت کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دی ہوں تو آپ نے فرمایا اسنے سنت طریقہ کے خلاف کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔

(۷)حدثنا ابو بکر ......عن رجل عن الا نصار یقال له معاویة ان ابن عباس و اباهریرة وعائشة قالوا لا تحل حتی تنکح زوجاً غیره .(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۲ فی الرجل

یتزوج المرأة ثم یطلقها)

(۸)حدثنا ابو بکر قال ناعباد بن العوام عن هارون بن عنزه عن ابیه قال کنت جالساً عند ابن عباس فأتاه رجل فقال یا ابن عباس انه طلق امرأته مائة مرة وانما قلتها مرةً واحدةً فتبین منی بثلاث "أم" هی واحدة؟فقال بانت بثلاث و علیک وزر سبعة وتسعین. (مصنف ابن ابی شیبة ج ۵ ص ۱۳)

ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا ابن عباس! میں نے اپنی عورت کو سو ۱۰۰ طلاقیں ایک ہی دفعہ دے دی ہیں کیا وہ مجھ سے تین طلاقوں سے الگ ہو جائے گی یا وہ ایک ہی طلاق شمار ہوگی؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے عورت جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے ۹۷ تم پر وزر (بوجھ) ہیں۔ یہی فتویٰ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کا بھی ہے ...... تین طلاق کو ایک کہنے والے ان روایات کو بنظر انصاف دیکھیں اور پھر فیصلہ کریں کون عامل بالحدیث ہے؟ مقلدین یا غیر مقلدین؟

(۹)عبدالرزاق...... ان رجلاً قال لا بن عباس رجل طلق امرأته مائةً فقال ابن عباس یأخذ من ذلک ثلاثاً ویدع سبعاً وتسعین. (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۶ باب المطلق ثلاثاً.

یعنی! ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا، ایک آدمی نے اپنی عورت کو سو ۱۰۰ طلاقیں دے دی ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ان میں سے تین لے لو اور بقیہ ستانوے ۹۷ چھوڑ دو۔

(۱۰)عبدالرزاق ...... ان رجلاً جاء الیٰ ابن عباس فقال طلقت امرأتی ألفاً فقال تأخذ ثلاثاً وتدع تسع مائة وسبعة وتسعین. (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۶ ایضاً)

ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان میں سے تین لے لو (کہ عورت کے حرام ہونے کے لئے تین ہی کافی ہیں اور مرد تین ہی طلاق کا مالک ہے) اور بقیہ ۹۹۷ چھوڑ دو۔

(۱۱)محمد قال اخبرنا ابو حنیفة ...... عن عطاء ان رجلاً جاء عند ابن عباس فقال طلقت امرأتی ثلاثاً قال یذهب احدکم یتلطخ بالا ثم فیأتی بعده عند نا اذهب انت عصیت ربک فقد حرمت علیک امرأتک لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیرک. (کتاب الآثار للامام محمد ص ۲۲۰، ۲۲۱ مترجم)

عطاء فرماتے ہیں ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ فرمایا تم جیسے لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ گندگی سے پوری طرح آلودہ ہو جاتے ہو پھر ہمارے پاس آتے ہو، چلے جاؤ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تم پر تمہاری بیوی حرام ہوگئی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (کتاب الآثار ج۲ ص ۳۰)

(۱۲)عن محمد بن ایاس ان ابن عباس واباهریرة وعبداللہبن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثاً فکلهم قالوا لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره. (ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۶ باب بقیة نسخ المراجعةبعد التطلیقات الثلاث)(زاد المعاد ج ۲ ص ۲۵۹)(طحاوی شریف ج ۲ ص ۳۰)

محمد ابن ایاس فرماتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین سے سوال

کیا گیا کہ غیر مدخولہ کو اس کا شوہر (مجتمعاً) تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟ ان تینوں حضرات نے متفقہ طور پر فرمایا کہ وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۱۳) اخبرنا مالک ...... عن محمد بن ایاس بن بکیر انه قال طلق رجل امرأته ثلاثاً قبل ان یدخل بها ثم بدأ له ان ینکحها فجاء یستفتی قال فذهب معه فسأل أبا هریرة وابن عباس فقالا لا ینکحها حتی تنکح زوجاً غیره فقال انما کان طلاقی ایاها واحدةً قال ابن عباس ارسلت من یدک ما کان لک من فضل (موطا امام محمد ص ۲۰۳ باب الرجل یطلق امرأته ثلثا قبل ان یدخل بها) (فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰) (طحاوی شریف ج۲ ص ۲۹) (سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۵) (موطا امام مالک ص ۲۰۷)

محمد بن ایاس بن بکیر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے صحبت سے قبل ہی اپنی منکوحہ کو تین طلاقیں دے دیں پھر چاہا کہ اس سے نکاح کرلے اس لئے فتویٰ دریافت کرنے کے لئے نکلا محمد بن ایاس فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہوگیا، وہ ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ کے پاس گیا، دونوں نے فرمایا اب تم اس سے نکاح نہیں کرسکتے جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے، اس شخص نے کہا میری نیت ایک طلاق کی تھی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا تو نے خود ہی (**انت طالق ثلاثا** کہہ کر) وہ گنجائش ختم کردی جو تجھے حاصل تھی۔

(۱۴) حدثنا ابو بکر ...... عن محمد بن ایاس بن بکیر عن ابی هریرة وابن عباس وعائشة فی الرجل یطلق امرأته ثلاثاً قبل ان یدخل بها قالوا لاتحل له حتی تنکح زوجاً غیره (مصنف ابن ابی شیبه فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها ج۵ ص ۲۳)

محمد ابن ایاس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اس شخص کے متعلق جو نئی عورت کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دے دے فرماتے ہیں کہ وہ اس شخص کے لئے حلال نہیں تا آنکہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۱۵) عبدالرزاق عن ابن جریج قال قال مجاهد عن ابن عباسؓ قال قال له رجل یاآبا عباس! طلقت امرأتی ثلاثاً فقال ابن عباس : یاآبا عباس! یطلق احدکم فیستحمق ثم یقول یا أبا عباس! عصیت ربک فارقت امرأتک (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۷ باب المطلق ثلاثا)

مجاہد ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے کہا اے ابوعباس! میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں، ابن عباسؓ نے فرمایا: تم میں سے ایک بیوقوفی کر کے طلاق دے دیتا ہے پھر یہ کہتے پھرتے ہو اے ابوعباس! اے ابوعباس! تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۷ باب طلاق البکر)

(۱۶) ایک روایت آثار ابن عمرؓ میں آرہی ہے۔ ابن عباس، ابوہریرہ اور ابن عمر سے غیر مدخولہ عورت کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر اس کو شوہر صحبت سے قبل تین طلاقیں (ایک ساتھ) دے دے تو ان تمام حضرات نے فرمایا اب وہ اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۳)

یہ ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ۔ ان کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ عامل بالحدیث کون ہے؟ اور کیا ابن عباس کی روایت کا مطلب وہی ہے جو غیر مقلدین سمجھ رہے ہیں؟ ان فتاویٰ سے واضح ہوتا ہے کہ ان عباس کی حدیث کا ہرگز وہ مطلب نہیں۔ جو غیر مقلدین سمجھتے ہیں۔ فافہم وتدبر۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آثار:

(۱) عن نافع وکان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثاً قال لو طلقت مرةً او مرتین فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا (ای بالمراجعة) فان طلقھا ثلاثاً حرمت حتی تنکح زوجاً غیرہ (بخاری شریف ج۲ ص ۷۹۲ و ج۲ ص ۸۳۰ باب من اجاز طلاق الثلاث)

حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں تو آپ جواب دیا کرتے اگر ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی (تو رجعت کر سکتا اس لئے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اسی کا (رجعت کا) حکم دیا تھا لیکن اگر تین طلاقیں دے دی ہیں تو وہ حرام ہوگئی جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (بخاری شریف)

(۲) مسلم شریف میں بھی آپ کا فتویٰ ہے۔ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ...... اما انت طلقتھا ثلاثاً فقد عصیت ربک فیما امرک بہ من طلاق امرأتک وبانت منک (مسلم شریف ج۱ ص ۴۷۶ باب طلاق الثلاث) (دار قطنی ج۲ ص ۴۳۶)

ابن عمرؓ فرماتے ہیں..... اگر تین طلاقیں دے دیں تو تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی (کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں) اور تیری عورت تجھ سے بائنہ (علیحدہ) ہوگئی۔ (مسلم شریف)

(۳) وکان عبداللہ اذا سئل عن ذلک قال لا حدھم اما انت طلقت امرأتک مرةً او مرتین فال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا وان کنت طلقتھا ثلاثاً فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجاً غیرک وعصیت اللہ فیما امرک من طلاق امرأتک (مسلم شریف ج۱ ص ۴۷۶ ایضاً)

جب ابن عمرؓ سے تین طلاقوں کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ فرماتے اگر تم نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں (تو رجعت کا حق ہے) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رجعت کا حکم فرمایا تھا اور اگر تم نے تین طلاقیں دے دیں تو تم پر عورت حرام ہوگئی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے اور عورتوں کو طلاق دینے کے متعلق خدا کی جو ہدایات ہیں اس میں تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی (مسلم شریف)۔

(۴) حدثنا سعید المقبری قال جاء رجل الیٰ عبداللہ بن عمرو انا عندہ فقال یا ابا عبد الرحمن انہ طلق امرأتہ مأة مرة قال بانت منک بثلاث وسبعة وتسعون یحاسبک اللہ بھا یوم القیامة. (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۱۴ فی الرجل یطلق امرأتہ مأتہ او الفافی قول واحد)

ایک شخص ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن میں نے اپنی بیوی کو سو۱۰۰ طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا تین سے تو عورت جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے طلاقوں کے متعلق قیامت کے دن اللہ محاسبہ کرے گا۔

(۵)حدثنا ابوبکر قال نا اسباط بن محمد عن اشعث عن نافع قال قال ابن عمر من طلاق امرأته ثلاثاً فقد عصیٰ ربه' وبانت منه امرأته'. (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۱۱ من کره ان یطلق الرجل امرأته ثلاثا الخ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور عورت اس سے جدا ہوگئی۔

(۶)عن سالم عن ابن عمر قال من طلق امرأته ثلاثاً طلقت وعصیٰ ربه' (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۵ باب المطلق ثلاثا)

ابن عمر فرماتے ہیں جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ مطلقہ ہو جائے گی اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۹۵)

(۷)عبدالرزاق...... عن محمد بن ابی ایاس ابن البکیر ان ابن عباس رضی اللہ عنه وابا هریرة رضی اللہ عنه سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثاً فکلهم قالوا لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۳ باب طلاق البکر)

ابن عباس، ابو ہریرہ، اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے دریافت کیا گیا کہ اگر غیر مدخولہ کو اس کا شوہر تین طلاقیں (ایک ساتھ) دے دے (تو کیا حکم ہے؟) ان تینوں حضرات نے فرمایا وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں تا کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

(۸)عن ابی وائل عن عبداللہ انه قال فیمن طلق امرأته' ثلاثاً قبل ان یدخل بها قال لا تحل حتی تنکح زوجاً غیره (طحاوی شریف ج۲ ص ۳۱ باب الرجل یطلق امرأته ثلاثاً معاً)

عبداللہ بن عمرؓ اس شخص کے متعلق جو اپنی عورت کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دے فرماتے ہیں کہ وہ عورت اب اس کے لئے حلال نہیں تاآنکہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

(۹)عن علقمة عن عبداللہ انه سئل عن رجل طلق امرأته مائةً قال ثلاث تبینها منک وسائرهن عدوان. (طحاوی شریف ج۲ ص ۳۱ ایضاً)

عبداللہ بن عمرؓ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو اپنی عورت کو سو ۱۰۰ طلاقیں دے دے تو آپ نے فرمایا تین طلاقیں عورت کو مرد سے جدا کر دیں گی اور بقیہ زیادتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت جس کو بخاری، مسلم وغیرہ نے روایت کیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن عمرؓ کے بیان کے مطابق رسول اللہ ﷺ ان تین طلاقوں کے نفاذ کا حکم فرما رہے ہیں جو غیر مسنون طریقہ پر ایک ہی وقت دے دی جائیں۔ اگر مسنون طریقہ پر دی جائیں تو خدا کی نافرمانی اور گناہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الحاصل تین طلاق ایک ساتھ دینا یقیناً مذموم ہے اور سنت طریقہ کے خلاف ہے لیکن اگر کوئی دے دے گا تو نافذ ہو جائیں گی اور وہ شخص گنہگار بھی ہوگا اور عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔ شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے آثار:

(۱) حدثنا یونس ...... عن عطاء بن یسار انه جاء رجل الی عبداللّٰہ بن عمرو فسأله عن رجل طلق امرأته ثلاثاً قبل ان یمسها قال عطاء فقلت له طلاق البکر واحدة فقال عبداللّٰہ انما انت قاص الواحدة تبینها والثلاث تحرمها حتی تنکح زوجاً غیره (طحاوی شریف ج۲ ص ۳۰) (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۲) (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۴)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس آیا اور اس شخص کے متعلق سوال کیا جس نے صحبت سے قبل عورت کو تین طلاقیں دے دی ہوں، عطاء فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو سے کہا کہ غیر مدخولہ پر تو ایک طلاق واقع ہوئی ہے، عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا تو نرا واعظ اور قصہ گو ہے، پھر فرمایا کہ غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائنہ ہوجائے گی (یعنی اس طرح علیحدہ ہوجائے گی کہ رجوع جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے شرعی حلالہ کی ضرورت نہیں) اور تین طلاقوں سے ایسی حرام ہوجائے گی کہ جب تک دوسرے نکاح نہ کرے حلال نہ ہوگی۔

(۲) حدثنا فهد ...... عن عطاء بن یسار عن عبداللّٰہ بن عمرو قال الواحدة تبینها والثلاث تحرمها (طحاویؒ شریف ج۲ ص ۳۰) (موطا امام مالک ص ۲۰۷) (سنن سعید بن منصور ج۳ ص ۳۶۵ قسم اول رقم الحدیث نمبر ۱۰۹۵)

یعنی (ایک شخص نے پوچھا کہ کوئی اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا کہ اس کی عورت ایک طلاق سے بائنہ ہوجائے گی اور تین سے حرام ہوجائے گی (بدون شرعی حلالہ حلال نہ ہوگی۔)

(۳) عن محمد بن ایاس ان ابن عباس وابا هریرة وعبداللّٰہ بن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثاً فکلهم قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره (ابو داؤد شریف ج۱ ص ۳۰۶ باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث) (زاد المعاد ج۲ ص ۲۵۹) (سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۵ (کذا فی المصنف لعبد الرزاق ج۶ ص ۳۳۵ عن الزهری)

ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، اور عبداللہ بن عمروؓ سے غیر مدخولہ کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر اس کو شوہر تین طلاقیں [illegible] تو کیا حکم ہے؟ تمام [illegible] کے لئے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ کے آثار وفتاویٰ:

(۱) عن محمد بن ایاس ان ابن عباس وابا هریرة وعبداللّٰہ بن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثاً فکلهم قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره . (ابو داؤد شریف ج۱

ص ۳۰۶ باب بقیة نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث) (زاد المعاد ج۲ ص ۲۵۹)(سنن بیهقی ج۷ ص ۳۳۵ (كذا فی المصنف لعبد الرزاق ج۶ ص ۳۳۵ عن الزهری)

ابن عباسؓ ابو ہریرۂ، اور عبداللہ بن عمروؓ سے غیر مدخولہ کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر اس کو شوہر تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟ تمام نے کہا وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

(۲) اخبرنا مالک ...... عن محمد بن ایاس بن بکیر قال طلق رجل امراتهٔ ثلاثاً قبل ان یدخل بها ثم بدله ان ینکحها فجاء یستفتی قال فذهب معله فسأل اباهريرة و ابن عباس فقال لاینکحها حتی تنکح زوجاً غیرهٔ فقل انما طلاقی ایاها واحدة قال ابن عباس ارسلت من یدک ماكان لک ن فضلٍ (موطا امام محمدص ۲۰۳) فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۰)(طحاوی ج۲ ص ۲۹) (موطاامام مالک ص۷ ۲۰ (سنن بیهقی ج۷ص ۳۲۵)

اس اثر کا ترجمہ آثار ابن عباس میں اثر نمبر ۱۳ پر گزر چکا ہے۔

(۳) حدثنا یونس ...... عن معاوية بن ابی عیاش الأنصاری انه كان جالساً مع عبداللہ بن الزبیر وعاصم بن عمر فجاء هما محمد بن ایاس بن البكیر فقال ان رجلاً من اهل البادية طلق امرأته ثلاثاً قبل ان يد خل بها فما ذا تريان فقال ابن الزبير ان هذا الا مر ما لنافيه من قول فاذهب الیٰ ابن عباس وأبی هريرة فاسئلهما ثم ائتنا فاخبر نا فذهب فسألهما فقال ابن عباس لأبی هريرة افته يا أبا هريرة فقد جاء تک معضلة فقال أبوهريرة الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتی تنكح زوجاً غيره (طحاوی شریف ج۲ ص ۲۹. ۳۰ باب الرجل يطلق امرأته ثلثا قبل ان يد خل بها)(مؤطا امام مالک ص ۲۰۸)(سنن بيهقی ج۷ ص ۳۳۵) (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۴ عن محمد بن عبدالرحمن وفيه فقال ابن عباس زينتها يا أبا هريرة)

ترجمہ: معاویہ بن ابی عیاش کا بیان ہے کہ میں عبداللہ بن زبیرؓ اور عاصم بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ محمد بن ایاس ان کے پاس آئے اور کہا اہل بادیہ میں سے ایک شخص نے اپنی زوجہ کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دے دی ہیں آپ دونوں اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ ابن زبیرؓ نے فرمایا اس سلسلہ میں ہم کچھ نہیں کہتے تم ابن عباس اور ابو ہریرہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے مسئلہ دریافت کرو اور وہ دونوں جو جواب دیں اس سے ہم کو بھی مطلع کرنا۔ محمد بن ایاس ان دونوں کے پاس گئے ابن عباسؓ نے ابو ہریرۂ سے فرمایا ان کو فتویٰ دو یہ مشکل (الجھن) تمہارے پاس آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرۂ نے فرمایا ایک طلاق عورت کو مرد سے علیٰحدہ کردے گی اور تین طلاقیں اس کو حرام کردیں گی جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پہلے مرد کے لئے حلال نہ ہوگی۔

(۴) حدثنا ابو بكر ...... عن محمد بن ایاس بن بكير عن ابی هريرة و ابن عباس وعائشة فی الرجل يطلق امرأته قبل ان يدخل بها قالوا لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره (مصنف عبدالرزاق عن ابی سلمة ج۶ ص ۳۳۴ باب طلاق البكر)(مصنف ابن ابی شیبه ج۵ ص ۲۳)

حضرت ابو ہریرۂ، حضرت ابن عباسؓ، اور حضرت عائشہؓ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو بیوی کو صحبت

سے قبل طلاق دے دے ان تینوں حضرات نے فرمایا اب وہ عورت مرد کے لئے حلال نہیں جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک فتویٰ آ ثار ابن عمرؓ میں اثر نمبر ۷ پر گذرا ہے اس میں حضرت ابو ہریرہؓ ابن عمرؓ کے ساتھ شریک ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص۳۳۳ باب طلاق البکر)

(۹) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آ ثار:

(۱) حدثنا ابوبکر ...... عن محمد بن ایاس بن بکیر عن ابی ھریرۃ و ابن عباس و عائشۃ وعبداللہبن عمرو بن العاص سئلوا عن البکر یطلقھازوجھا ثلاثا فکلھم قالو ا لا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۵ ص ۲۳ فی الرجل یتزوج المرأۃ ثم یطلقھا)(مصنف عبدالرزاق عن ابی سلمۃ ج۶ ص ۳۳۴)

اس اثر کا ترجمہ آ ثار ابو ہریرہؓ کے اثر نمبر ا پر گذر گیا۔

(۲) حدثنا ابو بکر ...... عن رجل من الأ نصار یقال لہ معاویۃ ان ابن عباس و ابا ھریرۃ وعائشۃ قالوا لا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۵ ص ۲۲ ایضاً)

معاویہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس ، ابو ہریرہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے (اس عورت کے متعلق جس کو تین طلاقیں دے دی گئی ہوں) فرمایا کہ اب وہ عورت شوہر کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرا نکاح نہ کرے۔

(۳) مالک عن یحییٰ بن سعید ...... عن معاویۃ بن ابی عیاش الأ نصاری انہ کان جالساً مع عبداللہبن الزبیر وعاصم بن عمر قال فجاء ھما محمد بن ایاس بن بکیر فقال ان رجلاً من اھل البادیۃ طلق امرأتہ ثلاثاً قبل ان یدخل بھا فما ذا تریان فقال عبداللہبن الزبیر ان ھذا الأمر مالنا فیہ من قول فاذھب الی عبداللہ بن عباس و ابی ھریرۃ فانی ترکتھما عند عائشۃ فاسئلھما ثم أ تنا فاخبر نا فذھب فسأ لھما فقال ابن عباس لا بی ھریرۃ أفتہ یا أ با ھریرۃ فقد جاء تک معضلۃ فقال ابو ھریرۃ الواحدۃ تبینھا و الثلاث تحرمھا حتی تنکح زوجاً غیرہ وقال ابن عباس مثل ذلک. (موطا امام مالک ص ۲۰۸ باب طلاق البکر)(طحاوی ج۲ ص ۲۹. ۳۰)(بیھقی ج ۷ ص ۳۳۵)

اس کا ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ کے آ ثار میں اثر نمبر ۳ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۰) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اثر:

حدثنا ابو بکر قال نا عبداللہبن نمیر عن اشعث عن ابی الزبیر عن جابر قال سمعت ام سلمۃ سئلت عن رجل طلق امرأتہ ثلاثاً قبل ان یدخل بھا فقالت لا تحل لہ یطأ ھا

زوجها .(مصنف ابن ابن شيبة ج۵ ص ۲۲ فى الرجل ينزوج المرأة ثم يطلقها)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دے دی ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ اب اس شوہر کے لئے حلال نہیں کہ اس سے وطی کرے۔

(۱۱) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اثر:

حدثنا ابو بكر قال نا غندر وعن شعبة عن طارق عن قيس بن ابى حازم انه سمعه يحدث عن المغيرة بن شعبة انه سئل عن رجل طلق امرأته مائةً فقال: ثلاث تحرمها عليه وسبعة وتسعون فضل .(مصنف ابن ابى شيبة ج۵ ص ۱۳ .۱۴ فى الرجل يطلق امرأته)(اغاثةاللهفان ص ۳۲۹ عن بيهقى)

طارق فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو سو ۱۰۰ طلاقیں دے دی ہوں تو آپ نے جواب دیا کہ تین طلاقوں نے عورت کو شوہر پر حرام کر دیا اور بقیہ ستانوے فاضل اور بیکار ہیں۔

(۱۲) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا اثر:

حدثنا ابو بكر قال نا سهل بن يوسف عن حميد عن واقع قال سئل عمران بن حصين عن رجل طلاق امرأته ثلاثاً فى مجلس قال أثم بربه وحرمت عليه امرأته .(مصنف ابن ابى شيبة ج۵ ص ۱۰ . ۱۱ من كره ان يطلق الرجل امرأته ثلاثا الخ)(احكام القرآن للجصاصؒ ج ۱ ص ۳۸۳)(اغاثة اللهفان ص ۳۷۱)

عمران بن حصین سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی ہو تو آپ نے فرمایا اس نے گناہ کا کام کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی۔

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر:

حدثنا سعيد قال ناسفيان عن شفيق سمع أنس بن مالك يقول فى الرجل يطلق امرأته ثلاثاً قبل ان يدخل بها قال: هى ثلاث، لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره وكان عمره اذا أتى به اوجعه .(سنن سعيد بن منصور ج۳ ص ۲۶۰ قسم اول .رقم الحديث نمبر ۱۰۷۴)(طحاوى ج ۲ ص ۳۰)(مصنف ابن ابى شيبة ج۵ ص ۲۴ .)

شفیق فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ اس شخص کے متعلق جو صحبت سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے فرماتے تھے یہ تین طلاقیں ہیں، اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا تو آپ اس کو سزا دیتے۔

(۱۴) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر:

عبد الرزاق عن أبی سلیمان عن الحسن بن صالح عن مطرف عن الحکم ان علیا رضی اللّٰہ عنہ وابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ وزید بن ثابت رضی اللّٰہ عنہ . رضی اللّٰہ عنہم اجمعین .قالوا: اذا طلق البکر ثلاثاً ، فجمعھا لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ، فان فرقھا بانت بالاولیٰ ولم تکن الاخریین شیئا (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۶ باب طلاق البکر)(سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۶۲ قسم اول. رقم الحدیث نمبر ۱۰۸۰)

ترجمہ: مرد غیر مدخولہ عورت کو بیک لفظ تین طلاقیں دے دے تو وہ شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ لیکن اگر الگ الگ لفظوں میں تین طلاقیں دی ہیں تو پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی اور بقیہ دو طلاقیں کالعدم ہو جائیں گی۔

(نوٹ)

غیر مدخولہ عورت کا یہی حکم احناف کے یہاں ہے۔ کہ اگر اس کو اس طرح طلاق دی جائے کہ ”تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔“ تو وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی ، بعد کی دو طلاقیں کالعدم ہوں گی۔ لیکن اگر کسی نے غیر مدخولہ عورت کو اس طرح طلاق دی کہ ”تجھے تین طلاق ہے۔“ تو تینوں واقعہ ہو جائیں گی ، اور عورت بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی۔

(۱۵) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

یہ فتویٰ ہم احادیث مرفوعہ میں حدیث نمبر ۳ پر نقل کر چکے ہیں جس میں حضرت حسنؓ کا ارشاد ہے:۔

لو لا انی ابنت الطلاق لھا لراجعتھا لکنی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ایما رجل طلق امرأتہ ثلاثاً عند کل طھر تطلیقۃً او عند رأس کل شھر تطلیقۃ او طلقھا ثلاثا جمیعا لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ .(دار قطنی ج ۲ ص ۴۳۸)(سنن بیھقی ج ۷ ص ۳۳۶)

ترجمہ وہی ملاحظہ کر لیا جائے۔ اس کی سند کے متعلق علامہ ابن رجبؒ فرماتے ہیں: اسنادہٗ صحیح۔ بحوالہ کتاب الاشفاق۔

آثار تابعین

حضرت عبداللہ بن مغفل رحمہ اللہ کا فتویٰ:

حدثنا ابو بکر قال نا علی بن مسهر عن اسماعیل عن الشعبی عن ابن مغفل فی رجل طلق امرأته قبل ان یدخل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره .(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۳ فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها)

فرمایا جو شخص اپنی منکوحہ کو صحبت سے قبل طلاق دے دی تو اب وہ اس مرد کے لئے حلال نہیں جب تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

مزید

(۱) حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کے آثار:

شریح رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قاضی تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد سے لے کر حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہد تک برابر قاضی رہے، بڑے بلند پایہ تابعی ہیں۔

(۱) حدثنا ابوبکر قال نا وکیع عن اسماعیل عن الشعبی عن الشریح قال (رجل) انی طلقتها مائة قال بانت منک بثلاث وسائرهن اسراف ومعصیة(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۱۴ فی الرجل یطلق امرأته مأته او الفاالخ)

شعبی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے شریح سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو۱۰۰ طلاقیں دے دی ہیں، قاضی شریح نے فرمایا عورت تین طلاق سے تم سے جدا ہوگئی باقی ستانوے اسراف اور معصیت ہیں۔

(۲) عن الشعبی انه قال : قال رجل لشریح القاضی طلقت امرأتی مائةً فقال شریح بانت منک بثلاث وسبع وتسعون اسراف ومعصیة .(محلیٰ ج ۲ ص ۱۷۳ احکام الطلاق)

(۲) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے فتاویٰ:

(۱) حدثنا ابو بکر قال نا جریر عن مغیرة عن ابراهیم فی الرجل یتزوج المرأة فیطلقها ثلاثاً قبل ان یدخل بها قال ان کان (قال) طالق ثلاثاً کلمة واحدةلم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره او اذا طلقها طلاقاً متصلاً فهو کذلک .(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۳ فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها)

مغیرہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور صحبت سے قبل ہی تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اگر ایک جملہ میں تین طلاقیں دی ہیں (یعنی اس طرح کہا ہے کہ ”تجھے تین طلاق“)

تو عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۲)حدثنا ابو بکر قال نا محمد بن فضیل عن حصین عن ابراهیم قال اذا طلقها ثلاثاً قبل ان ید خل بها لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره.(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۳

فرمایا کہ جب کوئی شخص عورت کو صحبت سے قبل تین طلاقیں دے دے تو اب وہ اس کے لئے حلال نہیں تاآنکہ دوسرے سے نکاح کرے۔

(۳)حدثنا ابوبکر قال(حدثت) عن جریر عن مغیرة عن حماد عن ابراهیم قال اذا خیّرها ثلاثاً فاختارت مر ةً فهی ثلاث.(مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۶۵ فی الرجل یخیر امرأته ثلاثاً فتختار مرة)

فرماتے ہیں جب شوہر عورت کو تین طلاقوں کا اختیار دے دے پھر عورت ایک ہی مرتبہ تینوں طلاقوں کو اختیار کرلے تو عورت پر تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

(۴)عبدالرزاق...... عن ابراهیم قال اذا طلق الرجل ثلاثاً ولم ید خل فقد بانت منه حتی تنکح زوجاً غیره الخ .(مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۲. ۳۳۳ باب طلاق البکر)(اخرجه سعید بن منصور عن ابراهیم ج۳ ص ۲۶۱ قسم اول . رقم الحدیث ص ۱۰۷۸ ایضاً ص ۲۶۳)

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں جب مرد اپنی بیوی کو صحبت سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو اب وہ اس سے علیحدہ ہوگئی (اور اس پر حرام ہے) تاآنکہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۳) حضرت مکحول رحمہ اللہ کا اثر:

حدثنا ابو بکر قال نا حاتم بن ورد عن مکحول فیمن طلق امرأته قبل ان ید خل بها انها لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره.(مصنف ابن ابی شیبة ج۶ ص ۳۰)

مکحول فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کو صحبت سے قبل طلاق دے دے تو جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے اس کے لئے حلال نہیں۔

(۴) حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے آثار:

(۱)حدثنا ابو بکر قال نا عبد الأعلی عن سعید عن قتادة عن الحسن وهو قول قتادة انهما قالا اذا قال الرجل لا مرأته اعتدی ثلاثاً لم نحل له حتی تنکح زوجاً غیره(مصنف ابن ابی شیبة ص ۳۰ ج. ۵۰ ما قالوا اذا قال اعتدی ثلاثاً)

(۲)عبدالرزاق عن معمر عن قتادة فی رجل قال لا مرأته اعتدی، اعتدی، اعتدی هی ثلاث...... الخ .(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۶۴ باب قوله اعتدی)

دونوں اثروں کا مطلب یہ ہے کہ جب شوہر بیوی کو اعتدی، اعتدی، اعتدی، تین مرتبہ کہے تو تین

طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور عورت بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی۔

(۵) امام شعبی رحمہ اللہ کے آثار:

(۱) حدثنا ابو بکر قال نا عبدة بن سلیمان عن عاصم عن الشعبی فی رجل یطلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۳ فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها)

ترجمہ واضح ہے۔

(۲) حدثنا ابو بکر قال نا غندر عن شعبة عن عبداللّٰہ بن ابی السفر عن الشعبی فی رجل اراد ان تبین منه امرأته قال یطلقها ثلاثاً. (مصنف ابن ابی شبة ج۵ ص ۱۲ من رخص للرجل ان یطلق ثلاثا فی مجلس) (سنن سعید بن منصور ج۳ ص ۲۶۰) قسم اول. رقم الحدیث نمبر ۱۰۷۲ ایضاً رقم الحدیث نمبر ۱۰۹۱)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اس کی بیوی بالکل اس سے علیحدہ ہوجائے۔ وہ اس کو تین طلاقیں دے دے۔

(۳) حدثنا ابو بکر قال نا ابو الأحوص عن مغیرة عن الشعبی فی رجل خیر امرأته ثلاث مرار فاختارت نفسها مرةً واحدةً قال بانت منه بثلاث (مصنف ابی ابی شیبة ج۵ ص ۶۴ فی الرجل یخیر امرأته ثلاثا فتختار مرة)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں جو شخص اپنی زوجہ کو تین مرتبہ طلاق دینے کا اختیار دے دے اور عورت ایک ہی مرتبہ اپنے اوپر تین طلاقیں واقع کردے تو (تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور) بیوی اس سے جدا ہوجائے گی۔

(۴) عبدالرزاق عن معمر عن عطاء بن السائب عن الشعبی مثله (قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثاً جمیعاً ولم یدخل قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره.) (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۶ باب طلاق البکر.

امام شعبیؒ فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے تو اب عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۶) امام زہری رحمہ اللہ کے آثار:

(۱) حدثنا ابو بکر قال نا عبدالأعلیٰ عن معمر عن الزهری فی رجل طلق امرأته ثلاثاً جمیعاً قال ان من فعل فقد عصیٰ ربه وبانت منه امرأته. (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۱۱ من کره ان یطلق الرجل امرأته ثلاثا الخ)

امام زہریؒ اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے فرماتے ہیں جو اس طرح

طلاق دے اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی عورت اس سے جدا ہوگئی۔''

(۲)عن معمر عن ایوب قال دخل الحکم ابن عتیبة علی الزهری بمکة و انا معه فسألوه عن البکر تطلق ثلاثاً قال : سئل عن ذلک ابن عباس ، وابو هریرة، وعبدالله بن عمرو فکلهم قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره الخ .(مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۵)

ایوب فرماتے ہیں کہ حکم بن عتیبہ مکہ مکرمہ میں امام زہریؒ کی خدمت میں گئے میں بھی حکم کے ساتھ تھا، انہوں نے امام زہری سے سوال کیا کہ کوئی شخص غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دے دے تو؟ آپ نے فرمایا یہی سوال حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی کیا گیا تھا تو ان تمام نے فرمایا تھا کہ عورت اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے۔

(۳)وکان عمرو ابو هریرة وابن عباس وابن شهاب وغیرهم یقولون من طلق امرأته قبل الدخول بها ثلاثاً لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره الخ (کشف الغمة للشعرانی ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور ابن شہاب زہری وغیرہ فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو اب وہ عورت بغیر حلالہ کے اس کے لئے حلال نہیں۔

(۷) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے آثار:

(۱)حدثنا ابو بکر قال نا وکیع عن الفضل ...... عن الحسن قال جاء رجل الی الحسن فقال انی طلقت امرأتی الفاً قال بانت منک العجوز .(مصنف ابن ابی شیبه ج۵ ص ۱۴ فی الرجل یطلق امرأته مأته الخ)

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا وہ عورت تم سے جدا ہوگئی۔

(۲)حدثنا سعید قال نا حزم بن حزم قال سمعت الحسن سأله رجل فقال یا أبا سعید رجل طلق امرأته البارحة ثلاثاً وهو شارب فقال یجلد ثمانین وبرئت منه .(سنن سعید بن منصور ج۳ ص۲۶۰۔۲۶۱ قسم اول .رقم الحدیث نمبر ۱۱۰۰ ایضاً ج۳ ص ۲۶۳. ۲۶۴ قسم اول .رقم الحدیث نمبر ۱۰۸۸)

حزم بن حزم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حسن بصری سے مسئلہ پوچھا کہ گذشتہ رات ایک شخص نے اپنی بیوی کو نشہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کو اسی ۸۰ کوڑے لگائے جائیں اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہوگئی۔

(۸) حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ (۹) حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (۱۰) حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کے آثار:

حدثنا ابو بکر قال نا عبدالا علی عن سعید عن قتادة عن سعید بن المسیب وسعید بن جبیر وحمید بن عبدالرحمان قالوا لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره. (مصنف ابن ابی شیبة ج۵ ص ۲۴ فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها) (کذا عن سعید بن جبیر مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۳۴ من قال اذ طلق امرأته ثلاثا وهی حامل الخ)

مذکورہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو عورت بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی۔

(۱۱) حضرت مصعب بن سعید رحمہ اللہ
(۱۱) حضرت ابی ملک رحمہ اللہ
(۱۳) حضرت عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ کے آثار

حدثنا ابوبکر قال نا وکیع عن سفیان عن منصور عن ابراهیم وعن جابربن عامر وعن عمران بن مسلم عن ابن عفان وابی ملک وعبداللہ بن شداد قالوا اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا وهی حامل لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره. (مصنف ابن ابی شیبة ج:۵ ص:۴۳)

مذکورہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی حاملہ عورت کو تین طلاقیں دے دے تو جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اس کے لئے حلال نہیں۔

(۱۴) حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا اثر:

عبد الرزاق عن ابن جریج قال قلت لعطاء البتة، قال یدین فان اراد ثلاثاً فثلاث وان ارادواحدةً فواحدةً (مصنف عبدالرزاق ج۶ ص ۳۵۵ باب البتة والخلیة)

ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دے دے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر اس لفظ سے تین طلاقوں کا ارادہ کرے گا تو تین واقع ہوں گی اور اگر ایک کا ارادہ کرے گا تو ایک واقع ہوگی۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ لفظ ''البتۃ'' میں ایک ساتھ تین طلاقوں کی نیت معتبر ہے پس جب تین طلاقوں کی نیت کرے گا تو تین ہی واقع ہوں گی۔

(۱۵) حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا اثر:

حضرت امام جعفر صادق کا صریح فتویٰ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔

عن ابان تغلب قال سألت جعفر بن محمد عن رجل طلق امرأته ثلاثاً فقال بانت منه ولا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره فقلت افتی الناس بهذاقال نعم سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴۴۴.

ابان تغلب فرماتے ہیں میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو کیا وہ عورت اس کے لئے حلال رہے گی؟ آپ نے فرمایا وہ اس سے بائنہ ہوگئی اور اب وہ اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ دوسرے سے نکاح نہ کرے میں نے عرض کیا کیا میں لوگوں کو اس کا فتویٰ دوں؟ فرمایا: ہاں شوق سے فتویٰ دو۔

بعض لوگوں نے امام جعفر کے زمانہ میں ان کی طرف اور تمام اہل بیت کی طرف یہ غلط نسبت شروع کی کہ اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت سے تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہوگی۔ جب یہ بات امام جعفر کے سامنے آئی تو آپ نے اس کی سخت تردید فرمائی اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوں گی۔ چنانچہ امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں یہ روایت نقل فرمائی ہے:۔

عن مسلمة بن جعفر قال لجعفر بن محمد الصادق ان قوماً یزعمون ان من طلاق بجهالة رد الی السنة ویجعلونها واحدة یرو ونهاعنکم . قال معاذ اللّٰهماهذا من قولنا من طلق ثلاثاً فهو کما قال . سنن الکبری للبیهقی آخر باب من جعل الثلاث واحدة الخ ج.۷ ص ۳۴۰.

ترجمہ

مسلمہ بن جعفر سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر صادق سے عرض کیا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے تین طلاقیں دے دے تو اس کو سنت کی طرف پھیرا جائے گا اور اس کو ایک ہی طلاق قرار دیا جائے گا اور یہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ یہ ہمارا قول نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص تین طلاقیں دے گا تو تین ہی واقع ہوں گی (نہ کہ ایک)

(۱۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا اثر:

قال عمر بن عبدالعزیز لو کان الطلاق الفاً ماأبقت البتة منه شیئاً.(موطا امام مالک ص ۱۹۹ باب ماجآء فی البتة)

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مرد کو شریعت کی طرف سے ایک ہزار طلاقیں دینے کا اختیار دیا گیا ہوتا۔ اور کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ ''البتۃ'' سے طلاق دیتا تو ایک بھی طلاق باقی نہ رہتی (ہزار واقع ہوجاتیں۔) (سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۳۹۰ قسم اول۔ رقم الحدیث نمبر ۱۶۷۳)

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک بھی کلمۂ واحدہ سے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

(۱۷) حضرت سلیمان اعمش کوفی رحمہ اللہ کا اثر:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتاویٰ میں فتویٰ نمبر ۲ پر جو اثر ذکر ہوا ہے اس سے امام اعمش کوفیؒ کا مسلک در باب وقوع طلاق ثلاثہ بخوبی معلوم ہوتا ہے۔

(۱۸)امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا اثر:

اخبرنا سعید قال نا هشیم قال انا ابو عون عن ابن سیرین انه کان لایری بأساًان یطلق ثلاثاً .(سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۲۶۰ قسم اول. رقم الحدیث نمبر ۱۰۷۱)

ابوعون کا بیان ہے کہ ابن سیرین تین طلاقیں دینے میں حرج نہیں سمجھتے تھے (یعنی اگر کوئی تین طلاقیں دے دے تو واقع ہوجانے کے قائل تھے۔)

(۱۹)مروان بن حکم رحمہ اللہ کا اثر:

مالک عن ابن شهاب ان مروان بن الحکم کان یقضی فی الذی یطلق امرأته البتة انها ثلاث تطلیقات (موطا امام مالک ص ۲۰۰ باب ماجاء فی البتة

ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دیتا تو مروان بن حکم اس کو تین طلاقیں قرار دیتے۔

(۲۰)حضرت امام مسروق رحمہ اللہ کا اثر:

حدثنا سعید عن الشعبی عن مسروق فیمن طلق امرأته ثلاثاً ولم ید خل بها قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره .(سنن سعید بن منصور ج۳ ص ۲۶۲ قسم اول . رقم الحدیث نمبر ۱۰۷۹)

مسروق فرماتے ہیں کہ جوشخص اپنی غیر مدخولہ منکوحہ کو تین طلاقیں دے دے تو اب وہ اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم.

تجھے فارغ خطی دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، اس جملہ کا حکم:

(سوال ۴۱۲)ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ لکھے'' تجھے فارغ خطی دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، اس صورت میں کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں لفظ فارغ خطی سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی (اس لفظ سے وقوع طلاق کے لئے نیت ضروری نہیں ہے، فتاویٰ رحیمیہ ص۱۵۳ ج۵)اس کے بعد تین لفظ صریح طلاق کے لکھے گئے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ " الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة " (درمختار مع شامی ص۶۴۵ ج ۲ باب الکنایات) طلاق صریح، طلاق صریح سے لاحق ہوجاتی ہے اور بشرط العدۃ طلاق صریح طالق بائن سے بھی لاحق ہوجاتی ہے، لہٰذا بعد کی دو صریح طلاق لاحق ہوکر طلاق مغلظہ ہوں گی اور اخیر کی ایک طلاق لغو ہوگی۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے:(سئل) فی رجل قال لزوجته انت علی حرام ونوی بذلک الطلاق ثم

قال عقب ذلک فی العدة انت طالق ثلاثا فهل یلحق الثانی الاول . اولا یلحقه' ؟لکون الثانی بائنا والاول بائن ، والبائن لا یلحق البائن (اجاب)تطلق ثلاثاً کما صرح به غیر واحد من علمائنا قال فی فتح القدیر الطلاق الثلاث من قبیل الصریح اللاحق بصریح وبائن ومثله' فی البحر والنهر ومنح الغفار وغیرها من الکتب وفی مشتمل الا حکام والبائن لا یلحق البائن یعنی البائن اللفظی لا یلحق البائن اللفظی ، اما البائن المعنوی یلحق اللفظی مثل الثلاثة من المبسوط انتهی قالوا وهی حادثة وقعت فی حلب رجل ابان زوجته ثم طلقها ثلاثاً وقد افتی بعضهم بعدم وقوع الثلث لا نه بائن فی المعنی والبائن لا یلحق البائن فاعتبار المعنی اولیٰ من اعتبار اللفظ کما ذکر فی السوال وافتی بعضهم بوقوع الثلاث قال فی الفتح الحق انه یلحقها......الخ (فتاویٰ خیریه ص ۵۱، ۵۲ ج کتاب الطلاق مطالبة) فقط والله اعلم بالصواب.

اللہ کے واسطے تجھے طلاق ''تین مرتبہ'' کہا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۴۱۳) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ یہ جملہ کہا ''اللہ کے واسطے تجھے طلاق'' تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہو کر مطلقہ مغلظہ ہوگئی ، شرعی حلالہ کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب الایلاء و الظهار

بیوی سے کبھی صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو کیا حکم ہے اور قسم کا کفارہ:

(سوال ۴۱۴) ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ میں کبھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا اور انگلش و گجراتی میں قسم نامہ لکھ کر اپنی بیوی کو دیا اس بات کو ایک سال کا عرصہ ہوگیا ہے اور اس درمیان وہ شخص اپنی بیوی سے بالکل الگ رہا ہے تو اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا عورت پر کوئی طلاق ہوگئی، اور اس پر عدت لازم ہوگی؟ اگر وہ شخص اس درمیان صحبت کر لیتا تو کیا حکم ہوتا؟ جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔ (از افریقہ)

(الجواب) شوہر نے یہ قسم کھائی کہ میں کبھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا اور اس کو ایک سال کا عرصہ ہوگیا ہے، اور اس درمیان دونوں بالکل الگ رہے ہیں تو قسم کھانے کے وقت سے چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور اسی وقت سے اس کی عدت شروع ہوگئی، اگر وہ دونوں باہم نکاح کرنے پر راضی ہوں تو نکاح ہوسکتا ہے، عدت پوری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اور اگر اس شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونا ضروری ہے، عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح صحیح نہ ہوگا۔

عورت سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں، ایلاء کے تحقق کے لئے یہ ضروری ہے کہ چار مہینے یا اس سے زیادہ صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے، اگر چار مہینے سے کم مدت صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے تو ایلاء کا تحقق نہ ہوگا لیکن صحبت کرنے پر قسم ٹوٹ جائی گی اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔

جب ایلاء کا تحقق ہوجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت :۔ چار مہینے تک صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ گذرنے سے پہلے صحبت کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے گا تو چار ماہ بعد ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اس کے بعد اگر دونوں ساتھ رہنے پر رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا، نکاح کرنے کے بعد اگر اس سے صحبت نہ کرے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی (اس لئے کہ قسم صرف چار ماہ صحبت نہ کرنے کی کھائی ہے، اس کو ایلاء مؤقت کہتے ہیں)

دوسری صورت یہ ہے کہ ہمیشہ صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے، یعنی یوں کہا کہ خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے) تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہ کی تو چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اس کے بعد اگر دونوں ساتھ رہنے پر رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا (اگر دونوں ساتھ رہنے پر رضا مند نہ ہوں تو عدت پوری ہونے کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے) اگر دونوں نے باہمی رضا مندی سے نکاح کر لیا، نکاح کے بعد اگر صحبت کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ دینا پڑے گا (اس لئے کہ قسم علی حالہ باقی ہے) اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے گا تو چار ماہ گذرنے پر دوسری طلاق بائن واقع ہوجائے گی، اور حسب سابق ساتھ رہنا ہو تو نکاح کرنا ہوگا، اگر پھر اسی سے نکاح کر لیا اگر صحبت کرے گا تو قسم ٹوٹ جانے کی بنا پر کفارہ دینا ہوگا اور اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے گا تو چار ماہ گذرنے پر تیسری طلاق واقع ہوجائے گی، اب شرعی حلالہ

کے بغیر اس سے نکاح نہ ہو سکے گا، شرعی حلالہ کے بعد اگر اس سے نکاح کرے تو اب صحبت نہ کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی، ہاں قسم باقی ہے لہذا جب بھی صحبت کرے گا تو حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ دینا ہوگا (شرعی حلالہ کا طریقہ فتاویٰ رحیمیہ ج۵ ص۳۳۲ پر ہے) جدید ترتیب کے مطابق، باب الرجوع میں شرعی حلالہ کی ایک صورت، کے عنوان سے دیکھا لیا جائے۔ از مرتب) (اس دوسری صورت کو ایلاء مؤبد کہتے ہیں)

ہدایہ اولین میں ہے واذا قال الرجل لا مرأته واللہ لا اقربک او قال لا اقربک اربعة اشهر فهو مول لقوله تعالیٰ للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعةاشهر فان وطیها فی الاربعة الا شهر حنث فی یمینه ولزمته الکفارة لا ن الکفارة موجب الحنث وسقط الا یلاء لان الیمین ترتفع بالحنث وان لم یقربها حتی مضت اربعة اشهر بانت منه بتطلیقة . الی قوله. فان کان حلف علی اربعة اشهر فقد سقطت الیمین لا نها کانت موقتةً به وان کان حلف علی الا بد فالیمین باقیة .الی قوله. فان عاد فتزوجها عادا الا یلاء فان وطیها (فبها) والا وقعت بمضی اربعة اشهرتطلیقة اخریٰ .الی قوله. فان تزوجها ثالثاً عاد الا یلاء ووقعت بمضی اربعة اشهر اخریٰ ان لم یقربها لما بینا فان تزوجهابعد زوج اخر لم یقع بذلک الا یلاء طلاق . والیمین باقیة لا طلاقها وعدم الحنث فان وطیها کفر عن یمینه لو جود الحنث، فان حلف علی اقل من اربعة اشهر لم یکن مولیاً لقول ابن عباس لا ایلاء فیما دون اربعةاشهر .هدایه اولین ص ۳۸۱، ص ۳۸۲ باب الا یلاء .

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو صبح وشام کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر گیہوں یا اس کی قیمت دے دے یا ہر مسکین کو ایک ایک جوڑا کپڑا پہنائے، اور اگر ان میں سے کسی چیز کی طاقت نہ ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ ہدایہ اولین میں ہے۔ کفارة الیمین عتق رقبة یجزئ فیها مایجزئ فی الظهار وان شاء کسا عشرة مساکین کل واحد ثوبا فما زاد وادناه ما یجوز فیه الصلوة وان شاء اطعم عشرة مساکین .الی قوله. فان لم یقدر عی احد الا شیاء الثلثة صام ثلثة ایام متتابعات (هدایه اولین ص ۴۶۱ کتاب الایمان فصل فی الکفارة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق اس سے ایلاء ہوتا ہے یا نہیں :

(سوال ۴۱۵) مکرم ومحترم حضرت مفتی صاحب زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو۔ ایک مسئلہ درپیش ہے اس سلسلہ میں بہت پریشان ہوں، آپ سے اس کی تحقیق مطلوب ہے۔ وہ یہ کہ ایک صاحب میرے پاس آئے تھے انہوں نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا تھا ''اگر میں تجھ سے وطی کروں تو تجھ کو طلاق'' پھر اس دوران وہ صاحب جماعت میں چلے گئے اور لمبا وقت (تقریباً سات ماہ) جماعت میں گذرا، واپسی میں مجھ سے پوچھا کہ اس جملہ کا کیا حکم ہے؟ میں نے جواب دیا کہ تم جب وطی کروگے تو اس کو طلاق پڑے گی اور صریح ہے اس لئے اس سے رجوع کر سکتے ہو، چنانچہ وہ یہ جواب لے کر چلا گیا اور اسی کے مطابق رجوع کر لیا، ان کے سب تعلقات ٹھیک ہوگئے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ جواب صحیح

ہے؟ لمباوقت غائب ہونے کی وجہ سے اس پر ایلاء کا اطلاق ہوگا؟ اور تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی؟ امید ہے کہ جواب مرحمت فرمائیں گے، مجھ پر بڑی گرانی اور فکر ہے۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) مذکورہ صورت میں ایلاء ہوگیا جس کا حکم یہ ہے کہ وہ شخص اگر چار ماہ کے اندر اندر صحبت کر لیتا تو طلاق رجعی واقع ہوجاتی، رجوع کرنا کافی ہوتا اور ایلاء ساقط ہوجاتا، لیکن صورت مذکورہ میں چار ماہ گذر گئے اور صحبت نہیں کی تو چار ماہ گذرنے پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی بتراضی طرفین تجدید نکاح کے بعد ایک ساتھ رہ سکتے ہیں، اس صورت میں رجوع کرنا کافی نہیں۔

ہدایہ اولین میں ہے: ولو حلف بحج او بصدقة او عتق او طلاق فهو مؤل لتحقق المنع باليمين وهو ذكر الشرط والجزاء...... والحلف بالطلاق ان يعلق بقربانها طلاقها او طلاق صاحبتها (هدايه اولين ص ۳۸۳ باب الايلاء)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے (قوله ولو حلف بحج او بصوم) لما فرغ من بيان اليمين بالله فى الايلاء شرع فى بيان اليمين بغير الله بذكر الله الشرط والجزاء بان يعلق قربانها بحج او صوم او صدقة او طلاق او عتق فانه يصير مولياً لتحقق المنع باليمين بذكر الشرط والجزاء (عنايه شرح هدايه ص ۲۰۳ مع فتح القدير ايضاً)

درمختار میں ہے: وان قربتک فعلى حج او نحوه ...... او فانت طالق او عبده حر...... فان قربها فى المدة...... حنث وحينئذ (ففى الحلف بالله وجبت الكفارة وفى غيره وجب الجزاء وسقط الايلاء) لانتهاء اليمين (والا) يقربها (ابنت بواحدة) بمضيها الخ شامی میں ہے (قوله وفانت طالق اوعبده حر)...... فان قربها تطلق رجعية ويعتق العبد (درمختار ورد المحتار ص ۷۵۴ ج ۲ باب الايلاء)

بہشتی زیور میں ہے، مسئلہ: خدا کی قسم نہیں کھائی بلکہ یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے تب بھی ایلاء ہوگیا، صحبت کرے گا تو رجعی طلاق پڑھ جاوے گی اور قسم کا کفارہ اس صورت میں نہ دینا پڑے گا، اور اگر صحبت نہیں کی تو چار مہینے کے بعد طلاق بائن پڑ جاوے گی اور اگر یوں کہا، اگر تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک روزہ ہے یا ایک روپیہ کی خیرات ہے یا ایک قربانی ہے تو ان سب صورتوں میں بھی ایلاء ہوگیا، اگر صحبت کرے گا تو جو بات کہی ہے وہ کرنی پڑے گی اور کفارہ نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے بعد طلاق پڑ جاوے گی۔ (بہشتی زیور ص ۷۷ چوتھا حصہ، بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صحبت ترک کر کے عورت کو مثل ماں کے سمجھنا :

(سوال ۴۱۶) جب میں عورت کے پاس ہم بستری کے لئے گیا۔ تو اس نے حسب مرضی صحبت سے انکار کیا جس بنا پر غصہ آ گیا۔ میں نے غصہ کی حالت میں کہا کہ قرآن شریف کو گواہ بناتا ہوں کہ اب کبھی تیرے ساتھ صحبت نہ کروں گا'' تو میری ماں کی مثل ہے۔'' یہ بات بارادۂ طلاق نہیں بلکہ ہم بستری نہ کرنے کے ارادہ سے کہی تو شرعی حکم کیا ہے؟ میری

لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بہت بڑی فکر ہے۔ خدا کا خوف ہے فتویٰ دے کر ممنون فرمائیں۔

(الجواب) مذکورہ صورت قسم کی نہیں ہے، ظہار کی ہے۔ لہذا کفارۂ ظہار کی ادائیگی سے پہلے عورت کے ساتھ جماع وغیرہ ناجائز ہے۔ کفارہ میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، اس کی استطاعت نہ ہو تو صبح و شام دونوں وقت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یا ہر ایک کو بنگالی وزن سے پونے دو سیر گیہوں دے وے۔ تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور عورت کے ساتھ صحبت بھی جائز ہو جائے گی۔ [1]

(۱) الظهار هو تشبيه الزوجة او جزء منها شائع أو معبر به عن الكل بما لا يحل النظر اليه من المحرمة على التابيد ولو برضاء و صهرية كذا في فتح القدير. فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع فی الظهار ج. ۱ ص ۵۰۵ كفارة الفطر و كفارة الظهار واحدة وهي عتق رقبة مؤمنة أو كافرة فان لم يقدر على العتق فعليه صيام شهرين متتابعين وان لم يستطع فعليه اطعام ستين مسكينا كل مسكين صاع من تمر او شعيرا ونصف صاع من حنطة. فتاویٰ عالمگیری، كتاب الصوم المتفرقات ج. ۱ ص ۲۱۵.

تنسیخ نکاح

نامردی کی حالت میں طلاق ''خلع'' کرسکتے ہیں :

(سوال ۴۱۷) ایک شخص کی چار سال سے شادی ہوگئی ہے۔معلوم ہوا کہ وہ نامرد ہے۔عورت نوجوان ہے آج دو برس ہوئے اس کے والد کے ہاں ہے لڑکی کا باپ اس سے طلاق مانگتا ہے تو طلاق نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ اور دو سال کے بعد دوں گا۔دوا کرنے کو کہتا ہے چار سال ہوئے اچھا نہیں ہوا ہے تو اب کیا اچھا ہوگا۔مرض زائل ہونے کی کوئی بھی علامت واضح نہیں ہوتی ،اب جوان لڑکی ہے، کچھ فعل شنیع ہو جائے تو اس کے والدین کی عزت کا سوال ہے۔اس کام کے لئے کورٹ (عدالت) کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ ہے۔قبل اس کے شریعت کیا کہتی ہے وہ معلوم کر کے کورٹ کو پہنچیں گے لہذا جواب تاکید سے روانہ فرمائیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اولاً خلع کرانے کی کوشش کر کے یعنی مہر باقی ہو تو وہ معاف کر کے طلاق کا مطالبہ کرے۔طلاق نہ دے تو اپنا معاملہ شرعی قاضی یا مسلمان حاکم اور جہاں یہ میسر نہ ہو تو جماعت مسلمین (مسلمان پنچایت جس میں تجربہ کار عالم بھی ہو یا عالم کی رائے کے مطابق عمل ہوتا ہو) کے سامنے معاملہ پیش کرے مسلمان حکام کو غیر مسلم گورنمنٹ کی جانب سے مذکورہ معاملہ کے فیصلہ کا قانوناً اختیار دیا گیا ہو تو اس کی کچہری (عدالت) میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔یا میاں بیوی دونوں رضا مند ہو کر کسی معاملہ فہم عالم کو حکم (پنچ) مقرر کرلیں۔پھر یہ حضرات (شرعی قاضی، مسلم جج اور پنچ) معاملہ کی پوری تحقیق وتفتیش شرعی شہادت وغیرہ سے کریں، نامردی ثابت ہو جائے تو علاج کے لئے ایک سال کی مزید مہلت دیں، اچھا نہ ہونے پر اگر مرد طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو قاضی۔مسلمان حاکم یا جماعت مسلمین یا عالم پنچ اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔حضرت سعید بن مسیّب کا بیان ہے کہ جو کوئی کسی عورت سے نکاح کرے اس کے ساتھ مجامعت کرنے کی طاقت اس میں نہ ہو (نامرد ہو) تو اس کو ایک برس کی مہلت دی جائے۔اگر اس مدت میں صحبت کرے تو فبہا ورنہ اس عورت کو مرد سے الگ کردیا جائے۔(مؤطا امام مالک ص ۲۱۴ مجتبائی)(۱)

اور فقہ کی معتبر کتاب قدوری میں ہے۔**واذا کان الزوج عنیناً اجله الحاکم حولاً فان وصل فی هذه المدة فلا خیار لها والا فرق بینهما ان طلبت المرأة ذلک (ص ۱۶۶ مطبع العلیمی لاهور)** یعنی جب شوہر نامرد ہو تو مسلمان حاکم اس کے علاج کے لئے ایک برس کی مدت دے۔اس مدت میں اگر وہ عورت کے قابل ہو جائے تو بہتر ورنہ عورت اگر مطالبہ کرے تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی (الحیلۃ الناجزہ) عورت کی تفریق میں غیر مسلم جج کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں۔لہذا قانونی کارروائی کے بعد شرعی پنچایت یا متفقہ پنچ معاملہ کی سماعت کر کے فسخ نکاح کا فیصلہ کریں۔

---

(۱) عن سعید بن مسیب أنه کان یقول من تزوج امرأته فلم یستطع ان یمسها فأنه یضرب له اجل سنة فان مسها والا فرق بینهما ، اجل الذی لا یمس امرأته ص ۵۲۸)

مفقود کا شرعی حکم کیا ہے:

(سوال ۴۱۸) تقریباً بائیس برس کی لڑکی کی شادی چار برس پہلے ہوئی تھی۔ شادی کے ڈیڑھ دو برس بعد اس کا خاوند گم ہوگیا ہے۔ حسب امکان جستجو کی مگر پتہ نہ لگا۔ تقریباً بیس ماہ سے بالکل لاپتہ ہے عورت کو شوہر کی جائداد میں سے نفقہ ولباس نہیں ملتا، تو اب عورت کیا کرے؟ اور اس کے نفقہ ولباس کا ذمہ دار کون؟ اس طرف کے علماء سے مسئلہ دریافت کرنے پر کہا کہ نوے برس تک انتظار کرے اس پرآشوب دور میں جوان عورت کے لئے شریعت مطہرہ میں کچھ گنجائش ہوتو عربی عبارت کے حوالہ سے جواب دیں۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) جمہور ائمہ ومجتہدین کا اجماع یہی ہے کہ لاپتہ شخص کو مال وجائداد کے بارے میں اس وقت تک زندہ مانا جائے گا جب تک اس کی ہم عمر زندہ ہیں۔ جب اس کی بستی میں اسکے ہم عمر مرجائیں تب اس کو بھی متوفی اور مردہ تسلیم کیا جائے گا اور اس کا ترکہ تقسیم کردیا جائے گا اور نوے سال کی مدت ایسی مانی گئی ہے کہ اس کے ہم عمر ختم ہوجائیں۔ اس ضابطہ کی بنا پر عورت کو بھی نوے سال کے بعد بیوہ ماننا چاہئے۔ (ہاں بعض صورتوں میں جیسے کہ جنگ میں گم ہوگیا ہو یا ٹی بی یا کینسر وغیرہ مہلک امراض میں غائب ہوگیا ہو یا دریا میں کام کرتے ہوئے لاپتہ ہوگیا ہو اور شرعی قاضی کو اس کی موت کا غالب گمان ہوجائے تو موت کا حکم دے سکتا ہے)

لیکن حضرت امام مالکؒ نے عورت کے بارے میں چند شرطوں کے ساتھ چار برس کی مدت متعین فرمائی ہے ۔ دلیل میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے کہ ایما امراۃ فقدت زوجها فلم یدراین هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر وعشراً ثم تحل. (موطا امام مالکؒ ص ۲۰۹ عدة التی تفقد زوجها) (ترجمہ) جس عورت کا خاوند مفقود ہوجائے اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں ہے (زندہ ہے یا مرگیا) تو عورت (شرعی قاضی وغیرہ کے حکم سے) چار برس انتظار کرے۔ پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر نکاح کرسکتی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی بعض مواقع میں چار برس کی مدت تسلیم کی ہے۔ اور اب وقت کی نزاکت اور پرآشوب دور کا لحاظ کر کے ناچاری ومجبوری کی صورت میں حنفی فقہاء بھی حضرت امام مالک کے مذہب کے مطابق چار برس کی مدت کا فتویٰ دیتے ہیں۔ لو افتیٰ حنفی فی هذه المسئله بقول مالک عند الضرورة لا باس به عمدة الرعایه علی شرح الوقایه (ج ۲ ص ۳۱۳ کتاب المفقود الدر المنتقیٰ شرح الملتقی ج ۱ ص ۱۲۲) شامی (ج ۳ ص ۴۵۶)

خلاصہ یہ کہ اگر کسی عورت کا خاوند لاپتہ ہوجائے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا، اور عورت نفقہ ولباس سے عاجز ہو یا عفت کے ساتھ زندگی گذارنا دشوار ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں عورت اپنا مقدمہ شرعی قاضی کی عدالت میں دائر کرے۔ جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمہ کا شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو تو اس مسلم جج کے یہاں مقدمہ دائر کرے۔ یا دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں (جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرسکے) اپنا مقدمہ پیش کر کے جدائی کا مطالبہ کرے، تو قاضی وغیرہ معاملہ کی تحقیق وتفتیش کر کے عورت کو مزید چار برس انتظار کرنے کا حکم دیں، چار برس بعد پھر عورت کے مطالبہ پر شوہر کی وفات کا حکم صادر کر کے وفات کی عدت گزار کر

نکاح کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اگر عورت مدت دراز تک صبر کر کے عاجز وتنگ آ گئی ہواور مزید چار برس صبر نہ کر سکتی ہو، اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا نہایت قوی اندیشہ ہوتو ایسے خطرناک موقع پر مالکی مذہب کے مطابق فقط ایک برس انتظار کرا کر جدائی کر کے عدت طلاق گزار کر قاضی وغیرہ نکاح کی اجازت دے سکتے ہیں۔ (الحیلۃ الناجزہ ص ۶۱ بالفاظہ) عدت ختم ہونے تک عورت لاپتہ خاوند کی جائداد میں نفقہ ولباس وغیرہ خرچ لینے کی شرعاً حق دار ہے۔

غیر مسلم جج تفریق کرے تو کیا شرعاً اس کا فیصلہ معتبر ہے :

(سوال ۴۱۹) بمبئی میں ایک لڑکی کی شادی ہوئی۔ پانچ برس ہوئے۔ لڑکا افریقہ میں ہے۔ فی الحال لڑکی کی عمر بیس برس کی ہے۔ شادی کے بعد لڑکے نے اس کو نہیں بلایا، نہ نفقہ وغیرہ بھیجتا ہے، خطوط لکھے مگر جواب ندارد۔ طلاق کا مطالبہ کیا تب بھی جواب نہیں دیا۔ بالآخر بمبئی کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے طلاق حاصل کی، کیا یہ طلاق واقع ہوئی ؟ ورنہ حصول طلاق کی کیا صورت ہے؟ اب تک کے نفقہ ومہر کی حق دار ہے؟ اگر ہے تو کیا بذریعہ دیوانی اس کی وصول یابی درست ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں غیر مسلم مجسٹریٹ (جج) کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہے، لہذا لڑکی نکاح نہیں کر سکتی اور اگر کرے تو وہ غیر معتبر ہے۔ لہذا اس مقدمہ کو مسلم جماعت یعنی دیندار مسلم پنچایت کے سامنے پیش کیا جائے جس میں ماہر عالم بھی ہو۔ یہ پنچایت شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ معاملہ کی تحقیق کر کے فسخ نکاح کا فیصلہ کرے اب عورت شرعی نقطۂ نظر کے بموجب آزاد ہوگی۔ عورت مہر کی حق دار ہے۔ لیکن ایام گذشتہ کے نفقہ کی حقدار نہیں۔ **والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء (درمختار)**

(قوله والنفقة لا تصير دينا) اى اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضراً فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضى المدة .(درمختار مع الشامى ج۲ ص ۹۰۶ باب النفقة مطلب لا تصير النفقة دينا الا بالقضاء او الرضاء).

بحالت مجبوری کورٹ سے طلاق لینا کیسا ہے :

(سوال ۴۲۰) میری لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اس کا نکاح ہوا تین برس کے بعد اس کے شوہر کا دماغ خراب ہوگیا۔ اس کا علاج کیا مگر کوئی فرق نہیں۔ اب وہ نہ کچھ کرتا ہے اور اس کو مار پیٹ کرتا ہے۔ لڑکی بڑی پریشان تھی۔ اسی درمیان اس کا جیٹھ بمبئی سے آیا وہ میرے گھر چھوڑ گیا۔ لڑکی کی پریشانی محسوس کر کے اور اس کی تکلیف دیکھ کر اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور وہ طلاق نہیں دیتا اب میری لڑکی شرعاً کس طرح علیحدہ ہوسکتا ہے؟ کیا کورٹ سے طلاق لی جاسکتی ہے؟ اور یہ شرعاً تسلیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لڑکی کو چاہئے کہ تقدیر پر راضی رہے۔ زمانہ یکساں طور پر نہیں رہتا اگر لڑکی اس قدر پریشان ہو کہ شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنا دشوار ہو تو شوہر کو مہر معاف کر کے، یا کچھ دے کر اس سے طلاق حاصل کر لے۔ شوہر طلاق کے لئے راضی نہیں ہے۔ جوانی کی وجہ سے عورت میں تحمل نہیں۔ یا شوہر بالکل دیوانہ ہو، یا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو، تو عورت شرعاً قاضی کی کچہری میں مقدمہ دائر کرے۔ شرعی قاضی نہ ہو تو مسلم جج کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے۔ جس کو شرعی قانون

کے مطابق ڈگری کا اختیار ہو، اور فیصلہ کرتا ہو وگرنہ دیندار مسلمانوں کی پنچائت میں (جس میں تجربہ کار عالم بھی ہو) لڑکی اپنا مقدمہ داخل کرے اور یہ پنچایت شرعی قانون کے مطابق علیحدگی کا فیصلہ کردے تو لڑکی علیحدہ ہوسکتی ہے۔ غیر مسلم مجسٹریٹ کا فیصلہ معتبر نہیں۔ جب تک مسلمان پنچائت فیصلہ نہ کرے کورٹ کے فیصلہ پر عمل نہ کیا جائے۔ (الحیلۃ الناجزہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر نہ بلائے اور نہ طلاق دے تو خلاصی کی کیا صورت :

(سوال ۴۲۱) میرا شوہر دس برس سے مجھے بلاتا نہیں، کسی قسم کی پرسش احوال نہیں کرتا اور خرچ بھی نہیں دیتا۔ اس نے دوسری شادی کرلی ہے۔ وہ مجھے طلاق بھی نہیں دیتا تو میں کیا کروں؟ میرے والدین غریب ہیں۔ لہذا آپ شرع کے مطابق خلاصی ہوسکے۔ ایسی رہنمائی فرمائیں۔

(الجواب) شوہر راضی نہ ہو تو مہر معاف کر کے، یا زیور وغیرہ دے کر خلع کر کے علیحدہ ہوجائے شوہر اس پر بھی رضامند نہ ہوتا ہو تو قانونی طور پر طلاق دینے پر مجبور کیا جائے۔ اگر شوہر طلاق نہ دے اور کورٹ طلاق کا فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ شرعی قانون نہ ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہے۔ لہذا مسلم پنچائت کے سامنے (جس میں معاملہ فہم مستند عالم بھی ہوں اپنا مقدمہ پیش کیا جائے۔ مسلم پنچائت از سرنو شرعی کارروائی کر کے شوہر سے طلاق دلائے یا از خود طلاق کا فیصلہ کرے تو عدت گذار کر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ (**الحیلۃ الناجزہ**) **فقط واللہ اعلم بالصواب**

زوجۂ مفقود کے فیصلہ کے لئے کمیٹی کا انتخاب کون کرے؟ اور فیصلہ کا طریقہ کار کیا ہے :

(سوال ۴۲۲) زوجۂ مفقود کا ایک مسئلہ ہمارے مدرسہ میں آیا ہے، الحیلۃ الناجزہ کا مطالعہ کیا ہے اس وقت اس کے متعلق ایک دو باتیں دریافت طلب ہیں۔

(۱) جماعت مسلمین کو تشکیل کون دے گا؟ جن کے پاس یہ مسئلہ آیا ہے وہ لوگ خود بخود کمیٹی بنالیں یا عامۂ مسلمین کمیٹی کے ارکان کا انتخاب کریں؟

(۲) جب عورت یا کسی اور کا بیان لیا جائے تو اس وقت کمیٹی کے تمام ارکان کا ہونا ضروری ہے یا صرف صدر کا ہونا کافی ہے؟ اور اسی طرح صدر کا فیصلہ معتبر ہوگا یا سب ارکان کا متفقہ فیصلہ ہونا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) جہاں قاضی شرعی موجود نہ ہو وہاں حکومت کی جانب سے اس قسم کے مقدمات کے تصفیہ کے اختیارات جس مسلمان (مجسٹریٹ) کو حاصل ہو اور وہ مسلمان شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ صادر کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے، جہاں حکومت کی جانب سے اس قسم کا انتظام نہ ہو اور عامۂ مسلمین اس قسم کے معاملات کے تصفیہ کے لئے اہل علم اور معاملہ فہم کی کم از کم تین افراد پر مشتمل پنچایت قائم کریں تو اس کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے جہاں ایسی پنچایت نہ ہو میاں بیوی خاص اپنے مقدمہ کے لئے اہل علم اور معاملہ فہم دیندار اشخاص پر مشتمل پنچایت کو اختیارات دے کر فیصلہ چاہیں تو اس پنچایت کا متفقہ فیصلہ بھی ان کے حق میں قضاء قاضی کے قائم مقام ہوگا۔

(۲) بیانات لینے اور واقعات کی تحقیق و تفتیش کے وقت سب کا موجود ہونا ضروری ہے، اور فیصلہ بھی وہی

معتبر ہوگا جو متفقہ ہو صرف صدر کی تحقیق و فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ۔ فقط واللہ اعلم۔

شوہر عنین اور متعنت ہو تو عورت کیا کرے :

(سوال ۴۲۳) ہماری شرعی پنچایت میں عنین کے متعلق مقدمہ آیا ہے، رشتۂ ازدواج کو بارہ سال گذر چکے ہیں، آٹھ سال پہلے تک مرد نے عورت سے جماع کیا تھا اس کے بعد اسے قدرت نہ رہی ''الحیلۃ الناجزۃ'' کے مطابق تفریق نہیں کرائی جاسکتی مگر ہماری مدعیہ جوان اور صحت مند ہے۔ شوہر نہ اپنا علاج کراتا ہے نہ دیگر خدمات سے عورت کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہماری رائے میں موجودہ ماحول کے مطابق ہماری شرعی پنچایت کو اگر شوہر ہمارا تعاون کرے تو اسے ایک سال کی مدت دینی چاہئے، اور اگر اس ایک سال کی مدت کے اندر بھی اس میں قدرت پیدا نہیں ہوتی تو ہمیں تفریق کردینی چاہئے اور اگر شوہر ہمارا بالکل تعاون ہی نہ کرے تو کیا اس صورت میں بھی ہم تفریق کرسکتے ہیں؟ ہماری شرعی پنچایت میں مستند اور متدین علمائے کرام شامل ہیں، اس مسئلہ میں ہمیں کس نہج سے فیصلہ کرنا چاہئے؟ آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے۔ (از احمد آباد)

(الجواب) صورت مذکورہ میں عورت کو تفریق کا حق حاصل نہیں ہے، مناسب یہ ہے کہ شوہر کو علاج کے لئے مہلت دی جائے اور تعاون بھی کیا جائے، اگر صحت یاب نہ ہو تو خلع وغیرہ پر رضا مند کیا جائے انکار کرے اور نہ چھوڑنے پر مصر ہو اور عورت جوان ہونے کی وجہ سے بلا شوہر نہ رہ سکے ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہو تو وہ جبراً وا کراہا طلاق حاصل کرنے کی مجاز ہوگی، انشاء اللہ العزیز عند اللہ وہ ماخوذ نہ ہوگی، یعنی اگر شوہر متعنت ہو اور عورت کو وقوع زنا کا قوی اندیشہ ہو تو اسے تفریق کا حق ملنا چاہئے۔ ہذا ما ظہر لی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر شیعہ بن جائے تو تفریق ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۴۲۴) بوقت نکاح شوہر اور بیوی دونوں اہل سنت والجماعت عقیدے کے تھے مگر دو برس ہوئے شوہر شیعہ ہو گیا ہے، بیوی اپنے عقیدے پر قائم ہے، شوہر بیوی پر شیعہ مذہب اختیار کرنے کے لئے دباؤ ڈال رہا ہے، بیوی انکار کر رہی ہے اس وجہ سے دونوں میں اختلاف شدت اختیار کر گیا ہے جس کی بناء پر لڑکی اپنے میکہ چلی آئی ہے اور خاوند کے گھر بھیجا جائے یا اور کوئی صورت اختیار کی جائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہو الموافق للصواب: شیعوں کے مختلف العقائد فرقے ہیں، بعض فرقوں کے عقائد حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں اور باقی متبدع اور گمراہ ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ ص ۱۳۵ (جدید ترتیب کی مطابق، محرمات کے باب میں، بعنوان، شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح؟ سے دیکھ لیا جائے۔ از مرتب) اہل سنت والجماعت مسلک چھوڑ کر شیعہ مسلک اختیار کرنے والا مردود ہے اس نے مسلک حق کی توہین کی ہے اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، لہذا جب تک تائب ہو کر مسلک حق اختیار نہ کرے عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کے پاس رہے عورت کو چاہئے کہ مسلم پنچایت میں اپنا مقدمہ دائر کرے اور تفریق کا مطالبہ کرے تحقیقات کے بعد جو شرعی فیصلہ ملے اس کے مطابق عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر نہ طلاق دے اور نہ حقوق زوجیت ادا کرے تو اس سے خلاصی کی کیا صورت ہے :

(سوال ۴۲۵) ایک شخص برما میں ہے اور اس کی بیوی ہندوستان میں ہے اور وہ جوان ہے تقریباً پندرہ سال سے خاوند نے نہ خط لکھا نہ خرچ بھیجا بلکہ خط کا جواب بھی نہیں دیتا، نہ طلاق کا مطالبہ پورا کرتا ہے ان حالات میں کیا یہ عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے اس کے شرائط کیا ہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) بغیر طلاق حاصل کئے دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا، عورت تفریق چاہتی ہے تو شرعی قاضی یا مسلم پنچایت کے سامنے (جس میں مستند عالم ہونا ضروری ہے) اپنا مقدمہ پیش کرے اور تفریق کا مطالبہ کرے شرعی قاضی اور مسلم پنچایت کو تحقیق کے بعد طلاق واقع کرنے اور تفریق کرنے کا حق ہوتا ہے، شرائط اور طریقہ معلوم کرنے کے لئے ''الحیلۃ الناجزۃ'' کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زوجہ مفقود کے حق میں غیر مسلم جج کا فیصلہ معتبر ہے یا نہیں

(سوال ۴۲۶) ایک لڑکا سات سال سے لاپتہ ہے اس کی طرف سے کوئی خط وکتابت نہیں اس کے نکاح میں ایک عورت ہے وہ عورت اور اس کے رشتے دار دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں لڑکی کی طرف سے کورٹ میں فریاد درج کی گئی کہ میرا شوہر لاپتہ ہے اور مجھ کو کورٹ کی جانب سے دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ملنی چاہئے، دو تین ماہ کورٹ میں کیس (مقدمہ) چلنے کے بعد کورٹ نے اس کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہے، کیا اب یہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟ اس کورٹ سے اجازت ملنے پر اس کا دوسری جگہ نکاح ہو رہا ہے کیا اس نکاح میں شرکت کرنے والے حضرات ازروئے شرع گنہگار ہوں گے؟ اگر شرعاً یہ نکاح جائز ہے تو اس کی عدت کے لئے کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جہاں قاضی شرعی موجود نہ ہو وہاں اگر حکومت کی جانب سے اس قسم کے مقدمات کے تصفیہ کے اختیارات مسلم مجسٹریٹ کو حاصل ہوں اور وہ مسلم مجسٹریٹ شریعت کے موافق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے، اور عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرلینا درست ہوجاتا ہے، غیر مسلم مجسٹریٹ کا فیصلہ ایسے معاملات میں معتبر نہیں ہوتا اس لئے طلاق واقع نہ ہوگی اور نکاح درست نہ ہوگا، جو لوگ باوجود علم رکھنے کے شرکت کریں گے اور حصہ لیں گے وہ سخت گنہگار ہوں گے، اس صورت میں میاں بیوی کی طرف سے چند ذمہ دار اشخاص تین افراد پر مشتمل پنچایت قائم کریں جس میں کم از کم ایک مستند عالم بھی ہو اور ان کو فریقین کی جانب سے فیصلہ کا اختیار دیا جائے اور پنچایت کے ارکان شرعی قانون کے موافق تحقیقات کر کے فیصلہ دیں تو وہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہوجائے گا اور اس فیصلہ کے موافق عمل کرنا درست ہوگا۔ (الحیلۃ الناجزۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر مجنون ہوجائے تو عورت کیا کرے :

(سوال ۴۲۷) ایک آدمی مجنون ہوگیا عورت کو بہت مارتا ہے جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہے جس بنا پر وہ اس کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں ہے اور وہ جوان ہے شوہر بغیر عصمت وعفت کی زندگی گذارنا اس زمانہ میں مشکل ہے

لہذا طلاق لے کر دوسری جگہ نکاح کرے ایسی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسا مجنون جس کو کبھی جنون ہو اور کبھی اچھا ہو جاتا ہو اگر وہ اچھی حالت میں طلاق دے تو معتبر ہے اور عورت مطلقہ ہو جائے گی مگر جنون کی حالت میں طلاق دے تو معتبر نہیں جس طرح نابالغ کی طلاق معتبر نہیں عورت سخت مار پیٹ کی وجہ سے شوہر کے ساتھ نہ رہ سکتی ہو اور جوانی کی وجہ سے بلا شوہر کے زندگی گذارنا بھی دشوار ہو تو شرعی پنچایت کے سامنے (جس میں مستند عالم بھی ہو) عورت مقدمہ دائر کر کے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے، شرعی پنچایت معاملہ کی تحقیق کرنے کے بعد جنون کے علاج کے لئے شوہر کے سرپرست اور متعلقین کو ایک برس کی مہلت دے اس مدت میں وہ اچھا ہو جائے تو فبہا ورنہ عورت شرعی پنچایت سے طلاق کا حکم حاصل کر کے پھر عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نسبندی کرانے سے عورت کو تفریق کا حق حاصل ہوگا یا نہیں :

(سوال ۴۲۸) حضرت المخدوم المحترم! عرض خدمت یہ ہے کہ "دار القضاء امارت شرعیہ میں عورتوں کی جانب سے ایسے استغاثے پیش ہو رہے ہیں کہ ان کے شوہروں نے نسبندی کرالی ہے اور اس عمل کی وجہ سے وہ قوت تولید سے محروم ہو چکے ہیں اس لئے انہیں شوہر کی زوجیت سے الگ کر کے دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے۔

اس سلسلہ میں اہل علم حضرات بالخصوص ماہرین فقہ و فتاویٰ اور ارباب بصیرت سے یہ علمی استفتاء ہے کہ کیا عمل نسبندی کے وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ اہل قضاء کی اس بنیاد کو فسخ کی بنیاد قرار دے سکتے ہیں یا نہیں؟ مثبت یا منفی جو بھی جواب کا ہو اس کے لئے ماخذ فقہیہ بھی دیا جائے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ "نسبندی" کی وجہ سے مرد کی صرف ایک صلاحیت یعنی "قوت تولید" ختم ہو جاتی ہے، بقیہ قدرت علی الجماع والدواعی علی حالہ باقی رہتی ہے، "توالد و تناسل" نکاح کے اگر بنیادی مقاصد میں سے ہے تو اس عمل کی وجہ سے ایک عورت مقصد نکاح سے کما حقہ منتفع نہیں ہو سکتی ہے اس طرح اس کا یہ حق طلب الولد متاثر و مجروح شرعاً ہوگا یا نہیں؟ از دار القضاء، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ در بھنگہ۔

(الجواب) محض قوت تولید مفقود ہونے کی وجہ سے تفریق نہ ہو سکے گی، **لو لم یکن له ماء ویجامع فلا ینزل لا یکون لها حق الخصومة کذا فی النهایة (عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۶ .۱۵۷ الباب الثانی عشر فی العنین)** لہذا عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، خلع کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۲ رجب ۱۳۹۹ھ۔

شوہر نامرد ہو تو کیا حکم ہے

(سوال ۴۲۹) میری لڑکی کا عقد نکاح تین چار ماہ قبل ہوا تھا، وہ چار ماہ اپنے سسرال رہی اور اس کے بعد اپنے گھر آ گئی ہے اور شوہر کی بے پرواہی اور آوارگی کی شکایت کرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آج تک شوہر نے جنسی تعلقات قائم نہیں کئے ہیں، میں نے اس کے شوہر سے یہ بات کہی تو وہ اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مجھ پر الزام ہے میں نے اس سے ڈاکٹری کرانے کے لئے کہا تو وہ اس سے بھی انکار کرتا ہے، لڑکی وہاں جانے پر بالکل رضامند نہیں

اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) ڈاکٹری کرا کر آپ خود اطمینان کرلیں تب بچی کو بھیجا جائے، اگر شوہر اس کے لئے رضامند نہ ہو تو خلع کی صورت اختیار کی جائے اور کچھ دے کر نجات حاصل کی جائے بلا طلاق حاصل کئے چھٹکارا مشکل ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، شرعی پنچایت ہو تو لڑکی مقدمہ دائر کرے تحقیقات کے بعد جو شرعی فیصلہ ہو اسے تسلیم کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت طلاق مغلظہ کا دعویٰ کرے شوہر منکر ہو اس صورت میں شرعی پنچایت کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں :

(سوال ۴۳۰) زید اور اس کی بیوی زینب کے درمیان ایک رات نزاع ہوا، بات بڑھ گئی، زینب کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر زید نے اسے سخت وسست کہا اور غصہ میں تین صریح طلاق دے دی، اس کے برعکس زید کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر میں نے زینب کو برا بھلا کہا لیکن طلاق نہیں دی، واضح رہے کہ زید اور زینب کا بیان حلفیہ ہے اور دونوں نے اپنے اپنے بیان ہماری شرعی پنچائت میں حلفیہ درج کرائے ہیں، گواہ کسی کے پاس نہیں ہیں، ارا کین پنچائت نے اپنے طور پر تحقیق کی ہے مگر حقیقت حال کی تحقیق سے قاصر رہے، جہاں تک اخلاق و کردار کی بات ہے اہل پنچایت کی نگاہ میں زینب ثقہ ہے دیندار گھرانہ سے تعلق ہے، صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے، زید پیشہ کے اعتبار سے ڈاکٹری پریکٹس کرتا ہے، نسبندی کے کیس بھی لیتا ہے۔ نکاح دس سال قبل ہوا تھا چار بچے بھی ہیں، شرعی پنچایت نے مصالحت کی ہر ممکن کوشش کی، یہاں تک کہ خلع کی شکل اختیار کرنا چاہی لیکن زید کے والد کی بے جا مداخلت نے ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔

مندرجہ بالا صورت میں کیا شرعی پنچائت کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے؟ ہماری رہنمائی فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب عورت کا حلفیہ بیان یہ ہے کہ زید نے اسے تین طلاق دی ہیں اور اس نے خود سنا ہے اور اس کو پورا یقین ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ شوہر کو اپنی ذات پر قدرت دے اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرے، اس سے بچنے کی ہر ممکنہ کوشش کرے، مال دے کر خلع کرے یا اس سے علیحدہ ہو کر کسی اور جگہ رہے اور تجردانہ زندگی پر اکتفا کرے، عورت اور اس کے اولیاء اپنے طور پر کوشش کریں یا شرعی قاضی یا شرعی پنچایت کے ذریعہ کوشش کروائیں، اگر خدانخواستہ تمام کوششیں بیکار ثابت ہوں، اور شوہر کسی بات پر آمادہ نہ ہو اور شرعی قاضی پنچایت کے سامنے قسم کھا کر طلاق سے انکار کردے تو اس صورت میں پورا گناہ شوہر اور اس کی حمایت کرنے والوں پر ہوگا، صورت مسئولہ میں چونکہ طلاق کا ثبوت شرعی گواہوں سے نہیں ہو رہا ہے اور شوہر حلفیہ طلاق کا منکر ہے تو شرعی قاضی یا شرعی پنچایت نہ وقوع طلاق کا فیصلہ کر سکتے ہیں نہ فسخ نکاح کا۔ شامی میں ہے۔ **والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لا یحل لھا تمکینہ‘ والفتویٰ علی انہ‘ لیس لھا قتلہ ولا تقتل نفسھا بل تفدی نفسھا بمال او تھرب کما انہ‘ لیس لہ قتلھا اذا حرمت علیہ وکلما ھرب ردتہ بالسحر، وفی البزازیۃ عن الا وزجندی انھا ترفع الا مر للقاضی فان حلف ولا بینۃ لھا فالا ثم علیہ اہ قلت**

اذا لم تقدر علی الفداء او الهرب و الا علی منعه عنها فلا ینافی ما قبله (شامی ص ۵۹۴ ج ۱ باب الصریح) البحرائق میں ہے والمرأة کالقاضی اذ سمعته اواخبرها عدل لا یحل لها یمکینه هکذا اقتصر الشارحون وذکر فی البزازیة وذکر الا وزجندی انها ء رفع الا مرالی القاضی فان لم یکن لها بینة تحلفة فان حلف فالاثم علیه اه ولا فرق فی البائن بین الواحدة والثلاث ا ه وهل لها ان تقتله اذاارادجماعها بعد علمها بالبینونة فیه قولان والفتوی انه لیس لها ان تقسم ...... الی قوله ...... وعلیها ان تفدی نفسها بمال اوتهرب ...... الخ (البحرالرائق ص ۲۵۷ ج ۳ باب الطلاق) فقط واللہ اعلم بالصواب.

کورٹ صرف عورت کی درخواست پر فسخ نکاح یا طلاق کا فیصلہ کرلے تو شرعاً معتبر ہے یا نہیں :

(سوال ۴۳۱) مخدوم المکرّم حضرت مفتی صاحب مدظلہم بعد سلام مسنون! مزاج اقدس بخیر ہوگا، احقر پر کنیڈا سے ایک سوال آیا ہے آپ کی خدمت میں ارسال ہے جواب عنایت فرمائیں۔

ایک عورت نے کنیڈا میں کورٹ پر درخواست دی کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی مگر شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا، یہی وجہ ہے کہ اس نے کورٹ میں نہ کسی تحریر پر دستخط کئے ہیں نہ طلاق نامہ لکھنے کے لئے کہا اور نہ زبان سے طلاق دی، عورت نے اپنے دستخط کر کے کورٹ میں جو درخواست پیش کی اسی درخواست کو بنیاد بناتے ہوئے کورٹ نے اپنا تحریری فیصلہ عورت کو دیدیا جس میں دونوں کے درمیان تفریق کر دینے کا تذکرہ ہے تو شرعی اعتبار سے عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور دونوں کے درمیان تفریق ہوگئی یا نہیں؟ نکاح باقی رہا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت نے اپنے طور پر شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کے لئے کورٹ میں درخواست دی مگر شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا، اسی وجہ سے نہ اس نے کسی تحریر پر دستخط کئے نہ خود طلاق نامہ لکھا نہ کسی کو لکھنے کے لئے وکیل بنایا اور نہ زبانی طلاق دی، کورٹ نے عورت کی درخواست پر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ شرعی اعتبار سے غیر معتبر ہے اور اس سے نہ نکاح فسخ ہوگا اور نہ عورت طلاق واقع ہوگی۔

اس قسم کے مقدمات کے فیصلہ کا حق شرعی قاضی کو ہوتا ہے اور جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمات کا شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو اور وہ مسلم مجسٹریٹ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے، یا پھر دیندار مسلمانوں کی شرعی پنچایت (جماعت مسلمین) جس میں کم از کم ایک دو مستند عالم بھی ہوں یہ پنچایت شرعی تحقیق کے بعد فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی معتبر ہوتا ہے۔ غیر مسلم مجسٹریٹ کا فیصلہ ایسے معاملات میں معتبر نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں عورت یا تو شوہر سے طلاق حاصل کرے، اگر وہ انکار کرے تو خلع کر لے یا پھر شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ پیش کر کے ان کے فیصلہ کی مطابق عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زوج متعنت سے عورت کس طرح چھٹکارا حاصل کرسکتی ہے :

(سوال ۴۳۲) ایک عورت کا شوہر تقریباً نو ۹ برس سے لاپتہ تھا اس کو تلاش کرتے رہے حال میں اس کا پتہ چلا ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے نکاح کر چکا ہے اور اب وہ اپنی پہلی بیوی کو بلانے اور ساتھ رکھنے پر تیار نہیں ہے اور نہ نان نفقہ ادا کرتا ہے، عورت جوان ہے، باعفت زندگی گذارنا مشکل ہے تو مذکورہ صورت میں شوہر سے کس طرح چھٹکارا حاصل ہوسکتا ہے؟ عورت کسی طرح بھی اس سے چھٹکارا حاصل کرکے دوسری جگہ نکاح کرنے کی خواہش مند ہے امید ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائی گے بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ شوہر کا پتہ چل گیا ہے مگر وہ اپنی پہلی بیوی کو بلانے اور ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ اسے نان نفقہ دینے کے لئے آمادہ ہے اور عورت جوان ہے عفت و پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہے، تو ایسی صورت میں کوشش کر کے شوہر کو سمجھا بجھا کر اس سے طلاق بائن حاصل کر لی جائے اگر وہ اپنی خوشی اور رضامندی سے طلاق دینے کے لئے تیار نہ ہو تو خلع کی صورت اختیار کی جائے اگر خدانخواستہ شوہر نہ طلاق دینے پر آمادہ ہو نہ خلع کے لئے تیار ہو اور عورت کو پریشان کرنے کے لئے معلق رکھنا چاہتا ہو تو ایسے ظالم شخص سے جبراً و اکراہاً بھی طلاق حاصل کی جاسکتی ہے دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں زبانی طلاق بائنہ کہلوائی جائے تو اس طرح عمل کرنے سے بھی عورت کو شوہر سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا، مندرجہ بالا تحریر کردہ صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے عورت اس کے بعد طلاق کی عدت گذار کر کسی اور جگہ نکاح کرسکتی ہے اگر مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی صورت پر بھی عمل نہ ہو سکے تو عورت اپنا معاملہ شرعی پنچایت (جو الحیلۃ الناجزہ میں بیان کردہ شرائط کے مطابق بنائی گئی ہو) میں پیش کر کے تفریق کا مطالبہ کرے، شرعی پنچایت کے اراکین الحیلۃ الناجزہ میں درج شدہ طریقہ کے مطابق معاملہ کی تحقیق کر کے تفریق کا فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہوگا اس کے بعد عورت طلاق کی عدت گذار کر کسی اور شخص سے نکاح کرسکتی ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

المرأۃ کالقاضی کی وضاحت:

(سوال ۴۳۳) محترم المقام حضرت مفتی صاحب مدظلہم، بعد سلام مسنون! مزاج عالی بعافیت ہوگا۔ عرض اینکہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ میں " **المرأة كالقاضي اذا سمعته او اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه** ...... **الخ**" یہ قاعدہ تحریر فرمایا ہے، اس قاعدہ کا محل کیا ہے؟ قاضی اگر قضاءً وقوع طلاق کا فیصلہ کرے تو عورت کے حق میں قضا قاضی حجت ہوگی یا اس کا علم؟ امید ہے کہ وضاحت فرمائیں گے، بینوا تو جروا۔

(الجواب) علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اس قاعدہ پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے ایسا موقع و محل جہاں قاضی ظاہر کو مدنظر رکھ کر وقوع طلاق کا فیصلہ کرتا ہے اور شوہر کی نیت (کہ میرا طلاق کا ارادہ نہیں تھا) کی تصدیق نہیں کرتا ایسا موقع اگر عورت کے ساتھ پیش آجائے یعنی شوہر ایسا لفظ بول دے کہ ظاہر کے اعتبار سے طلاق واقع ہوتی ہو اور عورت خود وہ لفظ سن لے یا کوئی عادل اس کے سامنے شہادت دے اور شوہر نیت طلاق کا منکر ہو تو ایسی صورت میں عورت پر لازم ہے کہ قاضی کی طرح ظاہر کو مدنظر رکھے اور اپنی ذات شوہر پر حرام سمجھے اور شوہر کی نیت کی تصدیق نہ

کرے۔فتح القدیر کی عبارت یہ ہے: و کل مالا یدینہ القاضی اذا سمعته منه المرأة او شهد به عندها عدل لا يسعها ان تدينه لا نها كالقاضى لا تعرف منه الا الظاهر (فتح القدير ج۴ ص ۷، باب ايقاع الطلاق)

امداد الفتاویٰ میں ایک جگہ تحریر فرمایا ہے: اور جب دلالۃ حال قرینۂ ظاہرہ ہے ارادۂ طلاق کا تو انکار نیت میں بوجہ خلاف ظاہر ہونے کے قضاءً شوہر کی تصدیق نہ کی جاوے گی اور عورت پر اس معاملہ میں مثل قاضی کے معاملہ کرنا واجب ہے قال الشامی عن الفتح التاكيد خلاف الظاهر وعلمت ان المرأة كالقاضى لا يحل ان تمكنه اذا علمت منه ماظاهره خلاف مدعاه ص ۶۹۷ ج ۲ (امداد الفتاویٰ ص ۴۶۲ ج ۲ مطبوعه ديو بند)

اگر قضاء قاضی بھی ہو اور عورت کو علم بھی ہو تو اس صورت میں عورت کے حق میں دونوں چیزیں حجت ہوں گی، اور اگر صرف قضاء قاضی ہے اور عورت کو علم نہیں ہے تو اس صورت میں قضاء قاضی حجت ہوگی، اور قضاء قاضی کی بنیاد پر عورت کے لئے خود کو مطلقہ سمجھنا ضروری ہوگا (اس لئے کہ جہاں قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے دیانۃً بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عقود وفسوخ میں قاضی کا فیصلہ ظاہراً وباطناً نافذ ہوتا ہے، ہدایہ اخیرین میں ہے وكل شئى قضىٰ به القاضى فى الظاهر بتحريمه فهو فى الباطن (اى عندالله) كذلك (اى حرام) عند ابى حنيفة رحمه الله وكذا اذا قضى بحلال ...... وهى مسئلة قضاء القاضى فى العقود و الفسوخ بشهادة الزور (هدايه آخرين ص ۱۲۵، كتاب ادب القاضى)

لہذا ایسی صورت میں عورت کے لئے قضاء قاضی سے مفر کی گنجائش نہیں ہے اور اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ شوہر کی تصدیق کر کے اس کے ساتھ رہن سہن اور ازدواجی تعلقات قائم کرے اور اگر صرف عورت کو علم ہے قضاء قاضی نہیں ہے تو اس صورت میں عورت کا علم ویقین اس کے حق میں حجت ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ اپنے اوپر شوہر کو قدرت نہ دے اور اپنی ذات شوہر کے حوالے نہ کرے۔

امداد الفتاویٰ میں ہے "بعد نقل روایات می گویم کہ درصورت مسئولہ از دو حال خالی نیست یا زن مطلقہ راعدد طلاق یاد ست یا نہ، اگر یاد ہست درحق او حجت باشد پس اگر سہ یاد باشد او مغلظہ شد حسب علم خود پس او را روا نیست کہ زوج را بر خود قدرت دہد چنانچہ روایت اولیٰ صریح است دراں، واگر یاد نیست صرف زنان حاضرہ خبر مید ہند پس از دو حال خالی نیست باایشاں عادل اند یا فاسق یا مستور الحال اگر عدل ہستند عمل برقول ایشاء واجب است زیرا کہ طلاق از دیانات است کہ اخبار عدل دراں مقبول است احتیاج شہادت نیست مگر عند القاضی وصورت مسئولہ تحقیق فتوی است نہ قضاء الخ (امداد الفتاوی ص ۴۱۸ ج ۲) مطبوعہ دیوبند۔ ص ۳۴۹ ج ۲ مطبوعہ کراچی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ اب یہ عورت کیا کرے؟ بعد والا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

زوجۂ مفقود کی درخواست کے بعد ایک سال انتظار ضروری ہے یا نہیں اور اس ایک سال کی ابتداء کب سے شمار کی جائے :

(سوال ۴۳۴) ہمارے محکمۂ شرعیہ میں زوجۂ مفقود کی جانب سے فسخ نکاح کی درخواست پیش ہوئی ہے (یہ شوہر پانچ سال سے لاپتہ ہے) ہم لوگوں نے پہلی مجلس میں انعقاد نکاح اور تا حال اس نکاح کے قائم رہنے پر دو معتبر گواہوں سے گواہی لی، گواہی کے الفاظ یہ تھے "میں گواہی دیتا ہوں کہ ان رخسانہ بہن کا نکاح یعقوب خاں سے ہوا تھا اور وہ اب تک قائم ہے۔

پھر شوہر کے لاپتہ ہونے پر دو معتبر گواہوں سے گواہی لی گئی پھر مدعیہ (رخسانہ) سے اس بات پر حلف لیا گیا کہ شوہر نے ان کے لئے نفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے؟ نہ ملکیت چھوڑی ہے نہ کسی کو ضامن بنایا ہے اور نہ عورت نے اپنا نفقہ معاف کیا ہے، نیز عورت سے اس بات پر حلف لیا گیا کہ وہ بغیر شوہر کے عفت کے ساتھ زندگی نہیں گذار سکتی۔

پھر ہم لوگوں نے مفقود کو تلاش کرنے والے اولیاء سے معلومات فراہم کیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ مفقود کے بڑے بھائی پاکستان میں رہتے ہیں اور مفقود ایک بار پاکستان جا چکا ہے اور اس کے پاسپورٹ تیار تھا ہم لوگوں (محکمہ شرعیہ کے بعض افراد نے پاکستان اس کے بڑے بھائی پر فون کر کے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ دوسری بار وہ ہمارے یہاں نہیں آئے اور ہمیں ان کا کوئی علم نہیں ہے، پھر محکمہ شرعیہ کی طرف سے اخبار میں اعلان مفقود الخبر ایک مرتبہ شائع کیا گیا لیکن اس اعلان کے ڈیڑھ ماہ تک کوئی خبر ہمیں نہیں ملی، دیگر ذرائع سے بھی مفقود کا حال معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی خبر نہیں ملی، اب ہمیں بھی مفقود کے ملنے سے نا امیدی ہو چکی ہے۔

الغرض اب جب کہ ہمیں بھی اس کے ملنے سے نا امیدی ہو چکی ہے اور عورت بھی اپنے بیان کے مطابق چھ ماہ سے زیادہ پاکدامنی کے ساتھ صبر نہیں کر سکتی ہے لہذا ہمیں تفریق کا فیصلہ کرنا ہے تو آنحضرت سے ہمیں یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا ہم اس صورت میں ایک سال کے انتظار کا حکم دیئے بغیر ابھی تفریق کا حکم دے سکتے ہیں؟ جیسا کہ احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۲۱۔ ج ۵ ص ۴۲۲ کی عبارت سے مفہوم ہو رہا ہے جس پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور ان کے صاحبزادی حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ اور مولانا مفتی محمد تقی صاحب مدظلہ کے بھی دستخط ہیں۔

اور اگر الحیلۃ الناجزہ کی عبارت کے مطابق ایک سال کا حکم دینا تفریق سے پہلے ضروری ہے تو وہ ایک سال کب سے شمار ہوگا؟ محکمۂ شرعیہ میں عورت کی طرف سے تفریق کے لئے درخواست آنے کے بعد سے یا مفقود کے ملنے سے نا امیدی کے بعد جس تاریخ کو ایک سال انتظار کا حکم دیا جائے تب سے؟ امید ہے کہ جواب عنایت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں گے، جزاکم اللہ خیر الجزاء فی الدارین خیراً۔

(الجواب) الحیلۃ الناجزہ میں جو تحریر کیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اسی میں احتیاط ہے، لہذا ایک سال انتظار کا حکم دیا جائے۔

صورت مسئولہ میں ابتلا، کا شدید خطرہ ہے لہذا مرافعہ کے وقت سے (یعنی جس تاریخ کو عورت نے آپ کے محکمۂ شرعیہ میں تفریق کی درخواست دی ہو) ایک سال شمار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ الحیلۃ الناجزہ کے حاشیہ کی عبارت

سے مستفاد ہوتا ہے۔ الحیلۃ الناجزہ کی عبارت مع حاشیہ ملاحظہ ہو۔

''زوجۂ مفقود کے لئے چار سال کے مزید انتظار کا حکم اس صورت میں بالاتفاق ضروری ہے جب کہ عورت اتنی مدت تک صبر وتحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشہ ابتلاء ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصۂ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہوگئی ہو تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے، کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی جائے کیونکہ جب عورت کے ابتلاء کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر کے بعد تفریق جائز ہے (الحیلۃ الناجزہ ص ۶۱)

حاشیہ کی عبارت یہ ہے: لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا مرافعہ الی القاضی کے وقت سے اس کی تصریح کتب مالکیہ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ یہاں موجود تھیں ان میں بھی دستیاب نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مرافعہ کے بعد سے سال انتظار شمار کیا جائے۔

ایک سال گذارنے کے بعد عورت کے مطالبہ پر تفریق کا فیصلہ کریں اور فیصلہ کے بعد عدت طلاق گذارنے کا بھی حکم کریں، تتمہ الفائدہ میں ہے۔

''اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے۔ الخ (الحیلۃ الناجزہ ص ۶۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نہر کے بہاؤ میں ایک شخص بہہ گیا اس کے بعد اسے بہت تلاش کیا مگر اس کے زندہ ہونے یا مرجانے کا کچھ پتہ نہ چلا تو اس صورت میں اس کی بیوی کیا کرے :

(سوال ۴۳۵) میرا بیٹا اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ ہماچل پردیش منالی ملم میں بغرض تفریح گیا تھا وہاں ایک نہر کوہ ہمالیہ سے آتی ہے اس میں پانی کا بہاؤ بہت تیز رہتا ہے، نہر کے کنارے ایک پتھر پر اپنے ایک دوست کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ایک موج آئی میرا لڑکا ایک پتھر کے سہارے اس سے بچنا چاہتا تھا اس وقت وہ اپنا بیلنس سنبھال نہ سکا اور پانی کے بہاؤ میں بہہ گیا اس کے بعد بہت تلاش کی وہ نہر بہت لمبی ہے جہاں جہاں ملنے کے امکانات ہو سکتے ہیں ہم وہاں گئے مگر کچھ پتہ نہ چل سکا، اس کے واقعہ کو چودہ ماہ ہورہے ہیں اس کی بیوی جوان ہے شادی کو صرف چھ ماہ ہوئے تھے، کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ اس کا دوسری جگہ نکاح کر دینا چاہئے تو اس کا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

عامل حضرات سے بھی ہم نے رجوع کیا، ان کا کہنا ہے کہ آپ کا بیٹا زندہ ہے اور کسی نامعلوم جگہ میں ہے، کیا ان کی بات قبول کی جا سکتی ہے۔

(الجواب) فقہاء کرام نے مفقود کے سلسلہ میں احکام بیان فرمائے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی ''الحیلۃ الناجزہ'' میں بڑی تحقیق سے مفقود کے احکام تحریر فرمائے ہیں، اس میں ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے۔

’’البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک زوجہ مفقود کو اس کے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جب کہ اس مفقود کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو معرکۂ جنگ میں گم ہو گیا یا ایسے مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے یا سمندر میں سفر کیا ہو (اور ساحل پر پہنچنے کا پتہ نہ چلا ہو) اس قسم کی صورتوں میں اتنا انتظار کر کے موت کا حکم دے دیا جائے گا جس میں حاکم کو مفقود کے فوت ہو جانے کا غلبہ ظن ہو جاوے اور اس حکم بالموت کے بعد اس کی عورت کو عدت وفات گذار کر نکاح کر لینا جائز ہو جاوے گا کما فی الشامیة تحت قول الدر .(واختار الزیلعی تفویضه الی الا مام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحة حکم بموته (الیٰ ان قال) ومقتضاه انه یجتهد ویحکم القرائن الظاهرة الدالة علی موته وعلی هذا یبتنی ما فی جامع الفتاویٰ حیث قال واذا فقد فی المهلكة فموته غالب فیحکم به کما اذا فقد فی وقت الملاقاة مع العدوا ومع قطاع الطریق اوسافر علی المرض الغالب هلاکه او کان سفره فی البحر وما أشبه ذلک حکم بموته لانه الغالب فی هذاه الحالات وان کان بین احتمالین واحتمال موته ناشئی عن دلیل الاحتمال حیاته لان هذ الا حتمال کا حتمال مااذا بلغ المفقود مقدار ما لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقداره نقل عن الغنیة انتهیٰ ما فی جامع الفتاویٰ وافتیٰ به بعض مشائخنا وقال انه افتی به قاضی زاده صاحب بحر الفتاویٰ لکنه لا یخفی انه لا بد من مضی مدة طویلة حتی یغلب علی الظن موته لا بمجرد فقده عند ملا قاة العدوا وسفر البحر ونحوه (ج۳ ص ۵۱۱ شامی استنبول ص ۴۵۶ ،ص ۴۵۷ ج ۳ کتاب المفقود)(الحیلة الناجزة ص ۴۹، ص ۵۰ ،حکم زوجه مفقود)

مفقود کے متعلق ایک فتویٰ، فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم ص ۱۲۹، ص ۱۳۰ میں بھی چھپا ہوا ہے اس میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ جدید ترتیب کے مطابق ’’مفقود کا شرعی حکم‘‘ کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں۔ از مصحح۔

صورت مسئولہ میں آپ کا بیٹا نہر کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور موج آنے کی وجہ سے اپنا توازن (بیلنس) برقرار نہ رکھ سکا اور پانی کے بہاؤ میں بہہ گیا، اس کے بعد آپ نے اسے تلاش کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی مگر کامیابی نہیں ہوئی، اور اس حادثہ کو آج چودہ مہینے ہو رہے ہیں اگر وہ زندہ ہوتا تو ابھی تک کچھ نہ کچھ پتہ چلتا مگر ابھی تک کوئی پتہ نہیں چلا۔ کالہذا مذکورہ صورت میں اگر عورت جوان ہو اور اس پرفتن زمانہ میں باعفت زندگی گذارنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں عورت اپنا مقدمہ شرعی پنچایت میں دائر کر کے جدائیگی کا مطالبہ کرے، شرعی پنچایت کے اراکین معاملہ کی تحقیق کریں، تحقیق کے بعد اگر ان کو مفقود کے فوت ہونے کا ظن غالب ہو جائے تو مفقود کی وفات کا حکم کر کے عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کے جواز کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور عورت اس کے مطابق عمل کر سکتی ہے۔

مذکورہ صورت میں عامل حضرات جو بات کہہ رہے ہیں اسے شرعی شہادت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا اور ان کے کہنے کی بنیاد پر اس کو زندہ مان کر عورت کو شادی کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مسلم جج کا فسخ نکاح کا فیصلہ معتبر نہیں ہے:

(سوال ۴۳۶) شفیق الرحمٰن کا بشریٰ سے نکاح ہوا تو تقریباً سات آٹھ سال دونوں ساتھ رہے دو بچے بھی ہیں، پھر شفیق الرحمٰن کا بشریٰ اور اس کے والدین سے جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے بشریٰ اپنے ماں باپ کی گھر چلی گئی اور اس نے بنگلہ دیش میں ایک کورٹ میں طلاق یعنی فسخ نکاح کے لئے درخواست پیش کی، کورٹ نے شوہر اور بیوی دونوں کی گفتگو سنی ان دونوں کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شوہر کے انکار پر نکاح فسخ نہیں کیا، اس کے بعد بشری کے والدین امریکہ چلے گئے وہاں غیر مسلم جج کے سامنے کورٹ میں فسخ نکاح کی درخواست پیش کی، وہاں کی کورٹ نے شوہر کا بیان یا اس سے تحقیق کئے بغیر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا، کیا وہاں کے غیر مسلم جج کے فسخ نکاح کا فیصلہ کرنے سے نکاح فسخ ہو جائے گا؟ امید ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! غیر مسلم جج فسخ نکاح کا فیصلہ کرے تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا اور اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

الحیلۃ الناجزہ میں ہے:۔ اگر کسی جگہ فیصلہ کنندگان حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے، اس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہو سکتا **لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقه**۔ حتی کہ اگر روداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا،...... الی قولہ...... اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جاوے جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جیوری کے سپرد ہو جاتا ہے یا بینچ میں پیش ہوتا ہے یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو اس صورت میں ان سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں، ایسے فیصلہ سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی الخ۔ (الحیلۃ الناجزہ ص ۲۳ ص ۲۴، جز دوم تفریق بین الزوجین بحکم حاکم)

لہذا صورت مسئولہ میں عورت کی درخواست پر غیر مسلم جج نے فسخ نکاح کا جو فیصلہ کیا ہے وہ معتبر نہیں اس فیصلہ سے نکاح شرعاً فسخ نہ ہوگا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر شیعہ ہو جائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۴۳۷) زوجین سنی تھے کچھ عرصہ کے بعد شوہر شیعہ بن گیا، اور اس نے اپنے گمراہ پیر کو سجدہ کیا اور اس کو بولتا قرآن سمجھنے لگا اور قرآن مجید کو گونگا قرآن کہنے لگا اور بیوی سنیہ ہے تو کیا ان کا نکاح فسخ ہو گیا، اگر فسخ ہو گیا تو وہ عورت دوسری جگہ شادی کرنے کے لئے متارکت زوج یا تفریق امارت شرعیہ کی محتاج ہے یا نہیں؟ الدر المختار کی عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء قاضی کی ضرورت نہیں ہے " **وارتداد احدالزوجین فسخ عاجل بلا قضاء** " (شامی ص ۳۹۲ ج ۲) لیکن قدیم فتاویٰ رحیمیہ ۲۵۳/۵ سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے براہ کرم تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) شیعوں میں مختلف العقائد فرقے ہیں جولوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) خدا سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک مانتے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی سے حضرت علیؓ کے بجائے حضرت محمد ﷺ کو پہنچائی ، اور جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر (معاذ اللہ) زنا کی تہمت لگاتے ہیں ، اور جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہیں وغیر ذلک کفریہ عقیدہ رکھنے والوں کو فقہاء کرام نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الا لوهیة فی علی رضی اللہ عنہ او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن (شامی ۴۰۶/۳)(فتاویٰ عالمگیری ۲۶۴/۲ مطلب موجبات الکفر ومنها مایتعلق بالا نبیآء الخ) اور جن کے عقیدے حد کفر تک نہیں پہنچے وہ مبتدع اور گمراہ ہیں الخ ۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۳۵/۳) جدید ترتیب کے مطابق ، نکاح محرمات کے بعد میں شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح ، کے عنوان سے دیکھ لیا جائے ۔ از مرتب)

فتاویٰ رحیمیہ ۲۵۳/۵ (جدید ترتیب کے مطابق فسخ نکاح کے باب میں ،شوہر شیعہ بن جائے الخ کے عنوان سے دیکھ لیا جائے از مرتب) کے جس فتویٰ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کے سوال میں شوہر کے صرف شیعہ ہونے کا تذکرہ ہے اس کے ایسے کوئی عقیدہ یا قول وفعل کا تذکرہ نہیں جو موجب کفر ہو اس لئے احتیاطاً نکاح فسخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا اور یہ لکھا گیا کہ عورت اپنا معاملہ مسلم پنچایت میں داخل کرے ، مسلم پنچایت کے اراکین شیعہ شوہر کے عقائد کی تحقیق کر کے فیصلہ کرے اور عورت کو اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا ، مگر چند سال قبل خمینی کی کتابیں اور اس کا لٹریچر سامنے آیا جس سے شیعوں اور خاص کر اثناء عشری کے عقائد کھل کر سامنے آئے ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم کی تحریک پر یہ مسئلہ اٹھا اور علماء کرام نے متفقہ طور پر ان کے کفر کا فیصلہ کیا ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم نے الفرقان کی خصوصی اشاعت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء مطابق صفر المظفر تا ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ میں اسے شائع کیا جس کا نام "خمینی اور اثناء عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ" ہے جس میں احقر کے بھی تصدیقی دستخط ہیں ، لہذا اب اگر کوئی شخص شیعہ بنے گا تو اسے مرتد قرار دے کر فسخ نکاح کا حکم لگایا جائے گا۔

الحیلة الناجزہ میں ہے :۔ اگر کسی عورت کا خاوند معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو باجماع ائمہ اربعہ وباتفاق جمہور فقہاء اس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے ۔ قضاء قاضی اور حکم حاکم کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ ارتداد شوہر اگر خلوت صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے ، نیز اس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے لما فی الدر المختار (وارتداد احدهما) ای الزوجین (فسخ)فلا ینقص عدداً (عاجل) بلا قضاء فللموطوءة ولو حکماً کل مهرها لتاکده به ولغیرها نصفه لو سمی او المتعة لوار تدو علیه نفقة العدة وفی رد المحتار قوله (بلا قضاء)ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدة فی المدخول بها کما فی البحر (شامی باب نکاح الکافر ص ۴۲۵ ج۳) (الحیلة الناجزة ص ۹۲ ،ص ۹۳)فقط واللہ اعلم بالصواب .

باب الرجعة

تین طلاق کے بعد رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں:

(سوال ۴۳۸) ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاق دی ہے۔ حنفی علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق ہوگئی رجوع، جائز نہیں ہے۔ اور شرعی حلالہ کے بغیر نکاح معتبر نہیں ہے۔ مگر ایک غیر مقلد مولوی نے اس کو بہکایا اور فتویٰ لکھ دیا کہ تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے۔ لہذا رجوع کر لے تو گنجائش ہے تو اس شخص نے نکاح پڑھ کر عورت کو بلالیا ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں مع الاحادیث فتویٰ علی الفور روانہ فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مقلد مولوی کا یہ سمجھانا کہ تین طلاق ایک ساتھ دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے، قرآن واحادیث اور اجماع صحابہ علماء سلف وفقہاء، ومشائخ اور ائمہ مسلمین حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم بزرگان دین کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔ لہذا مذکور نکاح صحیح ودرست نہیں ہے۔

تین طلاق کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا اور ان کا آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے، دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے۔ مذہب کے خلاف غیر مقلد کا سہارا لینے سے حرام شدہ عورت حلال نہیں ہوسکتی۔ قرآن شریف میں ہے کہ الطلاق مرتان (سورہ بقرہ رکوع ۲۹)

ترجمہ! جس طلاق کے بعد رجوع کر سکتے ہیں وہ دو ہی طلاق ہیں۔ یعنی ایک سے دو تک رجوع جائز ہے۔

الطلاق، ای التطلیق الذی یراجع بعدہ مرتان ای اثنتان (تفسیر جلالین ص ۳۳) آگے تیسری طلاق کے متعلق ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ .(سورۂ بقرہ ع ۲۹) فان طلقها الزوج بعد اثنتین فلا تحل له من بعد الطلقة الثالثة حتی تنکح زوجاًغیرہ.

ترجمہ: پھر اگر مرد عورت کو (دو طلاق کے بعد) تیسری طلاق دے تو اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہے گی۔ یہاں تک وہ عورت اس کے سوا دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہ کر لے۔ (تفسیر جلالین ص ۳۳) اور احکام القرآن میں ہے۔ فالکتاب والسنة واجماع السلف الصالحین توجب ایقاع الثلث معاًوان کانت معصیة قرآن شریف وسنت اور اجماع سلف صالحین کا فیصلہ یہی ہے کہ یکبارگی تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں اگر چہ یکبارگی تین طلاقیں دیدینا معصیت ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۴۵۹)

اور تفسیر مظہری میں ہے۔ لکنهم اجمعوا علیٰ انه من قال لا مراته انت طالق ثلثا یقع ثلاثا بالاجماع. ترجمہ:۔ جمہور علماء قائل ہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاق مجتمعاً دے گا تو بالاجماع تین طلاق ہوجائے گی۔ (ج ۱ ص ۳۰۰)

اور فتح القدیر میں ہے وذهب جمهور الصحابه والتابعین ومن بعد هم من الائمة المسلمین الیٰ انه یقع ثلثا. ترجمہ۔ جمہور صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد جو مسلمانوں کے امام گذرے وہ مانتے ہیں کہ تین

طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ (ج ۳ص ۳۳۰ کتاب الطلاق باب طلاق السنة)

اور اسی کتاب میں ہے کہ تین طلاق واقع ہونے کا حکم اجماعی اور حق ہے۔ لہذا اس کے خلاف کرنے میں سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں اور اگر کوئی قاضی شرع اس کے خلاف فیصلہ دے تو وہ معتبر نہیں مردود و باطل ہے کیونکہ تین طلاق واقع ہوجانے کا مسئلہ اجتہادی نہیں اجماعی ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ص ۳۳۰)

بحر الرائق میں ہے۔ **ولا حاجة الی الا شتغال بالا دلة علی رد قول من انکر وقوع الثلاث جملة لانه مخالف للاجماع کما حکاه فی المعراج و لذا قالوا لو حکم حاکم بان الثلاث بفم واحد واحدة لم ینفذ حکمه لا نه خلاف لا اختلاف.** (البحر الرائق ص ۲۳۹ . ۲۴۰ ج ۳ کتاب الطلاق تحت قوله وثلاثا فی طهر او کلمة بدعی).

شیخ الاسلام علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔ **ومذهب جما هیر العلماء من التابعین ومن بعد هم منهم الا وزاعی والنخعی والثوری وابو حنیفة واصحابه و مالک والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واستحاق وابو الثور وابو عبید واخرون کثیرون علی ان من طلق امراته ثلاثا وقعن ولکنه یا ثم.** (عینی ج ۲۰ ص ۲۳۳ باب من اجاز طلاق الثلاث)

یعنی! جمہور علماء، تابعین اور ان کے بعد کے علماء، فقہاء، محدثین اور امام اوزاعی اور امام نخعی اور امام ثوری۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب، امام اسحاق، امام ابوثور امام ابوعبید اور دیگر بہت سے فقہاء قائل ہیں کہ۔ جوکوئی اپنی عورت کو تین طلاق دے گا وہ پڑ جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا کہ اس نے خلاف سنت طلاق دی جو شریعت کو پسند نہیں ہے اسی لئے اس کو طلاق بدعی کہا جاتا ہے۔ (عینی شرح بخاری ج ۹ص ۵۳۷)

اور بدایۃ المجتہد میں ہے:۔ **جمہور فقهاء الا مصار علی ان الطلاق بلفظ الثلاث حکمه حکم الطلقة الثلثة** (ج ۲ ص ۶) یعنی! علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء امصار قائل ہیں کہ ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے دینے کا حکم وہی ہے جو تین مرتبہ میں تین طلاقیں دینے کا حکم ہے (بدایۃ المجتہد ج ۲ص ۶ کتاب الطلاق)

اسی طرح شارح صحیح مسلم شریف شیخ الاسلام امام نووی تحریر فرماتے ہیں:۔ **فقال الشافعی ومالک وابو حنیفه واحمد وجما هیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث.**

یعنی۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد وغیرہم جمہور علماء سلف وخلف سب قائل ہیں کہ تین طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ (شرح صحیح مسلم شریف (نووی ج اص ۴۷۸ باب طلاق الثلاث)

''مرقاۃ'' شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ **الیه ذهب جمهور الصحابة والتابعین۔**

اور جمہور صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے بزرگان ائمہ اور مذہبی پیشوا قائل ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (ج ۲ص ۵۷۶ باب المطلقة ثلاثا)

امام بخاریؒ کے نزدیک بھی بیک وقت ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اس کے لئے آپ نے

ایک باب باندھا ہے " باب من اجاز طلاق الثلاث"اس کے تحت احادیث لائے ہیں، منجملہ ان کے ایک حدیث یہ ہے۔عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول؟ قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (لفظه للبخاری) (بخاری شریف پ ۲۲ ج ۲ ص ۷۹۱ باب من اجاز طلاق الثلاث)(مسلم شریف ج ۱ ص ۴۶۳)

یعنی!ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاق دی پھراس نے دوسرے سے نکاح کیا۔اس نے صحبت کئے بغیر طلاق دے دی، آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کے لئے یہ حلال ہوئی ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرلے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی (بخاری ومسلم)

یہ حدیث طلاق ثلاثہ کے بیک وقت ہونے میں ظاہر ہے۔فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے۔ فالتمسک بظاهر قوله طلقها ثلاثا فانه ظاهر فی کونها مجموعة (ج۹ ص ۳۲۱) مطابقة للترجمة فی قوله طلق امرأته ثلثا فانه ظاهر فی کونها مجموعة.(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۲۳۷ ایضاً)

سنن کبری میں"باب امضاء الثلاث وان کن مجموعات" کے ماتحت حدیث لائے ہیں۔عن عائشة رضی اللہ عنها ان رجلا طلاق ثلاثا فتروجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی تذوق عسیلته کما ذاق الاول ج۷ ص ۳۳۴ ایضاً)

چند حدیثیں اور ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تین طلاق دیتے ہوئے سنا تو غضب ناک ہوگئے اور فرمایا:۔تتخذون ایات اللہ هزواً او دین اللہ هزواً و لعبا؟ من طلق البتة الزمناه ثلاثا لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره (المغنی لابن قدامه ج ۷ ص ۱۰۳) یعنی تم آیات اللہ کو مذاق بناتے یا یہ فرمایا کہ کھیل بناتے ہو؟ جوبھی طلاق البتہ (تین طلاقیں دے گا ہم تین ہی لازم کردیں گے اس کی بیوی حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کرے (المغنی ابن قدامه ج۷ ص ۹۰۳ کتاب الطلاق ۵۸۱۹ مسأله قال ، ولو طلقها ثلاثا فی طهر الخ).

(۲)وعن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراته ثلاث تطلیقات جمیعاً فقام غضبان ثم قال یلعب بکتاب اللہ وانا بین اظهر کم حتی قام رجل فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اقتله (نسائی شریف ج ۲ ص ۳۶ (مشکوٰة ص ۲۸۴ باب المطلقه ثلاثاً)

یعنی آنحضرت ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی تو آنحضرت ﷺ غضبناک ہوکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں ۔آنحضرت ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یارسول اللہ کیا اسے میں قتل نہ کردوں۔(نسائی اور مشکوٰة شریف)

حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں مجتمعاً واقع ہوجاتی ہیں اگر واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت ﷺ غضبناک نہ ہوتے اور فرمادیتے کوئی حرج نہیں۔

(۳) صحیح بخاری میں ہے:۔وقال اللیث عن نافع کان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثاً قال لو طلقت مرة او مرتین فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا فان طلقتھا ثلثاً حرمت حتی تنکح زوجا غیرک (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۲ پ ۲۲ باب من اجاز طلاق الثلاث)

(۴) اسی طرح صحیح مسلم میں ہے:۔ وکان عبداللہ اذا سئل عن ذلک قال لاحدھم اما انت طلقت امرأتک مرة او مرتین فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی بھذا وان کنت طلقتھا ثلاثا فقد حرمت علیک حتی تنکح زوجا غیرک وعصیت اللہ فیما امرک من طلاق امرأتک (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶ باب طلاق الثلاث)

یعنی جب کوئی شخص تین طلاقیں دے کر حضرت ابن عمرؓ سے فتویٰ دریافت کرتا تو آپ فرماتے کہ اگر تو نے ایک یا دو طلاق دی ہوتی (تو رجوع کرسکتا تھا اس لئے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اس کا حکم دیا تھا لیکن اگر تو نے تین طلاقیں دی ہیں تو وہ تم پر حرام ہوگئی جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے تمہارے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔(بخاری۔مسلم)

(۵) عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس فجائہ رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان اللہ قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا وانک لو تتق اللہ فلا اجدلک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امرأتک (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶ باب بقیة فسخ المراجعة بعد الثلث)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔حضرت ابن عباسؓ خاموش رہے۔میں نے خیال کیا کہ شاید رجعت کا حکم دیں گے۔ پھر انہوں نے فرمایا حماقت پر سوار ہوجاتے ہیں۔اور کہتے ہیں اے ابن عباس! اے ابن عباس! بے شک خدا نے فرمایا کہ جو خدا سے ڈرے اس کے لئے چھٹکارے کی صورت ہوتی ہے اور تو نے خدا کا خوف نہیں کیا اس لئے تیرے واسطے کوئی مناص نہیں ہے تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔(ابوداؤد شریف)

(۶) کتاب الآثار (امام محمد) میں ہے:۔باب من طلق ثلثا (تین طلاق دینے کے بیان میں) محمد قال اخبرنا ابو حنیفة عن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین عن عمرو بن دینار عن عطاء ان رجلا جاء عند ابن عباس فقال طلقت امرأتی ثلثا قال یذھب احدکم فیتلطخ بالاثم فیاتی بعدہ عندنا اذھب انت عصیت ربک فقد حرمت علیک امرأتک لا تحل لک حتی تنکح زوجا غیرک قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفة وقول العامة لا اختلاف فیہ (کتاب الآثار امام محمد ص ۲۲۰ باب من طلاق ثلاثا او طلق واحدة وھو یرید ثلاثا)

یعنی امام محمد فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ،عبداللہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت عبداللہ بن

عبدالرحمٰنؒ حضرت عمرو بن دینار کے واسطہ سے حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اس نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا تم جیسے لوگوں کا طریقہ ہے کہ گندگی سے پوری طرح آلودہ ہوجاتے ہو پھر ہمارے پاس آتے ہو چلے جاؤ۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ تم پر تمہاری بیوی حرام ہوگئیں۔ تاوقتیکہ وہ دوسرے سے نکاح کرے (اور اس کی صحبت سے متمتع نہ ہو پھر طلاق دے یا مرجائے پھر عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کرے تب حلال ہوسکتی ہے۔ امام محمد نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور عام اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۷) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کی کسی بات سے آزردہ ہوکر کہہ دیا۔ **اذهبی فانت طالق ثلاثا** یعنی تو چلی جا تجھ کو تین طلاق بعد میں حضرت امام حسنؓ کو معلوم ہوا کہ بیوی کو جدائی کا بہت صدمہ ہے آپ رونے لگے۔ پھر فرمایا **لو لا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلاق امرأته ثلاثا عند الا قراء او ثلاثا بمبهمة . لم تحل له حتی تنكح زوجا غیره لراجعتها.** یعنی اگر میں نے اپنا نانا سے نہ سنا ہوتا۔ یا یہ فرمایا کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ انہوں نے اگر میرے نانا (رسول خدا ﷺ) سے نہ سنا ہوتا کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاقیں طہروں میں دے دے یا تین طلاقیں مبہم (ایک لفظ میں) دے دے تو جب تک وہ عورت دوسرے سے نکاح نہ کرے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوتی تو میں عورت کو ضرور واپس لے آتا **(دار قطنی ج ۲ ص ۴۳۷)(سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۶ باب امضآء الثلاث وان کن مجموعات)**

حدیث رکانہ:

غیر مقلدوں کو ''حدیث رکانہ'' پر بڑا ناز ہے۔ مگر خود حضرت رکانہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے خود اپنی عورت کو لفظ ''البتۃ'' کے ساتھ طلاق دی (جس میں ایک سے تین طلاق تک کی گنجائش ہوتی ہے۔ (ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک اور تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوتی ہیں) پھر آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر دی اور کہا **و اللّٰہ ما اردت الا واحدةً** (خدا کی قسم میں نے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا **و اللّٰہ ما اردت الا واحدة** (اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی؟) تو حضرت رکانہؓ نے کہا **و اللّٰہ ما اردت الا واحدة.** تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو تم نے نیت کی ہے اسی کا اعتبار ہے۔ حدیث رکانہ یہ ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن یزید بن رکانه عن ابیه عن جده قال اتیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقلت یا رسول اللّٰہ انی طلقت امراتی البتة فقال ما اردت بها قلت واحدة قال و اللّٰہ قلت و اللّٰہ قال فهو ما اردت(ترمذی ج ۱ ص ۱۴۰ باب ماجآء یطلق امرأته البتة)

وفی سنن ابن ماجه :. عن عبداللّٰہ بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امراته البتة فاتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فساله فقال ما اردت بها قال واحدة قال اللّٰہ ما اردت بها الا واحدة ؟ قال اللّٰہ ما اردت بها الا واحدة قال فردها علیه (ابن ماجه شریف ج ۱ ص ۱۴۹

مجتبائی دھلی) (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۳۰۶ مجتبائی)

اگر ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو قسم دے کر ایک طلاق کی نیت متعین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرما دیتے کہ ایک کی نیت ہو یا تین کی ایک ہی شمار ہوگی۔ لہذا یہ بات قطعاً غلط ہے کہ تین طلاق دینے کے ارادہ سے تین دے تب بھی ایک ہی واقع ہوتی ہے۔ تین نہیں ہوتیں۔

الحاصل تین طلاق کے خلاف غیر مقلد مولوی کا سمجھانا قرآن حدیث اور اجماع صحابہ اور جمہور اہل سنت کی مسلک کے خلاف اور گمراہ کن ہے۔ لہذا کسی مرد یا عورت کی خاطر غیر مقلد کے سمجھانے کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں موجب گمراہی ہے۔ نیز سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

شامی میں ہے ایک حنفی المسلک نے ایک اہل حدیث (غیر مقلد) کی لڑکی سے پیغام نکاح بھیجا۔ اس نے کہا اگر تو مذہب چھوڑ دے۔ یعنی امام کے پیچھے قرأت اور رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کرے تو پیغام منظور ہے اس حنفی نے یہ شرط منظور کر لی اور نکاح ہو گیا۔ شیخ وقت امام ابوبکر جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو افسوس کیا اور فرمایا **النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النزاع لانه استخف بالمذهب الذی هو حق عنده وترکه لاجل جیفة منتنة.** ترجمہ۔ (شیخ امام ابوبکر جوزجانی نے فرمایا کہ خیر) نکاح تو ہو گیا لیکن مجھے اس شخص کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے کہ اس نے عورت کی خاطر اس مذہب کی توہین کی جس کو وہ آج تک حق سمجھتا تھا۔ محض عورت کی خاطر اس کے خلاف کیا۔ (**شامی ج ۳ ص ۲۶۳ باب التعزیز فیما اذا ارتحل الی غیر مذهبه**)

لہذا ان کو چاہئے کہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور گمراہی سے باز آ جائیں۔ اگر نہ مانے تو ایسے شخص کے ساتھ میل جول اور تعلقات نہ رکھے جائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کو روکو، نہ مانے تو قطع تعلق کرو کیونکہ وہ اپنے گناہ سے اپنے ساتھ قوم کو بھی تباہ کرتا ہے۔ اطمینان مزید کے لئے چند فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

فتویٰ نمبر ۱۔ علماء ہند کے استاذ کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ:۔

اگر سہ طلاق داد خواہ یکبار خواہ متفرق باز در نکاح نمی تواند آورد تا وقتیکہ حلالہ نہ کند۔

ترجمہ:۔ اگر تین طلاق دے دے چاہے ایک ساتھ یا جدا جدا تو جب تک حلالہ نہ کرے دوبارہ نکاح میں نہیں لا سکتا۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۲۰)

فتویٰ نمبر ۲۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی کا فتویٰ:۔

تین طلاق کے بعد عورت مغلظہ بائنہ ہو جاتی ہے اور بلا حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے کہ نص قطعی سے ثابت ہے اور اجماع امت اس پر ہے کہ کسی کا خلاف اس میں معتبر نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۳۔۴ ص ۲۵۸)

فتاویٰ خیریہ میں ہے:۔

(**سئل) فی شخص طلاق زوجته ثلاثا مجتمعاً فی کلمة واحدة فهل یقعن ام لا وهل اذا**

رفع الیٰ حاکم حنفی المذهب یجوز له تنفیذ الحکم بعدم الوقوع اصلاً او بوقوع واحد اویجب علیه ان یبطله وهل اذا نفذه ینفذ ام لا .

(اجاب) نعم یقعن اعنی الثلاث فی قول عامة العلماء المشهورین من فقهاء الامصار ولا عبرة بمن خالفهم فی ذلک او حکم بقول مخالفهم والرد علی المخالف القائل بعدم وقوع شئی او وقوع واحدة فقط مشهور واذا حکم حاکم بعد وقوع الطلاق المذکورة لا ینفذ حکمه کما هو مقرر مسطور ففی الخلاصة وفی کثیر من کتب علمائنا التی لا تعد لوا قضی فیمن طلق امرأته ثلاثا جملة انها واحدة او بأن لا یقع شئی لا ینقدو فی التبیین وغیره فی کتاب القضاء ان القضاء بمثل ذلک لا ینفد بتنفیذ قاضی اخر ولو رفع الی الف حاکم ونفذه لان القصاء وقع باطلاً لمخالفته الکتاب و السنة اوالاجماع فلا یعود صحیحا بالتنفیذ اه .(ج ۱ ص ۴۳ کتاب الطلاق ومطالبة)

(وسئل مرة اخری) فی رجل طلق زوجته ثلاثا مجتمعا فی کلمة واحدة فافتاه حنبلی المذهب بعدم الوقوع فاستمر معاشر الزوجته بسبب الفتویٰ المذکور قمدة سنین فهل یعمل بافتاء الحنبلی المذکور ام لا ولو اتصل به حکم منه فکیف الحال .

(اجاب) لا عبرة بالفتویٰ المذکورة ولاینفذ قضاء القاضی بذلک ولو نفذ الف قاض ویفترض علی حکام المسلمین ان یفرقوا بینهما قال بعض العلماء وحکی عن الحجاج بن ارطاة وطائفة من الشیعة والظاهریة انه لا یقع منها الا واحدة واختاره من المتأخرین من لایعبأ به فافتی به واقتدیٰ به من اضله الله تعالیٰ والله اعلم (فتاویٰ خیریه ج ۱ ص ۴۴ ایضاً)

مہر کے عوض طلاق دے تو رجعت صحیح ہے یا نہیں:

(سوال ۴۳۹) عورت مہر معاف کردے اور شوہر اس کے بدلہ میں اس کو طلاق صریح دے۔ یعنی عورت کو یوں کہا۔ کہ میں نے تجھ کو مہر کے عوض میں طلاق دی ہے۔ تو کیا رجوع کرسکتا ہے؟ اور یہ طلاق رجعی ہے یا بائن؟

(الجواب) صریح طلاق جب بعوض مہر دی جاتی ہے تو طلاق بائن ہوتی ہے جس میں حق رجعت نہیں رہتا "شامی" میں ہے۔ " یقع بائنا لانه بعوضة " ۔(ص ۲۶۰ ج ۲ باب الخلع) اسی طرح خلوت سے پہلے جو طلاق دی جاتی ہے وہ بھی بائن ہے اور اس میں شوہر کو حق رجعت نہیں رہتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دو طلاق صریح میں تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۴۴۰) میں نے اپنی بیوی کو بحالت غصہ دو ۲ طلاق صریح دی ہیں۔ اب نکاح میں رکھنا ہے تو نکاح ضروری ہے یا بغیر نکاح کے بطور عورت کے رکھ سکتا ہوں۔ طلاق آٹھ دن ہوئے دی ہے؟۔

(الجواب) اگر لفظ طلاق دو بار بولا ہے تو عدت میں رجعت کرسکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں۔ لیکن رجعت کے بعد جب کبھی ایک طلاق دے دے گا۔ تو اگلی دونوں طلاق سمیت تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔ اس کا خیال رکھنا ضروری

ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

ایک طلاق نامہ اور اس کا حکم :

(سوال ۴۴۱) طلاق نامہ ذیل میں ہے۔

اس مقام ...... تحریر ہے کہ آپ کی لڑکی ...... کا نکاح خوانی میرے ساتھ ہوئے کافی عرصہ ہوا۔ مگر اس کا دماغ خراب ہونے کی وجہ سے پریشان کرتی ہے۔ لہذا آج سے طلاق دے کر رہا کرتا ہو۔ یہ جانیئے بس یہی !

نوٹ :۔ اسی طلاق نامہ کو چار برس ہوئے ہیں۔ اب میاں بیوی دونوں نکاح کے لئے راضی ہیں۔ تو حلالہ کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

(الجواب) یہ طلاق نامہ اصل ہو یا اصل کے مطابق ہو تو نکاح ہوسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (حوالہ بالا از مرتب)۔

حالت نشہ میں طلاق دے تو ہوگی یا نہیں :

(سوال ۴۴۲) میں عید پر سسرال گیا تھا۔ میری عورت بھی وہاں تھی، عید کے بعد عورت سے کہا کہ میں لینے آیا ہوں۔ لیکن ساس، خسر، دونوں نے انکار کیا۔ ان کے سامنے ہی لڑکی کی پھوپھی کا مکان ہے۔ میں نے ان سے کہا لیکن کوئی بات طے نہ ہوئی۔ میں نشہ میں تھا پھوپھی کی لڑکی کے سامنے غصہ میں طلاق، طلاق، دوبار کہا تو کیا یہ نکاح میں رہی یا نہیں ؟

(الجواب) جب تم نے اپنی بیوی کو دوبار طلاق طلاق کہا۔ تو وہ طلاق رجعی پڑ گئیں اور عدت میں رجوع کر کے بغیر تجدید نکاح کے رکھ سکتے ہو۔ لیکن اب ایک طلاق بھی دوگے تو اگلی دونوں کے ساتھ مل کر تین طلاق ہو جائیں گی۔ اور شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی۔[3] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مخالطت سے پہلے طلاق دے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۴۴۳) ایک شخص نے شادی کی، شادی کے بعد رواج ہے کہ دو تین ماہ بعد لڑکی کو بھیجتے ہیں، اس درمیان کچھ نزاع ہوگیا، جس کے غیض و غضب میں شوہر سے (اس کے والد اور بھائی نے جبراً) طلاق دلائی اب خاوند کو بہت شرم و ندامت ہو رہی ہے اور کہتا ہے کہ شرعاً جو حکم ہو وہ کیا جائے۔ لہذا آپ جلد از جلد جواب دیں۔ بعد نکاح کے صحبت نہیں ہوئی ہے۔ مرد نے عورت کو تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق دی ہے۔ اب اس کو کیا کرنا چاہئے۔ عورت کو نکاح میں کس طرح لاوے۔ شرعی حکم بحوالہ درج فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب نکاح کے بعد لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی اور مرد و عورت میں مخالطت (میل جول) نہ ہونے پایا تھا کہ مرد نے عورت کو تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دے دیں تو پہلی ہی طلاق پر بائنہ ہوگئی، دوسری اور تیسری طلاق نہیں پڑی

---

(۴۴۱) واذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتن فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذلك أولم ترض انما شرط بقاءها فى العدة لانها اذا انقضت زال الملك وحقوقه فلا تصح الرجعة بعد ذلك جوهرة النيرة كتاب الرجعة ج ۲ ص ۱۲۷ .

اب عورت اگر راضی ہو تو نکاح سے ہوسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (ہدایہ ج۱ص ۳۵۱) [1]

اگر ایک طلاق دے کر رجوع کرلیا تو یہ طلاق محسوب ہوگئی ؟:

(سوال ۴۴۴) زید نے اپنی بیوی کو پانچ سال قبل طلاق دی تھی اور دو دن کے بعد رجوع کرلیا تھا پھر ایک سال بعد ایک طلاق دی پھر رجوع کر لیا پھر کچھ عرصہ بعد ایک طلاق دی ، اس صورت میں ایک طلاق شمار ہوگی یا تین؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کتب احادیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض ایک طلاق رجعی دی ،تو حضور اقدس ﷺ نے رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ بحالت حیض طلاق دینا ممنوع ہے جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی تو ان سے یہ سوال کیا گیا کہ رجوع شدہ طلاق محسوب (شمار) ہوگی ؟ تو آپ نے فرمایا فمہ کیوں نہیں ضرور محسوب ہوگی طلق ابن عمر رضی اللہ عنہما امرأته وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ عنه النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال لیرا جعھا قلت تحتسبِ قال فمه (بخاری شریف ج۲ ص ۷۹۰ کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلک الطلاق جز نمبر ۲۲ مسلم شریف ج ۱ ص ۴۷۷)

لہذا صورت مسئولہ میں عورت جب کہ مدخولہ ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہوگئی۔ زید بدون حلالہ اسے دوبارہ نکاح میں نہیں لاسکتا لقوله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له' من بعد حتی تنکح زوجاً غیره (قرآن مجید. سوره بقره) فقط واللہ اعلم بالصواب .

حلالہ کی شرعی صورت:

(سوال ۴۴۵) ایک مسلمان بھائی نے اپنی بیوی کو محلّہ کی دو عورتوں کے سامنے تین مرتبہ غصہ میں طلاق ،طلاق ، طلاق ، کہہ دیا ہے ،شوہر و بیوی دونوں اس کا اقرار کرتے ہیں ،اب وہ دونوں پھر ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں اس کی کیا صورت ہوگی ،جواب عنایت فرما کر کرم فرمائیں ۔بینوا توجروا۔

(الجواب) مذکورہ صورت میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور عورت شوہر پر حرام ہوگئی ،شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی ،شرعی حلالہ یہ ہے کہ طلاق کی عدت (اگر حیض آتا ہو تو تین حیض اور اگر بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حاملہ ہو تو وضع حمل) پوری کر کے عورت اپنی مرضی سے کسی سے نکاح کرے اور وہ صحبت بھی کرے اس کے بعد یہ دوسرا شوہر مر جائے تو وفات کی عدت پوری کر کے یا کسی وجہ سے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ لاینکح مطلقة بھا ای بالثلاث . الی قوله . حتی یطأ ھا غیره ولو الغیر مراھقاً یجا مع مثله ...... الی . بنکاح و تمضی عدته ای الثانی الخ (در مختار مع الشامی ج۲ ص ۷۴۰ ۷۳۹ باب الرجعة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

---

(۱) فان فرق الطلاق بانت بالا ولیٰ ولم تقع الثانیة والثالثة فصل فی الطلاق قبل الدخول)

شوہر ثانی سے بلا دخول طلاق دینے کی شرط پر نکاح کرنے حکم :

(سوال ۴۴۶) کسی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی ہوں اور حلالہ کے لئے ایک شخص کو اس شرط پر رضا مند کیا ہو کہ بغیر صحبت کئے طلاق دے دے گا اور وہ شخص شرط کے مطابق بلا صحبت طلاق دے دے تو یہ شرطیہ نکاح درست ہوگا؟ اور عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی؟ مطلقہ بہو کو خسر اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شرطیہ نکاح کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے مگر نکاح منعقد ہوجائے گا اور شرط باطل ہوجائے گی، پھر اگر جماع سے پہلے طلاق دے دی گئی تو طلاق واقع ہوجائے گی لیکن شوہر اول کے لئے عورت حلال نہ ہوگی (وکره التزوج الثانی تحریماً) لحدیث لعن الله المحلل والمحلل له (بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک (وان حلت للاول) لصحة النکاح وبطلان الشرط الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب الرجعة) شوہر اول کے لئے حلال ہونے کے لئے زوج ثانی کا وطی کرنا ضروری ہے درمختار میں ہے حتی یطأ غیره (ج ۲ ص ۷۳۹ باب المرجعة) مطلقہ بہو کو ساس اور خسر اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں بشرطیکہ کسی قسم کی خرابی کا (اور گناہ میں مبتلا ہونے کا) اندیشہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

آٹھ سال کے بعد زوج ثانی صحبت نہ کرنے کا بیان دے تو حلالہ معتبر ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۴۴۷) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں مگر گھر سے بیوی نہ نکلی اور فتویٰ یہ آیا کہ اب شرعی حلالہ کے بغیر عورت شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، چنانچہ طلاق کی عدت گذرنے کے بعد شوہر کے بھائی نے مطلقہ سے نکاح کرلیا اور تین دن ساتھ رہنے کے بعد طلاق دے دی، عدت گزرنے کے بعد شوہر اول نے نکاح کرلیا جس کو آٹھ سال ہوگئے اولاد بھی ہوئی لیکن اب اس کی عورت اور بھائی کہتا ہے کہ ہم نے صحبت نہیں کی تھی صرف تین دن ساتھ رہ کر طلاق دے دی تھی، اب شوہر کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب دونوں نکاح کے بعد میاں بیوی کی طرح تین رات دن خلوت میں رہے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ حلالہ کے لئے صحبت شرط ہے اس کے باوجود اس وقت کچھ نہیں کہا اب آٹھ سال بعد صحبت نہ ہونے کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ۔

مرتد ہونے سے مطلقہ ثلثہ حلال ہوگی یا نہیں :

(سوال ۴۴۸) ایک نومسلم مرد نے مسلمان عورت سے نکاح کیا کچھ دنوں کے بعد نا اتفاقی ہوگئی جس بنا پر عورت کو تین طلاقیں دے کر الگ کردیا اس کے بعد وہ اپنی قوم میں جا ملا اور مرتد ہوگیا۔ (اعاذ نا اللہ منه) پھر دوبارہ مسلمان ہوا وہ مطلقہ عورت دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر طلاق کے بعد عدت گذار کر عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا ہے اور اس کے ساتھ رہنے (جماع) کے بعد شوہر فوت ہوگیا ہے یا شوہر نے طلاق دے دی ہے اور عدت ختم ہوگئی ہے تو اب وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں کیونکہ شوہر نے تین طلاقیں دے کر اپنا حق ختم کردیا ہے وہ حق مرتد ہوجانے کی وجہ

سے واپس نہیں ملا سکتا تاوقتیکہ شرعی حلالہ نہ کیا جائے۔(والزوج الثانی یهدم بالدخول) فلو لم یدخل لم یهدم اتفاقا قنیة الخ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۷۴۶ باب الرجعة) اس سے معلوم ہوا کہ واقع شدہ طلاق کو منہدم کرنے والی چیز زوج ثانی کا نکاح اور وطی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شرعی حلالہ کی ایک صورت:

(سوال ۴۴۹) ایک شخص نے تین طلاق دے دی ہیں، اب وہ دونوں میاں بیوی دوبارہ باہم نکاح کرنے پر رضا مند ہیں اور ظاہر ہے کہ بغیر حلالہ کے اب نکاح نہیں ہوسکتا تو وہ حلالہ کے لئے بھی تیار ہے لیکن سنا ہے کہ حدیث میں اس پر لعنت کی گئی ہے۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ لعنت کن لوگوں پر ہے اور کس صورت میں ہے اور کس شرط پر ہے ہمارے یہاں ایک مولانا نے بیان میں فرمایا کہ ایسے حلالہ کرنے والوں اور کرانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے اور وہ حرام کاری کرتے ہیں، تو کیا اس معاملہ میں بیچ میں رہنے والوں پر نکاح پڑھانے والوں پر شاہدین پر کوئی لعنت ملامت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اول تو طلاق دینا ہی مکروہ ہے اور اگر طلاق دینے کے لئے مجبور ہو جائے تو ایک طلاق دے کر چھوڑ دیوے اگر عدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو عدت پوری ہونے سے نکاح سے نکل جائے گی پھر وہ جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے بھی نکاح ہوسکتا ہے لیکن اپنی حماقت سے تین طلاقیں دے ڈالی ہوں تو اب نہ رجوع کی صورت ہے نہ تجدید نکاح کی عدت گذار کر کسی سے نکاح کرے اور رہنے سہنے (جماع) کے بعد وہ شوہر مر جائے یا وہ کسی وجہ سے طلاق دے دے تو عدت گذار کر پھر کسی اور سے نکاح کرسکتی ہے پہلا شوہر نکاح کرنا چاہے تو وہ بھی کرسکتا ہے کہ حلالہ کی صورت عمل میں آچکی ہے لیکن جس نے پہلے تین طلاقیں دی ہیں وہ عدت کے بعد کسی سے شرطیہ نکاح کر دے یعنی عقد نکاح کے وقت عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات تمہارے نکاح میں اس شرط کے ساتھ دی کہ صحبت کر کے طلاق دے دیں اور وہ مرد کہے کہ میں اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ صحبت کے بعد طلاق دے دوں گا یہ سخت مکروہ اور موجب لعنت ہے اور اگر ایسی شرط عقد نکاح کے وقت نہ کی جائے یوں ہی نکاح ہو جائے اور صحبت کے بعد طلاق دے دے تو یہ صورت اس سے اخف ہے اور بلا حلالہ کے میاں بیوی کی طرح رہنے اور غیر مقلد سے غلط فتویٰ حاصل کر کے تمام عمر زنا کاری اور حرام کے بچے جننے سے تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ زوجین کے رشتے داروں کو خطرہ ہو کہ اگر ان کا دوبارہ نکاح نہیں کیا گیا تو یہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے یا عیالدار ہونے کی وجہ سے دونوں پریشان ہوں اس وجہ سے ان کے اولیا یا دوست احباب بغرض اصلاح عورت کا کسی سے نکاح کر دیں اور زوج ثانی بھی اصلاح کی غرض سے بعد از صحبت طلاق دے دے تو انشاء اللہ یہ فعل موجب لعنت نہ ہوگا بلکہ امید ہے کہ اصلاح اور گناہ سے بچانے کی نیت کی وجہ سے مستحق ثواب ہوں گے ترمذی شریف میں اس لعنت والی حدیث کے حاشیہ میں ہے وقیل المکروہ اشتراط الزوج بالتحلیل فی القول لا فی النیة بل قد قیل انه ماجور بالنیة لقصد الاصلاح کذا فی اللمعات. ترمذی ج ۲ ص ۱۳۳ باب ماجآء فی المحلل والمحلل له

شرعی حلالہ کسے کہتے ہیں؟:

(سوال ۴۵۰) شرعی حلالہ کی کیا صورت ہے اس کی وضاحت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) شرعی حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت طلاق کی عدت گذارے، طلاق کی عدت یہ ہے کہ اگر عورت کو حیض آتا ہو تو اس کو تین حیض آجائیں، تین حیض چاہے جتنے دنوں میں آئیں تین مہینے میں آئیں یا اس سے کم مدت میں یا اس سے زیادہ مدت میں، تین حیض ہی سے عدت پوری ہوگی، عوام مطلقاً تین مہینے سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، اگر تین حیض آنے سے پہلے عورت نکاح کرے گی تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور شرعی حلالہ بھی نہ ہوگا، اور اگر عورت ممتدۃ الطہر ہو تو اس کی عدت کس طرح پوری ہوگی اس کے لئے (ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ص ۴۰۵، ص ۴۰۶ اسی باب میں حلالہ کی شرعی صورت کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے از مرتب) اور اگر بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے، اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہوگی، عورت کی جیسی بھی حالت ہو اس کے مطابق عدت گذار کر عورت بغیر کسی شرط کے کسی سے نکاح کرے وہ شخص اس کے ساتھ رہے صحبت بھی کرے (صحبت کرنا شرط ہے) اس کے بعد اس کا انتقال ہو جائے تو وفات کی عدت پوری کر کے (وفات کی عدت یہ ہے، حمل نہ ہو تو چار مہینے دس دن، حمل ہو تو وضع حمل ہو جائے) یا اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو اوپر درج شدہ طریقہ کے مطابق طلاق کی عدت گذار کر پھر کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے، پہلا شوہر نکاح کرنا چاہے تو وہ بھی کر سکتا ہے کہ حلالہ کی صورت عمل میں آچکی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بہنوئی سے نکاح کرنے سے حلالہ صحیح ہوگا یا نہیں:

(سوال ۴۵۱) عابدہ کو اس کے شوہر نے تین طلاق دے دیں، عدت پوری ہونے کے بعد عابدہ کا نکاح اس کے بہنوئی اقبال سے کیا گیا حالانکہ عابدہ کی بڑی سگی بہن خالدہ اس کے نکاح میں موجود ہے، نکاح کے بعد اقبال عابدہ کے ساتھ رہا صحبت بھی ہوئی اس کے بعد اقبال نے عابدہ کو طلاق دے دی، عدت پوری ہونے کے بعد عابدہ کا نکاح اس کے پہلے شوہر سے کر دیا گیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ عابدہ کا نکاح اقبال سے کیا گیا، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اسے شرعی حلالہ کہہ سکتے ہیں؟ نیز اس صورت میں اس کی سگی بہن خالدہ کے نکاح پر کوئی اثر پڑا؟ حافظ صاحب نے نکاح سے قبل تحقیق کی تھی کہ اس میں کچھ گڑ بڑ تو نہیں ہے تو ان کو بتایا گیا کہ کچھ گڑ بڑ نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے نکاح پڑھایا اس صورت میں وہ گنہگار ہوں گے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) حلالہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا نکاح صحیح ہوا ہو اگر دوسرا نکاح صحیح نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، ہدایہ اولین میں ہے: وان کان الطلاق ثلثاً فی الحرۃ . الی قولہ. لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحاً صحیحاً ویدخل بھا ثم یطلقھا اویموت عنھا (ھدایہ اولین ص ۳۷۹ باب الرجعۃ)

درمختار میں ہے لا ینکح مطلقۃ ...... (بھا) ای بالثلاث...... حتی یطأھا ولو (الغیر) (مراھقاً بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف الخ (درمختار مع شامی ص ۷۳۹، ص ۷۴۰ ج ۲ ایضاً)

ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے نکاح کرنا بالکل حرام ہے، قرآن مجید میں ہے وان تجمعوا

بین الاختین . ترجمہ:۔ اور یہ (امر بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو (رضاعی ہوں یا نسبی اپنے نکاح میں) ایک ساتھ رکھو (قرآن مجید، سورۂ نساء آیت نمبر ۲۳، پارہ نمبر ۴)

صورت مسئولہ میں مطلقہ مغلظہ کا جب دوسرا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا تو حلالہ بھی صحیح نہ ہوگا اور عورت (عابدہ) اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، عابدہ نے اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرلیا ہے یہ نکاح بھی باطل ہے اگر دونوں ایک ساتھ رہتے ہوں تو فوراً علیحدہ ہوجانا ضروری ہے ورنہ دونوں سخت گنہگار رہوں گے۔

مذکورہ معاملہ بہت ہی غلط ہوا ہے، تمام لوگوں پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ اور استغفار کرتے رہیں، عابدہ کی بڑی بہن خالدہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہے گی، اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی البتہ جب تک چھوٹی بہن عابدہ کی عدت پوری نہ ہوجائے اس وقت تک بڑی بہن کے شوہر کے لئے اپنی بیوی خالدہ سے صحبت کرنا حرام ہے؟ درمختار میں ہے (وان تزوجهما معاً) ای الاختين اومن بمعنا هما (او بعقدتين ونسى) النكاح (الاول) شامی میں ہے۔ (قوله ونسى الاول) فلو علم فهو الصحيح والثانى باطل وله' وطء الاولىٰ الا ان يطأ الثانية فتحرم الاولىٰ الىٰ انقضاء عدة الثانية كما لو وطى ء اخت امرأته بشبهة حيث تحرم امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة ح عن البحر.

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو بہنوں سے الگ الگ نکاح کیا، اور دوسری بہن سے نکاح کے وقت پہلا نکاح یاد ہے تو پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا نکاح باطل ہے جس بہن سے پہلے نکاح کیا ہے اس سے صحبت کرسکتا ہے، البتہ اگر دوسری بہن سے صحبت کرلی ہو تو پہلی بہن دوسری بہن کی عدت پوری ہونے تک حرام ہوجائے گی، جیسے کوئی شخص اپنی بیوی کی بہن سے وطی بالشبہ کرلے تو موطوءۃ بالشبہہ کی عدت پوری ہونے تک اس کی بیوی اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ (درمختار و شامی ص ۳۹۳ ج ۲ فصل فی المحرمات)

اگر حقیقۃً حافظ صاحب کو اس کا علم نہ ہو اور تحقیق کے باوجود ان کو اس بات کا علم نہ ہوا اور بے خبری میں عابدہ کا نکاح اس کے بہنوئی سے پڑھا دیا تو حافظ صاحب گنہگار نہ ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تجھے ہمیشہ کے لئے تین طلاق کہنے کے باوجود حلالہ سے عورت حلال ہوجائے گی:

(سوال ۴۵۲) اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا "تجھ" کو ہمیشہ کے لئے تین طلاق، تو اس صورت میں شرعی حلالہ کے بعد یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟ لفظ "ہمیشہ" سے عدم حلت کا گمان ہوتا ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ مذکورہ صورت میں شرعی حلالہ کے بعد وہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہوجائے گی، شرعی حلالہ کے بعد زوج اول کے لئے حلال ہونا منصوص ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره . (دو کے بعد) اگر تیسری طلاق بھی دے دی تو اب یہ عورت اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ کسی اور سے نکاح کرے، یہ حلت لفظ "ہمیشہ" کہہ دینے سے ختم نہ ہوگی، بلکہ یہ لفظ لغو ہوگا، مندرجہ ذیل جزئیہ اس کی واضح دلیل ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے وان قال انت طالق على ان لا رجعة لى عليك يلغو ويملك الرجعة كذا فى السراج الوهاج (فتاوىٰ عالمگیری كتاب الطلاق باب ۲ ، فصل نمبر ۳) فقط والله اعلم بالصواب .

باب العدت

عدت گزارنے کا محل وموقع کون سا:

(سوال ۴۵۳) مردوزن گاؤں سے دور باغ میں رہتے تھے وہاں شوہر مر گیا۔ عورت کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں کوئی بڑا مرد اس کے ساتھ نہیں۔ لہذا عورت کا مال اور اس کی عزت خطرہ میں ہے۔ تو ختم عدت سے پہلے گاؤں میں آسکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں عورت گاؤں میں آسکتی ہے (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۳۵)[1]

اسقاط حمل سے عدت ختم ہوتی ہے یا نہیں

(سوال ۴۵۴) اسقاط حمل سے عدت ختم ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) اسقاط حمل سے عدت ختم ہوجاتی ہے۔ بشرطیکہ بچہ کے ہاتھ پاؤں وغیرہ بنے ہوں۔[2]

نومسلمہ کے ساتھ نکاح کے لئے عدت شرط ہے یا نہیں:

(سوال ۴۵۵) ایک ہندو لڑکی ہے۔ اس نے ہندو دھرم کے مطابق نکاح کیا ہے۔ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے۔ مگر وہ لڑکی ایک مسلم لڑکے کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی۔ اب وہ مسلمان ہوگئی اور اس لڑکے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نومسلمہ عورت تین حیض آنے کے بعد حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے گذرنے پر اپنے شوہر سے علیحدہ ہوجائے گی۔ اس درمیان میں اگر وہ ہندو شوہر اسلام قبول کرلے عورت اسی کی ہے۔ بلا تجدید نکاح میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو دوسرے تین حیض عدت کے پورے کرکے کسی مسلمان کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ کما قاله الشامی تفصیلا لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشهر قبل اسلام الاخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب (درمختار) وهل تجب العدة بعد مضی هذه المدة فان کانت المرأة حربیة فلا لانه لا عدة علی الحربیة وان کانت هی المسلمة فخرجت الینا فتمت الحیض هنا فکذلک عند ابی حنیفة خلافا لهما لان المها جرة لا عدة علیها عنده خلافالهما کما سیاتی بدائع وهدایه وجزم الطحاوی بوجوبها قال فی البحر وینبغی حمله علی اختیار قولهما. شامی ج ۲ ص ۵۳۷ باب نکاح الکافر . اور حیلہ الناجزۃ میں ہے کہ اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے

---

(۱) ولو کانت بالسواد فد خل علیها الخوف من سلطان او غیره کانت فی سعة من التحول الی المصر کذا فی المبسوط الباب الرابع عشر فی الحداد)

(۲) وعدة الحامل ان تضع حملها کذا فی الکافی . عالمگیری الباب الثالث عشر فی العدة . وسقط ای سقوط ظهر بعض خلقه کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر ...... ولد حکما فتصیر المرأة به نفساء والامة ام ولد یحنث به فی تعلیقه و تنقضی به العدة وان لم تظهر له شئی فلس بشئی باب الحیض مطلب فی احوال السقط واحکامه ج ۱ ص ۳۰۲.

نزدیک اس پران تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب نہیں (البتہ اگر عورت حاملہ ہوتو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس کا نکاح جائز نہیں) اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے (ص ۹۲)

منکوحہ زانیہ حاملہ سے زانی کا نکاح کب ہوسکتا ہے :

(سوال ۴۵۶) ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو اس لئے طلاق دی کہ اس نے اجنبی مرد سے بدفعلی کرائی اور اس سے حمل قرار پایا۔ اور دونوں کو اس کا اقرار ہے۔ اب ان دونوں کا نکاح عدت گزرنے کے بعد اور وضع حمل سے پہلے صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) حالت مذکورہ میں مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، بچہ کے تولد سے قبل نکاح درست نہیں ہے۔ (حوالہ گذشتہ حاشیہ مرتب) (عنایہ)

(سوال) مسئلہ ذیل میں بعد تحقیق جواب مرحمت فرمائیے۔ ایک مرد نے اپنی حیاتی میں اپنی زوجہ کے واسطے ایک مکان لے رکھا تھا۔ وہ مکان مرد کے رہنے کے مکان سے بالکل متصل ہے۔ اب وہ مرد مرگیا اور اس کے ورثاء نے وہی مکان مرحوم کی زوجہ کو میراث میں دیا ہے۔ اب وہ عورت اپنے مکاں میں جو میراث میں ملا ہے اور جو اس گھر سے بالکل متصل ہے جس میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہتی تھی جا کر رہنا چاہتی ہے۔ اس کے خاوند کے انتقال کو آج تیس دن ہوئے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا وہ عوت عدت گزارنے سے قبل اس مکان میں رہنے جاسکتی ہے یا نہیں؟

میں نے بہشتی زیور میں دیکھا اس میں دو مسئلے آپس میں خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ایک کا مطلب یہ ہے کہ خاوند کے ساتھ عورت جس مکان میں رہتی تھی اس میں عدت پوری کرے اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند مرجائے تو اس کی عورت نفقہ کپڑا اور مکان پانے کی مستحق نہیں، وہ میراث کی مستحق ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ عورت اپنے مکان میں جاسکتی ہے اور پہلے مسئلہ سے سمجھا جاتا ہے کہ نہیں جاسکتی۔ آپ تحقیق کرکے جواب مرحمت فرمائیں۔ ؟

(الجواب) خاوند کی وفات کے وقت جس مکان میں عورت سکونت پذیر تھی اسی مکان میں اس کو عدت پوری کرنی لازم ہے۔ اس مکان میں اس کا حصہ نہ ہو۔ یا حصہ تو ہے مگر مکان سکونت کے لئے نا کافی ہے اور ورثاء اپنے حصہ میں رہنے نہیں دیتے تو اس صورت میں مکان بدل سکتی ہے۔ اگر مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ دے سکتی ہے تب بھی اس میں رہنا لازم ہے۔ وعلی المعتدة ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیها بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت لقوله تعالیٰ ولا تخرجوهن من بیوتهن والبیت المضاف الیها. هو البیت الذی تسکنه فقال علیه السلام للتی قتل زوجها اسکنی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجله وان کان نصیبها من دارا لمیت لا یکفیها فاخرجها الورثة عن نصیبهم انتقلت لان هذا انتقال بعذر الخ .

یعنی! معتدہ پر لازم ہے کہ اس مکان میں اپنی عدت پوری کرے جس میں وہ طلاق یا وفات شوہر کے وقت رہتی تھی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور ان کا گھر وہی ہے جس میں وہ رہا

کرتی تھیں ۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس عورت سے جس کا شوہر قتل کر دیا گیا تھا، فرمایا تھا کہ اس مکان میں قیام کرو یہاں تک کہ کتاب اللہ کے موافق میعاد پوری ہو جائے ۔ (یعنی اربعة اشهر وعشراً یا وضع حمل)

اگر شوہر کے گھر میں بیوہ کا حصہ سکونت کے لئے ناکافی ہے اور وارثوں نے اپنے حصہ سے نکلنے پر مجبور کیا تو دوسری جگہ جا سکتی ہے یہ عذر ہے (ہدایہ ج ۲ ص ۴۵۹ فصل فی الحداد) فتاویٰ عالمگیری (ج ۱ ص ۵۳۵)

وتعتدای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان الا ان تخرجا الخ (درمختار) شمل اخراج الزوج ظلماً او صاحب المنزل لعدم قدرتها علی الکراء او الوارث اذا کان نصیبها عن البیت لا یکفیها (شامی ج ۲ ص ۸۵۴ فصل فی الحداد

عدت کی مدت:

(سوال ۴۵۷)(۱) ایک مرد نے اپنی عورت کو تین طلاق دی ۔ اب وہ دوبارہ اسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو شرعاً حلالہ اور عدت لازم ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عورت کی عدت کتنی ہے؟ نوجوان عورت کی عدت کتنی ہے؟ اور اگر آئسہ ہو تو (جس کو حیض نہ آتا ہو) اس کی عدت کس قدر؟ اور اگر عورت نے مجبوراً آپریشن کرایا ہو تو اس کی میعاد میں کچھ فرق ہے؟ تفصیلی جواب سے نوازیں ۔

(۲) دوسرا مسئلہ کہ عورت کی اقل مہر کی مقدار اس زمانہ کے حساب سے کتنے روپے ہیں؟

(الجواب) (۱) عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو تین حیض ۔ اور اگر حیض نہ آتا ہو اور امید بھی نہیں تو تین ماہ گذرنے کے بعد عدت پوری ہوگی ۔ (۱) اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے ۔ حلالہ کی صورت میں دوسرا شوہر دخول کے بعد طلاق دے دے، یا مر جائے تو عدت طلاق یا عدت وفات گذارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے (آپریشن والی عورت کا حکم مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہو سکتا ہے)(۲) اقل مہر دس ۱۰ درہم ہے ۔" واقل المهر عشرة دراهم ." ولنا قوله علیه السلام ولا مهر اقل من عشرة دراهم .(هدایه ص ۳۰۴ ج ۲ باب المهر) اور دس درہم کا وزن تقریباً پونے تین تولے چاندی ہے ۔ جس کی قیمت آج کے فی تولہ چھ ۶ روپے کے حساب سے ساڑھے سولہ روپے ہوتے ہیں ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

شبہ، یا تہمت کی بناء پر طلاق دی ہوئی عورت کا نان ونفقہ زمانۂ عدت کا!:

(سوال ۴۵۸) عورت سے شادی ہوئی ۔ ڈھائی ماہ ہوئے ۔ پتہ چلا کہ حاملہ ہے ۔ ڈاکٹر نے پانچ ماہ کا حمل بتایا ۔ جس بناء پر اسے گھر بھیج دیا ۔ اب اسے طلاق دینا ہے تو عدت کے خرچ اور شادی کے خرچ کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) غیر منکوحہ حاملہ بالزناء سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے ۔" وصح نکاح حبلیٰ من زناء کتاب النکاح " (درمختار) اور جس کا حمل ہے اگر وہ نکاح کرے تو صحبت بھی کر سکتا ہے کہ حمل اس کے نطفہ سے ہے ۔" لو نکحها

---

(۱) اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیا او ثلاثا اووقعت الفرقة بینهمابغیر طلاق وهی حرة ممن حیض تعتیها ثلاثة اقراء ...... والعدة لمن لم تحیض لصغر او کبر او بلغت بالسن ولم تحض ثلاثة اشهر ...... وعدة الحامل ان تضع حملها کذافی الکافی . فتاوی عالمگیری الباب الثالث عشر فی العدة ج ۱ ص ۵۲۶ .

الزانی حل له وطیها اتفاقاً . والولدله. ولزم النفقة." (درمختار) اوردوسرا شخص نکاح کرے تو اس کے لئے بچہ پیدا ہونے تک وطی وغیرہ حرام ہے۔" وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع." (درمختار) ۔ نکاح اگر لاعلمی میں صحبت کرے تو گنہگار نہیں۔

صورت مسئولہ میں ڈاکٹر کا معائنہ اور تشخیص شرعی شہادت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پیٹ کا ابھار ہو، یا گانٹھ وغیرہ مرض ہونے کی وجہ سے پیٹ بڑھ گیا ہو۔ یا شادی کے بعد شوہر کا حمل ہو۔ جیسے ڈاکٹر پہلے کا قرار دے رہا ہو۔ ہاں البتہ شادی کے بعد سے بچہ پیدا ہونے تک کا زمانہ چھ ۶ ماہ سے کم ہو۔ اس وقت شوہر اپنے حمل کا انکار کرسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔" وکذا ثبوته مطلقاً اذا جاء ت به لستة اشهر من النکاح لا حتمال علوقه بعد العقد وان ما قبل العقد کان انتفاخاً لا حملاً ویحتاط فی اثبات النسب ما امکن (شامی ص ۱۰۴ ج ۲ ایضاً) شرع کا قاعدہ ہے کہ کسی طرح سے بھی بچہ کا حلال ہونا ممکن نہ ہو تب مجبوراً حرامی ہونے کا حکم لگایا جائے اور عورت کو زانیہ ٹھیرایا جائے۔ اور جب تک یہ صورت نہ ہو الزام لگانا بلا دلیل اور قبل از وقت ہے۔ خاموشی اختیار کی جائے۔ اور پردہ پوشی سے کام لیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے۔" ما من مسلم یرد عن عرض اخیه الا کان حقاً علی الله ان یرد عنه نار جهنم یوم القیامة." یعنی۔ جوکوئی اپنے مسلمان بھائی (بہن) کو بے آبروئی سے بچائے گا۔ حق تعالیٰ اس کو قیامت کے دن نار جہنم سے بچائے گا۔ (شرح السنۃ عن ابی الدرداءؓ) اور دوسری حدیث میں ہے۔" من ستر مسلماً ستره الله فی الدنیا والآخرة." یعنی، جوکوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۲ باب الشفقة والرحمة علی الخلق) ایک حدیث میں ہے۔" لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه." یعنی۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن کہلانے کے قابل نہیں ہے جب تک کہ اس میں یہ جذبہ پیدا نہ ہو جائے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری شریف۔ مسلم شریف) شرعی قانون سے بچہ کا حرامی ہونا اور عورت کا زانیہ اور بدکار ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے احکام جدا ہیں لیکن جب تک شرعی طور پر ثابت نہ ہو اور مرد طلاق دے دے تو زمانہ عدت کا نفقہ دینا ہوگا۔ البتہ اگر وہ خود ہی کہیں چلی جائے شوہر کے یہاں نہ رہے تو اس صورت میں شوہر پر لازم نہ ہوگا۔ شادی کے خرچ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جس کو خلوت سے پہلے طلاق دی گئی ہے اس پر عدت ہے یا نہیں :

(سوال ۴۵۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی شادی ہوئے چھ برس ہوئے ہیں۔ لیکن آج تک وداع نہیں ہوئی ہے اور کبھی خلوت نہیں ہوئی ہے۔ اب اس کو طلاق دی ہے تو اس پر عدت گذارنا ضروری ہے یا نہیں؟ بغیر عدت گذارے دوسرا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب لڑکی شوہر کے یہاں نہیں گئی، اور خلوت بھی نہیں ہوئی تو اس پر عدت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یآ یها الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها (پ ۲۲) یعنی:۔ اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر تم

طلاق دو ان کو چھونے سے پہلے تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں (سورۂ احزاب۔ پ۲۲) لہذا طلاق کے بعد عدت گذارے بغیر دوسرے سے نکاح صحیح ہے (ہدایہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حاملہ کی عدت کس طرح ہے؟:

(استفتاء (۲) ۴۶۰) حاملہ عورت کو طلاق واقع ہو جائے تو مدت عدت تین مہینے ہیں یا وضع حمل تک؟

(الجواب) حاملہ عورت کو طلاق دی جائے تو عدت وضع حمل پر پوری ہو جاتی ہے۔ (قرآن کریم)[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

(استفتاء ۳) اس وقعہ کے بعد مرد و عورت پچھتاتے ہیں۔ اب دونوں باہم ملنا چاہتے ہیں۔ تو اب کس طرح جوڑ ہوسکتا ہے؟ اور زوجیت کا رشتہ کس طرح قائم کریں۔ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) تین طلاق سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ نکاح سے حلال نہ ہوگی۔ ہاں اگر عدت ختم کر کے دوسرے کے ساتھ نکاح کرے اور دوسرا شوہر اس کے ساتھ صحبت کرے۔ پھر وہ مر جائے یا کسی مصلحت سے طلاق دے دے۔ تو عدت ختم ہونے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجاً غيره'! یعنی پھر (دو طلاق کے بعد) تیسری طلاق دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں۔ تاوقتیکہ وہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرے۔ پھر اگر وہ طلاق دے تو دونوں کے لئے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں (سورۂ بقرہ) حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دیں۔ پھر اس نے دوسرے سے نکاح کیا۔ پھر اس نے بغیر صحبت کے ہی طلاق دے دی۔ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ کہ یہ عورت پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ تاوقتیکہ دوسرا شوہر صحبت نہ کر لے۔ شوہر اول لئے حلال نہیں۔ عن عائشة رضی الله عنه ان رجلا طلق امرأته ثلثاًفتزوجت فطلق فسئل النبی صلی الله علیه وسلم اتحل للاول ؟ قال لا حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول (بخاری شریف ص ۷۹۱ ج ۲ . پ ۲۲ کتاب الطلاق باب من اجاز طلاق الثلاث)

اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا کرانا کہ صحبت کے بعد طلاق دے دے، سخت مکروہ اور گناہ ہے۔ (اگرچہ نکاح صحیح اور شرط باطل ہوتی ہے) (وکره التزوج الثانی) (تحریما) لحدیث لعن المحلل او المحلل له (بشرط التحلیل) کتزوجتک علی ان احللک (وان حلت للاول) لصحة النکاح و بطلان الشرط (درمختار مع الشامی ص ۷۴۳ ج ۲ باب الرجعة)

اس سے بھی زیادہ گناہ کا باعث اور ایمان کے لئے خطرناک یہ ہے کہ عورت کی خاطر اپنے حق اور صحیح مذہب اور اہل حق کے متفقہ مسلک کے خلاف غیر مقلدین کا سہارا لے کر حرام شدہ عورت کو حلال سمجھے اور بغیر حلالہ کے عورت کو (بیوی) بنائے۔

''شامی'' میں ہے۔ کہ شیخ ابوبکر الجوزجانی کے زمانہ میں ایک حنفی نے غیر مقلد کی لڑکی کے ساتھ نکاح کا پیام

---

(۱) واولات الاحمال اجلهن ان یضعهن حملهن سورة طلاق)

بیجا۔لڑکی کے باپ نے شرط کی کہ میرے مسلک کے مطابق نماز پڑھے تو پیغام منظور ہے۔حنفی نے عورت کے خاطر شرط قبول کر کے شادی کی۔شیخ کوخبر ہوئی تو کہا۔ ولکن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النزاع .یعنی۔لیکن مرتے وقت اس کے ایمان چلے جانے کا اندیشہ ہے کہ اس نے عورت کے لئے اپنے مذہب کی توہین کی ہے جس کو وہ اب تک حق اور سچا سمجھتا تھا۔(شامی ص ۲۶۳ ج ۳ باب التعزیز فیما ارتحل الی غیر مذهبه)فقط و الله اعلم بالصواب .اللہ تعالیٰ سوءخاتمہ سے بچائے۔(آمین)

مطلقہ حاملہ کی عدت اور نفقہ:

(سوال ۴۶۱)بعدآداب وتسلیم التماس یہ ہے کہ ایک واقعۂ طلاق سات ماہ پہلے ہوا تھا لڑکے نے تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد لڑکی والوں کو اطلاع دی تو وہ لوگ آئے اور پنچ کو جمع کیا۔تاکہ عدت اور نفقۂ عدت کے متعلق فیصلہ ہو۔چنانچہ عدت کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی۔تو عورت نے کہا۔کہ مجھ کو ڈھائی مہینے سے حمل ہے۔مرد نے تصدیق کی اس پر پنچ کے آدمیوں نے عورت کی عدت وضع حمل طے کی اور اس کے موافق ہر مہینہ دفع حمل تک پچاس روپے کے حساب سے نفقہ متعین کیا اور جانبین سے معاملہ کی صفائی اور بذریعۂ دستخط توثیق ہوگئی مہر وغیرہ ادا کی گئی۔اس کے بعد تقریباً ایک مہینہ بعد یہاں کسی عورت نے اطلاع دی کہ اس لڑکی کو تو خون آ گیا اور حمل ساقط ہوگیا۔چنانچہ اس کی تصدیق بذریعہ تحقیق مل گئی۔اب لڑکا یہ کہتا ہے کہ نفقۂ عدت مجھ پر لازم نہیں کیونکہ حمل کی عدت ختم ہوگئی۔اور لڑکی والے کہتے ہیں کہ خون آیا۔اس لئے حمل ہی نہیں تھا۔لہٰذا عدت طلاق کا نفقہ ادا کرو۔اور یہ اختلاف شدت پکڑ گیا ہے۔لوگوں نے سمجھا کر معاملہ ٹھنڈا کیا۔(اور یہ نفقہ کا تقاضا لڑکی والوں کی طرف سے خون آنے کے پانچ مہینے کے بعد ہوا ہے۔یہ اطلاعاً عرض ہے۔)خدمت اقدس میں یہ استفتاء ارسال ہے۔امید ہے کہ مندرجۂ ذیل امور واضح طور پر بیان کریں گے۔

(۱)عدت حمل میں چار مہینے بعد حمل ساقط ہو جاوے تو عدت ختم ہوئی یا نہیں؟

(۲)صورت مذکورہ میں سقوط کے بعد مرد کے اوپر نفقہ رہتا ہے یا نہیں؟

(۳)اگر مرد پر نفقہ ہو تو کس طور پر اور کتنا ادا کرے؟ پہلے پچاس روپے کا دو ہفتہ ارسال کر چکا ہے۔

(۴)عورت کو دو قول ''عند الطلاق حاملہ ہوں'' اور ''عند السقوط۔پہلے حاملہ نہیں تھی'' ان میں سے کون سا مصدق سمجھا جائے؟ جب کہ پہلے قول کے ساتھ حمل کے بعض علامات اور تصدیق زوج ملحق ہے۔

طلاق کے بعد لڑکی کو اور اگر خون و اسقاط کی دوائیں استعمال کرائی ہیں۔جمبوسر جا کر جس کی اطلاع یہاں موصول ہوئی۔تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے جمبوسر پندرہ بیس دن دوا کی ہے یہ میری تحقیق نہیں ہے۔ لڑکے والوں اور بعض دوسرے لوگوں کی ہے۔اس کی بھی خدمت اقدس میں اطلاع دیتا ہوں شاید اس کی بھی ضرورت محسوس ہو۔

(الجواب) قبل ازیں یہ سوال آیا تھا کہ طلاق کے وقت دو ماہ کا حمل تھا اس کے مطابق عدت کا خرچ متعین ہوا۔لیکن پندرہ روز کے بعد حیض جاری ہوگیا تو اب عدت کا کیا ہوگا؟ جواب لکھا گیا۔کہ جب حیض شروع ہوگیا ہے تو اس عورت

کی طلاق کی عدت تین حیض آنے کے بعد ختم ہوگئی۔ ڈھائی تین ماہ کے بعد جو خون آیا یہ پہلا حیض ہے۔ کبھی حیض کئی کئی ماہ بعد آتا ہے۔ رہا اسقاط کا معاملہ تو اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی عضو نہ بنے۔ جب تک خون بستہ ہو یا گوشت کا لوتھڑا ہو۔ ہاتھ، پیر، انگلی کچھ نہ بنا ہو۔ تو اس طرح کے اسقاط سے عدت ختم نہ ہوگی۔ قولہ تعالیٰ: واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن. یعنی حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا پیدا ہوجانا ہے۔ (خواہ کامل ہو یا ناقص بشرطیکہ عضو بن گیا ہو خواہ ایک انگلی ہی بنی ہوں۔ (بیان القرآن سورۂ طلاق)

والمراد به الحمل الذی استبان بعض خلقه او کله فان لم یستبن بعضه لم تنقض العدة لان الحمل اسم لنطفة متغیرة فان کان مضغة او علقة لم تتغیر فلا یعرف کونها متغیرة بیقین الا باستبانة بعض الخلق (بحر عن المحیط) وفیه عنه ایضاً انه لا یستبین الا فی مأة وعشرین یوماً (الیٰ قوله) واذا سقطت سقطاان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولدو الا فلا. (شامی ص۸۳۱ ج۲ باب العدۃ) فقہاء رحمہم اللہ کے حساب سے تقریباً چار مہینے کی مدت میں اعضاء بننے شروع ہوجاتے ہیں اور جب اعضاء بننے لگیں تو وہ بچہ ہے اور اس کے ساقط ہونے سے عدت ختم ہوجاتی ہے۔ محض خون بستہ اور گوشت کا لوتھڑا ساقط ہو تو اس سے عدت ختم نہ ہوگی۔ لہذا اس مطلقہ کی عدت باقی ہے اور مطلقہ نفقہ کی حق دار ہے۔ دو ہفتہ پچاس روپے کے حساب سے دیئے ہیں وہ نفقہ عدت میں محسوب ہوں گے۔ اسقاط کرانا ثابت ہوجائے تب بھی کوئی فرق نہ ہوگا۔ بے شک گذشتہ زمانہ کا نفقہ جب کہ اس کا مطالبہ نہ کیا گیا ہو ساقط ہوجاتا ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں نفقۂ عدت دینا شوہر نے قبول کیا تھا اور ماہانہ پچاس روپے کے حساب سے دو ہفتہ اداء کئے بھی ہیں، اس اقرار نامہ کے مطابق نفقہ دینا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حلالہ اور عدت:

(سوال ۴۶۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی منکوحہ کو مغلظہ کر دیا۔ پھر اس منکوحہ نے ساڑھے تین ماہ گذار کر ثانی نکاح (حلالہ) کیا۔ پھر اس نے مغلظہ کر کے ساڑھے تین ماہ پورے کئے۔ اب مرد اول کے نکاح میں آنا چاہتی ہے۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ عورت جیسے مغلظہ کیا ہے اسے جب مرد اول سے بچہ پیدا ہوا اس روز سے آج تک تقریباً سات آٹھ ماہ ہوگئے حیض نہیں آیا تو کیا یہ عورت مرد اول کے نکاح میں آسکتی ہے؟ ماہ جمادی الاول کے پہلے چاند مرد ثانی نے حلالہ کر کے مغلظہ کر دیا ہے۔ اور اب تک حیض بھی نہیں آیا۔ تو اب مرد اول کے نکاح میں آسکتی ہے؟ جواب سے مشرف فرمائیں!

(الجواب) صورت مسئولہ میں مطلقہ مغلظہ نے عدت کے ساڑھے تین ماہ گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کیا وہ معتبر نہیں، تین حیض گذارنا ضروری ہے۔ تین حیض آجانے کے بعد یہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ اسی طرح دوسرا شوہر نکاح صحیح اور دخول کے بعد طلاق دے دے تو تین حیض گذارنے کے بعد پہلے شوہر کے نکاح میں آسکتی ہے۔ اگر حمل رہ جائے تو وضع حمل کے بعد۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) حوالہ بالا چونکہ نکاح عدت میں کیا ہے اس لئے دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہیں ہوا تو زوج اول کے لئے حلال نہیں۔

طلاق کے بعد کا حیض عدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۴۶۳) اگر کسی مرد نے آج تین طلاق دے دی۔ اور ایک دو روز کے بعد حیض آئے تو کیا یہ حیض عدت میں شمار ہوگا؟

(الجواب) طلاق کے بعد جو حیض آیا وہ عدت میں شمار ہوگا۔ اس کے علاوہ دو حیض دوسرے آجانے کے بعد طلاق کی عدت پوری ہوگی۔ **ابتداء العدۃ فی الطلاق عقب الطلاق وفی الوفاۃ عقب الوفاۃ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۳۲ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

تنگدست عورت پر بھی عدت وفات لازم ہے:

(سوال ۴۶۴) متوفیٰ عنہا زوجہا پر (یعنی جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس پر) عدت ضروری ہے لیکن ایک بیوہ عورت کی ایسی حیثیت نہیں ہے کہ عدت میں بیٹھ کر اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکے تو کیا ایسی عورت پر بھی عدت میں بیٹھنا ضروری ہے؟ اگر نہ بیٹھے تو گنہگار ہوگی؟ اگر کوئی شخص اس بیوہ کی مدد کرے اور اس کو عدت میں بٹھائے تو یہ کام باعث ثواب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی عورت پر بھی عدت میں بیٹھنا اور چار مہینے دس روز تک سوگ کرنا واجب ہے اگر حمل سے ہو تو بچہ پیدا ہونے تک عدت میں بیٹھنا ضروری ہے۔ بغیر شرعی عذر کے گھر سے نکلنا حرام ہے، عدت میں نہیں بیٹھے گی تو شرعی قانون کی خلاف ورزی لازم آئے گی اور سخت گنہگار ہوگی۔ گذران کی صورت نہ ہو تو رشتے داروں کو چاہئے کہ انتظام کریں جو بھی مدد کرے گا ثواب کا مستحق ہوگا۔ اگر کوئی انتظام نہ ہو سکے تب بھی عدت ساقط نہ ہوگی البتہ اتنی اجازت ہے کہ ملازمت کے لئے دن میں باہر نکلے رات کو اپنے مقام پر آجائے۔ درمختار میں ہے **(ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت) اکثر اللیل (فی منزلھا) لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لوکان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لھا الخروج فتح الخ وفی الشامی والحاصل ان مدار حل خروجھا بسبب قیام شغل المعیشۃ فیتقدر بقدرہ فمتی انقضت حاجتھا لا یحل لھا بعد ذلک صرف الزمان خارج بیتھا اھ (ج ۲ ص ۸۵۴ باب العدۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

عدت وفات میں پاگل بیوہ کا گھر سے باہر جانا:

(سوال ۴۶۵) میرے خسر صاحب کو وفات پائے ہوئے سوا تین مہینے ہوگئے میری ساس کی عدت پوری ہونے میں کچھ مدت باقی ہے مگر ان کا دماغ ایسا ہوگیا ہے کہ کبھی ہنسنا شروع کرتی ہیں تو بس ہنستی ہی رہتی ہیں اور بالا خانہ سے نیچے بھی چلی آتی ہیں اور باہر جانے کی کوشش کرتی ہیں، تو کیا شریعت ایسی معتدہ کے لئے باہر جانے کی اجازت دیتی ہے؟ اگر وہ باہر جائیں تو گنہگار ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) بیوہ عورت عدت کے اندر گھریلو کام کے لئے یا رشتے داروں میں کوئی بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کے لئے بھی نہیں جا سکتی۔ حرام ہے۔ عدت میں حج کے لئے بھی جانا جائز نہیں ہے تو بازار جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اگر خدا

نخواستہ بیوہ پاگل پنے میں باہر نکل آئے تو وہ گنہگار نہیں ہوگی مگر گھر والوں کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کریں ورنہ وہ گنہگار ہوں گے۔ (شامی وغیرہ)[1] فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

عدت وفات میں عورت سفر کرسکتی ہے یا نہیں :

(سوال ۴۶۶) میرے شوہر کا انتقال ہوئے سوا مہینہ ہوا ہے اور میں یہاں (سورت میں) ہوں اور شوہر کا کاروبار مدراس میں ہے ابھی لڑکے کاروبار سنبھال رہے ہیں مگر میری ضرورت محسوس کرتے ہیں اور سرکاری کاغذات پر دستخط کی ضرورت بھی بتلارہے ہیں تو میں وہاں جاسکتی ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر کی وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشراً. یعنی تم میں جو مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں وہ چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں (یعنی عدت میں بھی بیٹھیں) (سورۂ بقرہ پ۲) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفا حشة مبینة . یعنی خدا (کے قانون کی خلاف ورزی) سے ڈرو جو تمہارا رب ہے نہ تو تم عورتوں کو عدت میں ان کے رہنے کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ (سورۂ طلاق پارہ نمبر ۲۸)

جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) تو ایک سال تک عورت ایک جھونپڑے میں عدت گذارتی اور نہایت میلے کچیلے کپڑے پہنتی جب سال پورا ہوتا تب عدت پوری ہوتی اسلام نے صرف چار مہینے دس دن کی عدت مقرر کی ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا جو عورت اللہ وقیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں کہ کسی میت پر (خواہ باپ ہو، ماں ہو، بھائی ہو، بیٹا ہو) تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے مگر شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا ضروری ہے (یعنی میلے کچیلے کپڑوں میں رہے، سر میں تیل نہ ڈالے، خوشبو استعمال نہ کرے، زیور نہ پہنے، سرمہ نہ لگائے، مہندی نہ لگائے، پان کھا کر منہ لال نہ کرے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے، نہ کسی قسم کی زینت کرے، اور ایسی حالت میں رہے کہ کوئی مرد (اگر اچانک) دیکھ لے تو اس کی طرف رغبت نہ کرے[2] مرض کی وجہ سے سر میں تیل ڈالنا پڑے، سرمہ لگانا پڑے تو معاف ہے۔ اور اگر عورت کے پاس کھانے پینے کا انتظام نہیں ہے اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہے تو مزدوری کے لئے دن کے وقت نکل سکتی ہے مگر رات گھر میں گذارے، اسی طرح کھیتی باڑی کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو اور ناقابل برداشت نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو دن میں دیکھ بھال کے لئے نکل سکتی ہے جس ضرورت سے نکلنے کی اجازت ہے اس سے وہ ضرورت مراد ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ طبیعت کی خواہش کو ضرورت قرار دینا غلط ہے اور عدت کے اندر حج فرض کے لئے بھی سفر نہیں کرسکتی۔ المعتدة لا تسافر لا لحج

---

(۱) ولا تخرج معتدة رجعی وبائن لو حرة مکلفة من بیتها اصلا لا لیلا ولا نهارا الخ قال فی الشامیة تحت قوله مکلفة أخرج الصغیرة والمجنونة ... لکن للزوج منع المجنونة والکتابیة صیسانة لمائه درمختار مع الشامی فصل فی الحداد ج ۲ ص ۸۵۳)

(۲) تحد مکلفة مسلمة ولو امة منکوحة بنکاح صحیح ودخل بها بدلیل قوله اذا کانت معتدة بت أو موت ... بترک الزینة بحلی او حریر او امتشاط یضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لها کسب الا فیه والدهن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والمزعفر الا بعذر درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۸۴۹ .

ولا لغیرہ .(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۲ الباب الرابع عشر فی الحداد)(ھدایہ اولین ج ۲ ص ۴۱۰)

عزیز واقارب بیمار ہوں تو ان کی عیادت کے لئے بھی جانے کی اجازت نہیں ہے، سرکاری معاملہ کے لئے وکیل سے مشورہ کیا جائے کاغذات یہاں بھیجے جاسکتے ہوں تو منگوائے جائیں یا پھر مہلت طلب کی جائے۔ عدت کا عذر قابل قبول نہ ہو تو ڈاکٹر کا سرٹیفکٹ بھیج دیا جائے کہ سفر کے قابل نہیں ہے۔ اگر کوئی عذر قابل قبول نہ ہو اور نقصان شدید ہونے کا اندیشہ ہو تو سفر کرسکتی ہے مگر نقصان برداشت کرلینا اچھا ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ممتدۃ الطہر کی عدت کتنی ہے :

(سوال ۴۶۷)ایک عورت کو دم حیض کافی مدت کے بعد آتا ہے۔ شوہر کے طلاق دینے کے تین ماہ بعد حیض آیا تو اس کی عدت تین ماہ گذرنے سے پوری ہوگئی یا نہیں؟ یا تین حیض ضروری ہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو لڑکی بالغہ ہے مگر اس کو اب تک حیض نہیں آیا عمر اور دوسری علامات سے بالغہ قرار دی گئی ہے اگر ایسی عورت کو طلاق ہو جائے اور وہ حاملہ بھی نہ ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہیں۔ ایسے ہی آئسہ جس کو بڑی عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو اس کی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ مذکورہ صورت میں اگر عورت کو حیض آتا ہے اگرچہ تین ماہ میں آتا ہے تو وہ حائضہ ہی شمار ہوگی اور ممتدۃ الطہر کہلائے گی اس کی عدت تین حیض ہیں نہ کہ تین ماہ لہذا تین حیض آنے پر عدت پوری ہوگی والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ ام ام ولد لصغربان تبلغ تسعا او کبرًابان بلغت سن الایاس او بلغت بالسن. وخرج بقولہ لم تحض الشابۃ الممتدۃ بالطھربان حاضت ثم امتد طھرھا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ سن الایاس جوھرۃ وغیرہ.(درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۸۲۸ باب العدۃ).فقط واللہ اعلم بالصواب.

شوہر سے دو برس تک جدا رہی تو اس مدت کا شمار عدت میں ہوگا یا نہیں :

(سوال ۴۶۸)ایک پختہ عمر والی لڑکی کی شادی ہوئی ہے شوہر کے ساتھ دس پندرہ دن رہنے کے بعد ماں باپ کے گھر آئی ڈھائی برس ہوگئے شوہر کے پاس نہیں گئی اور اب اس کو طلاق دے دی گئی ہے مہر اور عدت کا خرچ بھی دے دیا۔ اس کے لئے عدت ہے یا نہیں؟ دو ڈھائی برس شوہر سے علیحدہ رہی تو یہ مدت عدت میں شمار ہو جائے گی یا نہیں؟ فی الحال لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر نہیں رہتی جس شخص سے اب نکاح کرنا چاہتی ہے اس کے گھر رہتی ہے اور وہ آدمی جس سے نکاح کرنا ہے دوسری جگہ رہتا ہے تو اس میں کوئی حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب یہ لڑکی نکاح کے بعد شوہر کے ساتھ رہ چکی ہے تو اس کے لئے عدت ہے اگر مطلقہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے عدت پوری ہوگی اگر حاملہ نہ ہو تو تین حیض آنے پر عدت پوری ہوگی۔ عدت پوری ہونے سے پہلے دوسرا نکاح درست نہیں اگر نکاح کرے تو معتبر نہیں۔ اگر کرلیا تو وہ اور معاونین سخت گنہگار ہوں گے شوہر کے گھر کو ڈھائی برس سے چھوڑ دیا ہے تو اس سے عدت کی مدت میں کچھ فرق نہ ہوگا۔ لڑکی ماں باپ کے یہاں یا ایسی جگہ رہ کر عدت گذارے کہ اس کی عزت اور عصمت پر حرف نہ آئے۔ نئے خطبہ والے کے مکان میں رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بالصواب۔

طلاق کے بعد تین ماہ گذار کر نکاح کرنا:

(سوال ۴۶۹) جب عورت کو طلاق ہوتی ہے تو یہاں یہ مشہور ہے کہ وہ تین ماہ گذار کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت کی جیسی حالت ہوگی ویسی ہی عدت ہوگی۔ عورتوں کی حالتیں یکساں نہیں ہوتیں لہذا عدت بھی یکساں نہیں۔ عورت کی چار حالتیں ہیں اس کے اعتبار سے اس کی عدت کی مدت ہے۔

(۱) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ نہ کہ تین ماہ۔

(۲) جس عورت کو حیض نہ آتا ہو بچپن کی وجہ سے۔ یا عمر سے بالغ ہوئی ہو اور حیض آنا شروع نہ ہوا ہو۔ تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔

(۳) جس عورت کا حیض بڑی عمر ہو جانے کی وجہ سے قدرۃً بند ہو گیا ہو تو اس کی عدت بھی تین ماہ ہے۔

(۴) جس عورت کو حیض آتا ہو (خواہ ممتدۃ الطہر ہو) اس کی عدت تین حیض ہیں مؤطا امام محمدؒ میں ہے۔

للحامل حتی تضع . والتی لم تبلغ الحیضة ثلثة اشهر . والتی قد یئست من الحیض ثلثة اشهر . والتی تحیض ثلث حیض . (مؤطا امام محمد ص ۲۱۰ باب المرأة یطلقها زوجها یملک الرجعة الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

مطلقہ ثلثہ سے عدت کے زمانہ میں صحبت کر لی:

(سوال ۴۷۰) مطلقہ ثلثہ سے شوہر نے یہ جانتے ہوئے کہ عورت مجھ پر حرام ہو چکی ہے عدت کے زمانہ میں اس سے صحبت کر لی تو اس سے عدت پر کچھ اثر پڑے گا؟ یعنی عدت پھر سے شروع کرنا ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں عدت پھر سے شروع نہ ہوگی مگر اس زنا کی وجہ سے دونوں شرعی سزا کے مستحق ہیں۔ **واما المطلقة ثلاثاً اذا جامعها زوجها فی العدة مع علمه انها حرام علیه ومع اقراره بالحرمة لا تستأنف العدة ولکن یرجم الزوج والمرأة الخ** (فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص ۱۶۱ الباب الثالث عشر فی العدة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

حبلیٰ من الزنا سے اسقاط کے بعد وطی جائز ہے یا نہیں:

(سوال ۴۷۱) جس عورت کو زنا کی وجہ سے حمل ہے اس سے نکاح تو جائز ہے لیکن اگر غیر زانی نے نکاح کیا ہے تو وضع حمل تک اس سے وطی جائز نہیں۔ لیکن اگر اس عورت نے حمل ساقط کرا دیا تو اب اس عورت سے وطی جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اسقاط سے رحم صاف ہو جائے حمل کا اثر باقی نہ رہے اور خون بھی موقوف ہو جائے تو وطی جائز ہو جائے گی مگر بچہ کے اعضاء بن جانے اور اس میں جان پڑ جانے کے بعد یعنی چار ماہ (ایک سو بیس دن) کا حمل ہو چکنے کے بعد

اسقاط کرا کے بچہ کو ضائع کرنا حرام اور گناہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مجبوری کی وجہ سے دوسرے قصبہ میں عدت گذارنا:

(سوال ۴۷۲) میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا گھر میں والدہ محترمہ تنہا ہیں، ضعیفہ و مریضہ بھی ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، میں عدت کی پوری مدت ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا اس لئے کہ میری ملازمت دوسرے قصبہ میں ہے ایسی مجبوری میں اگر والدہ محترمہ میرے پاس آجائے اور عدت وفات یہاں گذاریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عدت کا معاملہ بہت اہم ہے فی زمانا لوگ اس میں بہت لاپرواہی برت رہے ہیں، معمولی معمولی باتوں کو بہانہ بنا کر عدت کے شرعی قواعد کی خلاف ورزی کر گذرتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں بیوہ کا کفیل صرف لڑکا ہی ہے اور وہ خود دوسری جگہ مقیم ہے وہ وہیں رہتے ہوئے بھی ان کی کفالت کر سکتا ہے یہاں بیوہ تنہا ہے تو عزیز و اقارب یا محلّہ والوں میں سے کوئی عورت عدت کی مدت تک بیوہ کے ساتھ رہ سکتی ہے دیہات میں کسی خدمت گذار کا مل جانا کوئی مشکل بات نہیں۔ اگر کوئی خدمت گذار نہ مل سکے اور بیوہ تنہا نہ رہ سکے یا عزت و آبرو ریزی کا قوی اندیشہ ہو تو دوسرے دیہات میں جا کر عدت گذار سکتی ہے (وتعتدان) ای معتدة طلاق وموت (فی بیت وجبت فیه) ولا یخرجان منه (الا ان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف) انهدامه او (تلف مالها او لا تجد کراء البیت) ونحو ذلک من الضرورات فتخرج منه لا قرب موضع (درمختار) (قوله ونحو ذلک) منه مافی الظهیریة لو خافت باللیل من امر المیت والموت والا احد معها لها التحول لو الخوف شدیداً والا فلا (درمختار و الشامی ج ۲ ص ۸۵۴ باب العدة) فقط والله اعلم بالصواب .

ممتدۃ الطہر کی عدت کی تحقیق:

(سوال ۴۷۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت حاملہ تھی اس حالت میں اس کو زوج نے طلاق مغلظہ دے دی، وضع حمل سے عدت پوری ہونے کے بعد اس نے دوسرے شخص سے نکاح کیا سوء اتفاق کہ زوج ثانی نے بھی اس کو طلاق دے دی، اور اس عورت کو ولادت کے بعد تقریباً ایک ڈیڑھ سال تک حیض نہیں آتا ہے (بہت سی عورتوں کو یہ عارضہ پیش آجاتا ہے) اب اس کی عدت پورا ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا یہ عورت مہینوں سے عدت گذار سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) صورت مسئولہ میں حنفیہ کے نزدیک عدت بالحیض گذارنا لازم ہے درمختار میں ہے۔ وخرج بقوله لم تحض الشابة الممتدة بالطهر بان حاضت ثم امتد طهر ها فتعتد بالحیض الی ان تبلغ سن الآیاس جو هرة وغیرها (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۸۲۸ باب العدة)

اگر اس قدر انتظار عدت گذارنے کے لئے ناقابل برداشت ہو تو اجزائے حیض کے لئے علاج کرائے اگر ناکامی ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہو تو مالکی المذہب مفتی سے عدت بالاشہر (۹/ ماہ یا ایک سال کی مدت) کا فتویٰ حاصل کرے یا شرعی پنچایت سے فیصلہ کرائے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ فقط۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ :۔

(الجواب) درمختار و رد المحتار کے باب العدۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تو مدت ایاس تک انتظار حیض کا ضروری ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتمد ایک سال وقت طلاق سے عدت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے اھ۔ احقر کہتا ہے کہ اس میں یہ امور قابل لحاظ ہوں گے۔ اول :۔ اس کا علاج کرائے۔ دوم :۔ اس قول پر عمل کرنے کے لئے قضاء قاضی کی حاجت ہوگی اور حاکم مسلم گو منجانب کافر بادشاہ کے ہو قاضی شرعی ہے پس سرکار میں ایک درخواست اس کی پیش کی جائے کہ کسی مسلمان حاکم کو اس مسئلہ میں حکم کرنے کا اختیار دے دیا جائے پھر وہ حاکم مسلم اس فتوے کے موافق اس عورت کو عدت گذار کر نکاح ثانی کر لینے کی اجازت دے دے۔ اس طرح عمل کیا جائے۔ سوم :۔ اگر اس قول کے موافق عدت شروع کی اور قبل ختم ہونے ایک سال کے اتفاقاً حیض جاری ہو گیا تو پھر عدت حیض سے کی جائے گی۔ واللہ اعلم ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۳۱۔۴۳۲)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہٗ کا فتویٰ :۔

(الجواب) یہ عورت ممتدۃ الطہر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک تو اس کی عدت حیض سے ہی پوری ہوگی تا کہ سن ایاس تک پہنچے۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک روایت میں نو مہینے اور دوسری روایت میں سال بھر تک حیض نہ آنے کی صورت میں انقضائے عدت کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ تو اگر کوئی سخت ضرورت لاحق ہو اور نکاح ثانی نہ ہونے کی صورت میں قوی خطرہ وقوع فی الحرام یا کسی ایسے ہی مفسدہ کا ہو تو کسی مالکی سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم. (مولانا مفتی) کفایت اللہ رحمہ اللہ . (کفایت المفتی ج۶ ص ۳۸۳ ششم . کتاب الطلاق)

فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۸ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ.

حیض کی مدت سے کم خون آئے تو عدت پوری ہوگی یا نہیں :

(سوال ۴۷۴) ایک مطلقہ عورت جس کو دوران عدت پہلے مہینے میں تین دن خون حیض آیا دوسرے مہینے میں دو روز تیسرے مہینے میں ایک روز آیا تو آیا مذکورہ عورت کی عدت پوری ہوگئی ؟ اور اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ اس کی عدت پوری ہوگئی اس سے نکاح کرے تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اگر اس عورت کو کئی مہینوں تک مکمل تین روز خون نہ آئے تو اس عورت کی عدت کب پوری ہوگی؟ بینوا توجروا۔ (گودھرا)

(الجواب) حیض کی اقل مدت تین دن تین رات ہیں دو روز خون آکر موقوف ہو گیا پھر ایک روز آکر بند ہو گیا یہ حیض نہیں استحاضہ ہے [1] لہذا عورت کو جب تک باقاعدہ تین ایام (حیض) نہ آجائیں عدت ختم نہ ہوگی اور جب عدت ختم نہ ہوگی تو نکاح بھی درست نہ ہوگا، ہاں عورت کا آئسہ ہونا متحقق ہو جائے تو تین ماہ کے بعد کیا ہوا نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۴ شعبان ۱۳۹۹ء۔

مطلقہ مغلظہ اپنے شوہر کے گھر عدت گذارے تو کیسا ہے :

(سوال ۴۷۵) ایک مطلقہ مغلظہ عورت اپنے معصوم بچوں کے ساتھ طلاق دینے والے شوہر کے مکان کے

---

(۱) ومنها النصاب اقل الحيض ثلاثة ايام وثلاث ليال فى ظاهر الرواية هكذا فى التبين فتاوىٰ عالمگيرى الباب السادس فى الدمآء الخ .

دوسرے منزلہ پر اپنی عدت کے ایام گذارے اور شوہر نیچے کی منزل میں رہے، اور کھانا پینا رہن سہن بالکل الگ رکھے اور لڑکے کی والدہ اس کی ذمہ داری لے کہ میں لڑکے کو اس کی زوجہ سے الگ رکھوں گی تو اس طرح عدت گذار سکتی ہے یا نہیں؟ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس کی وجہ سے یہ صورت اختیار کی جارہی ہے۔ شرعی حلالہ کے بعد دونوں ایک ساتھ رہنے پر رضامند بھی ہیں۔ اور دوسرے نکاح کے بعد جو طلاق ہوگی اس کی عدت بھی اسی مکان پر گذارنے کا ارادہ ہے کیا یہ صورت جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مطلقہ مغلظہ کو اپنی عدت کا زمانہ ایسی جگہ گذارنا چاہئے جہاں شوہر کی آمدورفت اور ملنا جلنا نہ ہوسکتا ہو، ایک مکان میں اوپر نیچے رہنے میں ملاقات کا بڑا امکان ہے اور گناہ میں مبتلا ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے جب کہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے بھی ہیں، اگر گھر کے بڑے لوگ ملنے نہ دینے پر قدرت رکھتے ہوں تو پھر مضائقہ نہیں۔ درمختار میں ہے (ولا بد من سترة بينهما في البائن) لئلا يختلي بالاجنبية ومفاده ان الحائل يمنع الخلوة المحرمة (وان ضاق المنزل او كان الزوج فاسقاً فخروجه اولیٰ) لان مكثها واجب لا مكثه (وحسن ان يجعل القاضي بيهنما امرأة ثقةً قادرةً على الحيلولة بينهما) وفي المجتبیٰ الا فضل الحيلولة بستر .ولو فاسقاً فبا مرأة .قال ولهما ان يسكنا بعد الثلاث في بيت واحد اذا لم يلتقيا التقاء الا زواج ولم يكن فيه خوف فتنة انتهیٰ الخ (درمختار مع الشامي ج ۲ ص ۸۵۵ باب العدة فصل في الحداد) فقط والله اعلم بالصواب .۱۳ ربيع الاول ص ۱۴۰۰ھ

زوجۂ مفقود کے مرافعہ کے بعد انتظار اور حکم بالموت یا فسخ نکاح کے بعد عدت ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۴۷۶) ایک عورت کا شوہر قریباً آٹھ سال سے غائب ہے، عورت نے ''شرعی عدالت'' میں استغاثہ دائر کیا وہاں کے قاضی صاحب نے ایک ماہ کے اندر استغاثہ قبول کر کے نکاح فسخ کردیا، فسخ نکاح کی تاریخ ۹ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ ہے، اس کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ کو اسی عورت کے نکاح ثانی کے لئے ہماری بستی میں بارات آئی، اس موقعہ پر راقم السطور سے استفسار کیا گیا، میں نے جواب دیا کہ حکم بالموت کی صورت میں چار ماہ دس روز اور نکاح کے فسخ کی صورت میں تین حیض عدت گذار کر نکاح کرسکتی ہے، اور اتنی قلیل مدت میں نکاح فسخ کردینا، یہ خود محل اعتراض ہے، بہرکیف قیل وقال کے بعد بارات واپس ہوگئی، لڑکے والوں میں سے ایک شخص قاضی صاحب کے پاس گیا کہ وہاں کے عالم نے نکاح کو روک دیا ہے، تو قاضی صاحب نے ایک پرچہ لکھا کہ یہاں فتویٰ امام مالکؒ کے قول پر دیا جاتا ہے، آٹھ سال تک انتظار کرچکی ہے اس لئے دوبارہ تاجیل چہار سالہ وغیرہ عدت پوری کرنا ضروری نہیں ہے، اس پرچہ کو دیکھ کر یہاں کے قاضی نے نکاح پڑھادیا، مگر میں نے اس وقت بھی قاضی کو روکا کہ آپ نکاح نہ پڑھائیے مگر انہوں نے نکاح پڑھادیا۔ یہ واقعہ نکاح خوانی بروز بدھ مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ کو یعنی فسخ نکاح کے تقریباً ایک ماہ سات دن بعد۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ استغاثہ کے بعد تاجیل چہار سالہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور فسخ نکاح کے بعد بھی عدت گذارنا ہے یا نہیں؟ کیا قاضی صاحب کو اختیار تامہ حاصل ہوتا ہے کہ مرافعہ سے پہلے جو مدت انتظار میں گذری

ہے اسی کو تاجیل وعدت شمار کر کے نکاح کرنے کا فتویٰ صادر کریں، کیا امام مالکؒ نے بغیر تاجیل چہار سالہ اور بغیر عدت پوری کئے ہوئے نکاح کا فتویٰ دیا ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) زوجۂ مفقود کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا مسلک مدلل اور مبرہن ہے مگر اس زمانہ میں چونکہ اس کے مطابق عمل کرنا از حد مشکل ہے اس لئے علماء احناف نے اس مسئلہ میں عورتوں کی بے صبری اور سہولت کی خاطر امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا شروع کیا ہے، مگر جب کسی مسئلہ میں کسی دوسرے امام کا مسلک اختیار کیا جائے تو یہ شرط ہے کہ ان کے نزدیک جو جو شرائط ہوں ان کی پوری رعایت کی جائے، اسی لئے حضرت اقدس حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے علماء مالکیہ سے تحقیق کے بعد کتاب ''الحیلۃ الناجزۃ'' مرتب فرمائی، آپ نے بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا، حضرت تھانویؒ نے زوجۂ مفقود کے سلسلہ میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا لب لباب اور خلاصہ ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۰، ۱۳۱ ج ۲ (فسخ نکاح کے باب میں مفقود کا شرعی حکم کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ از مرتب) پر طبع ہوا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں (اور پوری تفصیل کے لئے الحیلۃ الناجزۃ کا ضرور مطالعہ کیا جائے)

خلاصہ یہ کہ اگر عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا اور عورت نفقہ ولباس سے عاجز ہو یا عفت کے ساتھ زندگی گذارنا دشوار ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں عورت اپنا مقدمہ شرعی قاضی کی عدالت میں دائر کرے، جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمہ کا شرعی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو تو اس مسلم جج کے یہاں مقدمہ دائر کرے، یا دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں (جو شرعی قانون کے مطابق فیصلہ کر سکے) اپنا مقدمہ پیش کر کے جدائی کا مطالبہ کرے تو قاضی وغیرہ معاملہ کی تحقیق وتفتیش کر کے عورت کو مزید چار برس انتظار کرنے کا حکم دیں، چار برس بعد پھر عورت کے مطالبہ پر شوہر کی وفات کا حکم صادر کر کے وفات کی عدت گذار کر نکاح کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں، اگر عورت مدت دراز تک صبر کر کے عاجز وتنگ آ گئی ہو اور مزید چار برس صبر نہ کر سکتی ہو اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا نہایت قوی اندیشہ ہو تو ایسی خطرناک موقعہ پر مالکی مذہب کے مطابق فقط ایک برس انتظار کرا کر جدائی کر کے عدت طلاق گذار کر قاضی وغیرہ نکاح کی اجازت دے سکتے ہیں (الحیلۃ الناجزۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۳۰، ۱۳۱) جدید ترتیب کے مطابق "مفقود کا شرعی حکم" کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں (مصحح)

اس خلاصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی طرف سے مرافعہ کے بعد قاضی یا شرعی پنچایت کے ارکان مفقود کے سلسلہ میں تحقیق وتفتیش کے بعد عورت کو چار برس یا بوقت ضرورت شدیدہ ایک برس انتظار کا حکم دیں مرافعہ سے پہلے عورت نے چاہے جتنی مدت انتظار کیا ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا، الحیلۃ الناجزۃ کی عبارت ملاحظہ ہو ''جواب سوال دوم، حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لئے مقرر کرے گا، اس کی ابتداء اس وقت سے کی جاوے گی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے قبل خواہ کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کما فی اول الفتویٰ من العلامۃ سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ باوضح وجہ مافی الروایۃ العشرین من العلامۃ الموصوف (الحیلۃ الناجزۃ ص ۵۳، ۵۴)

مندرجہ بالا خلاصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ چار برس انتظار کے بعد عورت کے مطالبہ پر جب قاضی یا

شرعی پنچایت کے ارکان حکم بالموت کا فیصلہ کریں تو اس کے بعد عورت کو عدت وفات چار مہینے دس دن گذارنا ضروری ہے، اور اگر ایک برس انتظار کرنے کے بعد عوت کے مطالبہ پر قاضی یا شرعی پنچایت کے ارکان نے تفریق کی ہو تو عدت طلاق یعنی حیض گذارنا ضروری ہے اس کے بعد ہی وہ دوسرا نکاح کر سکے گی، الحیلۃ الناجزہ کی عبارت ملاحظہ ہو "عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا، اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ (الحیلۃ الناجزہ ص۵۲ تحت جواب سوال اول)

ایک سال انتظار کے بعد قاضی یا شرعی پنچایت کے ارکان نے تفریق کی ہو تو اس کے متعلق "الحیلۃ الناجزہ" میں ہے "تتمۃ الفائدۃ" اگر تفریق اس قاعدہ کے مطابق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجۂ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدت طلاق تین حیض گذارنا ہوں گے ۔ (الحیلۃ الناجزہ ص ۶۲)

صورت مسئولہ میں قاضی صاحب نے مرافعہ کے بعد صرف ایک ماہ میں نکاح فسخ کر دیا یہ صحیح نہیں ہے، اسی طرح فسخ نکاح کے ایک ماہ پانچ دن کے بعد نکاح ثانی ہو گیا یہ بھی غلط ہے، قاضی صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے کہ "یہاں فتویٰ امام مالکؒ کے قول پر دیا جاتا ہے" آٹھ سال انتظار کر چکی ہے اس لئے دوبارہ تاجیل چہار سالہ اور بعد فسخ نکاح عدت گذارنا ضروری نہیں ہے۔" یہ غلط ہے اور امام مالکؒ کے مسلک کے خلاف ہے، امام مالکؒ کا مسلک الحیلۃ الناجزہ میں دیکھا جا سکتا ہے، لہذا قاضی صاحب کا دعویٰ قبول نہیں کیا جا سکتا، آپ نے جو جواب دیا ہے وہ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) نامرد کی مطلقہ پر عدت لازم ہے یا نہیں
(۲) عدت میں کن چیزوں سے بچنا چاہئے :

(سوال ۴۷۷) میری لڑکی کی شادی ہوئی مگر میرا داماد نامرد ہے لڑکی اس کے ساتھ ایک دو برس رہی ہے مگر صحبت کی نوبت نہیں آئی فی الحال لڑکے نے میری بچی کو تین طلاق دے دی ہے تو میری لڑکی پر عدت میں بیٹھنا ضروری ہے؟ صحبت نہیں ہوئی ہے تو اس سے عدت پر کچھ اثر پڑے گا؟ اگر عدت لازم ہے تو اس کی مدت کتنی ہے؟ عدت کس طرح گذارنا چاہئے اس کے متعلق شرعی ہدایت ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر اور بیوی میں اگر خلوت ہو جائے یعنی کسی ایسی جگہ تنہائی ہو جائے کہ صحبت کرنے سے کوئی مانع نہ ہو (یعنی مانع حسی، مانع طبعی، مانع شرعی میں سے کوئی مانع نہ ہو) تو ایسی خلوت سے پورے مہر کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے، اور طلاق ہونے پر عدت کا لزوم بھی ہو جاتا ہے چاہئے حقیقۃً صحبت نہ ہوئی ہو۔ اور عدت کے لزوم میں عنین (نامرد) کی خلوت بھی معتبر ہے، ہدایہ اولین میں ہے۔ واذا خلا الرجل بامرأته وليس هناك مانع من الوطى ثم طلقها فلها كمال المهر. الى قوله . وعليها العدة فى جميع المسائل (ہدایہ اولین ص ۳۰۵، ص ۳۰۶ باب المہر) اور باب العنین میں ہے ولها كمال مهر ان كان خلا بها فان خلوة العنين صحيحة ويجب

العدة لما بينا من قبل (هدايه اولين ص ۴۰۱ باب العنين وغيره)

شامی میں ہے (قولہ والا بانت بالتفريق) لانها فرقة قبل الدخول حقيقةً فكانت بائنة ولها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة بحر (شامی ص ۸۲۰ ج ۲ باب العنين وغيره) الحيلة الناجزه میں ہے ''بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہو چکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔'' (الحیلۃ الناجزہ ص ۳۹) (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ص ۳۱۹ ج ۱۰)

صورت مسئولہ میں میاں بیوی ایک دو برس ساتھ رہے ہیں یقیناً خلوت ہوئی ہوگی، اور اب شوہر نے طلاق دے دی ہے تو مطلقہ پر عدت لازم ہے، عورت کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت طلاق کے روز سے مکمل تین حیض آنے پر پوری ہوگی، قرآن مجید میں ہے والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء. ترجمہ:۔ اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض تک (قرآن مجید سورۂ بقرہ پارہ نمبر ۲) ۔

عدت کے زمانہ میں عورت شرعی عذر کے بغیر اپنے گھر سے نہ نکلے، عالمگیری میں ہے۔ ان كانت معتدة من نكاح صحيح وهى حرة مطلقة بالغة عاقلة مسلمة والحالة حالة الاختيار فانها لا تخرج ليلا ولا نهاراً سواء كان الاطلاق ثلاثا او بائناً اور جعياً كذا فى البدائع (عالمگیری ص ۵۳۴ فصل فى الحداد)

اسی طرح عدت کے زمانہ میں کسی سے نکاح بھی نہ کرے۔ قرآن مجید میں ہے ولا تعزموا عقدةالنكاح حتى يبلغ الكتاب اجله . ترجمہ۔ اور تم تعلق نکاح (فی الحال) کا ارادہ بھی مت کرو یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی ختم کو نہ پہنچ جائے (قرآن مجید سورہ بقرہ پارہ نمبر ۲)

مطلقہ مغلظہ کو زمانۂ عدت میں زیب و زینت ترک کر دینا چاہئے یعنی عمدہ قسم کے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، زیورات نہ پہنے، خوشبو استعمال نہ کرے، سر میں تیل نہ لگائے، سرمہ نہ لگائے، البتہ سر میں درد ہو تو علاجاً تیل ڈال سکتی ہے آنکھ میں تکلیف ہو تو سرمہ لگا سکتی ہے مہندی نہ لگائے، بالوں میں باریک کنگھی نہ کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ على المبتوته والمتوفى عنها زوجها اذا كانت بالغةً مسلمة الحداد فى عدتها كذا فى الكافى والحداد الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس المطيب والمعصفر والثوب الاحمرو ما صبغ بزعفران الا اذا كان غسيلاً لا ينقض ولبس القصب والخزو الحرير ولبس الحلى والتزين والامتشاط كذا فى التاتارخانية ...... وانما يلزمها لاجتناب فى حالة الاختيار اما فى حالة الاضطرار فلا بأس بها ان اشتكت رأسها وعينها فصبت عليها الدهن او اكتحلت لاجل المعالجة فلا بأس به كذا فى المحيط (عالمگیری ص ۱۶۱ ج ۲، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فى الحداد) فقط والله اعلم بالصواب .

غیر مقلدین کے فتویٰ کا سہارا لے کر مطلقہ ثلثہ کو رکھ لیا پھر تنبہ ہونے پر مفارقت اختیار کی تو عدت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۴۷۸) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو عورت کے ماں باپ اس کو اپنے گھر لے آئے، دس بارہ دن کے بعد شوہر غیر مقلدین کے پاس سے فتوی لے آیا اور اس کا سہارا لے کر بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا، حالانکہ بیوی کے والدین اس پر راضی نہ تھے مگر بیوی شوہر کے ساتھ چلی گئی اور دونوں ساتھ رہنے لگے، اس درمیان صحبت بھی ہوئی، تقریباً پندرہ دن کے بعد لوگوں نے میاں بیوی کو سمجھایا کہ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کا فتویٰ کارآمد نہیں اور تمہارا یہ فعل صحیح نہیں، اس پر دونوں کو تنبہ ہوا اور بیوی پھر اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی اور دونوں علیحدہ ہو گئے، اب اس عورت کی عدت کب سے شمار کی جائے طلاق کے وقت سے یا مفارقت کے وقت سے؟ اگر یہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہئے تو کب کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عدت تو حقیقت میں طلاق کے وقت ہی سے شروع ہو گئی تھی لیکن اگر غیر مقلدین کے فتویٰ سے شوہر یہ سمجھا ہو کہ بیوی میرے لئے حلال ہے اور میں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر سکتا ہوں اور اس بنیاد پر وہ بیوی کو اپنے گھر لے آیا، اور دونوں ساتھ رہنے لگے، پھر لوگوں کے توجہ دلانے پر دونوں کو تنبہ ہوا اور مفارقت اختیار کر لی تو عدت کے بارے میں اسے وطی بالشبہ کہا جا سکتا ہے (اگر چہ حقیقت میں تو یہ زنا ہی ہے) تو مفارقت کے بعد مستقل عدت لازم ہوگی، البتہ دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا، مفارقت کے بعد جو حیض آئے گا اس کا شمار دونوں عدتوں میں ہوگا مثلاً وطی بالشبہہ سے قبل اگر ایک حیض آیا ہو تو مفارقت کے بعد تین حیض اور گذارنا ہوں گے اور اگر استقرار حمل ہو جائے تو وضع حمل سے دونوں عدتیں پوری ہو جائیں گی۔

اور اگر شوہر یہ سمجھا ہو کہ تین طلاق کے بعد بیوی بالکل حرام ہو جاتی ہے مگر خواہش نفسانی سے مغلوب ہو کر بیوی کو اپنے گھر لے آیا اور دکھاوے کے لئے غیر مقلدین سے فتویٰ حاصل کر لیا تو اس صورت میں عدت کے زمانہ میں جو صحبت کی ہے اس کے زنا ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس سے عدت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور دوسری عدت لازم نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے۔ (واذا وطئت المعتدة بشبهة) ولو من المطلق (وجبت عدة اخرى) لتجدد السبب (وتداخلتا والمرئى) من الحيض (منهما و) عليها ان (تتم) العدة (الثانية) ان تمت الاولىٰ وكذا لو بالاشهر ...... ولو حبلت فعدتها وضع الحمل الا معتدة الوفاة فلا تتغير بالحمل كما مر وصححه البدائع (درمختار)

شامی میں ہے (قوله بشبهة) متعلق بقوله وطئت وذلك كالموطوئة للزوج فى العدة بعد الثلاث بنكاح وكذا بدونه اذا قال ظننت انها تحل لى او بعد ما ابانها بالفاظ الكناية وتمامه فى الفتح ومفاده انه لو وطئها بعد الثلاث فى العدة بلا نكاح عالماً بحرمتها لا تجب عدة اخرى لانه زنا وفى البزازية طلقها ثلاثا ووطئها فى العدة فى العلم بالحرمة لا تستانف العدة بثلاث حيض

ویرجمان اذا علما بالحرمة وو جد شرائط الاحصان ولو کان منکرا طلاقها لا تنقضی العدة ولو ادعی الشبهة تستقبل..... الخ(درمختار و شامی ص ۸۳۷، ص ۸۳۸ ج ۲ باب العدة) (فتح القدیر مع العنایة ج ۴ ص ۳۱۱ باب العدة)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ:۔ کسی نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی یا تین طلاقیں دے دیں پھر عدت کے اندر دھوکے میں اس سے صحبت کر لی تو اب اس دھوکا کی صحبت کی وجہ سے ایک عدت اور واجب ہوگئی، اب تین حیض اور پورے کرے جب تین حیض اور گذر جائیں گے تو دونوں عدتیں ختم ہو جاویں گی (بہشتی زیور ص ۸۴ چوتھا حصہ عدت کا بیان)(فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ج ۱۰ ص ۳۴۶)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے۔

(سوال) مطلقہ ثلثہ سے شوہر نے یہ جانتے ہوئے کہ عورت مجھ پر حرام ہے عدت کے زمانہ میں صحبت کر لی تو اس سے عدت پر کچھ اثر پڑے گا یعنی عدت پھر سے شروع کرنا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں عدت پھر سے شروع نہ ہوگی مگر اس زنا کی وجہ سے دونوں شرعی سزا کے مستحق ہیں۔ واما المطلقة ثلاثا اذا جامعها زوجها فی العدة مع علمه انها حرام علیه ومع اقراره بالحرمة لا تستأنف العدة ولکن یرجم الزوج والمرأة الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۱)(فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۰۲، ص ۴۰۳ جلد پنجم)(اسی باب میں، مطلقہ ثلاثہ سے عدت کے زمانہ میں صحبت کریں کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ از مرتب)

نوٹ:

مطلقہ مغلظہ اپنے شوہر پر بالکل حرام ہو جاتی ہے، شرعی حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہو سکتی اس سلسلہ میں غیر مقلدوں کا فتویٰ قرآن وحدیث اجماع صحابہ اور اقوال مجتہدین کے بالکل خلاف ہے ان کے فتویٰ کی وجہ سے حرام شدہ عورت حلال نہیں ہو سکتی، فتاویٰ رحیمیہ میں ہے ”تین طلاق کے بعد شرعی حلالہ کے بغیر نکاح درست نہیں اور آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنا ناجائز اور قطعی حرام ہے۔ دونوں زانی اور بدکار سمجھے جائیں گے، صحیح مذہب کے خلاف غیر مقلدوں کے فتویٰ کا سہارا لینے سے حرام شدہ عورت حلال نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رحیمیہ طلاق ثلاثہ کے باب میں ایک مجلس کی تین طلاقیں کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے از مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وفات کی عدت کب سے شروع ہوتی ہے اور کتنی مدت ہے؟ (۲) عدت چاند کے اعتبار سے گذارنا ہے یا دنوں کے شمار سے (۳) عدت کے دوران غیر محرم سے بات کرنا (۴) عدت میں آسمان سے پردہ کرنا:

(سوال ۴۷۹)(۱) جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عدت کس وقت سے شروع ہوگی؟ اور عدت کے کتنے دن ہیں اور عدت چاند کے اعتبار سے ہے یا دنوں کے شمار سے؟

(۲) کیا مکان میں ایک کمرہ مخصوص کر کے وہیں عدت گذارنا ضروری ہے؟ مکان کے دوسرے کمروں میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) غیر محرم سے عدت کے دوران بات چیت کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۴) عورتوں میں یہ مشہور ہے کہ آسمان سے بھی پردہ ضروری ہے یعنی کھلی فضا میں نہیں نکل سکتی کیا یہ شرعی حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) جس وقت شوہر کا انتقال ہوا اسی وقت سے عدت شروع ہوجاتی ہے اگر حمل نہ ہو تو متوفی عنہازوجہا کی عدت چار ماہ دس روز ہے، اور اگر حمل ہے تو وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) سے) عدت پوری ہوجائے گی چاہے جب بھی بچہ کی ولادت ہو۔ قرآن مجید میں ہے **والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشراً**. ترجمہ:۔ اور جو لوگ وفات پاجاتے ہیں تم میں سے اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔ (سورۂ بقرہ پارہ ۱۲ آیت ۲۳۴) نیز قرآن مجید میں ہے **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن**. ترجمہ:۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہوجاتا ہے (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق آیت نمبر ۴) اگر اتفاق سے شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا اور عورت کو حمل نہیں ہے تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے انتیس کا چاند ہو یا تمیں کا اور اگر پہلی تاریخ کو انتقال نہیں ہوا تو ہر مہینہ تمیں تمیں دن کا شمار کر کے چار مہینے دس دن (یعنی ایک سو تمیں دن) پورے کرنا چاہئے، درمختار میں ہے **بالاھلة لو فی الغرة والا فبالا یام** بحر وغیرہ۔ شامی میں ہے **(قولہ والا فبالایام) فی المحیط اذا اتفق عدة الطلاق والموت فی غرة الشھر اعتبرت الشھور بالاھلة وان نقصت عن العدد وان اتفق فی وسط الشھر فعند الامام یعتبر بالایام فتعتد فی الطلاق بتسعین یوماً وفی الوفاة بمائة وثلاثین الخ** (درمختار وشامی ص ۸۲۹ ج ۲، باب العدة (بہشتی زیور ص ۸۵ چوتھا حصہ. موت کی عدت کا بیان)

(۲) ضرورت ہو تو دوسرے کمروں میں جاسکتی ہے۔ فقط۔

(۳) غیر محرم سے بات کرنا ضروری ہو تو پردہ میں رہتے ہوئے بقدر ضرورت بات کرسکتی ہے یاد رہے یہ حکم صرف عدت کے زمانہ کے لئے نہیں ہے بلکہ غیر محرم سے پردہ کرنا اور بلاضرورت شرعی بات چیت کرنے سے احتراز ہر وقت ضروری ہے، شرعی پردہ کے سلسلہ میں ایک تفصیلی جواب فتاویٰ جلد چہارم ص ۹۴ تا ص ۱۱۱ (جدید ترتیب کے مطابق، حضر اباحت میں پردہ کے باب میں، عورتوں کے لئے شرعی پردہ، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے از مرتب)۔ پر شائع ہوچکا ہے۔

(۴) یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عدت میں عورت کو ہسپتال میں داخل کرنا:

(سوال ۴۸۰) ایک خاتون عدت میں ہے طبیعت خراب ہوگئی، دوالانے کے لئے وہ ڈاکٹر کے پاس جاسکتی ہے؟ اور اگر طبیعت زیادہ خراب ہوجائے اور ہسپتال میں داخل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ہسپتال میں داخل کرنا کیسا ہے

؟بینواتوجروا۔

(الجواب) ڈاکٹر کو معائنہ و تشخیص کے لئے گھر بلایا جائے، اگر طبیعت زیادہ خراب ہو اور کوئی مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم ہسپتال میں داخل کر کے علاج کرانے کا مشورہ دے اور اس کی شدید ضرورت ظاہر کرے تو بقدر ضرورت گھر سے باہر نکلنے اور ہسپتال میں داخل ہو کر علاج کرانے کی گنجائش ہے، ضرورت سے زیادہ باہر نہ رہے۔ (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب .

عدت میں داماد اپنی خوش دامن سے بات کرسکتا ہے یا نہیں

(سوال ۴۸۱) عدت کے زمانہ میں داماد خوش دامن (ساس) سے بات چیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) خوش دامن (ساس) کے لئے داماد محرم ہے، بات چیت کرسکتا ہے، گھر کے دیگر افراد کی موجودگی میں بات چیت کرے، خلوت اختیار نہ کرے اسی میں احتیاط۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شوہر کی لاش کے ساتھ دوسری جگہ منتقل ہوگئی تو عدت کہاں پوری کرے :

(سوال ۴۸۲) ایک شخص بمبئی میں بغرض ملازمت اہل وعیال کے ساتھ مقیم ہے، یہ اس کا وطن اصلی نہیں ہے، اس جگہ اس شخص کا انتقال ہوگیا، جس وقت بمبئی میں شوہر کا انتقال ہوا بیوی اس کے ساتھ وہیں مقیم تھی، اولیاء میت لاش کو اس کے وطن اصلی واپی (جو بمبئی سے تقریباً ۱۹۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے) لے گئے اور وہیں اسے دفن کیا گیا، میت کو اس کے وطن اصلی لے جاتے وقت اس کی بیوہ بھی ساتھ چلی آئی، اب سوال یہ ہے کہ عورت عدت کہاں گذارے؟ بمبئی میں یا واپی میں؟ اس کے خویش واقارب سب واپی میں رہتے ہیں۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) وفات سے قبل عورت جس مکان میں مقیم ہو اسی جگہ عدت گذارنا چاہئے، البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو مناسب جگہ (جو قریب ہو) منتقل ہوسکتی ہے، درمختار میں ہے (وتعتدان) ای معتدۃ طلاق وموت (فی بیت وجبت فیه) در مختار۔ شامی میں ہے (قوله فی بیت وجبت فیه) هوما یضاف الیهما بالسکنی قبل الفرقة ولو غیر بیت الزوج کما مر انفاً (درمختار ورد المحتار ص ۸۵۴ ج ۲ باب العدة)

بہتر صورت تو یہی تھی کہ مرحوم کو بمبئی ہی میں دفن کیا جاتا، اور اصول کے مطابق بیوہ بمبئی میں اسی مکان میں عدت گذارتی جہاں وہ بوقت وفات اپنے مرحوم شوہر کے ساتھ رہتی تھی اور شرعی عذر کے بغیر وہاں سے منتقل نہ ہوتی۔ مگر صورت مسئولہ میں بیوہ میت کے ساتھ واپی منتقل ہوگئی ہے واپی میں اس کے خویش واقارب بھی ہیں اس لئے اب پھر بمبئی جانے کی ضرورت نہیں، واپی ہی میں اپنی عدت پوری کرے، عدت میں سفر سے بچنا چاہئے۔ شامی میں ہے وحکم ما انتقلت الیه حکم المسکن الا صلی فلا تخرج منه ، بحر ، (شامی ج ۲ ص ۸۵۴) (باب العدة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

---

(۱) واما الخروج للضرورة فلا فرق فیه بینهما کمانصوا علیه فیما یأتی فالمراد به هنا غیر الضرورة . شامی فصل فی الحداد ج ۲ ص ۸۵۷.

چار سال تک شوہر اور بیوی علیحدہ رہے اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو عدت لازم ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ۴۸۳) شوہر بیوی نکاح کے بعد دو تین سال تک ایک ساتھ رہے پھر دونوں میں کچھ ان بن ہوگئی چار سال سے عورت اپنی والدین کے گھر پر ہے اس درمیان دونوں ایک دوسرے سے بالکل نہیں ملے ہیں، دو تین روز قبل شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے تو اس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ علیحدگی کا جو زمانہ گذرا ہے اس سے عدت ساقط ہوگی یا نہیں؟ عورت نباہنے اور ساتھ رہنے پر تیار تھی مگر شوہر نے طلاق دے دی۔ اگر مذکورہ صورت میں عدت لازم ہو تو عدت کا خرچہ شوہر پر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور عدت کا کتنا خرچہ ادا کرنا ہوگا امید ہے کہ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

(الجواب) شوہر اور بیوی دونوں ایک ساتھ رہ چکے ہوں اور اس کے بعد شوہر نے طلاق دی ہو یا شوہر کا انتقال ہو جائے تو طلاق یا موت کے بعد عورت پر عدت لازم ہوتی ہے، عدت کا لزوم نکاح ختم ہونے کے بعد ہوتا ہے، میاں عورت چاہے جتنی مدت علیحدہ رہیں شوہر جب تک طلاق نہ دے عورت اس کے نکاح میں رہتی ہے، شوہر جس وقت طلاق دے گا یا اس کا انتقال ہوگا اس وقت نکاح زائل ہوگا اور اس کے بعد عورت مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا شمار ہوتی ہے اس لئے علیحدگی کا زمانہ نہ عدت میں شمار ہوتا ہے اور نہ اس سے عدت پر کوئی اثر پڑتا ہے۔

درمختار میں ہے: **هي (اى العدة) تربص يلزم المرأة ...... عندزوال النكاح اوشبهته...... (وسبب وجوبها) عقد(النكاح المؤكد بالتسليم وما جرى مجراه) من موت اوخلوة...... وشرطها الفرقة (درمختار على هامش رد المحتار ص ۸۲۵ ج ۲ باب العدة.**

صورت مسئولہ میں جب شوہر اور بیوی دو تین سال تک ایک ساتھ رہ چکے ہیں البتہ آخری چار سال سے علیحدہ ہیں مگر طلاق ابھی دی گئی ہے تو طلاق کے بعد سے عدت لازم ہوگی تین حیض آنے پر عدت پوری ہوگی، شوہر پر عدت کا خرچہ دینا لازم ہے، خرچہ کی مقدار متعین نہیں ہے دونوں کی مالی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے خرچہ کی مقدار متعین کی جائے، اور اگر ایک مالدار اور دوسرا مفلس ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق اوسط درجہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔ (درمختار میں ہے(**بقدر حالهما) به يفتى** . رد المحتار میں ہیں(**قوله به يفتى) كذافى الهداية وهو قول الخصاف، وفى الو لو الجية وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ وظاهر الرواية اعتبار حاله فقط وبه قال جمع كثير من المشائخ ونص عليه محمد وفى التحفة والبدائع انه الصحيح بحر، لكن المتون والشروح على الاول...... قال فى البحر واتفقوا على وجوب نفقة الموسرين اذا كانا موسرين وعلىٰ نفقة المعسر اذا كانا معسرين وانما الا ختلاف فيما اذا كان احدهما موسراً والا خر معسراً فعلى ظاهر الرواية الا عتبار لحال الرجل فان كان مو سراً وهى معسرة فعليه نفقة الموسرين وفى عكسه نفقة المعسرين، واما على المفتى به فتجب نفقة الوسط فى المسئلتين وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفةالموسرة اه(رد المحتار ص ۲۸۸ ج ۲ ،باب النفقة)فقط والله اعلم بالصواب ۔**

عدت میں مطلقہ زنا سے حاملہ ہوگئی تو اس کی عدت کب پوری ہوگی اور زانی بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں

(سوال ۴۸۴) ایک عورت طلاق کی عدت میں ہے، اور اس نے دوران عدت ایک شادی شدہ شخص سے زنا کیا اور اس سے وہ حاملہ ہوگئی تو اب اس کی عدت کب پوری ہوگی؟ زانی اس وقت اگر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں معتدہ نے زنا کیا اور اس کی وجہ سے وہ حاملہ ہوگئی تو یہ سخت گناہ کا کام ہوا جو بے حد قابل افسوس ہے عورت اور زانی پر صدق دل سے توبہ استغفار لازم ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی اور گواہوں سے زنا ثابت ہوجاتا تو عورت اور زانی دونوں کو سنگسار کردیا جاتا، اب اس صورت میں بچہ پیدا ہونے سے اس کی عدت پوری ہوگی، اور بچہ پیدا ہونے سے پہلے زانی اس سے نکاح نہیں کرسکتا، اس لئے کہ وہ عورت ابھی عدت میں ہے اور معتدۃ الغیر سے نکاح حرام ہے، شامی میں ہے: اذا حبلت المعتدۃ وولدت تنقضی به العدة سواء کان من المطلق اومن زنا ...... الی قوله. واعلم ان المعتدة لوحملت فی عدتها ذکره الکرخی ان عدتها وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکره محمد ان هذا فی عدة الطلاق اما فی عدة الوفاة فلا تتغیر بالحمل وهو الصحیح کذا فی البدائع (شامی ص ۸۳۱ ج۲. باب العدة)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

(سوال ۱۱۴۵) مطلقہ کو ایک حیض آیا پھر اس کو زنا سے حمل رہ گیا اب یہ مطلقہ زانی سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کب کرے؟

(الجواب) بعد وضع حمل کے نکاح کرے، قبل وضع حمل اس کو نکاح کرنا جائز نہیں کیونکہ عدت اس کی وضع حمل ہے، کمافی ردالمحتار للشامی ومثله' مالو کان الحمل فی العدة الخ وفی الحاوی اذا حبلت المعتدة، معتدة الطلاق وولدت تنقضی به العدة الخ فالمراد بقوله اذا حبلت المعتدة معتدة الطلاق بقرینة ما بعده الخ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ص ۳۵۱ ج۱۰)

دوسرا فتویٰ:

(سوال) جو عورت عدت طلاق کے اندر زنا سے حاملہ ہوجائے اس کی عدت کیا ہوگی اور زانی سے جو نکاح قبل وضع حمل ہوا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) جو عورت عدت کے اندر زنا سے حاملہ ہوجائے اس کی عدت **وضع حمل** سے پوری ہوجاتی ہے۔ فی رد المحتار عن الحاوی الزاهدی اذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی به العدة سواء کان من المطلق او من زنا . اس زانی نے جو نکاح قبل وضع حمل کیا وہ باطل اور ناجائز ہوا کیونکہ وہ نکاح عدت میں ہوا اور نکاح عدت کے اندر باطل ہے فتاویٰ دارالعلوم ج۱۰ ص ۳۳۲ مدلل و مکمل) فقط والله اعلم بالصواب .

عدت میں طلاق دی جائے تو اس کی عدت کب پوری ہوگی؟:

(سوال ۴۸۵) ایک شخص نے اپنی بیوی کو مورخہ ۸ جولائی ۱۹۹۳ء کو لفظ طلاق بول کر طلاق دی، اس کے بعد ۱۱ اگست ۹۳ء کو دو مرتبہ لفظ طلاق طلاق بول کر طلاق دی تو مذکورہ صورت میں کتنی طلاق واقع ہوں گی اور اس کی عدت کب پوری ہوگی۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں شوہر نے ۸ جولائی ۹۳ء کو ایک طلاق دی اس کے بعد شوہر نے قولاً یا فعلاً رجوع نہ کیا ہو اور رجوع کئے بغیر ۱۱ اگست ۹۳ء کو بقیہ دو طلاق دے دیں تو عورت پر تین طلاق واقع ہوگئیں اور وہ مطلقہ مغلظہ ہو کر اپنے شوہر پر بالکل حرام ہوگئی، اب شرعی حلالہ کے بغیر اپنے شوہر کے لئے حلال نہ ہوسکتی، اس عورت کو عدت تو پہلی طلاق کے بعد ہی سے شروع ہوگئی ہے، پہلی طلاق کے بعد سے مکمل تین حیض آ جانے پر عدت پوری ہو جائے گی (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۹۱ فصل بیان مقادیر العدة وما تنقضی به (حوالے کے الفاظ، آگے بعنوان، طلاق حسن کے مطابق طلاق دی، کے تحت دیکھ لئے جائے از مرتب) (فتح القدیر ص ۴۶۷، ص ۴۶۸ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مطلقہ مغلظہ پر سوگ ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۴۸۶) مطلقہ مغلظہ پر عدت کے زمانہ میں سوگ ضروری ہے یا نہیں؟ سوگ میں کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے، مدلل جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاں ایسی عورت پر عدت کے زمانہ میں سوگ ضروری ہے، بناؤ سنگھار نہ کرے خوشبو نہ لگائے، کاجل، سرمہ، مہندی وغیرہ زیب وزینت کی چیزیں استعمال نہ کرے سر میں تیل نہ ڈالے، البتہ اگر سر میں درد ہو تو ایسا تیل استعمال کرسکتی ہے جس میں خوشبو نہ ہو ہدایہ میں ہے: علی المبتوته والمتوفی عنها زوجها اذا كانت بالغة مسلمة الحداد .الیٰ. والحداد ان تترک الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب الا من عذر فی الجامع الصغير الا من وجع .الیٰ. ولا تختضب بالحناء ولا تلبس ثوبا مصبوغاً بعصفر ولا بزعفران لانه يفوح منه رائحة الطيب (هدايه اولين ص ۴۰۷، ص ۴۰۸ فصل فی الحداد) فقط واللہ اعلم بالصواب .

ماں عدت کے زمانے میں اپنے بیٹے کے نکاح میں کس طرح شرکت کرے؟:

(سوال ۴۸۷) ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا وہ وفات کی عدت گذار رہی ہے اس درمیان وہ اپنے بیٹے کا نکاح کرانا چاہتی ہے تو عدت میں نکاح کرا سکتی ہے یا نہیں؟ سوگ کب تک کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ''ماں'' عدت کے زمانہ میں اپنے بیٹے کے نکاح کا مشورہ دے سکتی ہے، ممنوع نہیں ہے، البتہ شادی کی خوشی کے کاموں میں خود حصہ نہ لے، زمانۂ عدت میں جو سادا لباس پہن رکھا ہے وہی لباس پہنے رہے، عمدہ نیا لباس نہ پہنے، مہندی وغیرہ لگا کر زیب وزینت اختیار نہ کرے، گھر سے باہر نہ نکلے تا کہ سوگ قائم رہے جب تک عدت کا زمانہ

ہے اس وقت تک سوگ ضروری ہے۔ حوالہ گزشتہ از مرتب)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق حسن کے مطابق طلاق دی اس میں عدت کب پوری ہوگی؟:

(سوال ۴۸۸) ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق حسن کے مطابق تین طلاق دے یعنی تین طہروں میں (جس میں صحبت نہیں کی) ایک ایک طلاق دے تو اس کی عدت کب پوری ہوگی؟ پہلی طلاق کے بعد تین حیض اس کی عدت ہے یا تیسری طلاق کے بعد تین حیض اس کی عدت ہے، کفایت المفتی ۳۸۵،ص ۳۸۶ جلد ششم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عدت تیسری طلاق کے بعد تین حیض آنے پر پوری ہوگی، آپ دلائل کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اس شخص نے طلاق حسن کے مطابق تین طلاق دی اور کسی طلاق کے بعد رجوع نہ کیا ہو تو عدت پہلی طلاق کے بعد ہی سے شروع ہوجائے گی اور تین حیض آجانے سے عدت پوری ہوجائے گی یعنی جب تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے گا تو عدت میں سے دو حیض گذر چکے ہوں گے اس کے بعد ایک حیض آئے گا تو عدت ختم ہوجائے گی، اور اگر عورت ذوات الاشہر میں سے ہو اور ہر مہینے میں ایک ایک طلاق دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی پہلی طلاق کے بعد تین مہینے گذرنے سے عدت پوری ہوجائے گی، جب اس پر تیسرے مہینے میں تیسری طلاق دے گا تو اس کی عدت میں سے دو مہینے گذر چکے ہوں گے اس کے بعد تیسرا مہینہ گذرنے پر عدت پوری ہوجائے گی کفایت المفتی والے جواب میں حضرت مفتی صاحبؒ سے تسامح ہوگیا ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: ثم اذا وقع علیها ثلاث تطلیقات فی ثلاثة اطهار فقد مضی من عدتها حیضتان ان کانت حرة لان العدة بالحیض عند ناو بقیت حیضة واحدة فاذا حاضت حیضة اخری فقد انقضت عدتها...... وان کانت من ذوات الاشهر طلقها واحدة رجعیةواذآ مضی شهر طلقها اخری ثم اذا مضی شهر طلقها ثم اذ اکانت حرة فوقع علیها ثلاث ومضی من عدتها شهران وبقی شهر واحد من عدتها فاذا مضی شهر اخر فقد انقضت عدتها الخ (بدائع الصنائع ج۳ ص ۹۱ فصل فی بیان مقادیر العدة الخ)

فتح القدیر میں ہے: ثم اذا وقع الثلاثة فی ثلاثة اطهار فقد مضت من عدتها حیضتان ان کانت حرة فاذا حاضت حیضة انقضت الخ فتح القدیر ج۳ ص ۴۶۷، ۴۶۸ باب طلاق الثلثة، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین طلاق والی عورت عدت کہاں گذارے گی:

(سوال ۴۸۹) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تو اب عورت عدت کہاں گذارے اور اس کا نفقہ کب تک شوہر کے ذمہ ہوگا اور کتنا؟ شوہر کے مکان میں کل چار کمرے ہیں اور ایک باورچی خانہ، دو کمرے اوپر کی منزل پر اور باورچی خانہ اور دو کمرے نیچے کی منزل پر کل دس آدمی ہیں جن میں ساس سسر کے علاوہ شوہر کے بھائی بہنیں اور بھابھی بھی رہتے ہیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، مطلقہ مغلظہ (وہ عورت جسے تین طلاق دی گئی ہوں) اپنے شوہر پر بالکل حرام اور اس کے حق میں اجنبی عورت کی طرح ہو جاتی ہے لہذا اسے عدت کا زمانہ ایسی جگہ گذارنا چاہئے جہاں شوہر کی آمد و رفت اور ملنا جلنا نہ ہو سکتا ہو، صورت مسئولہ میں ایک مکان میں اوپر نیچے رہنے کی وجہ سے ملاقات بات چیت کا بڑا امکان ہے اور گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ بھی ہے، نیز شوہر کا بھائی بھی ہے عدت میں بے پردگی ہوتی رہے گی اس لئے عورت اپنے ماں باپ کے یہاں عدت گذارے یہی بہتر ہے،[1] عدت کے زمانہ کا نفقہ شوہر کو ادا کرنا ہوگا، نفقہ کی مقدار مقرر نہیں ہے، دونوں کی مالی حالت کو سامنے رکھ کر مقرر کی جاتی ہے، (درمختار، شامی ۲/ ۸۸۸ باب النفقۃ) عورت کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے پر عدت پوری ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت عدت کس مکان میں گذارے گی :

(سوال ۴۹۰) ذیل کے مسئلہ کا بعد تحقیق جواب مرحمت فرمائیں ایک مرد نے جہالت میں اپنی زوجہ کے واسطے ایک مکان لے رکھا تھا جو مرد کے رہائشی مکان سے بالکل متصل ہے، اب وہ مرد مر گیا اور اس کے ورثاء نے وہی مکان مرحوم کی زوجہ کو میراث میں دیا ہے، اب وہ عورت اپنے مکان میں جو اس کو میراث میں ملا ہے اور جو اس کے گھر سے بالکل متصل ہے جس میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہتی تھی جا کر رہنا چاہتی ہے، اس کے خاوند کے انتقال کو آج تیس دن ہوئے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آیا وہ عوت قبل گذرنے عدت کے اس مکان میں رہنے جا سکتی ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ خاوند کی وفات کے وقت جس مکان میں عورت سکونت پذیر تھی اسی مکان میں اس کو عدت پوری کرنا لازم ہے، اگر اس مکان میں اس کا حصہ نہ ہو، یا اگر ہے مگر سکونت کے لئے ناکافی ہے اور ورثاء اپنے حصہ میں نہ رہنے دیتے ہوں تو مکان بدل سکتی ہے، اگر مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ دے سکتی ہے تب بھی رہنا لازم ہے۔

وعلى المعتدة ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیها بالسكنی حال وقوع الفرقة والموت لقوله تعالیٰ ولا تخرجوهن من بیوتهن ، والبیت المضاف الیها هو البیت الذی تسكنه وقال علیه السلام للتی قتل زوجها اسكنی فی بیتک حتی یبلغ الكتاب اجله وان كان نصیبها من دار المیت لا یكفیها فاخرجها الورثة عن نصیبهم انتقلت لان هذا انتقال بعذر الخ یعنی معتدہ پر لازم ہے کہ اسی مکان میں اپنی عدت پوری کرے جس میں وہ طلاق یا وفات شوہر کے وقت رہتی تھی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور ان کا گھر وہی ہے جس میں وہ رہا کرتی تھیں، اور نبی کریم ﷺ نے اس عورت سے جس کا شوہر قتل کیا گیا تھا فرمایا تھا کہ تو اسی مکان میں قیام کر یہاں تک کہ کتاب اللہ کے موافق میعاد پوری ہو جائے (یعنی اربعۃ اشہر وعشرا یا وضع حمل) اور اگر شوہر متوفی کے گھر میں بیوہ کا حصہ سکونت کے لئے ناکافی ہے اور وارثوں نے اپنے حصہ سے نکلنے کے لئے مجبور کیا تو دوسری جگہ جا سکتی ہے، یہ عذر ہے۔ (ہدایہ ج۲ ص ۴۰۸) فصل فی الحداد فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۵۳۵ ایضاً)

---

(۱) ولا بد من سترة بینهما فی البائن لئلا یختلی بالا جنیة ومفاده ان الحائل یمنع الخلوة المحرمة وان ضاق المنزل او كان الزوج فاسقا فخروجه اولی لأن مكثها واجب لامكثه در مختار مع الشامی فصل فی الحداد ج. ۲ ص ۸۵۵

وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منها الا ان تخرجا (درمختار) اشمل اخراج الزوج ظلما اوصاحب المنزل لعدم قدرتها علی الکراء اوالوارث اذا کان نصیبها عن البیت لا یکفیها (شامی ج ۲ ص ۸۵۴ فصل فی الحداد) فقط واللہ اعلم بالصواب ، ۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۸۲ھ۔

مدت وفات کے دوران غیر ملک کی شہریت باقی رکھنے کے لئے وہاں کا سفر کرنا:

(سوال ۴۹۱) میں امریکہ میں اپنے بیٹوں کے ساتھ رہتی ہوں، میرے شوہر راندیر میں رہتے تھے، وہ بیمار تھے اس وجہ سے میں راندیر آئی، بحکم الٰہی ۲۵ فروری ۷۹ء کو میرے خاوند کا انتقال ہوگیا، راندیر میں میرے شوہر کا بھی مکان ہے اور میرا اپنا ذاتی مکان بھی ہے، میں فی الحال اپنے گھر میں عدت گذار رہی ہوں، امریکن قانون کے مطابق وہاں مجھے جانا ضروری ہے اگر میں اسی وقت وہاں چلی جاؤں تو مجھے وہاں کی شہریت حاصل ہوجائے گی، تو ان حالات میں عدت کے زمانہ میں امریکہ کا سفر کرسکتی ہوں؟ جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) احقر کے فتاویٰ رحیمیہ میں ہے ''عدت کا معاملہ بہت اہم ہے، فی زماننا اس میں بہت لاپرواہی برت رہے ہیں، معمولی معمولی باتوں کو بہانہ بنا کر عدت کے شرعی قواعد کی خلاف ورزی کرگذرتے ہیں الخ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۰۴ ج ۵ (اسی باب میں بعنوان، مجبوری کی وجہ سے دوسرے قصبہ میں عدت گذارنا سے دیکھ لیا جائے از مرتب)۔

عدت کے زمانہ میں سفر نہ کرنا چاہئے، حتی کہ حج جیسے عظیم الشان عبادت کے لئے بھی سفر کی اجازت نہیں ہے۔ المعتدۃ لا تسافر لا لحج ولا لغیرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۲ ج ۲، کتاب الطلاق باب نمبر ۱۴ فی الحداد)

درمختار میں ہے:۔ (وتعتدان) ای معتدۃ طلاق وموت (فی بیت وجبت فیہ) ولا تخرجان منہ ...... الخ (درمختار مع رد المحتار ص ۸۵۸ ج ۲ فصل فی الحداد)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس بات کی پوری پوری کوشش کی جائے کہ یہاں ہی عدت پوری ہوجائے، حکومت کے سامنے عدت کا عذر پیش کر کے مہلت طلب کی جائے اور یہیں عدت پوری کی جائے، عدت میں اتنا طویل سفر بہت نامناسب ہے بہت سے شرعی احکام کی خلاف ورزی ہوگی، آپ نے سوال میں جو عذر پیش کیا ہے اس عذر کی وجہ سے خود کو اس فضیلت سے محروم نہ کیا جائے، ماشاء اللہ راندیر میں آپ کا عالی شان مکان ہے، بچے وہاں (امریکہ) رہ کر آپ کی خدمت کرسکتے ہے، اس عمر میں شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کر کے غیر وطن میں جانا بالکل مناسب نہیں ہے آپ یہاں رہ کر بھی باعزت زندگی گذار سکتی ہیں لہٰذا عدت کے زمانہ میں اتنے طویل سفر کا خیال ترک کردیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مطلقہ عورت کا عدت ختم ہونے کا دعویٰ قسم کے ساتھ تسلیم کیا جا سکتا ہے اگر مدت میں امکان ہو:

(سوال ۴۹۲) ایک عورت کو طلاق دی گئی اور اس کو اب تک تین حیض آ چکے ہیں، طلاق سے اب تک ڈھائی ماہ ہو رہے ہیں اور اب اس کا دوسرا نکاح کرنا ہے تو نکاح کر سکتے ہیں؟

عورت کا بیان

محترم مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام عرض یہ ہے کہ میری طلاق ۸۴/۳/۱۳ء کو ہوئی اور طلاق کے آٹھ روز بعد پانچ دن حیض آیا اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر لکھتی ہوں کہ طلاق کے بعد حیض تین مرتبہ آیا......فقط والسلام......۸۴/۵/۲۹ء۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! طلاق کے آٹھ دن بعد پانچ دن حیض آیا، پانچ دن کی عادت کے مطابق تین حیض آ جانے کا قسمیہ بیان دیتی ہے اور ڈھائی مہینے ہو رہے ہیں تو عورت کا بیان تسلیم کیا جا سکتا ہے اور عدت ختم ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: **قال مضت عدتی والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها** (درمختار مع رد المحتار ۲/ ۸۴۲ باب العدة) **والله اعلم.**

”تجھے لڑکی پیدا ہوئی تو تجھے تین طلاق“ کہا اور لڑکی پیدا ہوئی تو عدت وضع حمل ہے یا حیض

(سوال ۴۹۳) میرے داماد نے اپنی بیوی سے ایک سفر کے دوران کہا تھا کہ اگر تجھے لڑکی پیدا ہوئی تو تجھے تین طلاق، لڑکی زچگی میرے یہاں ہوئی اور اس کو لڑکی پیدا ہوئی تو اس صورت میں اس کو طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں؟ اور عورت کی عدت وضع حمل ہے یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! ہاں صورت مسئولہ میں تین طلاق مغلظہ واقع ہو گئیں، لیکن اس صورت میں عدت وضع حمل نہیں ہے بلکہ تین حیض سے عدت منقضی ہوگی، اس لئے کہ طلاق بعد ولادت ہوئی، بعدہٗ طلاق کی عدت شروع ہوئی جب کہ عورت حاملہ نہیں (بچہ جن چکی ہے) لہذا عدت تین حیض سے پوری ہوگی۔ **وصورة العدة اذا قال لامرأته اذا ولدت فانت طالق فولدت فانها تحتاج الى ثلاث حيض ماخلا النفاس وسيأتى بيانه** (شامی ص ۲۷۶ ج ۱ باب التعليق، ص ۲۹۶ ج ۲ باب العدة) **فقط والله اعلم بالصواب،** ۲۳ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ۔

باب النفقه

زمانۂ عدت کے نفقہ ولباس کے متعلق شرعی حکم:

(سوال ۴۹۴) میری عورت بے وجہ میری اجازت کے بغیر میکہ چلی گئی تو میں نے اس کو تین طلاق دے دی۔اب مذہب حنفی میں عدت کے نفقہ ولباس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) مطلقہ کے لئے ضروری ہے کہ اسی گھر میں عدت گزارے جو علیحدہ ہونے سے پہلے اس کا بود و باش کا مکان ہو۔اللہ جل شانہ کا فرمان ہے **لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن** (سورۂ طلاق) یعنی! نہ تم ان کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے نکالو۔اور نہ وہ خود نکلیں مگر جو کھلی بے حیائی (بدکاری وغیرہ) کرے تو اور بات ہے۔

نیز فرمان حق جل شانہ۔ **اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم** .ترجمہ:۔مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت اور گنجائش کے مطابق وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو(سورۂ طلاق)۔

لہٰذا عورت عدت طلاق میں شوہر کے یہاں رہے یا شوہر کی مرضی سے، یا حق شرعی یا شرعی عذر کی وجہ سے کسی اور جگہ رہے تب تو خرچ وغیرہ کی حق دار ہے لیکن اگر عورت بلا عذر اور بلا وجہ شرعی شوہر کی ناشزہ (نافرمان) ہو کر، شوہر کی مرضی کے خلاف چلی جائے تو خرچ وغیرہ کی حق دار نہیں۔صورت مسئولہ میں چونکہ آپ کی عورت بلا عذر شرعی کے آپ کی مرضی کے خلاف چلی گئی ہے تو خرچ وغیرہ طلب نہیں کر سکتی۔

ہدایہ میں ہے:۔**وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله** (ج۲ ص ۴۱۸ باب النفقه) یعنی! عورت شوہر کی نافرمان ہو کر چلی جائے تو جب تک وہ شوہر کے ہاں واپس نہ لوٹے وہ خرچ کی حق دار نہیں ہے۔(ہدایہ)

اور شامی میں ہے۔ **اذا نشزت فطلقها زوجها فلها النفقة والسكنى اذا عادت الىٰ بيت الزوج** . یعنی! عورت ناشزہ (نافرمان) ہو کر چلی جائے اور شوہر نے اس کو طلاق دیدی تو اگر وہ شوہر کے گھر لوٹ جائے گی۔نفقہ وسکنی کی حق دار ہے، ورنہ حق دار نہیں (شامی ج ۱ ص ۹۱۱ باب النفقۃ)

فتاویٰ اسعدیہ میں ہے:۔**اعلم ان المرأة اذا طلقت فانها تعتد فى البيت الذى كانت فيه ساكنةً من قبل ويجب عليه النفقه والسكنى وان خرجت باختيار ها فهى ناشزة لا تجب لها نفقة** (ج ۱ ص ۱۱۵ ایضاً) ترجمہ! بے شک مطلقہ اس گھر میں عدت گذارے جس میں وہ پہلے سے رہتی ہے اور شوہر کو لازم ہے کہ اس کا خرچ پورا کرے، اگر شوہر اس کو گھر سے نکال دے تو اس کے ذمہ اس کا نفقہ اور سکنی کا انتظام ضروری ہے اگر وہ عورت اپنی مرضی سے چلی جائے تو وہ ناشزہ و نافرمان ہوگی۔اور نفقۂ سکنی ولباس کی حق دار نہ رہے گی۔(فتاویٰ اسعدیہ ج ۱ ص ۱۵)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:۔آرے نان ونفقہ مقابل احتباس درخانہ است اگر از خانہ برآید بلا اذن زوج نفقہ وکسوہ واجب نہ ماند۔قاعدہ فقہ است کہ نفقہ جزائے احتباس است۔

ترجمہ:

ہاں عورت کا نفقہ وغیرہ اس کو گھر میں روکے رکھنے کا عوض و بدلہ ہے، اگر بلا اجازت شوہر چلی جائے گی تو نان ونفقہ اور پوشاک وغیرہ شوہر کے ذمہ لازم نہ ہوگا۔ فقہی قاعدہ ہے کہ کسی کا نفقہ اس کے روکے رکھنے کا بدلہ ہے (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ج۱ص۱۴۳)

ناشزہ کا نفقہ واجب ہے، یا نہیں:

(سوال ۴۹۵) مطلقہ بائنہ ومغلظہ جس گھر میں اس پر عدت واجب ہوتی ہو اس کو چھوڑ کر چلی گئی اور شوہر کی ناشزہ و نافرمان بنی تو کیا وہ عدت کے خرچ کی حقدار بنے گی؟

(الجواب) عدت کا نفقہ نکاح کے نفقہ کی طرح ہے ناشزہ ہونے کی وجہ سے یعنی شوہر کے گھر سے شرعی حق کے بغیر چلے جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔[1] (ج۱ص۶۸)

طلاق رجعی کی صورت میں مرد وعورت بے پردہ ساتھ رہ سکتے ہیں۔ طلاق بائن نیز مغلظہ (تین طلاقوں) کی صورت میں عورت اور مرد کے درمیان پردہ لازم ہے۔ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ان پر نگرانی (پہرا) بھی ضروری ہے۔ مکان میں وسعت اور انتظام نہ ہو تو مطلقہ کو دوسرے گھر میں رکھے یا شوہر دوسری جگہ رہے۔

(سوال ۲) اس واقعہ کے بعد تین ہفتہ تک عورت اپنے شوہر کے یہاں رہی اور اس نے اپنے کسی عمل سے ایسا ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ چلی جانے والی ہے اور تین ہفتہ کے بعد ایک روز موقعہ دیکھ کر جب کہ اس کا شوہر اور ساس گھر میں نہیں تھے اپنی چھ بچوں اور بچیوں کو لے کر اور گھر میں سے جو کچھ لینا تھا وہ سب سمیٹ کر اپنے بہنوئی کے ساتھ اس کے مکان پر چلی گئی۔ جب اس کے شوہر نے اسے بلوایا تو وہ عورت اور اس کا بہنوئی کہتے ہیں کہ تم نے طلاق دے دی ہے اس لئے یہ نہیں آئے گی۔ دو مہینہ اور کچھ دن اس کے بہنوئی نے اپنے یہاں رکھی۔ اور اب وہ عورت ایک کرایہ کا مکان لے کر اس میں رہنے کے لئے آ گئی ہے اور چھ بچوں کا اور اپنا نفقہ اور تمام اخراجات کا مطالبہ شوہر سے کر رہی ہے۔ اور ایسی دھمکی دے رہے ہیں کہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے چھ بچوں کا اور اپنا تمام خرچہ وصول کروں گی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں اس عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو طلاق رجعی ہوئی یا بائن ہوئی؟ اور اگر رجعی ہوئی تو اس کو رجوع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اور اگر بائن ہوئی تو وہ مرد از سر نو نکاح پڑھ کر اس عورت کو بغیر حلالہ کے لا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) (۲) صورت مذکورہ میں طلاق بائنہ مغلظہ ہوگئی رجوع کا حق نہیں ہے۔ نکاح کرنے سے بھی عورت حلال نہ ہوگی۔ شرعی حلالہ کے بغیر عورت حلال نہیں ہو سکتی! وان کان الطلاق ثلاثاً لم تحل له، حتی تنکح زوجاً غیره .(هدایه ص ۳۷۹ ج ۲ باب الرجعة)

طلاق کی عدت ختم ہونے تک نفقہ اور سکنی کا انتظام حسب حیثیت شوہر کے ذمہ ہے جب کہ عورت شوہر کے گھر عدت گذارے۔ یا شوہر کی اجازت سے یا شرعی عذر کی بناء پر کسی دوسری جگہ عدت گذارے، یا شوہر گھر سے نکال

---

(۱) وان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الیٰ منزله هدایه باب النفقه ج. ۲ ص ۴۱۸.

دے، اور اگر شوہر کی اجازت کے بغیر چلی جائے۔ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اس صورت میں وہ نفقہ وغیرہ کی حق دار نہیں رہتی!

اعلم ۔ان المرأة اذا طلقت فانها تعتد فی البیت الذی کانت فیه ساکنة من قبل ویجب علی الزوج ان ینفق علیها فان اخرجها یجب علیه النفقة والسکنی وان خرجت باختیارها فهی ناشزة لا تجب لها نفقة . یعنی بے شک مطلقہ اس گھر میں عدت گذارے جس میں وہ رہتی آئی ہے۔ اور شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ اگر شوہر اس کو گھر سے نکال دے تب بھی اس کے ذمہ نفقہ اور سکنی لازم ہے اور اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر چلی جاوے تو وہ ناشزہ ہے۔ اس صورت میں شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ (فتاویٰ اسعدیہ ص ۱۱۵ ج ۱ باب النفقہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۳) اور اگر یہ طلاق مغلظہ ہوئی تو اس عورت کو اس کا اپنا چھ بچوں کا جس میں سے صرف ایک بچہ سات برس سے کم کا ہے اور دوسرے سب بچے دس برس سے اوپر کے ہیں۔ نان ونفقہ سکنی اور لباس کے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ یہ عورت ناشزہ سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور چھ بچوں میں سے کتنے کا نفقہ وغیرہ طلب کر سکتی ہے؟ حالانکہ اس کے شوہر کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق دی ہی نہیں۔ اور میں تم سب کو اپنی ساتھ رکھنے کو راضی ہوں۔ لیکن عورت بچوں کے دینے سے انکار کرتی ہے تو شرعاً اس عورت کو کتنے مطالبہ کا حق ہے؟ حکم شرع واضح فرما کر مشکور فرمائیں۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں چھوٹے بچوں کو رکھنے اور پرورش کرنے کا حق ماں کو حاصل ہے۔ جس کی میعاد فقہاءؒ نے لڑکے کے لئے سات سال اور لڑکی کے لئے نو سال اور زیادہ سے زیادہ حیض آنے تک مقرر فرمائی ہے۔ اس مدت کا نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار باپ ہے۔ بچوں کے پاس مال ہو تو اس میں سے اخراجات پورے کئے جا سکتے ہیں۔ اگر بچوں کا باپ مالدار ہو تو بچوں کی ماں زمانۂ پرورش کا معاوضہ بھی طلب کر سکتی ہے اور اوپر بتلائی ہوئی عمر سے زیادہ عمر کے بچوں کو باپ لے سکتا ہے۔[1]

عورت اپنے میکہ میں عدت گذارے تو عدت کے خرچہ کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں :

(سوال ۴۹۶) طلاق کے بعد شوہر کے مکان پر عورت کو عدت گذارنے کی اجازت دی گئی، اس کے باوجود وہ نہ رہی اور اس کے والد شوہر کے مکان پر آئے اور زوج کے والد کی اجازت لے کر اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے گئے اور اب عدت کا خرچ زوج کے والد سے مانگ رہے ہیں تو کیا ان کو مطالبہ کا حق ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر کے مکان پر عدت گذارنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ پھر بھی عورت اپنے باپ کے یہاں عدت گذارنا چاہتی ہے تو عدت کے خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ لیکن شوہر تبرعاً دے دے تو بہتر ہوگا۔[2] فقط واللہ اعلم ۔

(۱) وتستحق الحاضنة احرة الحضانة اذا لم تکن منکوحة ولامتعدة لأ بیه وهی غیر اجرة ارضاعة..... والحاضنة اما او غیره أحق به ای بالغلام حتی یستغنی عن النسآء وقدر بسبع وبه یفتی ..... بالصغیرة حتی تحیض ای تبلغ فی ظاهر الروایة ..... وقر بتسع وبه یفتی. در مختار مع الشامی باب الخضانه ج.۳ ص ۵۲۰.۵۲۲.

(۲) وتسقط بالنشوز وتعود بالعود واطلق فشمل الحامل وغیرها والبائن بثلاث اواقل کما فی الکنایة باب النفقة مطلب فی نفقة المطلقة ج.۲ ص ۹۲۱.

شرعی قانون کے خلاف نفقہ کا مطالبہ کرنا کیسا ہے :

(سوال ۴۹۷)(۱) مسلمان کے لئے شرعی قانون اور مسلم پرسنل لا کے مطابق فیصلہ کرنے کا انتظام موجود ہوتے ہوئے غیر شرعی قانون کے مطابق فیصلہ لینا یا کرنا یا کروانا جائز ہے؟

(۲) مطلقہ عورت کے لئے عدت کے خرچ کے علاوہ جبراً اپنے طلاق دینے والے شوہر سے نکاح ثانی تک کا نفقہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ آج کل حکومت کا قانون ہے۔

(۳) حکومت کا نفقہ کے متعلق جو قانون ہے کیا مسلمان مرد یا عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ اس نفقہ کے حصول کے لئے حکومت میں درخواست دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروائے؟

(۴) اور اگر بالفرض حکومت نے تا نکاح ثانی نفقہ کا حکم جاری کر دیا تو نادار شوہر ایسے ظالمانہ نفقہ کی ادائیگی کے لئے سود کی رقم دے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (مانگرول، کاٹھیاواڑ)

(الجواب) (۱) شرعی قانون کے خلاف فیصلہ کرنا یا کرانا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط۔

(۲) مطلقہ عورت عدت کے خرچ کی حق دار ہے دوسرے نکاح یا وفات تک کا نفقہ طلب کرنے کا حق نہیں ہے اسلامی قانون کے مقابلہ میں حکومت کے قانون کو ترجیح دینا اور اس کو پسند کرنا اور اس کے مطابق نفقہ حاصل کرنا ظلم اور حرام ہے اور ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔[1] فقط۔

(۳) قطعاً جائز نہیں موجب گناہ ہے۔ فقط۔

(۴) عدت سے زیادہ خرچ کا مطالبہ کرنا اور حکومت کے فیصلہ کے مطابق عمل کرنا عورت کے لئے درست نہیں ہے، شوہر کو عدت سے زیادہ خرچ دینے پر مجبور کیا جائے تو سود کی رقم دے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۵ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ۔

عورت سفر میں جانے سے انکار کرے تو وہ نفقہ کی حق دار ہے یا نہیں :

(سوال ۴۹۸) زید اپنی بیوی کو سفر میں ہمراہ لے جانا چاہے اور بیوی جانے سے انکار کرے تو زید نفقہ بند کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کا نفقہ بند نہیں کر سکتا۔ او ابت الذهاب اليه او السفر معه . الىٰ قوله فلها النفقة (درمختار مع الشامی ج۲ ص ۸۹۰. ۸۹۱ باب النفقة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

چچا اور ماں ہے تو چھوٹے بچہ کا نفقہ کس پر ہے

(سوال ۴۹۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر دو سگے بھائی ہیں زید بڑا اور عمر چھوٹا ہے، زید کا انتقال ہو گیا اور اس کے وارثوں میں چھ ماہ کی ایک لڑکی، بیوی اور ایک بھائی (عمر) ہے۔ زید کی بیوی کے والدین زندہ

---

(۱) المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة و السكنى كان الطلاق رجعيا او بائنا او ثلاثا حملا كانت المرأة او لم تكن كذآ فى فتاوىٰ قاضى خان . فتاوىٰ عالمگيرى الفصل الثالث فى نفقة المعتده ج. ١ ص ٥٥٧.

ہیں اور زید کے والدین میں سے کوئی حیات نہیں ہے۔ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اور کم سن بچی کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟ عمر کے ذمہ یا زید کی بیوی کے والدین کے؟ اور اگر دونوں پر ہے تو کس کس کی ذمہ داری کس حد تک ہے؟ دیگر زید کا ترکہ مندرجہ بالا ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اپنے مال یا شوہر کے ترکہ سے بطور میراث جو ملا ہو اس میں سے اپنا نفقہ پورا کرے گی، کچھ نہ ہو یا جو ہو وہ ختم ہو جائے تو اس کے والدین اس کے نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے۔ اسی طرح بچی کا نفقہ اس کے ذاتی مال سے یا والد کے ترکہ سے جو ملا ہے اس میں سے پورا کیا جائے کچھ نہ رہے تو ماں اور چچا اس کے ذمہ دار ہوں گے، ایک حصہ ماں کے ذمہ اور دو حصہ چچا کے ذمہ ہوگا، اگر ماں محتاج ہے تو صرف چچا ذمہ دار رہے گا زید کے مال و ملکیت کے آٹھ حصے ہوں گے اس میں سے بیوہ کو ایک حصہ (آٹھواں حصہ) لڑکی کو چار حصے اور بھائی (عمر) کو تین حصے ملیں گے۔

وانما تجب النفقة على الاب اذا لم يكن للصغير مال اما اذا كان فالا صل ان نفقة الانسان فى مال نفسه صغيراً كان او كبيراً (هدايه اولين ص ۴۲۵ كتاب النفقات باب النفقات) وان كان من الصنفين اعنى الا صول والحواشى وارثا اعتبر الا رث ففى ام واخ عصبى او ابن اخ كذلك او عم كذلك على الام الثلث وعلى العصبة الثلثان بدائع (شامى ج ۲ ص ۹۳۵ باب النفقة مطلب ضابط فى حصر احكام نفقة الا صول والفروع)

وتجب لكل ذى رحم مرحم صغير اوانثى مطلقاً (ولو) كانت الانثىٰ (بالغة) صحيحة (قوله مطلقاً) قيد للانثى اى سواء كانت بالغةً او صغيرةً، صحيحة او زمنة (درمختار مع الشامى ج ۲ ص ۹۳۸ ايضاً) فقط. والله اعلم بالصواب. ۲۹ جمادى الثانى ۱۴۰۰ھ۔

مطلقہ عورت کے لئے تادم حیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ لازم کرنا کیسا ہے :

(سوال ۵۰۰) مطلقہ عورت کا نفقہ شوہر پر کب تک لازم ہے؟ سرکاری قانون یہ ہے کہ عورت جب تک دوسرا نکاح نہ کرے یا اس کا انتقال نہ ہو جائے شوہر کو اس کا نفقہ دینا پڑے گا۔ اگر شوہر نفقہ ادا نہ کرے تو مستحق سزا ہوتا ہے کیا اس قانون کو شرعاً صحیح کہا جا سکتا ہے؟ اور اس قانون پر عمل کرتے ہوئے عورتوں کو یہ نفقہ لینا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح میاں بیوی کے درمیان ایک عظیم معاہدہ ہے جس کے پورا کرنے کی ذمہ داری دونوں نے اپنے اوپر لازم کی ہے۔

شوہر کی طرف سے بیوی کو مہر دینے، نان ونفقہ ادا کرنے، حسن معاشرت اور میل ومحبت کے ساتھ زندگی گذارنے کا اقرار ہے۔ اور بیوی کی طرف سے عفت و پاکدامنی، اطاعت وفرمانبرداری کا عہد و پیمان ہے۔ اگر مرد بدعہدی کرے اور اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے تو عورت کو طلاق لینے اور نکاح فسخ کرا کر علیحدہ ہو جانے کا حق ہے۔ اسی طرح اگر بیوی ناشزہ، نافرمان، بے وفا اور بدچلن بن جائے اور نکاح کا مقصد فوت ہو جائے اور ایک دوسرے کے حقوق کی پائمالی ہونے لگے تو ایسے حالات میں اس پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لئے بہتر یہی ہے کہ طلاق

دے کرایسی عورت سے علیحدگی اختیار کرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ثم لا بد من الا رشادا لی المرأة التی یکون نکاحها موافقاً للحکمة موفراً علیه مقاصد تدبیر المنزل لان الصحبة بین الزوجین لازمة والحاجات من الجانبین متاکدة فلو کان لها جبلة سوء وفی خلقها وعادتها فظاظة فی لسانها بذاء ضاقت علیه الارض بما رحبت وانقلبت علیه المصلحة مفسدة.

یعنی:۔نکاح کے لئے ایسی عورت کا ہونا ضروری ہے جس سے نکاح کرنا حکمت کے موافق ہواور خانہ داری کی تمام مصلحتیں وہ پورے طور پر انجام دے سکے کیونکہ میاں بیوی میں صحبت لازمی شئی ہے اور دونوں جانب سے حاجتیں ضروری ہیں پس اگر عورت بدطینت ہے اور اس کی عادت میں سختی ہے اور وہ زبان دراز ہے تو اس شخص پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہوجائے گی اور وہ مصلحت فساد کی طرف منقلب ہوجائے گی (**حجة الله البالغة مع ترجمه ج۲ ص ۳۵۹،ص ۳۶۰ من ابواب تدبیر المنزل الترهب باطل والزواج من طریقة الا نبیاء**)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ **ومع ذلک لا یمکن سدهذا الباب والتضیق فیه فانه قد یصیر الزوجان متنا شزین اما لسوء خلقهما او لطموح عین احدهما الی حسن انسان آخر......فیکون ادامة هذا النظم مع ذلک بلاءً عظیماً وحرجاً...... الخ .**

یعنی:۔لیکن اس کے باوجود طلاق کا باب بالکل بند کرنا اور اس میں تنگی کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ کبھی خاوند اور بیوی میں مخالفت (اورنفرت) پیدا ہوجاتی ہے جو یا تو ان دونوں کی بدخلقی سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا اجنبی سے تعلق پیدا ہونے یا اسی قسم کے دیگر اسباب کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے ان حالات میں اس جوڑے کا باقی رکھنا بلائے عظیم اور حرج ہے (اور علیحدگی ہی اختیار کرنے میں بہتری ہوتی ہے) **حجة الله البالغة مع ترجمه ج ۲ ص ۳۹۸ کتاب الطلاق قبیل رفع القلم عن البهائم الخ .**

ایک دوسرے بزرگ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

زن بد در سرائے مرد نکو
ہم دریں عالم است دوزخ او
زینہار از قرین بد زینہار
وقنا ربنا عذاب النار

یعنی:۔بدخلق اور بداطوار عورت نیک مرد کے گھر میں ہوتو (اس مرد کے لئے) اسی دنیا میں دوزخ ہے۔خدا پاک قرین بد سے محفوظ رکھے اور عذاب دوزخ سے بچائے (گلستان،باب دوم)

جو عضو پیدائش سے بدن کا جزو ہو کبھی بدن سے الگ نہ ہوتا ہو جیسے آنکھ،دانت،کان،ناک،ہاتھ،پیر وغیرہ اگر وہ سڑ جائے اور انسان اس کی وجہ سے بے چین اور بے قرار ہوجائے اور اس کے اصلاح کے امید نہ رہے تو آپریشن کر کے اس عضو کو بدن سے الگ کر دیا جاتا ہے۔اسی طرح نافرمان اور بے وفا عورت کہ جس نے اپنے معاہدہ کے

خلاف کر کے شوہر اور پورے گھر والوں کو رسوا اور ان کی نیند حرام کر رکھی ہو اور ہر ایک کے لئے دردسر بنی ہوئی ہو اس کو طلاق دے کر کیوں علیٰحدگی اختیار نہ کی جائے؟ اور سکون حاصل نہ کیا جائے؟

معاہدہ کی خلاف ورزی معمولی بات نہیں ہے حکومت کے تعلقات منقطع ہو کر جنگ کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ملازم اگر آقا سے بے وفائی اور خلاف معاہدہ کرے تو اسے ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا ہے اور جب تک اسے دوسری جگہ ملازمت نہ ملے اس کو تنخواہ ملنے کا قانون نہیں ہے تو مطلقہ عورت کے لئے نکاح ثانی کرنے تک نفقہ ملنے کا قانون کس بنا پر ہے؟ حکومت کا معزز عہدیدار اگر بغاوت اور بدعہدی کرے تو اس عہدے سے برخواست کر کے سزا دی جاتی ہے دوسری ملازمت ملنے تک حکومت انہیں تنخواہ نہیں دیتی تو وہ عورت جو شوہر کی نافرمانی کر کے اس کے سکون کو ختم کر دے۔ اس کے لئے نکاح ثانی تک شوہر کے ذمہ نفقہ لازم کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

شرعی اصطلاح میں ''نفقہ'' سے مراد خوراک، پوشاک اور رہنے کا گھر ہے، شوہر پر عورت کے نفقہ کے وجوب کا سبب ازدواجی تعلق کا قیام ہے لہذا نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہو جاتا ہے اور جب تک یہ ازدواجی تعلق قائم رہے گا شوہر پر اس کا نفقہ لازم رہے گا اور جب یہ تعلق ختم ہو جائے گا تو سبب کے فوت ہونے کی وجہ سے نفقہ کا لزوم بھی نہ رہے گا جس طرح نوکری اور سرکاری ملازمت کے قائم ہونے کی وجہ سے تنخواہ کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے اور ملازم کی بدعہدی و نافرمانی کے سبب ملازمت کا تعلق ختم ہو جانے پر تنخواہ کی ادائیگی موقوف ہو جاتی ہے، اس کے بعد وہ ملازم تا حیات یا دوسری ملازمت ملنے تک تنخواہ کا مستحق نہیں ہوتا۔ ملازم کیا کرے گا؟ کہاں سے کھائے گا؟ جوئے باز اور چور بن کر معاشرہ کو تباہ و برباد کرے گا ان باتوں کی طرف کسی کا خیال نہیں جاتا، تو جس عورت کو اس بدزبانی، بدخلقی، بے وفائی اور نشوز (نافرمانی) کی وجہ سے نکاح سے الگ کر دیا گیا ہو یہ خیال کر کے کہ وہ کہاں سے کھائے گی، کہاں جائے گی؟ بدچلن بن جائے گی، شوہر پر اس کی زندگی تک یا نکاح ثانی کرنے تک اس کا نفقہ لازم کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟

بلکہ اگر اس پر بنظر انصاف غور کیا جائے تو اس قانون کی وجہ سے عورتوں میں آزادی، شوہروں کی نافرمانی، امور خانہ داری میں تغافل تھا اور گھریلو زندگی میں فتنہ وفساد پیدا ہوگا۔

مطلقہ عورت کے لئے شرعی حکم یہ ہے:۔ اگر اس کو مہر ادا نہ کی گئی ہو تو مہر ادا کی جائے۔ حیض آتا ہو تو تین حیض تک، حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ تک، حاملہ ہو تو وضع حمل تک نان ونفقہ دیا جائے اور اگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی گئی اور مہر مقرر ہوئی ہو تو نصف مہر اور اگر مقرر نہ ہوئی ہو تو کپڑوں کا ایک جوڑا دیا جائے اس کے علاوہ نکاح ثانی کرنے یا اس کے انتقال ہونے تک شوہر پر اس کا نفقہ لازم کرنا قرآنی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے اور شوہر پر ظلم وزیادتی ہے۔

عدت کے بعد اس کے گذران کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا حل یہ ہے کہ وہ عورت دوسرا نکاح کر لے۔ نکاح ثانی اسلام میں معیوب نہیں بلکہ فضیلت کی چیز ہے۔ قرآن کریم میں ہے وانکحوا الایامی منکم اور نکاح کردو رانڈوں کا اپنے اندر مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

''اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے (مطلقہ) ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کر، نماز فرض کا جب

وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اس کا کفو مل جائے'' جو قومیں رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں پڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں (فوائد عثمانی سورۂ نور پارہ نمبر ۱۸) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا نکاح نہ ہو سکے تو پھر اگر عورت صاحب حیثیت ہو تو اپنے مال سے اپنا گذاران چلائے ورنہ اس کے اعزاء واقرباء پر اس کا نفقہ لازم ہوگا (اگر شوہر اس کے اعزاء میں سے ہے تو رشتے دار ہونے کی نسبت سے اس پر بھی اس کا خیال رکھنا ضروری ہوگا) اگر اس کے اعزاء واقرباء نہیں ہیں یا وہ خود محتاج ہیں تو اس کی برادری والے (جماعت والے) اس کے نفقہ کا بندوبست کریں ورنہ عام مسلمانوں پر اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں خصوصاً عورتوں کے قلوب میں شریعت اور شرعی قانون کی کما حقہٗ عظمت عطا فرماوے اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

فانی دنیا کے تھوڑے سے مفاد کی خاطر شرعی قانون کے مقابلہ میں دنیوی قانون پر عمل کرنا اور ایسے ناجائز نفقہ کا مطالبہ کرنا اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے۔ **وانما عدمنه لبس الغيار وشد الزنار ونحوهما كفرا لانها تدل على التكذيب لا لانها كفر فى انفسها.** یعنی غیار پہننا اور زنار (جنوئی) باندھنا اور ان کے مانند چیزوں کا اختیار کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ چیزیں آپ ﷺ کی تکذیب پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو سچا نبی جانے گا وہ ان چیزوں پر جرأت نہیں کرسکتا ورنہ یہ چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے موجب کفر نہیں ہیں۔ تفسیر بیضاوی ص ۲۳ سورۂ بقرہ فقط واللہ اعلم۔

عدت کے بعد مطلقہ کا نفقہ شرعاً ثابت نہیں ہے:

(سوال ۵۰۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ مطلقہ عورت کا نفقہ عدت کے بعد تاحیات یا نکاح ثانی شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟ سپریم کورٹ نے محمد احمد بنام شاہ بانو کیس میں وجوب کا فیصلہ کیا ہے اور سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱ **وللمطلقت متاع بالمعروف حقا على المتقين** سے استدلال کیا ہے، کیا یہ استدلال صحیح ہے؟ اور یہ نفقہ شرعاً واجب ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب سے نوازیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) اسلامی شریعت کا قانون یہ ہے کہ جس عورت کو اس کا شوہر وطی یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دے ایسی عورت پر عدت گذارنا ضروری نہیں ہے وہ آزاد ہے شوہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا وہ فوراً ہی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے، قرآن میں ہے **يآيها الذين امنوا اذا نكحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها.** اے ایمان والو! تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دے دو تو تمہاری ان پر کوئی عدت واجب نہیں ہے جس کو تم شمار کرنے لگو (سورۂ احزاب آیت نمبر ۴۹ پارہ نمبر ۲۲)

(۲) جس عورت کو وطی یا خلوت صحیح کے بعد شوہر طلاق دے دے تو اگر اس عورت کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے، قرآن میں ہے **والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء** اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) روکے رکھیں تین حیض (ختم ہونے) تک۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸ پارہ نمبر ۲)

(۳) اور جس عورت کو (بڑی عمر ہونے کی وجہ سے) حیض آنا موقوف ہوگیا اور وہ عورت جس کو حیض آیا ہی نہیں ایسی عورتوں کے لئے عدت کی مدت تین مہینے ہیں قرآن میں ہے **والئی یئسن من المحیض من نسآء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر والئی لم یحضن** (تمہاری مطلقہ) بیبیوں میں سے جو عورتیں (بوجہ زیادت عمر کے) حیض آنے سے ناامید ہوچکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدت کے تعین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا (ان کی عدت بھی تین مہینے ہے) (سورہ طلاق آیت نمبر ۴ پارہ نمبر ۲۸)

(۴) اور وہ مطلقہ عورتیں جو حمل سے ہیں ان کے لئے عدت کی مدت وضع حمل ہے (بچہ پیدا ہونے تک ہے) قرآن میں ہے **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن** اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے حمل کا پیدا ہوجانا ہے (سورۂ طلاق آیت نمبر ۴ پارہ نمبر ۲۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو محبت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ملی ہے اس عورت کے لئے عدت لازم نہیں ہے، جب عدت نہیں ہے تو نان ونفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ اور جس عورت کو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گی ہے اس پر رحم کی صفائی اور شوہر کے نطفہ کی حفاظت کے خاطر عدت لازم ہے، اگر عورت کو حیض آتا ہو تو تین حیض آنے تک کی مدت عدت کی ہے، اور جس عورت کو کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آتا، اور جس عورت کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، موقوف ہوگیا ہو، ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے، اور جس کو حمل ہے اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، اور ان تینوں قسم کی عورتوں کو عدت کے زمانہ کا خرچ ملے گا، چنانچہ قرآن نے عدت کے بیان کے ختم ہونے پر نفقہ کی بھی صراحت فرمادی **وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن** اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں حمل والیاں ہیں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو (سورہ طلاق آیت نمبر ۶، پار نمبر ۲۸)

قرآن فیصلہ کررہا ہے کہ حاملہ عورتوں کو وضع حمل تک (جو ان کی عدت کا زمانہ ہے) نفقہ دینا ہے، اس کے بعد دینا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ لفظ ''حتی'' حکم کو محدود وقت تک متعین کرنے کے لئے آتا ہے، لہذا وضع حمل تک وہ نفقہ کی حق دار ہے اس کے بعد وہ حق دار نہیں ہے، اس سے صراحۃً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن مطلقہ عورتوں پر عدت لازم ہے وہ بھی صرف عدت کے زمانہ کے نفقہ کی حق دار ہے۔ عدت کے بعد حق دار نہیں۔

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ نے حضرت عمرؓ سے حدیث نقل فرمائی ہے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للمطلقة الثلث النفقة والسکنی مادامت فی العدة** میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں اس کے واسطے نفقہ وسکنی واجب ہے، جب تک کہ وہ عدت میں ہے (ہدایہ اولین ص ۴۲۳ فصل فی نفقة المطلقة جلد ثانی)

صاحب نصب الرایہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور ''**مادامت فی العدة**'' پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے۔

ہدایہ میں ہے **واذا طلق الرجل امرأته فلھا النفقة والسکنی فی عدتھا رجعیا کان او**

بائناً. جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے لئے۔ عدت کے زمانہ تک۔ نفقہ اور سکنیٰ ہے، طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن (ہدایہ اولین ج ۲ ص ۴۲۳ فصل فی نفقۃ المطلقۃ

شرح الوقایہ میں ہے والمطلقة الرجعی والبائن...... النفقة والسکنی ای ما دامت فی العدة. اور وہ عورت جس کو طلاق رجعی یا طلاق بائن دی گئی ہو (اس کے لے) نفقہ اور سکنیٰ ہے جب تک وہ عدت میں ہو (شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۷۹ باب النفقۃ)

قدوری میں ہے واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنی فی عدتها رجعیا کان او بائنا. جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے، وہ طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن، عدت کے زمانہ تک اس کے لئے نفقہ اور سکنی ہے (قدوری ص ۱۹۰ کتاب النفقات) الجوہرۃ النیرۃ ص ۱۲۶ جلد ثانی)

قرآن وحدیث اور کتب فقہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ عدت کے زمانہ تک نفقہ کی حق دار ہے، عدت کے گذر جانے پر اس کا کسی قسم کا تعلق شوہر سے باقی نہیں رہتا بالکل اجنبیہ بن جاتی ہے، دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس لئے اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر نہیں رہا وہ اپنی مرضی سے کچھ دے دے یا دیتا رہے وہ ممنوع نہیں ہے، بلا مرضی زبردستی نفقہ کا ذمہ دار بنا دینا نہ دینے پر سزا کا مستحق قرار دینا شدید ظلم اور زیادتی ہے ایسا حکم قرآن حدیث میں نہیں ہے کسی آیت قرآنی کو توڑ مروڑ کر شوہر کو نفقہ کا ذمہ دار بنانا قرآن میں تحریف اور قانون شریعت میں دخل اندازی ہے جسے کوئی مسلمان مرد یا عورت بشرطیکہ وہ واقعی اور حقیقتاً سچا مسلمان ہو، قبول نہیں کر سکتا۔

قرآن وحدیث میں کسی جگہ بھی ہدایت موجود نہیں ہے کہ مطلقہ کو اس کی حیات یا دوسری شادی تک نفقہ دینا شوہر پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں وان یتفرقا اور اگر دونوں میاں بیوی میں جدائی ہو جائے (تو) یغن اللہ کلا من سعة بے نیاز بنا دے گا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو (عورت کو بھی اور مرد کو بھی) اللہ ایک کو دوسرے سے مستغنی کر دے گا، عورت کو کوئی دوسرا ٹھکانہ اور تکفل کا ذریعہ مل جائے گا اور مرد کو کوئی دوسری بیوی مل جائے گی۔ وکان اللہ واسعاً حکیماً، اللہ بڑی وسعت والا اور بہت حکمت والا ہے۔ (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۳۰ پارہ نمبر ۵۔)

اور خاص سورۂ طلاق میں ''جس میں طلاق، عدت طلاق، اور نفقۂ مطلقہ کا ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقه من حیث لا یحتسب. ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه 'اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ اس کی (اصلاح مہمات کے لئے) کافی ہے (سورۂ طلاق آیت نمبر ۳۔۲ پارہ نمبر ۲۸)

حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اگر جو آپ لوگ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے جیسا کہ اس کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسے طریقے پر روزی پہنچائیں گے جیسا کہ پرندوں کو روزی پہنچاتے ہیں کہ وہ علی الصبح بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور سر شام شکم سیر ہو کر واپس لوٹتے (مشکوٰۃ شریف باب التوکل والصبر ص ۴۵۲)

کسی خدا پرست شاعر نے کیا خوب کہا ہے ع

غم روزی مخور برہم مزن اوراق دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را

روزی کا غم مت کھا اور پریشان حال مت رہ تو نہیں دیکھتا کہ بچہ دنیا میں قدم رکھے اس سے قبل رزاق عالم بچہ کی ماں کے پستان (چھاتیاں) دودھ سے بھر دیتا ہے۔ لہذا روزی کی بہت زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بھی شریعت نے عورت کو بے سہارا نہیں چھوڑا ہے، عدت کے بعد ظاہری طور پر اس کے گذران کی کیا صورت ہوگی اس کا حل یہ ہے۔

''عورت دوسرا نکاح کرے، نکاح ثانی اسلام میں معیوب نہیں ہے بلکہ فضیلت کی چیز ہے، قرآن کریم میں ہے وانکحو الا یامی منکم اور نکاح کردو رانڈوں کا اپنے اندر (سورۂ نور آیت نمبر ۳۲ پارہ نمبر ۱۸) مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

''اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے (مطلقہ) ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو، حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو، نماز فرض کا جب وقت آ جائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اس کا کفو مل جائے'' جو قومیں رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔'' (فوائد عثمانی سورۂ نور پارہ نمبر ۱۸) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا نکاح نہ ہو سکے تو پھر اگر عورت صاحب حیثیت ہے تو اپنے مال سے اپنا گذران چلائے، اگر یہ صورت نہ ہو تو پھر عورت کا باپ یا اولاد ہو تو اس کا بیٹا اس کے نفقہ کا انتظام کرے اس کے بعد اس کے اعزا و اقرباء پر اس کا نفقہ لازم ہوگا (اگر شوہر اس کے اعزاء میں سے ہے تو رشتے دار ہونے کی وجہ سے اس پر بھی اس کا خیال رکھنا ضروری ہوگا) اگر اس کے اعزاء و اقرباء بھی نہیں ہیں، یا وہ خود مختار ہیں تو اس کی برادری والے (جماعت والے) اس کے نفقہ کا بندوبست کریں، ورنہ عام مسلمانوں پر اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

وللمطلقت متاع بالمعروف حقاً علی المتقین (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۴۱)

اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ مطلقہ عورتوں کے لئے دوسرا نکاح کرنے یا موت تک کے لئے نفقہ ہے کسی طرح درست نہیں ہے، یہ مطلب قرآن و حدیث اور تمام کتب فقہ کے خلاف ہے، کسی مفسر یا کسی فقیہ نے یہ نہیں لکھا ہے، اور قرآن میں بھی لفظ ''متاع'' متعدد مقامات پر استعمال کیا گیا ہے، لیکن کسی جگہ بھی یہ مفہوم مراد نہیں ہے، لہذا یہ معنی لینا کہ ''دوسرا نکاح یا موت تک مطلقہ عورت کے لئے نفقہ ہے'' قرآن میں تحریف اور شریعت میں دخل اندازی ہے جو کسی بھی صورت میں ایک سچے اور پکے مسلمان کے لئے قابل برداشت نہیں۔

لغات القرآن مؤلفہ مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ میں ہے۔

متاعاً۔ اسم مفرد منصوب نکرہ ۲/۱۵ اسم مصدر بمعنی مصدر متعدی یعنی کام میں آنے والی چیز دینا، کپڑا جوتا یا اور کوئی چیز جو حاکم مناسب سمجھے (شافعی) شوہر کے حال کے مناسب کرتہ چادر دوپٹہ دینا (حنفیہ) (تفسیر احمدیہ) ۲/۷ تم کو فائدہ پہنچانے کے لئے اس جگہ بھی متاعاً کا معنی تمتیعاً ہے ۱۴/۱۷ خانگی سامان ۲۲/۴ ضرورت کی کوئی چیز ۲۳/۲ فائدہ اندوزی پر قائم رکھنے کے لئے ۲۶/۱۵ کام کی چیز ۳۰/۴ فائدہ کے لئے یا فائدہ پہنچانے کے لئے۔ محلی (لغات القرآن ص ۲۸۷ جلد پنجم)

غور فرمائیں۔ کسی بھی جگہ جو مفہوم اور مطلب بیان کیا جاتا ہے، مراد نہیں ہے عربی کی مشہور ڈکشنری المنجد

میں ہے۔

المتعة: اسم للتمتيع . الزاد القليل . متعة المرأة ما وصلت به بعد الطلاق من نحو القميص والا زار و الملحفة وهي متعة الطلاق . متعة : یعنی فائدہ پہنچانا .زاد قلیل.

متعة المرأة۔ عورت کا متعہ، قمیص، ازار اور چادر جو مطلقہ عورت کو دیئے جاتے ہیں۔ یہی متعة الطلاق ہے۔(المنجد ص ۷۹۹)

لہذا متعہ یا متاع کا مفہوم یہ ہوا۔ ایسی چیز دینا جس کا فائدہ وقتی ہو، جلد ختم ہو جانے والا ہو، جس کا مصداق فقہاء نے یہ قرار دیا ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق ایک جوڑا دے دے، اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو اس سے حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا "امتعتها" کیا تم نے اس عورت کو متعہ دیدیا، تو اس شخص نے کہا "لم يكن عندی شئی" میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا "متعها بقلنسوتک" اس کو متعہ دو چاہے تمہاری ٹوپی ہی ہو (روح المعانی ص ۱۵۴ ج ۲۲ تحت قولہ المطلقات متاع بالمعروف الخ) معلوم ہوا کہ معمولی چیز پر بھی متعہ صادق آتا ہے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے "اور (یادرکھو) جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو تو چاہئے کہ انہیں مناسب طریقہ پر فائدہ پہنچایا جائے (یعنی ان کے ساتھ جس قدر حسن سلوک کیا جاسکتا ہے کیا جائے) متقی انسانوں کے لئے ایسا کرنا لازم ہے (ترجمان القرآن سورہ بقرہ)

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس طرح ترجمہ کیا ہے...... "اور طلاقوں کے حق میں بھی نفع پہنچانا دستور کے موافق مقرر ہے (یہ) پرہیزگاروں پر واجب ہے" (تفسیر ماجدی، سورۂ بقرہ)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس طرح ترجمہ فرمایا ہے...... "اور سب طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے کچھ کچھ فائدہ پہنچانا (کسی درجہ میں مقرر ہے) قاعدہ کے موافق، یہ مقرر ہوا ہے ان پر جو (کفر وشرک سے) پرہیز کرتے ہیں (بیان القرآن)

ملاحظہ فرمائیں! کسی نے بھی متاع کا ترجمہ اور مصداق یہ نہیں بتایا کہ عورت کو دوسرا نکاح یا موت تک کا نفقہ دیا جائے، یا کوئی بڑی رقم دی جائے، اس لئے متاع کا مصداق دوسرا نکاح کرنے یا موت تک کا نفقہ قرار دینا یا کوئی بڑی رقم شوہر کے ذمہ لازم قرار دینا صحیح نہیں ہے، البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے بڑی رقم دے دے یا اپنی مرضی سے کچھ دیتا رہے تو وہ ممنوع نہیں ہے مگر اس کو قانونی شکل دینا اور زبردستی شوہر کو نفقہ کا ذمہ دار بنانا اور نہ دینے پر اس کو مستحق سزا قرار دینا کسی حال میں صحیح نہیں ہے، اور جن حضرات سے بڑی رقم دینا منقول ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ انہوں نے بطور تبرع واحسان دیا یہ عام قانون نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ احقر سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری غفرلہ ۲۳ محرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۱۹ کتوبر ۱۹۸۵ء۔ تمت بالخیر۔

(۱) بچہ کی ماں، دادادادی اور چچا ہیں اور بچہ کا نفقہ کس پر واجب ہے؟ (۲) بیوہ کا باپ ہے تو باپ پر اس کا نفقہ واجب ہے یا نہیں:

(سوال ۵۰۲) ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کا ایک ۱۴ مہینے کا لڑکا ہے، اس لڑکے کی پرورش کا حق کسے ہے، بچہ کے دادادادی چچا ہیں، تو بچہ اس کے ماں کے پاس رہے گا یا دادادادی لے سکتے ہیں؟ اگر بچہ ماں کے پاس رہے تو بچہ کا نفقہ کس کے ذمہ ہے۔ نیز متوفی عنہا زوجہا عورت کا نفقہ کس کے ذمہ ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) چھوٹے لڑکے کی پرورش کا حق ماں کا ہے، سات تک ماں لڑکے کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے، اس کے بعد دادا اپنے پوتے کو اپنی پرورش میں لے سکتا ہے، بچہ کا دادا چچا موجود ہے تو بچہ کا نفقہ دادا کے ذمہ ہے، اگر بچہ کے پاس مال موجود ہو تو بچہ کے مال میں سے اس پر خرچ کیا جائے گا۔

شامی میں ہے: ولو وجد معها (ای مع الام) جد لاب بان کان للفقیر ام وجد لاب واخ عصبی وابن اخ اوعم کانت النفقة علی الجدو حده کما صرح به فی الخانیة ووجه ذلک ان الجد یحجب الاخ وابنه والعم لتنزیله حینئذ منزلة الاب وحیث تحقق تنزیله منزلة الاب صار کما لو کان الاب موجوداً فتجب علی الجد فقط بخلاف مالو کان للفقیر ام وجد لاب فقط فان الجد لم ینزل منزلة الاب فلذاوجبت النفقة علیهما اثلاثافی ظاهر الروایة کما مر (شامی ج۲ ص ۹۳۶، باب النفقة، مطلب ضابط فی حصر احکام نفقة الاصول والفروع)

عورت کے پاس اگر مال ہو تو اسی میں سے اپنا خرچہ پورا کرے، اگر مال نہ ہو تو عورت کا نفقہ اس کے والد کے ذمہ ہوگا، درمختار میں ہے (وکذا) تجب (لولده الکبیر العاجز عن الکسب) کانثی مطلقا. ردالمحتار میں ہے: (قوله کانثی مطلقاً) ای ولولم یکن لها زمانة تمنعها عن الکسب فمجرد الا نوثة عجز الا اذاکان لها زوج فنفقتها علیه مادامت زوجة الخ (رد المحتار ج۲ ص ۹۲۵، باب النفقة)

عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ عدت کے بعد دوسرا نکاح کرلے، شرعی اعتبار سے نکاح ثانی میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ بہتر ہے، قرآن مجید میں ہے: وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقرآء یغنیهم الله من فضله والله واسع علیم.

(ترجمہ) احرار میں سے) جو بے نکاح ہوں (خواہ مرد ہوں یا عورتیں اور بے نکاح ہونا بھی عام ہے خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو۔ یا ہونے کے بعد بیوی کی موت (یا شوہر کی موت، یا طلاق کے سبب بے نکاح رہ گئے) تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس (نکاح) کے لائق ہوں (یعنی حقوق نکاح ادا کر سکتے ہوں) ان کا بھی (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے (جس کو چاہے مالدار کر دے) خوب جاننے والا ہے (قرآن مجید سورۂ نور آیت نمبر ۳۲ پ ۱۸)

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں عورتوں کے

متعلق حدیث نقل فرمائی ہے "مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج قیل یا رسول الله وان کانت غنیة من المال ..... قال وان کانت غنیة من المال ." ترجمہ:۔ مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا اگر وہ مالدار ہو تب بھی مسکینہ ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تب بھی وہ مسکینہ ہے (غنیۃ الطالبین ص ۹۶ فصل فی آداب النکاح)

دوسری حدیث: لیس شئی خیر الا مرأة من زوج او قبر . ترجمہ:۔ عورت کے لئے آغوش شوہر یا گوشۂ قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے (غنیۃ الطالبین ص ۹۶ ایضا)

اگر عورت بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے گی تو اس کا حق پرورش ختم ہو جائے گا، پھر یہ حق بچہ کی نانی، پرنانی، دادی، پردادی وغیرہ کو حاصل ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت گذرے ہوئے زمانہ کے نفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں :

(سوال ۵۰۳) ایک مطلقہ عورت نے عدت کا زمانہ اپنے والدین کے گھر گذارا اور عدت کے زمانہ کا خرچہ نہ شوہر نے ادا کیا اور نہ عورت نے مانگا، اب چند سالوں کے بعد عورت اس شخص سے گذرے ہوئے عدت کے خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہے، تو اس کا مطالبہ صحیح ہے؟ کیا شوہر پر گذرے ہوئے عدت کے زمانہ کا نفقہ ادا کرنا لازم ہے؟ نیز اس مطلقہ عورت نے اپنی چھوٹی بچی کی پرورش کی ہے، اب وہ عورت بچی کے اخراجات کا بھی مطالبہ کر رہی ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ زوجین کی باہمی رضامندی سے عدت کے نفقہ کے لئے کوئی مقدار متعین نہیں ہوئی اور نہ کسی شرعی قاضی یا شرعی پنچایت نے مقرر کی تو ایسی صورت میں صحیح قول کے مطابق عورت گذرے ہوئے عدت کے زمانہ کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی، یہ نفقہ شوہر پر قرض نہیں ہوگا کہ اس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہو اسی طرح بچی کے اخراجات بھی متعین نہیں ہوئے اور عورت اپنی مرضی سے اس پر خرچ کرتی رہی تو بچی کے اخراجات کا بھی عورت مطالبہ نہیں کر سکتی۔ درمختار میں ہے (والنفقة لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضا) ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراهم فقبل ذلک لا یلزمه شئی وبعده ترجع بما انفقت الخ (درمختار) (قوله وبعده) ای وبعد القضاء والرضا ترجع لانها بعده صارت ملکاً لها کما قدمناه ولذا قال فی الخانیة لو اکلت من مالها او من المسئلة لها الرجوع بالمفروض اھ وکذا لو تراضیا علی شیئی ثم مضت مدة ترجع بها ولا تسقط..... الخ (درمختار وشامی ص ۹۰۶، ص ۹۰۷ ج ۲ باب النفقة)

امداد الفتاوی میں ہے:

(سوال ۶۴۴) کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ایک ہفتہ تک اپنے مکان پر رکھ کر پھر ہندہ کو اس کے ماں باپ کے مکان پر بھیج دیا اور غریب دس برس تک نان ونفقہ سے خبر نہ لیا پس اس صورت میں ہندہ کا والد زید سے نان ونفقہ شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) فی الدر المختار والنفقة لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء . الی قوله . فقبل ذلک لا

یلزمه شئی الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا والد زید سے نفقہ کی بابت کچھ نہیں لے سکتا البتہ اگر حاکم کچھ مقدار مقرر کردے یا باہم زوجین کسی خاص مقدار پر اتفاق کرلیں اس تاریخ سے آئندہ کے لئے وہ مقدار بطور دین کے واجب فی الذمہ ہوتی رہے گی، اس کا مطالبہ عورت کرسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۴۷ مطبوعہ دیو بند)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(سوال ۱۳۰۲) زید نے ہندہ کو یہ الفاظ کہے ہم نے اس کو چھوڑ دیا اور ہم کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے؟ اگر اسی سال مذکورہ ہندہ نے قرض لے کر حوائج ضروریہ میں صرف کیا ہے تو ادا کی کیا صورت ہوگی؟

(الجواب) کتب فقہ میں ہے کہ پچھلا نفقہ بدون قضاء یا رضاء کے شوہر کے ذمہ دین نہیں ہوتا، لہذا ماضی کا نفقہ شوہر سے وصول نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر وہ خوشی سے دے دیوے تو دوسری بات ہے۔

درمختار میں ہے والنفقة لا تصير دينا الا بالقضاء او الرضاء الخ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ص ۱۳۰ ج ۱۱).

تیسرا فتویٰ:

(سوال ۵۰۴) محمد اسحاق کی ایک نابالغہ لڑکی اس کی مطلقہ عورت کے ساتھ چلی گئی، تقریباً پانچ سال ہوگئے لڑکی کی ماں نے قرضہ لے کر اس کی پرورش کی، مدت منقضیہ کا نان ونفقہ محمد اسحاق پر عائد ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) اصل یہ ہے کہ نفقہ ماضیٰ کا ساقط ہوجاتا ہے بدون قضاء یا رضا کے دین بذمہ شوہر نہیں ہوتا۔ کما فی الدر المختار والنفقة لا تصير ديناً الا بالقضاء او الرضاء الخ پس موافق اس قاعدہ کے جب کہ قضاء یا رضاء کسی مقدار نفقہ پر نہیں ہوئی تو وہ ساقط ہوگیا (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج ۱۱ ص ۱۳۱، ۱۳۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچوں کی ماں دادا چچا موجود ہوں تو ماں پر بچوں کا نفقہ واجب ہے یا نہیں:

(سوال ۵۰۵) میری نواسی کے شوہر کا انتقال ہوگیا اس کے دو بچے ہیں، ایک لڑکا تین سال کا اور ایک لڑکی ایک سال کی، میری نواسی اپنے ماں باپ کے گھر آگئی ہے اس کے دونوں بچے اس کے ساتھ ہیں، ان بچوں کا نان ونفقہ ان کے دادا سے لے سکتی ہے یا نہیں؟ بچوں کے دادا اور چار چچا حیات ہیں، آپ جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) بچوں کے پاس اگر مال ہو تو ان کا مال ان پر خرچ کیا جائے، درمختار میں ہے (وتجب) النفقة بانواعها على الحر (لطفله) يعم الانثى والجمع (الفقير) فان نفقة المملوك على مالكه والغنى فى ماله الحاضر ...... الخ (درمختار مع رد المحتار ۹۲۳/۲ باب النفقة قبيل مطلب الصغير المكتسب نفقته فى كسبه لاعلى ابيه.

اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو صورت مسئولہ میں بچوں کا نان نفقہ دادا کے ذمہ ہے مذکورہ صورت میں بچوں کے دادا اور چچا موجود ہیں اور دادا کی موجودگی میں بھائی چچا وغیرہ (ترکہ میں) محروم ہوتے ہیں، جس طرح باپ کی موجودگی میں یہ لوگ محروم ہوتے ہیں تو گویا حکماً باپ موجود ہے اور جب حقیقۃً باپ موجود ہوتا ہے تو بچوں کے نفقہ

کی پوری ذمہ داری باپ پر ہوتی ہے، ماں ذمہ دار نہیں ہوتی، اسی طرح جب باپ حکماً موجود ہو تو اس صورت میں بھی نفقہ کی ذمہ داری ماں پر نہ ہوگی دادا پر (جو حکماً باپ کی جگہ پر ہے) ذمہ داری ہوگی۔

شامی میں ہے: ولو وجد معها (ای مع الام) جد لا ب بان کان للفقیر ام وجد لاب واخ عصبی وابن اخ او عم کانت النفقة علی الجد وحده کما صرح به فی الخانیة ووجه ذلک ان الجد یحجب الا خ وابنه والعم لتنزیله حینئذ منزلة الاب وحیث تحقق تنزله منزلة الا ب صار کما لو کان الاب موجوداً حقیقة واذا کان الاب موجوداً حقیقةً لا تشارکه الام فی وجوب النفقة فکذا اذا کان موجوداً حکماً فتجب علی الجد فقط ، بخلاف مالو کان للفقیر ام وجد لاب فقط . فان الجد لم ینزل منزلة الاب فلذ او جبت النفقة علیهما اثلاثا فی ظاهر الروایة کما مر (شامی ص ۹۳۶ ، ج ۲ باب النفقة)

نوٹ:

اگر بچہ کا بھائی چچا یا ان دونوں کی اولاد ذکر نہ ہو صرف بچہ کا دادا اور ماں ہو تو اس صورت میں دادا حکماً باپ کی جگہ نہیں ہوتا تو بچہ کا نفقہ ماں اور دادا دونوں پر ہوگا ماں پر ایک ثلث ۱/۳ اور دادا پر دو ثلث ۲/۳ جیسا کہ شامی کی مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوتا ہے، نیز شامی میں ایک اور موقع پر تحریر فرمایا ہے قلت اعلم انه اذامات الاب فالنفقة علی الام والجد علی قدر میرا ثهما اثلاثافی ظاهر الروایة وفی روایة علی الجد وحده' کما سیأ تی (شامی ص ۹۲۵ ج ۲ باب النفقة مطلب الکلام علی نفقة الا قارب)فقط واللہ اعلم بالصواب .

(۱) گھریلو کام اور کھانا پکانا عورت پر لازم ہے یا نہیں
(۲) ضعیفہ والدہ اور معذور بھائی بہن کا نفقہ کس پر لازم ہے :

(سوال ۵۰۶) بیوی پر شوہر کے لئے کھانا پکانا، اور گھر کا کام کرنا لازم ہے یا نہیں؟ شوہر کی والدہ بہت ضعیفہ اور کمزور ہیں اور شوہر کے بھائی بہن معذور ہیں ، بیوی پر اپنی ساس اور دیور و نند کے لئے کھانا پکانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت کا تعلق ایسے گھرانے سے ہو کہ جہاں عورتیں گھر کے کام خود کرتی ہوں اور کھانا وغیرہ خود پکاتی ہوں تو ایسی عورت پر اپنے شوہر کے لئے کھانا پکانا اور گھر کے کام انجام دینا دیانۃً لازم ہے اگر چہ وہ شریفہ ہو (البتہ اگر عورت بیمار ہو تو اس صورت میں اس پر یہ چیزیں لازم نہ ہوں گی) حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان کام تقسیم فرمایا کہ باہر کے کام حضرت علیؓ انجام دیں اور گھر کے اندرونی کام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا انجام دیں، حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں کی سردار ہیں ،لہذا عورت پر دیانۃً لازم ہے کہ کھانا پکائے اور گھر کے کام انجام دے، گھر کے باہر کے کاموں کی ذمہ دار عورت نہیں ہے۔

البتہ اگر عورت ایسے گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو کہ جہاں عورتیں گھریلو کام نہیں کرتیں تو اس صورت میں شوہر پر

واجب ہے کہ عورت کے لئے پکا پکایا کھانا فراہم کرے۔

درمختار میں ہے (امتنعت) المرأة (من الطحن والخبزان کانت ممن لا تخدم) او کان بها علة (فعليه ان يأتيها بطعام مهيأ والا) بان کانت ممن تخدم نفسها وتقدر علی ذلک (لا) يجب عليه ولا يجوز لها اخذ الاجرة علی ذلک لوجوبه عليها ديانة ولو شريفة لانه عليه الصلوة والسلام قسم الاعمال بين علی وفاطمة رضی الله عنهما فجعل الاعمال الخارج علٰی علی رضی الله عنه والداخل علی فاطمة رضی الله عنها مع انها سيدة نساء العالمين بحر۔ شامی میں ہے: (قوله لوجوبه عليها ديانة) فتفتیٰ به ولکنها لا تجبر عليه ان ابت، بدائع (درمختار وشامی) (ج۲ ص ۸۹۲، ۸۹۳، باب النفقه)

شوہر کی والدہ اور اس کے بھائی بہن کے لئے کھانے کا انتظام کرنا عورت پر شرعاً لازم اور ضروری نہیں ہے البتہ اگر عورت اپنی ساس کی ضعیفی اور کمزوری کی وجہ سے ان کی خدمت کرے اور ان کے لئے کھانا پکائے تو یہ اس کے لئے سعادتمندی ہوگی اور یہ خدمت انشاء اللہ اس کے لئے باعث اجر وثواب ہوگی لیکن اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا خصوصاً جب کہ اس کے لئے عذر ہو مثلاً وہ بیمار ہو یا ایسی نازک ہو کہ گھر کے کام اس کے لئے نا قابل برداشت ہوں تو اس پر اصرار نہیں کیا جاسکتا، شوہر پر لازم ہے کہ اپنی والدہ اور معذور بھائی بہن کے کھانے کا انتظام کرے والدہ کے لئے خادم کی ضرورت ہو تو خادم کا بھی انتظام کرے، شامی میں ہے (قوله کنفقة ...... وعرسه) ای لا يشارکه احد فی نفقة ولا فی نفقة زوجته (شامی ص ۹۲۶ ج ۲، باب النفقة) نیز شامی میں ہے وانه اذا احتاج احد هما لخادم وجبت نفقته کما وجبت نفقة المخدوم فکان من جملة نفقته واذا لم يحتج اليه فلا تجب عليه فاعلم ذلک واغتنمه فانه کثير الوقوع والله سبحانه وتعالیٰ اعلم (شامی ج ۲ ص ۹۲۷ باب النفقه)

بہن بھائی معذور ہوں تو ان کا نفقہ بھائی پر لازم ہے۔ درمختار میں ہے وتجب ايضا (لکل ذی رحم محرم صغير اوانثی) مطلقاً (ولو) کانت الانثی بالغة صحيحة (او) کان الذکر (بالغاً) لکن (عاجزاً) عن الکسب (بنحو زمانة کعمی وعته وفلج زاد فی الملتقی والمختار اولا يحسن الکسب لحرفة او لکونه من ذوی البيوتات (درمختار مع شامی ص ۹۳۷، ص ۹۳۸ ج ۲ باب النفقه) فقط والله اعلم بالصواب.

زمانہ عدت کا نفقہ شوہر پر لازم ہے:

(سوال ۵۰۷) ایک عورت کو حالت حمل میں اس کے شوہر نے طلاق دے دی تو اس کی عدت کب تک ہے اور عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہو تو اس کی مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حالت حمل میں طلاق دی گئی ہے تو اس کی عدت وضع حمل (بچہ کی ولادت) سے پوری ہوگی، قرآن کریم میں ہے، واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن. ترجمہ:۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے۔ (سورۂ طلاق پارہ نمبر ۲۸)

زمانۂ عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے:۔ واذا طلق امرأته فلها النفقة والسکنی

فی عدتھا رجعیاً کان اوبائنا ۔ یعنی جب مرد اپنی بیوی کوطلاق دے دے تو اس کے لئے عدت کے زمانہ تک نفقہ اور سکنٰی ہے، طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن (ہدایہ اولین ج ۲ ص ۴۲۳ باب النفقہ)

قدوری میں ہے: واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى فى عدتها رجعيا كان او بائنا (قدوری ص ۱۹۰ كتاب النفقات) درمختار میں ہے (و) تجب لمطلقة الرجعي والبائن. الىٰ قوله النفقة والسكنىٰ والكسوة (درمختار مع الشامی ج ۳ ص ۹۲۱ باب النفقة)

شوہر اگر مالدار ہے تو شوہر پر اپنی حیثیت کے مطابق عدت کا خرچ دینا ہوگا، اور اگر شوہر مالدار نہیں ہے تو درمیانی معیار کے اعتبار سے خرچہ دینا ہوگا، شامی میں ہے قال فى البحر واتفقوا على وجوب نفقة المسرين اذا كان موسرين وعلى نفقة المعسر اذا كانا معسرين وانما الاختلاف فيما اذا كان احدهما موسراً و الاخر معسراً فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل فان كان موسراً وهى معسرة فعليه نفقة الموسرين وفى عكسه نفقة المعسرين. واما على المفتى به فتجب نفقة الوسط فى المسئلتين وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة (شامی ج ۲ ص ۸۸۸ باب النفقة) فقط والله اعلم بالصواب.

عورت کا عدت کے بعد بچوں پر خرچ کرنے کی نیت سے رقم لینا کیسا ہے :

(سوال ۵۰۸) ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق مغلظہ دے دی، اس کے دو چھوٹے لڑکے ہیں وہ ان کی ماں کے پاس ہیں، عورت نے اپنی جماعت کے ذریعہ بچوں کے نفقہ کا ان کے باپ سے مطالبہ کیا مگر باپ نے نفقہ دینے سے انکار کردیا، مجبوراً عورت نے کورٹ میں دعویٰ دائر کیا، کورٹ سے یہ فیصلہ ہوا ہے کہ باپ اپنے ہر بچہ کو ماہانہ دو سو روپے اور بیوی کو ڈھائی سو روپے ادا کرے مطلقہ یہ ڈھائی سو روپے اپنے لئے لینا نہیں چاہتی البتہ دو بچوں کا گذران چار سو روپے میں مشکل ہے عورت بچوں پر خرچ کرنے کی نیت سے ڈھائی سو روپے لے تو کیا حکم ہے؟ بینوتوجروا۔

(الجواب) شرعی قانون کے مطابق اگر مطلقہ ناشزہ نہ ہو تو زمانۂ عدت کے نفقہ وسکنٰی کی حق دار ہے، عدت کے بعد اس کے لئے شوہر سے نفقہ لینا جائز نہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۱۴، ص ۴۱۵ ج ۵ نیز ص ۴۸۱ تا ص ۴۸۸ ج ۶۔ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں مطلقہ عورت کے لئے تادم حیات یا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ لازم کرنا کیسا ہے؟ اور عدت کے بعد مطلقہ کا نفقہ شرعاً ثابت نہیں ہے۔ کے عنوانات سے دیکھ لیا جائے از مرتب)۔

صورت مسئولہ میں عورت کے لئے ڈھائی سو روپے لینا جائز نہیں ہے بچوں پر خرچ کرنے کی نیت سے بھی لینا درست نہیں ہے کہ یہ خلاف شریعت ہے اور دوسرے اس کو حجت بنائیں گے البتہ عورت کورٹ میں یہ بات پیش کرسکتی ہے کہ میں تو شرعاً /۲۵۰ اپنے لئے نہیں لے سکتی البتہ چار سو روپے میں بچوں کے اخراجات پورے کرنا مشکل ہے لہذا بچوں کے نفقہ میں کچھ اضافہ کیا جائے۔ [1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) (چونکہ باپ نے نفقہ سے انکار کیا ہے، اب کورٹ نے جو رقم عورت اور بچوں کے لئے مقرر کی ہے اگر وہ صرف بچوں کی پرورش کے لئے کافی ہے تو اسی صورت میں مذکورہ دونوں رقم عورت لے کر بچوں پر خرچ کرسکتی ہے خود استعمال نہیں کرسکتی ہے۔ دلیل حضرت ھندہؓ کا وہ سوال ہے جو آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے خرچہ پورا نہیں دیتا تو کیا میں خفیہ طریقے پر ان کا مال استعمال کرسکتی ہو، فرمایا۔ بقدر ضرورت استعمال کرسکتی ہو دیکھئے، زجاجۃ المصابیح باب النفقات وحق المملوک ج ۲ ص ۵۳۷۔

عدت اور نکاح ثانی ہونے تک کا خرچ وصول کرنے کے لئے کورٹ میں مقدمہ دائر کرنا:

(سوال ۵۰۹) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے بعد اس نے مہر اور عدت کی رقم جو محلّہ کے دیندار اور سمجھدار لوگوں نے طے کی تھی وہ ادا کردی کچھ دنوں کے بعد مطلقہ عورت کے باپ نے کورٹ میں شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ اس نے اپنی مطلقہ بیوی کو عدت کی رقم بہت کم دی ہے اسے مزید رقم ملنا چاہئے نیز تا نکاح ثانی بھی اسے ہر ماہ کچھ رقم نفقہ کے عنوان سے ملنا چاہئے، مذکورہ صورت میں اگر کورٹ عورت کے لئے کوئی رقم مقرر کرے تو وہ رقم لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ محلّہ کے دیندار او معاملہ فہم لوگوں نے نفقہ عدت کا فیصلہ کر دیا اور عورت نے وہ فیصلہ قبول کر لیا تو اس کے بعد عورت اور اس کے باپ کو اسی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے والنفقة لا تصير دينا الا بالقضآء او الرضاء اى اصطلاحهما على قدر معين اصنافا او دراهم فقبل ذلك لايلزمه شئي وبعده ترجع بما انفقت درمختار مع الشامی باب النفقات مطلب لا تصير النفقة دينا الخ اگر کچھ کمی تھی تو اسی وقت عورت کو اس پر اشکال پیش کرنا تھا، اب کورٹ میں اس معاملہ کو پیش کرنا بالکل ناجائز اور غیرت ایمان کے خلاف ہے، اسی طرح تا نکاح ثانی یا طویل مدت تک کے نفقہ کا مطالبہ کرنا ظلم اور غیر شرعی مطالبہ ہے اور قانون شکنی ہے، ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ شرعی قانون کے مقابلہ میں دنیوی عدالت کے فیصلہ کو پسند کرنا اور ترجیح دینا لازم آتا ہے جو ایمان کے لئے خطرناک ہے، توبہ استغفار کرنا چاہئے۔ اور اپنا مقدمہ واپس لے لینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زمانۂ عدت میں عورت بیمار ہو جائے تو دوا کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہے یا نہیں:

(سوال ۵۱۰) عدت طلاق میں اگر عورت بیمار ہو جائے تو علاج کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) زمانۂ عدت میں عورت اگر بیمار ہو جائے تو دوا اور علاج کا خرچ شوہر پر لازم نہیں، شامی میں ہے لا الدواء للمرض ولا اجرة الطبيب (شامی ص ۸۹۳ ج ۲، باب النفقة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

شوہر کے مار پیٹ کی وجہ سے عورت زخمی ہوئی پھر سے طلاق دے دی تو علاج کا خرچ شوہر پر لازم ہے یا نہیں:

(سوال ۵۱۱) شوہر نے عورت کو بری طرح مارا پیٹا جس کی وجہ سے اس کے پیٹ اور آنت پر زخم آیا اور اس کو ہسپتال میں داخل کرنا پڑا، شوہر کو اس کا اقرار ہے اور گھر کے افراد بھی اس وقت موجود تھے، اس کے بعد شوہر نے اسے طلاق دیدی تو ہسپتال اور دوا وغیرہ کا خرچ شوہر سے وصول کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر نے ظالمانہ مارا پیٹا اور اس کی وجہ سے عورت زخمی ہوئی۔ اور برائے علاج ہسپتال میں داخل کرنا پڑا تو دوا علاج اور ہسپتال کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہے، اس سے وصول کرنا جائز ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اس صورت میں ثلث دیت لازم ہوتی، ہدایہ آخرین میں ہے۔ ولا قصاص فى بقية الشجاج...... وفى الجائفة ثلث الدية (هدايه آخرين ص ۵۷۴ كتاب الجنايات) واللہ اعلم.

بچہ کا نفقہ کس پر ہے .

(سوال ۵۱۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی زمانہ عدت میں اگر بچہ ماں کے پاس ہونو کا خرچہ کون دے گا اور کب تک؟

(الجواب) زمانہ پرورش میں بچہ کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے البتہ اگر بچہ کے پاس مال ہوتو اس میں سے اس کے اخراجات پورے کئے جاسکتے ہیں (درمختار ۲/۹۲۳ باب النفقة) اگر بچہ کا باپ مالدار ہے تو بچہ کی ماں زمانۂ پرورش کا معاوضہ بھی طلب کرسکتی ہے (درمختار شامی ، ۲/۸۷۶)[1]

فقط واللہ اعلم بالصواب .

(۱) وتستحق الحاضنة أجرة الحضانه اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لأبيه وهى غير أجرة ارضاعه ونفقته قال فى الشاميه تحت وله اذا لم تكن منكوحة الخ ان نفقة الصغير ما وجبت على أبيه لو غنيا والا فمن مال الصغير كان من حملتها الانفاق على حاضنته التى حسبت لأجله ، باب الحضانة ج ۲ ص ۸۷۶)

باب الحضانہ

بچہ کی ترتیب کا حق والدہ کے لئے کب تک ہے :

(سوال ۵۱۳) میرا ایک بچہ ہے۔ اس کی عمر پانچ برس کی ہے وہ اس کی ماں کے پاس ہے۔ ماں کے اخلاق خراب ہیں۔ اس بنا پر میں اس کو لے سکتا ہوں یا نہیں؟ کیونکہ بچہ کے اخلاق خراب ہونے کا ڈر ہے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

(الجواب) حضانت کا حق والدہ کے لئے ہے۔ وہ اس کو اس وقت تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے، جب تک اس کو کھانے، پینے، پہننے اور ناپاکی رفع کرنے میں ماں کی ضرورت پڑے۔ اور اس کی مدت لڑکے کے لئے سات برس اور بچی کے لئے نو برس ہے یا حیض آنے تک۔ اگر خدانخواستہ ماں مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ یا بدچلن ہو یا پاگل ہو جائے یا بچہ کے غیر محرم کے ساتھ عقد نکاح کر لے جب سے بچہ کی حفاظت نہ کر سکے تو والدہ کا حق پرورش باطل ہو جاتا ہے اور یہ حق اس کی نانی، پڑنانی پھر دادی، پڑدادی۔ پھر بہنوں وغیرہا کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ مقدم حق داروں کے ہوتے ہوئے آپ کو لینے کا حق نہیں پہنچتا۔ (ھدایہ ج ۲ ص ۴۱۴)[1] (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۱)[2]

عورت میکہ میں عدت گزارے تو چھوٹے بچوں کا نفقہ کس کے ذمہ ہے :

(سوال ۵۱۴) میں نے اپنی عورت کو ناشزہ (نافرمان) ہونے کی بناء پر تین طلاق دی ہے، وہ بچوں کو لے کر میکہ چلی گئی ہے۔ اب اس کا نان و نفقہ وغیرہ میرے ذمہ ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کب تک؟ بچے چھوٹے ہیں ان کی تربیت کس کے ذمہ ہے؟ تمام تفصیل مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) عدت ختم ہونے تک (یعنی تین حیض آجانے تک اور اگر حمل ہو تو وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک) عورت کے نفقہ و سکنی کا انتظام شوہر کے ذمہ حسب حیثیت لازم اور ضروری ہے اگر شوہر کے مکان میں رہے یا اس کی اجازت سے دوسری جگہ رہے، ورنہ عدت کے خرچ کی وہ حق دار نہیں ہے۔ آپ نے اگر خوشی سے اجازت دی ہے تو عدت کے خرچ کی وہ حق دار ہے۔

(۲) آپ کے بچے اگر خود مال دار ہیں تو ان کے نان و نفقہ وغیرہ کا خرچ ان کے پیسے سے ہوگا، ورنہ تمہارے ذمہ ہے۔

(۳) بچوں کو رکھنے کا حق (حق پرورش) والدہ کو ہے لڑکے کو سات برس اور لڑکی کو نو برس یا حیض آنے تک رکھ سکتی ہے (نہ رکھے تو اس پر جبر نہیں) اگر بچوں کی ماں بچوں کے غیر محرم سے شادی کر لے تو اولاد رکھنے کی حق دار نہ ہوگی۔ یہ حق نانی، دادی، بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہا کو حاصل ہو جائے گا۔ شامی میں ہے (الا ان تکون مرتدۃ)

(۱-۲) واذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالام احق با لو لد ...... فان لم تكن له ام فام الام اولیٰ من ام الأب ...... فان لم تكن ام الام فام الأب اولیٰ من الا خوات ...... فان لم تكن له جدة فالا خوات اولیٰ من العمات ...... والام و الجدة أحق بالغلام حتی يا كل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده ويستنجی وحده ...... والخصاف قدر الا ستغناء بسبع سنين أحق بالجارية حتى تحيض باب حضانة الو لد ومن أحق به وقد بستع وبه يفتیٰ درمختار مع الشامی باب الحضانة ج ۲ ص ۸۸۱)(درمختار. شامی ج ۲ ص ۸۷۳)

فحتی تسلم لا نہا نجس (اوفاجرۃ) فجور یضیع الو لدبہ کزناء وغناء، وسرقۃ، ونیا حۃ الخ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۸۷۳ باب الحضانۃ) ان اردت التفصیل فارجع الیٰ اصل الکتاب الشامی)

باپ لڑکے کو والدہ کے پاس سے کب لے سکتا ہے :

(سوال ۵۱۵) ایک ہندی عورت کو طلاق ہوگئی ہے۔اس کے پاس چار پانچ سال کا بچہ ہے۔اب اس عورت نے پردیسی نجدی عرب سے نکاح کرلیا ہے اور لڑکے کو نجد لے جانا چاہتی ہے، تو کیا یہ اس کو لے جاسکتی ہے یا باپ لڑکے کو لے سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب اس نے اجنبی سے نکاح کرلیا ہے تو حدیث اور اسلامی فقہ کی رو سے عورت کا حق پرورش جاتا رہا۔لہذا بچہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا اس کو اختیار نہیں۔ماں کے بعد اگر نانی وغیرہ ایسی عورت نہ ہو جس کو حق پرورش پہنچتا ہو، یا ہو، مگر پرورش کرنے کے قابل نہ ہو تو ماں کا فرض ہے کہ بچہ کو باپ کے سپرد کردے۔حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ میرا بچہ میرے شکم میں رہا اور ایک مدت تک میرے پستان سے دودھ پیتا رہا اور میری آغوش میں تربیت پائی۔اس کے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور اس کا باپ مجھ سے وہ بچہ چھین لینا چاہتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **انت احق بہ مالم تنکحی** . یعنی جب تک تو شادی نہ کرلے اس بچہ کی تربیت کا حق تجھی کو ہے (ابوداؤد شریف کتاب الطلاق باب من احق بالولد ج۔ا ص ۳۱۰)

بدکار عورت کو طلاق دینا مہر اور بچوں کی پرورش:

(سوال ۵۱۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی کو ۳۹ سال کا عرصہ ہوا اور فی الحال اس عورت سے سات بچے ہیں زید کو کچھ عرصہ سے اپنی عورت پر بدکاری کا شبہ ہے اور ایک مرتبہ قحبہ خانے میں اس کو رنگے ہاتھوں پکڑا بھی گیا ہے، ابھی تک وہ عورت زید کے گھر میں رہتی ہے لیکن زید کے ساتھ زن وشوئی کے تعلقات رکھنے سے سخت گریزاں ہے اور صاف کہتی ہے کہ جب تم نے مجھے قحبہ خانہ جانے سے منع کردیا تو مجھے بھی ہاتھ مت لگاؤ، ایسی حالت میں اگر عورت کو علیحدہ کردیا جائے تو بچوں کی پرورش کی کیا صورت ہوگی؟ کیا عورت کو یہ حق ہے کہ بچوں کو ساتھ لے جاسکے؟ یا بچے باپ کے پاس رہیں گے؟ اور ایسی عورت شرعاً مہر کی حق دار ہے یا نہیں؟ اور ایسی عورت کو طلاق دینا گناہ ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) چھوٹے بچوں کو ماں لے جاسکتی ہے پرورش کا حق اس کو حاصل ہے، جب لڑکا سات سال کا اور لڑکی نو سال کی ہوجائے یا حد بلوغ کو پہنچ جائے تو باپ لے جاسکتا ہے۔(حوالہ گذر چکا ہے۔ازمرتب)۔ہاں اگر عورت بدکاری کی وجہ سے گھر سے غائب رہے اور بچوں کی حفاظت نہ کرسکے تو اس کا حق باطل ہوجاتا ہے اور نانی وغیرہ کا حق ثابت ہوجاتا ہے[1] (۲) مہر کی عورت حق دار ہوگی (۳) ایسی عورت کو طلاق دینا گناہ نہیں ہے بلکہ غیرت کا تقاضا یہ

---

(۱) تثبت للام.....الاان تکون مرتدۃ أوفاجرۃ درمختار مع الشامی باب الحضانۃ ج ۲ ص ۸۷۲ ولا حضانۃ لمن تخرج کل وقت وتترک البت ضائعۃ کذا فی البحر الرائق فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی الحضانۃ ج ا ص ۵۷۲.

ہے کہ طلاق دے دی جائے خصوصاً جب کہ شوہر کو پاس آنے نہیں دیتی اس وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اگر عورت سے محبت ہو چھوڑنے میں خرابی ہو پریشانی میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہو تو طلاق دینا شرعاً واجب نہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! (ﷺ) میری عورت بدکار اور زانیہ ہے میں کیا کروں؟ فرمایا طلاق دے دو، اس نے کہ انی احبھا مجھے اس سے محبت ہے فرمایا امسکھا اذاً تب اسے رہنے دے (مشکوۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان)

اس لئے فقہاء رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بدکار عورت کو طلاق دینا واجب نہیں ہے کوئی عذر اور شرعی مصلحت ہو تو رکھ سکتا ہے لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۰۲ فصل فی المحرمات) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حضانۃ وغیرہ کے حقوق مختلفہ کی تحقیق:

(سوال ۵۱۷) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دیدی ہے اس کی ایک چھوٹی بچی ہے اس کی پرورش کا حق کسے حاصل ہے؟ اگر ماں کو حاصل ہو تو کب تک؟ ماں اس بچی کا نفقہ (کپڑے دوا وغیرہ کا خرچ) لے سکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح دودھ پلانے اور پرورش کرنے کی اجرت لے سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں عدت اور عدت کے بعد کے زمانہ کے اعتبار سے حکم ایک ہوگا یا کچھ فرق ہوگا، مدلل و مفصل جواب کی ضرورت ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر ماں بچہ کی پرورش کے لئے تیار ہو تو پرورش کا سب سے پہلا حق ماں کا ہے، باپ زبردستی بچہ اس کے پاس سے چھین نہیں سکتا، اس کی میعاد فقہاء نے لڑکے کے لئے سات سال اور لڑکی کے لئے نو سال اور زیادہ سے زیادہ حیض آنے تک مقرر فرمائی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: احق الناس بحضانۃ الصغیر حال قیام النکاح او بعد الفرقۃ الام الا ان تکون مرتدۃً او فاجرۃً غیر ما مونۃ کذا فی الکافی۔ الیٰ قولہ۔ والام والجدۃ احق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع سنین وقال القدوری حتی یا کل وحدہ یشرب وحدہ ویستنجی وحدہ وقدرہ ابو بکر الرازی بتسع سنین والفتویٰ علی الاول والام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تحیض الخ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۵، ۱۶۶ ج ۱، کتاب الطلاق باب ۱۶ فی الحضانۃ)

درالمنتقیٰ شرح الملتقیٰ میں ہے۔ (ویکون الغلام عندھن) ای الحاضنات (حتی یستغنی عنھا) ای عن النساء ویحتاج الی التخلق بآداب الرجال وفسر القدوری الاستغناء (بان یا کل وحدہ (ویشرب) وحدہ (ویلبس) وحدہ (ویستنجی) ای یتطھر وقیل یزیل النجاسۃ عنہ (وحدہ) وقدر الاستغناء (بتسع) سنین والمقدر ابو بکر الرازی (اوسبع) والمقدر الخصاف قالوا وعلیہ الفتویٰ اعتباراً للغالب۔ الی قولہ۔ وتکون (الجاریۃ عند الام اوالجدہ) ام الام او الاب (حتی تحیض) فی ظاھر الروایۃ...... (وعند محمد حتی تشتھی کما) تکون الجاریۃ (عند غیر ھما) ای الام والجدۃ (عند غیرھا) ای الام والجدۃ حتی تشتھی (بہ یفتی لفساد) اھل (الزمان) وفی

الخلاصة وغيرهما وعليه الاعتماد وحد الشهوة تسع سنين وعليه الفتوىٰ ذكره الزيلعي وغيره (در المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الانهر ج ۱ ص ۴۹ باب الحضانة.

اگر خدانخواستہ (معاذ اللہ) ماں مرتد ہوجائے، یا بدچلن ہو یا پاگل ہوجائے یا بچہ کی پوری طرح حفاظت نہ کر سکے اسے اپنے کاموں کی وجہ سے اکثر ادھر ادھر جانا پڑتا ہو یا ماں بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو ماں کا حق پرورش ختم ہوجاتا ہے، اور یہ حق بچہ کی نانی، پرنانی، دادی، پردادی، پھر بہنوں وغیرہ کے لئے علی الترتیب ثابت ہوجاتا ہے۔(هدايه اولين ص ۱۴۴، درمختار، شامی ج ۲ ص ۸۷۳)(عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۱ بحواله فتاوىٰ رحيميه ج ۲ ص ۱۵۴ اس باب کا اول سوال ملاحظہ کیا جائے)

زمانۂ پرورش میں بچہ کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے، البتہ اگر بچہ مالدار ہو اور مال موجود ہو تو اس میں سے اس کے اخراجات پورے کئے جاسکتے ہیں، درمختار میں ہے۔(تجب) النفقة بانواعها على الحر (لطفله) يعم الانثى الذكر (الفقير) الحرفان نفقة المحاوك على مالكه والغنى فى ماله الحاضر فلو غائباً فعلى الاب الخ (درمختار ج ۲ ص ۶۲۳، ۹۱۴ باب النفقة)

عورت اگر منکوحہ یا مطلقہ ہو تو عورت پر دیانۃً بچہ کو دودھ پلانا اور پرورش کرنا لازم ہے لہذا عدت کے زمانہ میں عورت نہ دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ کرسکتی ہے نہ حضانت (پرورش) کی اجرت کا...... ہدایہ اولین میں ہے وان استاجرها وهى زوجته او معتدته لترضع ولدها لم تجز لان الارضاع مستحق عليها ديانة قال الله تعالىٰ والوالدات يرضعن اولادهن الخ .(هدايه اولين ص ۴۲۴، ۴۲۵ فصل فى نفقة الاولاد الصغار)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔

مسئلہ:۔ ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے سو اگر ابھی شوہر کے نکاح میں ہے یا یہ کہ طلاق ہوگئی لیکن عدت نہیں گذری ان دونوں حالت میں اجرت لینا جائز نہیں بلکہ قضاءً بھی مجبور کی جاوے گی کہ دودھ پلاوے ولا مولود لہ۔ میں یہ مسئلہ داخل ہے۔(بیان القرآن ص ۱۴۱ ج ۱، سورۂ بقرہ)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

بارہواں حکم: رضاعت یعنی بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت، جب تک عورت شوہر کے نکاح میں ہے اس وقت تک بچہ کو دودھ پلانا خود ماں کے ذمہ بحکم قرآن واجب ہے والوالدات يرضعن اولادهن اور جو کام کسی کے ذمہ واجب ہو اس پر معاوضہ لینا رشوت کے حکم میں ہے جس کا لینا بھی ناجائز ہے اور دینا بھی، اور ایام عدت بھی اس معاملہ میں بحکم نکاح ہیں کیونکہ عورت کا نفقہ جس طرح بحالت نکاح شوہر پر لازم ہے عدت میں بھی واجب ہے.....الخ (معارف القرآن ص ۴۹۱ ج ۸ پ ۲۸، سورۂ طلاق)

عدت کے بعد اگر ماں مجاناً (مفت) پرورش کے لئے تیار نہ ہو اور وہ پرورش اور دودھ پلانے کا معاوضہ طلب کرے اور باپ مالدار ہے تو باپ کو معاوضہ دینا ہوگا، البتہ اگر باپ تنگدست ہے اور بچہ کی پھوپھی وغیرہ مفت پرورش کے لئے تیار ہو تو پھوپھی وغیرہ کو حق حضانۃ حاصل ہوگا ماں کا حق ساقط ہوجائے گا البتہ اگر ماں اپنے بچہ سے ملنا چاہے تو

پرورش کرنے والی کو چاہئے کہ بطیب خاطر اسے ملاقات کا موقع دیتی رہے، قرآن مجید میں ہے: فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن واتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع لہ اخریٰ.

بیان القرآن میں ہے: پھر اگر (عدت کے بعد) وہ (مطلقہ) عورتیں (جب کہ پہلے سے بچہ والیاں ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے ان کی عدت ختم ہوئی ہو) تمہارے لئے (بچہ کو اجرت پر) دودھ پلا دیں تو تم ان کو (مقررہ) اجرت دو اور (اجرت کے بارے میں) باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو (یعنی نہ تو عورت اس قدر زیادہ مانگے کہ مرد کو دوسری انا ڈھونڈنا پڑے، اور نہ مرد اس قدر کم دینا چاہے کہ عورت کا کام نہ چل سکے بلکہ حتی الامکان دونوں اس کا خیال رکھیں کہ ماں ہی دودھ پلادے کہ بچہ کی اس میں زیادہ مصلحت ہے) اور اگر تم باہم کش مکش کروگے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی الخ (بیان القرآن ص ۱۸ ج ۱۲ پ ۲۹، سورۂ طلاق)

درمختار میں ہے:۔ (وتستحق) الحاضنة (اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة) لابيه وهى غير ارضاعه ونفقته كما فى البحر عن السراجية الخ .

شامی میں ہے: (قوله اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة ابيه) هذا قيد فيما اذا كانت الحاضنة اماً فلو كانت غيرها فالظاهر استحقاقها اجرة الحضانة بالا ولى ...... الىٰ قوله ...... بخلاف ما بعد انقضاء العدة فانها تستحقها عملاً بشبه الا جرة، الخ. (قوله وهى غير اجرة ارضعه ونفقة) قال فى البحر فعلى هذا يجب على الاب ثلثة اجرة الرضاع واجرة الحضانة ونفقة الوالد اومثله فى الشرنبلا لية (درمختار و شامی ص ۸۷۲ ج ۲ ،باب الحضانة)

دوسرے مقام پر ہے (اوابت ان تربيه مجاناً) والحال ان الاب معسر والعمة تقبل ذلك)اى تربية مجانا ولا تمعنه عن الا مر ...... (درمختار)

شامی میں ہے (قوله والحال ان الاب معسر) كذا قيده فى الخانية والبزازية والخلاصة والظهيرية وكثير من الكتب وظاهرة تخلف الحكم المذكور مع يساره لان المفهوم فى التصانيف حجة يعمل به رملى وفى الشرنبلا لية تقييد الدفع للعمة بيسارها واعسار الاب يفيد ان الاب الموسر يجبر على دفع الا جرة للام نظراً للصغير اه قلت والمراد من هذه الا جرة اجرة الحضانة كما هو مفهوم من سياق كلام المصنف تبعاً للفتح والدر روالبحر الخ (قوله ولا تمنعه عن الام) اى عن رؤيتها له وتعهدها اياه (درمختار وشامى ص ۸۷۳ ج ۲، باب الحضانة)فقط والله اعلم بالصواب .

(۱) ماں کو بچہ کی پرورش کرنے پر مجبور کرنا (۲) ولادت کا خرچہ کس کے ذمہ ہے:

(سوال ۵۱۸) ایک عورت کو حالت حمل میں شوہر نے طلاق مغلظہ دے دی ہے وضع حمل کے ڈیڑھ دوماہ بعد اگر ماں بچہ کی پرورش اور دودھ پلانے سے انکار کرے اور بچہ اس کے باپ کے حوالہ کردے تو کیا حکم ہے؟ کیا اس صورت میں اس کو دودھ پلانے اور پرورش کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ ولادت کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر بچہ کی دادی وغیرہ کوئی ذی رحم محرم موجود ہو اور بچہ ماں کا محتاج نہ ہو کوئی دوسری عورت دودھ پلانے اور پرورش کرنے والی موجود ہو یا بچہ اوپر کا دودھ پیتا ہو تو ماں کو بچہ کی پرورش کرنے پر مجبوری نہیں کیا جا سکتا، اس صورت میں ماں بچہ کو باپ کے حوالہ کر سکتی ہے، اور اگر بچہ کی پرورش کرنے کے لئے دادی وغیرہ کوئی ذی رحم محرم نہ ہو یا بچہ کسی اور عورت کا یا اوپر کا دودھ نہ پیتا ہو تو ماں کو پرورش کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں ماں پر دودھ پلانا اور اس کی پرورش کرنا ضروری ہوگا باپ کے حوالہ کرنا درست نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے۔(ولا تجبر) من لها الحضانة (عليها الا اذا تعينت لها) بان لم يأخذ ثدى غيرها اولم يكن للاب ولا للصغير مال به يفتى ...... واذا سقطت الا م حقها صارت كميتة او متزوجة فتنتقل للجدة بحر . ولا تقدر الحاضنة على ابطال حق الصغير فيهما . شامی میں ہے . اختلف فى الحضانةهل هى حق الحاضنة او حق الو لد فقيل بالا ول فلا تجبر اذا امتنعت ورجحه غير واحد وعليه الفتوىٰ وقيل بالثانى فتجبر و اختاره الفقهاء الثلاثة ابو الليث والهندوانى وخواهرزاده...... قال فى البحر فالترجيح قد اختلف والاولىٰ بالا فتاء بقول الفقها الثلاثة لكن قيده فى الظهيرية بان لايكون للصغير ذورحم محرم فحينئذ تجبر الا م كى لا يضيع الولدامالو امتنعت الام وكان له جد ة رضيت بامساكه دفع اليها لان الحضانة كانت حقا للام فصح اسقاطها حقها الخ (درمختار و شامى ص ۸۷۵ ج ۲، باب الحضانة)

ہدایہ اولین میں ہے:۔ واذاوقعت الفرقة بين الزوجين فالام احق بالو لد الىٰ. والنفقة على الاب على ما تذكره والا تجبر الام عليه لانها عست تعجز عن الحضانة. حاشیہ میں عنایۃ سے نقل فرمایا ہے قوله ولا تجبر الام عليه اى على اخذالولد اذا ابت اولم تطلب كذا ذكره الا ان لا يكون للولد ذورحم محرم سوى الام فتجبر علىٰ حضانته لئلا يفوت حق الولد اذالا جنبية لا شفقة لها عليه ۱۲ عناية (هدايه اولين ۴۰۱-۴ باب حضانة الولد)

ولادت کا خرچ باپ کے ذمہ ہوگا بچہ اسی کا ہے اور ولادت کا زیادہ نفع بچہ کو ہوتا ہے علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے: وفيه اجر ة القابلة علىٰ من استاجرها من زوجة اوزوج ولو جاء ت بلا استئجار قيل عليه وقيل عليها.

شامی میں ہے: (قوله قيل عليه الخ) عبارة البحر عن الخلاصة فلقائل ان يقول عليه لانه مؤنة الجماع ولقائل ان يقول عليها كأجرة الطبيب. الى قوله. ويظهر ترجيح الاول لان نفع القابلة معظمه يعود الى الولد فيكون علىٰ ابيه تأمل (درمختار و شامى ص ۸۹۳ ج ۲ باب النفقه)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

(سوال) زچہ خانہ میں جو مصارف ہوئے وہ بذمہ شوہر ہیں یا نہیں؟

(الجواب) وہ مصارف بھی بذمہ شوہر ہیں (فتاوىٰ دار العلوم مدلل ومكمل ص ۱۵۰ ج ۱۱) فقط والله اعلم.

پرورش کے زمانہ میں باپ اپنی بچی سے ملنا چاہے تو ملاقات کا موقع دینا چاہئے:

(سوال ۵۱۹) میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، ساڑھے پانچ سال کی ایک بچی ہے، میں اپنی بچی سے ملنے جاتا ہوں تو لوگ ملنے نہیں دیتے، کہتے ہیں کہ بڑی ہونے کے بعد تم کو لڑکی ملے گی، کیا ان لوگوں کی یہ حرکت صحیح ہے؟ اور وہ لڑکی میں کب لے سکتا ہوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) چھوٹے بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے، لڑکا ہو تو سات برس، لڑکی ہو تو نو برس اور زیادہ سے زیادہ حیض آنے تک ہے، اس کے بعد آپ اپنی بچی کو لے سکتے ہیں، ماں کو روکنے کا حق نہ ہوگا، پرورش کے زمانہ میں باپ اگر اپنی اولاد سے ملنا چاہے تو ملنے کا موقع دینا چاہئے، اسی کی اولاد ہے۔ ملاقات کا موقع نہ دینا ظلم ہے۔ [1]

فقط واللہ اعلم۔

عورت بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو پرورش کا حق ختم ہوجاتا ہے:

(سوال ۵۲۰) علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی اس سے اس کو ایک لڑکا ہے جس کی عمر قریب سوا دو سال ہے، اس کے بعد اس عورت نے ایک ایسے شخص سے نکاح کیا جس سے اس عورت یا اس بچہ کی کوئی رشتہ داری نہیں تھی، نکاح کے بعد اس عورت کو اس بچہ کی پرورش کا شرعاً حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بچہ کے غیر محرم کے ساتھ نکاح کرنے سے ماں کا بچہ کی پرورش کا حق باطل ہوجاتا ہے اور یہ حق بچہ کی نانی وغیرہ کو علی الترتیب حاصل ہوجاتا ہے، اس کے بعد ماں زبردستی بچہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی۔

درمختار میں ہے: باب الحضانة تثبت للام...... الا ان تكون مرتدة اوفاجرة. الى. اومتزوجة بغير محرم (درمختار مع رد المحتار ص ۸۷۲ و ص ۸۷۳ ج ۲) (فتاوىٰ عالمگیری ۱۶۵/۲. كتاب الطلاق، باب ۱۶ فی الحضانة)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کرلیا جو بچہ کا محرم رشتے دار نہیں ہے، یعنی اس رشتے میں ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں ہوتا تو اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔ الخ (بہشتی زیور۔ اولاد کی پرورش کا بیان۔ چوتھا حصہ) فقط واللہ اعلم۔

(۱) مطلقہ بیوی سے چھوٹا لڑکا ہے وہ ماں کے پاس کب تک رہے گا
(۲) ایک دو یوم کے لئے اس کو باپ کے یہاں لانا:

(سوال ۵۲۱) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا ہے نو مہینے کا، وہ کس کے پاس رہے گا؟ اور کب تک؟

---

[1] الولد متى كان عند أحد الابوين لا يمنع الآخر عن النظر اليه وعن تعاهده كذا فى التتارخانية ناقلاً عن الحاوى ، فتاوىٰ عالمگیری آخر الباب السادس عشر فى الحضانة ج. ١ ص ٥٤٣.

(۲) درمیان میں ایک دوروز کے لئے بچے کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ چھوٹے لڑکے کی پرورش کا حق ماں کو ہے اور یہ حق سات برس تک ہے،[1] اس کے بعد باپ اپنے لڑکے کو لے سکتا ہے، باپ اپنے بچے سے ملنا چاہے تو مل سکتا ہے، بچہ کی ماں وغیرہ ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتی کہ اسی کا بچہ ہے، اگر ماں کو اطمینان ہو اور وہ ایک دو دن کے لئے بیٹے کو باپ کے پاس بھیجنے پر راضی ہو تو باپ اپنے بیٹے کو ایک دو دن کے لئے اپنے گھر لا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچہ کی پرورش کا حق کس کو ہے؟ اور کب تک ہے؟ کیا باپ کی مرضی کے خلاف ماں اپنے پاس بچہ رکھ سکتی ہے؟:

(سوال ۵۲۲) زید کا صالحہ کے ساتھ نکاح ہوا تھا، قریب دو مہینے اپنے ساس سسر کے ساتھ رہے اس کے بعد دونوں ان سے علیحدہ ہو کر رہنے لگے، علیحدگی کے بعد میاں بیوی میں کسی وجہ سے جھگڑا ہوا اور صالحہ زید کو چھوڑ کر اپنے میکہ چلی گئی، جس وقت صالحہ نے زید کا گھر چھوڑا اس وقت وہ حاملہ تھی، پھر اسے لڑکا ہوا، اس بات کو بھی قریب دس مہینے ہو گئے ہیں دونوں میاں بیوی میں اختلافات انتہا کو پہنچ گئے ہیں، فریقین طلاق پر آمادہ ہیں، لیکن زید کا یہ کہنا ہے کہ اسے اپنا بیٹا چاہئے، جب کہ صالحہ کا باپ طلاق پر تو راضی ہے لیکن بچے کو دینے سے انکار کرتا ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ بچہ ابھی چھوٹا ہے، اسے باپ سے زیادہ ماں کی ضرورت ہے، ہمیں بچے سے انسیت ہو گئی ہے وغیرہ وغیرہ جب کہ زید کا کہنا یہ ہے کہ اگر بچہ مجھے دیں تب ہی میں طلاق دوں گا، ورنہ نہ طلاق نہ بیوی کو بلاؤں گا، اب سوال یہ ہے کہ کیا زید کی مرضی کے خلاف صالحہ یا اس کے باپ کو بچہ رکھنے کا اختیار ہے؟

(۳) زید کی مرضی کے خلاف صالحہ یا اس کے باپ شرعاً کب تک بچے کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں؟

(۴) بچہ پر اصل حق کس کا ہے؟ ماں کا؟ باپ کا؟ یا نانا کا؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً:۔ چھوٹے بچے کی پرورش کا سب سے پہلا حق ماں کا ہے اگر ماں بچہ کی پرورش کرنا چاہے تو باپ اس کا حق حضانۃ (حق پرورش) ختم کر کے زبردستی بچہ کو ماں کے پاس سے نہیں لے سکتا۔ اس کی معیاد فقہاء نے لڑکے کے لئے سات سال اور لڑکی کے لئے نو سال اور زیادہ سے زیادہ حیض آنے تک مقرر فرمائی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح او بعد الفرقة الام الا ان تكون مرتدة او فاجرة غير ما مونة كذا في الكافي . الىٰ قوله. والام والجدة احق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع سنين وقال القدوری حتى يا كل ويشرب وحده ويستنجى وحده وقدر ابو بكر الرازی بتسع سنين والفتوىٰ على الاول والام والجدة احق بالجارية حتى تحيض الخ (عالمگیری ۱/۱۶۵، ۱۶۶، باب ۱۶ ایضاً كتاب الطلاق)**

---

(۱) باب الحضانة تثبت للام..... والحاضنة اما اوغيره احق به ای بالغلام حتى يستغنى عن النسآء وقدربسبع وبه يفتى درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۸۷۰، ۸۸۱ الولدمتى كان عندأحد الابوين لا يمنع الآخر عن النظر اليه وعن تعاهده فتاویٰ عالمگیری آخر الباب السادس عشر فی الحضانة ج ۱ ص ۵۴۳.

(۲) شوہر نے بیوی کو طلاق دیدی ہو تب بھی ماں کا پرورش کا حق باقی رہتا ہے، بچہ کا باپ راضی ہو یا نہ ہو ماں کو پرورش کا حق حاصل رہے گا، البتہ ماں اگر بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو اس کا حق حضانۃ ختم ہو کر یہ حق نانی، پرنانی، دادی، پردادی پھر بہنوں کو علی الترتیب حاصل ہوتا ہے (حوالہ بالا، نیز فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۵۴/۲) نیز ۱۴۷/۳) (نیز جلد ۸ ص ۴۵۱) فقط (جدید ترتیب کے مطابق یہ تمام حوالجات اسی باب میں ہیں۔ مصحح)

(۳) نمبر ا ملاحظہ کریں۔

(۴) جواب نمبر ا، نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔

اگر زوجین و عزیز و اقارب صلح وغیرہ کے مراحل سے گذر کر پورے اخلاص کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں اب نباہ کی کوئی صورت نہیں ہے اور طلاق کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے تو شوہر کو چاہئے کہ اب بلا کسی شرط کے شریعت کے مطابق طلاق دینے کا جو سب سے احسن طریقہ ہے اس کے مطابق ایک طلاق دے دے، جب شریعت نے ماں کو پرورش کا حق دیا ہے تو اب طلاق کے لئے بچہ دینے کی شرط لگانے کا حق نہیں ہے اور بیوی کو معلق چھوڑنا بالکل غلط ہے، جب پرورش کی میعاد پوری ہو جائے تو باپ اپنا بچہ لے سکتا ہے، اس وقت ماں یا بچہ کا نانا بالکل انکار نہیں سکتا ہے۔ بچہ باپ کے حوالہ کرنا ہی ہوگا؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب النسب

غلطی سے رضاعی بھانجی سے نکاح ہوگیا تو کیا کرے اولاد ثابت النسب اور وارث ہوگی یا نہیں۔:

(سوال ۵۲۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی نانی کا دودھ بچپن میں پیا تھا۔ بعدہ زید کا نکاح اس کی خالہ (رضاعی بہن) کی لڑکی (رضاعی بھانجی) سے ہوا اور اس نکاح کو تقریباً پچیس ۲۵ سال ہوگئے۔ زید کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بھی ہیں اور ان دونوں لڑکیوں کا بھی نکاح ہو چکا ہے اور ان کے بچے بھی ہیں۔ اب زید کو معلوم ہوا کہ تمہاری منکوحہ تو رضاعی بھانجی ہے اور تم ماموں ہو لہذا تمہارا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ زید سخت پریشان ہے کہ پچیس ۲۵ سال نکاح کو ہو چکے ہیں اولاد کی اولاد بھی ہو چکی ہے، تو کیا واقعی نکاح صحیح نہیں؟ کیا اب زوجین کی طرح دونوں زندگی نہیں گذار سکتے تفریق ضروری ہے؟ نیز جو چار بچے ہیں ان کا نسب زید سے ثابت ہے یا نہیں؟ وہ زید کے وارث ہوں گے یا نہیں؟

(الجواب) حجۃ شرعیہ سے ثابت ہو جائے کہ واقعی زید نے مدت رضاعت میں اپنی نانی کا دودھ پیا تھا تو زید کی یہ خالہ زاد بہن رضاعی بھانجی بھی ہے لہذا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ دونوں زوجین کی طرح نہیں رہ سکتے تفریق ضروری ہے۔ البتہ صورت مسئولہ میں اولاد ثابت النسب اور وارث ہوگی۔ رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منه، عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ خلافا لهما بناء علیٰ ان النکاح فاسد عندا بی حنیفه رحمه الله تعالیٰ باطل عندهما کذا فی الظهیریه (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۰ الباب الخامس عشر فی ثبوت)

ولو طلقها ثلاثا ثم تزوجها قبل ان تنکح زوجاً غیره فجاء ت عنه بولد ولا یعلمان بفساد النکاح فالنسب ثابت وان کانا یعلمان بفساد النکاح یثبت النسب ایضاً عندابی حنیفه رحمه الله (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۰ ایضا) فقط والله اعلم بالصواب۔

شوہر کے انتقال کے پانچ سال بعد بچہ پیدا ہوا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۲۴) ایک بیوہ عورت کے شوہر کے مرنے کو پانچ سال ہو چکے ہیں اب اس کو بچہ پیدا ہوا، اس بچہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ حلالی شمار ہوگا یا حرامی؟ اور اس عورت کے ساتھ اس کے رشتے داروں اور گاؤں والوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر کی وفات کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو وہ شوہر کا شمار ہوگا دو سال کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ ثابت النسب نہ ہوگا لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ بچہ پانچ سال کے بعد پیدا ہوا ہے تو وہ شوہر سے ثابت النسب نہ ہوگا۔ ولو فات عنها قبل الدخول او بعده' ثم جاء ت بولد من وقت الوفاة الی سنتین یثبت النسب منه وان جاء ت به لا کثر من سنتین من وقت الوفاة لا یثبت النسب اه (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۳۱ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب)

البتہ اگر عورت نے عدت وفات کے بعد شرعی نکاح کیا ہوتو پھر دوسرے شوہر کا بچہ کہا جائے گا، حرامی بچہ جننے والی عورت سے قطع تعلق ضروری ہے، میل ملاپ نہ رکھا جائے کہ اس کو عبرت ہو اور آئندہ ایسے کام سے باز رہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

میاں بیوی میں دس سال جدائی رہی تو بچہ ثابت النسب ہوگا:

(سوال ۵۲۵) ذیل کے مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین :۔

میاں بیوی کے درمیان دس سال تک جدائی رہی ملاپ نہ ہوا (شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے) اب دس سال کے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ کس کا سمجھا جائے گا؟ اور یہ بچہ اس شخص کے مال وجائداد کا شرعاً وارث ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں شوہر نے پہلی بیوی کو دس سال تک معلق رکھ چھوڑا کسی قسم کا حق ادا نہیں کیا یہ عورت پر شدید ترین ظلم ہوا اور شوہر سخت گنہگار بنا اور یہ بچہ از روئے حدیث الولد للفراش (بخاری شریف) عورت کے خاوند کی طرف منسوب ہوگا اور اس سے ثابت النسب سمجھا جائے گا اور وارث ہوگا۔ عالمگیری میں ہے۔ والحکم فیہ انہ یثبت النسب من غیر دعوۃ لا ینتفی بمجرد النفی وانما ینتفی باللعان (عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۳ فصل فی ثبوت النسب) لہذا بچہ کو حرامی قرار دینا اور اس کی والدہ پر بلا حجت شرعی زنا کی تہمت لگانا درست نہیں۔ ممکن ہے کہ شوہر بیوی کے پاس چھپ کر گیا ہو یا بیوی شوہر سے ملی ہو۔ ہاں شوہر انکار کرے کہ میں اس دس سال کے عرصہ میں اس سے ملا نہیں ہوں اور بچہ میرا نہیں ہے ولد الحرام ہے اور عورت بدکار اور زانیہ ہے تو لعان پر فیصلہ موقوف ہوگا۔ قرآن شریف میں ہے۔ والذین یرمون ازواجھم الخ (سورۂ نور پ ۱۸) لعان کی صورت یہ ہے کہ شرعی قاضی کی عدالت میں یا مسلم پنچایت کے حضور مقدمہ پیش ہو پہلے خاوند چار مرتبہ کہے کہ میں بقسم شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اپنی عورت پر جو الزام لگایا ہے اس میں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ پھر عورت چار مرتبہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ میرے شوہر نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے۔ اس کے بعد تفریق کر دی جائے گی اور مہر دلایا جائے گا اور بچہ کا نسب باپ سے منقطع ہو جائے گا اور عورت کو عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کرنے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

غلطی سے رضاعی بھتیجی سے نکاح ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں :

(سوال ۵۲۶) ہمارے خاندان میں ایک لڑکے کا ایسی لڑکی سے لاعلمی میں نکاح ہوا ہے کہ جس نے مدت رضاعت میں اس لڑکے کے بڑے بھائی کی بیوی (یعنی اس لڑکے کی بھاوج) کا تقریباً ڈیڑھ دو سال تک دودھ پیا ہے اس بات کو خاندان والے جانتے ہیں اور وہ عورت بھی پورے یقین کے ساتھ کہتی ہے کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے مگر نکاح کے وقت کسی کی اس طرف توجہ نہیں ہوئی اور بالکل لاعلمی میں نکاح ہو گیا، اور اس نکاح کو تقریباً پانچ چھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے، اور دو بچے بھی ہو گئے ہیں اور لاعلمی میں ابھی تک وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہتے ہیں، اتفاق سے ان کے خاندان کا

ایک لڑکا جو دارالعلوم میں پڑھتا ہے اس کو ہدایہ اولین کے سبق کے درمیان خیال آیا کہ ہمارے خاندان میں جو نکاح ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے قابل فسخ ہے، اس لئے کہ میاں بیوی کے درمیان رضاعی رشتہ ہے کہ شوہر اس کا رضاعی چچا اور بیوی اس کی رضاعی بھتیجی ہے، اس طالب علم نے یہ بات شوہر کو کہی اور اس کو توجہ دلائی کہ تمہاری بیوی تمہاری رضاعی بھتیجی ہے، لہذا یہ نکاح قابل فسخ ہے۔ اس سے شوہر اور خاندان والوں کو بہت تشویش ہوگئی ہے، آپ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ مذکورہ نکاح صحیح ہے یا قابل فسخ؟ اگر قابل فسخ ہے تو اولاد ثابت النسب ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب بڑے بھائی کی بیوی پورے یقین کے ساتھ اور قسم کھا کر یہ کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہے اور اس بات کو خاندان کے دیگر افراد بھی جانتے ہیں اور وہ اس کے منکر نہیں ہیں تو دودھ پلانے والی اس لڑکی کی رضاعی ماں اور اس کا شوہر اس لڑکی کا رضاعی باپ بن گیا، اور رضاعی باپ کا بھائی (جس کا اس لڑکی سے نکاح ہوا ہے) اس لڑکی کا رضاعی چچا اور یہ لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی بن گئی اور رضاعی چچا کا رضاعی بھتیجی سے نکاح صحیح نہیں ہے، حرام ہے لہذا مذکورہ نکاح قابل فسخ ہے، دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے، شوہر اس کو طلاق دے دے یا زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اور جس وقت دونوں میں تفریق ہوگی اس وقت سے عدت لازم ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے واخو الرجل عمه واخته عمته واخو المرضعة خاله واختها خالته (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ کتاب الرضاع)۔

القول الجازم فی بیان المحارم میں ہے: اور شیر خوار کے رضاعی باپ کا بھائی شیر خوار کا چچا اور اس کی بہن شیر خوار کی پھوپھی ہونے سے شیر خوار پر حرام ہوگی (ص ۱۱)

عین الہدایہ میں ہے " قوله عليه السلام لعائشة ليلج عليك افلح فانه عمك من الرضاعة " حضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا کہ افلح تیرے سامنے آیا کرے کہ وہ تیرا رضاعی چچا ہے۔ ف۔ چنانچہ خود حضرت ام المومنین عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ بعد حکم حجاب افلح رضی اللہ عنہ میرے یہاں آئے تو میں نے ان سے پردہ کیا، انہوں نے فرمایا تو مجھ سے پردہ کرتی ہے حالانکہ میں تیرا چچا ہوں، میں نے کہا یہ کہاں سے؟ تو فرمایا کہ میرے بھائی کی بی بی نے تجھے دودھ پلایا تو میں نے کہا مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا، پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ سے حال بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ وہ تیرا چچا ہے، تیرے یہاں آوے گا۔

ف۔ یعنی بغیر پردہ کے تو اس کے سامنے ہوسکتی ہے (عین الہدایہ ج ۲ ص ۱۳۰ کتاب الرضاع ہدایہ اولین ص ۳۳۱ حاشیہ ص ۸)

والمتاركة فى الفاسد بعد الدخول لا تكون الا بالقول كخليت سبيلك او تركتك (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴ فصل فی النکاح الفاسد)

صورت مسئولہ میں جو اولاد ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن باولاد يثبت نسب الاولاد منه عند ابى حنيفة رحمة الله تعالىٰ خلافا لهما بناء على ان النكاح فاسد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ باطل عند هما كذافى الظهيرية. یعنی ایک

مسلمان شخص نے اپنے محارم میں سے کسی سے نکاح کرلیا پھر اس سے اولاد پیدا ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ثابت نہ ہوگا، اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہے (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۰ کتاب الطلاق باب نمبر ۱۵ فی ثبوت النسب)

ہدایہ اولین میں ہے۔ واذا فرق القاضی بین الزوجین فی النکاح الفاسد قبل الدخول (الیٰ قوله) وعلیها العدة ویعتبر ابتداء ها من وقت التفریق لا من آخر الوطیات. ویثبت نسب ولدها لان النسب یحتاط فی اثباته احیاءً للولد فیترتب علی الثابت من وجه (هدایه اولین ص ۳۱۳ کتاب النکاح باب المهر)فقط واللہ اعلم بالصواب .

بے خبری میں ایسی خالہ زاد بہن سے نکاح کرلیا جو رضاعی بھانجی ہوتی ہے، اس سے اولاد بھی ہوئی، اب کیا کرے :

(سوال ۵۲۷) زید نے اپنی نانی کا دودھ بچپن میں پیا تھا بعدہٗ زید کا نکاح اس کی خالہ (رضاعی بہن) کی لڑکی (رضاعی بھانجی) سے ہوا، اور اس کا نکاح تقریباً پچیس سال ہوگئے، زید کے دولڑکے اور دولڑکیاں بھی ہیں اور ان دونوں لڑکیوں کا نکاح بھی ہو چکا ہے اور ان کے بچے بھی ہیں۔

زید کو اب معلوم ہوا کہ اس کی منکوحہ رضاعی بھانجی ہے اور یہ اس کا ماموں ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح صحیح نہیں ہوا، چنانچہ زید پریشان ہے۔

تو کیا واقعی نکاح صحیح نہیں ہوا؟ کیا اب یہ دونوں زوجین کی طرح زندگی نہیں گذار سکتے؟ تفریق ضروری ہے؟ نیز جو چار بچے ہیں، ان کا نسب زید سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور وہ زید کے وارث ہوں گے یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! حجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے کہ واقعی زید نے مدت رضاعت میں اپنی نانی کا دودھ پیا تھا، تو زید کی یہ خالہ زاد بہن رضاعی بھانجی بھی ہے، لہذا نکاح صحیح نہیں ہوا دونوں زوجین کی طرح نہیں رہ سکتے، تفریق ضروری ہے، البتہ اولاد ثابت النسب اور وارث ہوگی۔

ولو طلقها ثلاثا ثم تزوجها قبل ان تنکح زوجاغیره فجاء ت عنه بولد ولا یعلمان بفساد النکاح یثبت النسب ایضا عند ابی حنیفة رحمه اللہ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴۰ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب).

رجل مسلم تزوج بمحارمه فجئن باولاد یثبت نسب الاولادمنه عند ابی حنیفة رحمه اللہ خلافا لهما بناء علی ان النکاح فاسد عند ابی حنیفة رحمه اللہ باطل عندهما، کذافی الظهیریة (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ایضاً ص ۵۴۰) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تمت بالخیر